...اب تالیفات سے جناب فیض مآب مولانا و مقتدانا علامہ فہامہ زبدۃ اعلام عظام قدوۃ فا...
...احترام جناب مولانا و مقتدانا مولوی مرزا باقر علیصاحب مرحوم و مغفور متضمن مناقب و معجزات
...مومنین جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے مصنف ممدوح نے تمام حالات من
...ولادت تا یوم شہادت حضرت امیر المومنین امام المتقین و معجزات کے قریب ۱۰...
...نظم فرمائے ہیں ۳۰ جزو پر ہیں جسکی قیمت عہ ہے ؞ ؞ ؞

تفسیر عمدۃ البیان ہر سہ جلد بزبان اردو

کلام اللہ کی یہ بےنظیر تفسیر آیۃ اللہ فی العالمین حاجی الحرمین الشریفین مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولانا
و مقتدانا مولوی سید عمار علیصاحب اعلی اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان کی تصنیفات سے
چھپکر ہندوستان کے ہر گوشہ اور شیعی دنیا کے ہر طبقہ میں اسقدر مقبول ہوئی کہ چار دفعہ چھپ
پر بھی اسکی مانگ ملک کے ہر چہار اطراف سے برابر چلی آتی ہے یہ تفسیر دس دس پارہ کی
تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے فریقین کے متنازعہ فیہ مقامات اور مناظرہ کی سرخیوں کو حاشیہ
پر جلی قلم سے لکھا ہے قیمت درجہ اول عـــہ درجہ دوم ۱۶/۱۲

مجموعہ رباعیات

اس مجموعہ میں حضرت عشق و انیس و دبیر کی تقریباً آٹھ سو چیدہ رباعیاں ہیں اگر آپ چاہتے ہیں
کہ پاس وہ مجموعہ رباعیات ہو جس کا ثانی اس وقت تک کہیں طبع نہیں ہوا تو ...
...صرف ...ہے

انا من المجرمین منتقمون

الحمد للہ درین زمان میمنت توامان و بلطف ایزد منان و بتائید پروردگار اسعنے

سوانح عمری امیر مختار

مترجمہ سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی مالک مطبع یوسفی دہلی

بمطبع یوسفی دہلی طبع شد

بار دوم سنہ ۱۹۱۰ء ۵۰۰ جلد

واقعۂ اول ذکر پیدائش مختارؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

محمد احمد نجفی نے زیاد بن قدامہ سے روایت کی ہے کہ جب مختارؒ بن ابی عبیدہ پسر مسعود ثقفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں کے شکم میں تھا انکی ماں کہتی تھی کہ میں ہاتف غیبی سے ایک آواز سنتی تھی کہ اے زن بے پیراہن بچہ کو ہرگز ہرگز کوئی زیاں پہنچنے نہ پائے کیونکہ یہ اہلبیت پیغمبرؐ کا دوست ہے اور آل محمدؐ کے دشمنوں کو بامداد الٰہی کم کریگا مختارؒ کی ماں کا نام حلیمہ تھا جب وہ پیدا ہوا تو اسکے باپ نے اسکا نام مختارؒ رکھا جب وہ تین مہینہ کا ہوا تو ان کا باپ مرگیا اس کی ماں انکی پرورش کرتی تھی اسکا چچا بھی نگراں تھا جب چار برس کا ہوا تو اسکے چچا نے مکتب میں پڑھنے کو بٹھا دیا تاکہ قرآن و علم دینیات و سواری اور فن تیراندازی و نیزہ بازی غرض جو کچھ سپاہی کو چاہیئے سب حاصل کرے مختارؒ کی ماں کہتی ہے کہ میں نے کبھی اسکو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ کشتی کرنا گھوڑے پر سوار ہونا اس کا دستور تھا مختارؒ کا چچا روایت کرتا ہے کہ میں نے مختارؒ کو دریا پر جاتے اور پیراکی سیکھتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے ہر قسم کا علم تو حاصل کیا ہے یہ بھی سیکھنا چاہیئے مختارؒ اس روز پیدا ہوا تھا جس روز رسول خداؐ صلعم جنگ تبوک میں تشریف لیگئے تھے بعد اسکے ادب سیکھتا رہا یہانتک کہ جناب علی مرتضیٰ صلواۃ اللہ و سلامہ علیہ

تشریف لائے اور زخمی ہو کر شہید ہوئے پس ایک مرد محبان آل محمدؐ سے حضرت امام حسن علیہ السلام کو مختارؓ کے گھر لایا مختار کہتا ہے کہ میں اپنے مکان کے بالاخانہ پر تھا میں حضرت امام حسن علیہ السلام کو دیکھتے ہی کوٹھے کے نیچے اترا اور حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور حضرت کی خدمت میں حاضر رہا یہاں تک کہ پس جناب کو زہر دیا گیا اور ان کی روح اقدس جنت کی طرف پرواز کر گئی جناب امام حسین علیہ السلام ان کی جگہ جانشین ہوئے اہل کوفہ نے ان کو خط لکھے کہ آپ کوفہ میں تشریف لایئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں حضرت نے حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کو کوفہ بھیجا تاکہ لوگوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت لیں جس نے سب سے پہلے بیعت کی وہ مختارؓ تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی جان و مال امام حسین علیہ السلام پر تصدق کرونگا پھر مسلمؑ ہانی بن عروہؓ کے گھر آئے ہانیؓ سرداران کوفہ و دوستداران اہلبیتؑ سے تھا دشمنان دین نے پسر زیاد کو خبر دی کہ مسلمؑ بن عقیلؑ کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی طرف رغبت دلاتے ہیں عبداللہ بن زیاد نے ہانیؓ بن عروہ کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ اے ہانیؓ میں سنتا ہوں کہ مسلمؑ بن عقیلؓ کو تم نے اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے اور وہ لوگوں سے حسینؑ کی بیعت لیتا ہے ہانیؓ نے کہا مجھکو اسکی خبر نہیں وہ ملعون یہ سنتے ہی خشمناک ہوا اور کہا کہ تم انکار کرتے ہو بہتر ہے کہ تم مسلمؑ کو میرے حوالہ کر دو ورنہ تمہارا سر تن سے جدا کیا جائیگا ہانیؓ نے کہا کہ اگر تو ایسا کریگا تو تجھکو کوفہ میں پانی پینے کی مہلت بھی نہ ملیگی پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانیؓ کو قید کرو جب ہانیؓ کے قید ہونے کی خبر اہل کوفہ نے سنی اس کا بیٹا مع اپنے اقربا اور دوستوں اور خیر خواہوں اور نیز مع حضرت مسلمؑ کے ہتھیار باندھکر نکلے تاکہ ہانیؓ کو چھڑا لائیں اتفاقاً اس روز مختارؓ کہیں گیا ہوا تھا جب اسکو یہ خبر پہنچی کہ مسلمؑ ابن زیاد ملعون سے لڑ رہے ہیں مختارؓ کوفہ کی طرف چلا تاکہ حضرت مسلمؑ کی مدد کرے جب کچھ راستہ طے کیا تو ایک مرد کو دیکھا اسکی طرف متوجہ ہوئے تاکہ مسلمؑ کی خبر پوچھیں جب اسکے سامنے گئے اس سے کہا کہ تو کس قبیلہ کا آدمی ہے اس نے کہا میں ایک مرد مسافر یزید کے غلاموں میں سے ہوں مختارؓ نے کہا کہ تو نے کسی جگہ راہ وادہ میں بھی دیکھا ہے اس نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا مختارؓ بولا کاش میں تجھ سے یہ بات نہ پوچھتا پھر دوسرا ایک مرد سامنے آیا وہ اندھا اور گونگا تھا مختارؓ سکتے میں رہگیا اپنے غلام سے

کہا یہ نیک فال نہیں معلوم ہوتی غلام نے کہا مسلمؓ کا حال تو اس سے پوچھو پھر وہ غلام خود ہی پوچھنے لگا اس اندھے نے جواب دیا مسلمؑ ابن زیاد کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے کہ میں چل نکلا یہ سنتے ہی مختارؓ نے اپنا گھوڑا ایسا تیز ہانکا کہ راہ داروں کو جا لیا، راہ داروں کا سردار ایک مرد مسافر تھا مختارؓ کو جانتا تھا کہنے لگا اے جوانمرد لوٹ جا کہ کوفہ میں ابن زیاد مسلمؑ ابن عقیلؓ سے لڑ رہا ہے اور عجیب و غریب شورش پیدا ہو رہی ہے مختارؓ نے کہا کہ میں خدائے عز و جل کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ابن زیاد کو ایک بلائے عظیم میں گرفتار کریگا یہ کہکر ایک ہاتھ اسکے سر پر مارا اور چل دیا، پھر چند مرد دیکھے کہ باہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہا کہ تم کیا باتیں کرتے ہو انھوں نے کہا کہ عبد اللہ ابن زیاد کا ذکر ہے مختارؓ نے کف افسوس ملکر کہا کہ پہلی بیت پھر پڑھی جسکے یہ معنی تھے کہ اسکو مارتے ہیں قتل کرتے ہیں اور اسکے ساتھ غدر کرتے ہیں مختار مسلمؑ اکے لئے رونے لگا کہتا تھا مجھکو خوف ہے کہ اس سید بزرگوار کو نہ قتل کر ڈالیں جب شہر کوفہ کے قریب پہنچا تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ ایک مرد بنی امیہ سے نظر آیا اس نے مختارؓ کو پہچان کر کہا کہ اے میرے سردار کہاں جاتا ہے کہا میں مسلمؑ کی مدد کے لئے جاتا ہوں اس نے کہا خدا تجھکو اجر دے مسلمؑ قتل کئے گئے مختارؓ نے یہ سنکر نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا اس مرد نے کہا عبد اللہ ابن زیاد سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ کہیں تجھکو بھی قتل کر ڈالے، مختارؓ نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم سب اپنے گھروں کو پھر جاؤ خدا تعالے تم کو جزا خیر دے غلام سے کہا کہ اونٹ کو گھر لے جا اور اپنے ہتھیار اتار کر غلام کو دیے اور آپ بازار میں آیا کالے علم اور ایک خیمہ دیکھا کہ عمر بن حارث جو کہ ابن زیاد کا ولیعہد تھا خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آئے اس کا جان و مال محفوظ رہیگا مختارؓ نے جو یہ سنا خیمہ کی طرف گیا، عمر بن حارث مختارؓ کے آنے کی خبر سنکر لب فرش آیا اور مختارؓ سے بغلگیر ہوا اور خیمہ میں لایا اور نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا مختارؓ نے کہا اے ابن جعفر میں شکر کرتا ہوں کہ میں اس ہنگامہ میں شریک نہوا اور نہ اس لڑائی کی مجھکو خبر ہوئی تاہم میں تیرے پاس آگیا کہ میرے دشمن میری نسبت کچھ لگا بجھا نہ دیں عمر بن حارث بولا کہ تم نے خوب کیا کہ اپنے گھر میں

کہا یہ نیک فال نہیں معلوم ہوتی غلام نے کہا مسلم رض کا حال تو اس سے پوچھو پھر وہ غلام خود ہی پوچھنے
لگا اس اندھے نے جواب دیا مسلم ابن زیاد کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے کہ میں چل نکلا یہ سنتے ہی
مختار رح نے اپنا گھوڑا ایسا تیز ہانکا کہ راہ داروں کو جا لیا۔ راہ داروں کا سردار ایک مرد مسافر تھا مختار رح
کو جانتا تھا کہنے لگا اے جوانمرد لوٹ جا کہ کوفہ میں ابن زیاد مسلم ابن عقیل رح سے لڑ رہا ہے اور عجیب و
غریب شورش پیدا ہو رہی ہے مختار رح نے کہا کہ میں خدائے عز و جل کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ
وہ ابن زیاد کو ایک بلائے عظیم میں گرفتار کریگا یہ کہکر ایک ہاتھ اسکے سر پر مارا اور چل دیا۔ کچھ چند مرد
دیکھے کہ باہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہا کہ تم کیا باتیں کرتے ہو انہوں نے کہا کہ عبد اللہ ابن زیاد کا ذکر ہے
مختار رض نے کف افسوس ملکر کہا کہ پہلی بیت پھر پڑھ جسکے یہ معنی تھے کہ اسکو مارتے ہیں قتل کرتے
ہیں اور اسکے ساتھ عذر کرتے ہیں مختار مسلم کے لئے رونے لگا کہتا تھا مجھکو خوف ہے کہ اس سید
بزرگوار کو نہ قتل کر ڈالیں جب شہر کوفہ کے قریب پہنچا تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ ایک مرد بنی امیہ سے
نظر آیا اس نے مختار رض کو پہچان کر کہا کہ اے میرے سردار کہاں جاتا ہے کہا میں مسلم کی مدد کے لئے جاتا
ہوں اس نے کہا خدا تجھکو اجر دے مسلم قتل کئے گئے مختار رض نے یہ سنکر نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا
جب ہوش میں آیا اس مرد نے کہا عبد اللہ ابن زیاد سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ کہیں تجھکو بھی قتل
کر ڈالے۔ مختار رض نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم سب اپنے گھروں کو پھر جاؤ خدا تعالے تم کو جزائے
خیر دے غلام سے کہا کہ اونٹ کو گھر لے جا اور اپنے ہتھیار اتار کر غلام کو دیئے اور آپ بازار میں آیا
کالے علم اور ایک خیمہ دیکھا کہ عمرو بن حارث جو کہ ابن زیاد کا ولیعہد تھا خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا
پکار رہا تھا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آئے اس کا جان و مال محفوظ رہیگا مختار رض نے جو یہ سنا خیمہ
کی طرف گیا۔ عمر بن حارث مختار رض کے آنے کی خبر سنکر لب فرش آیا اور مختار رح سے بغلگیر ہوا اور
خیمہ میں لایا اور نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا۔ مختار رح نے کہا اے ابن جعفر میں شکر کرتا ہوں
کہ میں اس ہنگامہ میں شریک نہوا اور نہ اس لڑائی کی مجھکو خبر ہوئی تاہم میں تیرے پاس آگیا
کہ میرے دشمن میری نسبت کچھ لگا بجھا نہ دیں عمر بن حارث بولا کہ تم نے خوب کیا کہ اپنے گھر میں

کہا یہ نیک فال نہیں معلوم ہوتی غلام نے کہا مسلمؓ کا حال تو اس سے پوچھ پھر وہ غلام خود ہی پوچھنے
لگا اس اندھے نے جواب دیا مسلمؑ ابن زیاد کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے کہ میں چل نکلا یہ سنتے ہی
مختارؓ نے اپنا گھوڑا ایسا تیز ہانکا کہ راہ داروں کو جا لیا راہ داروں کا سردار ایک مرد مسافر تھا مختارؓ
کو جانتا تھا کہنے لگا اے جوانمرد لوٹ جا کہ کوفہ میں ابن زیاد مسلمؑ ابن عقیلؓ سے لڑ رہا ہے اور عجیب و
غریب شورش پیدا ہو رہی ہے مختارؓ نے کہا کہ میں خدائے عزوجل کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ
وہ ابن زیاد کو ایک بلائے عظیم میں گرفتار کریگا یہ کہکر ایک ہاتھ اسکے سر پر مارا اور چل دیا پھر چند مرد
دیکھے کہ باہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہا کہ تم کیا باتیں کرتے ہو انہوں نے کہا کہ عبد اللہ ابن زیاد کا ذکر ہے
مختارؓ نے کف افسوس ملکر کہا کہ پہلی بیت پھر پڑھ جسکے یہ معنی تھے کہ اسکو مارتے ہیں قتل کرتے
ہیں اور اسکے ساتھ عذر کرتے ہیں مختارؓ مسلمؑ کے لئے رونے لگا کہتا تھا مجھکو خوف ہے کہ اس سید
بزرگوار کو نہ قتل کر ڈالیں جب شہر کوفہ کے قریب پہنچا تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ ایک مرد بنی امیہ سے
نظر آیا اس نے مختارؓ کو پہچان کر کہا کہ اے میرے سردار کہاں جاتا ہے کہا میں مسلمؑ کی مدد کے لئے جاتا
ہوں اس نے کہا خدا تجھکو اجر دے مسلمؑ قتل کئے گئے مختارؓ نے یہ سنکر نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا
جب ہوش میں آیا اس مرد نے کہا عبد اللہ ابن زیاد سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ کہیں تجھکو بھی قتل
کر ڈالے مختارؓ نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم سب اپنے گھروں کو پھر جاؤ خدا تعالے تم کو جزائے
خیر دے غلام سے کہا کہ اونٹ کو گھر لے جا اور اپنے ہتھیار اُتار کر غلام کو دیئے اور آپ بازار میں آیا
کالے علم اور ایک خیمہ دیکھا کہ عمر بن حارث جو کہ ابن زیاد کا ولیعہد تھا خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا
پکار رہا تھا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آئے اس کا جان و مال محفوظ رہیگا مختارؓ نے جو یہ سنا خیمہ
کی طرف گیا عمر بن حارث مختارؓ کے آنے کی خبر سنکر لب فرش آیا اور مختارؓ سے بغلگیر ہوا اور
خیمہ میں لایا اور نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا مختارؓ نے کہا اے ابن جعفر میں شکر کرتا ہوں
کہ میں اس ہنگامہ میں شریک نہوا اور نہ اس لڑائی کی مجھکو خبر ہوئی تاہم میں تیرے پاس آ گیا
کہ میرے دشمن میری نسبت کچھ لگا بجھا نہ دیں عمر بن حارث بولا کہ تم نے خوب کیا کہ اپنے گھر میں

کہا یہ نیک فال نہیں معلوم ہوتی غلام نے کہا مسلمؓ کا حال تو اس سے پوچھ پھر وہ غلام خود ہی پوچھنے
لگا اس اندھے نے جواب دیا مسلمؑ ابن زیاد کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے کہ میں چل نکلا یہ سنتے ہی
مختارؒ نے اپنا گھوڑا ایسا تیز ہانکا کہ راہ داروں کو جا لیا، راہ داروں کا سردار ایک مرد مسافر تھا مختارؒ
کو جانتا تھا کہنے لگا اے جوانمرد لوٹ جا کہ کوفہ میں ابن زیاد مسلمؑ ابن عقیلؓ سے لڑ رہا ہے اور عجیب و
غریب شورش پیدا ہو رہی ہے مختارؒ نے کہا کہ میں خدائے عز و جل کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ
وہ ابن زیاد کو ایک بلائے عظیم میں گرفتار کریگا یہ کہکر ایک ہاتھ اسکے سر پر مارا اور چل دیا، پھر چند مرد
دیکھے کہ باہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہا کہ تم کیا باتیں کرتے ہو انہوں نے کہا کہ عبد اللہ ابن زیاد کا ذکر ہے
مختارؒ نے کف افسوس ملکر کہا کہ پہلی بیت پھر پڑھو جسکے یہ معنی تھے کہ اسکو مارتے ہیں قتل کرتے
ہیں اور اسکے ساتھ غدر کرتے ہیں مختارؒ مسلمؑ کے لئے رونے لگا کہتا تھا مجھکو خوف ہے کہ اس سید
بزرگوار کو نہ قتل کر ڈالیں جب شہر کوفہ کے قریب پہنچا تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ ایک مرد بنی امیہ سے
نظر آیا اس نے مختارؒ کو پہچان کر کہا کہ اے میرے سردار کہاں جاتا ہے کہا میں مسلمؑ کی مدد کے لئے جاتا
ہوں اس نے کہا خدا تجھکو اجر دے مسلمؑ قتل کئے گئے مختارؒ نے یہ سنکر نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا
جب ہوش میں آیا اس مرد نے کہا عبد اللہ ابن زیاد سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ کہیں تجھکو بھی قتل
کر ڈالے، مختارؒ نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم سب اپنے گھروں کو پھر جاؤ خدا تعالے تم کو جزائے
خیر دے غلام سے کہا کہ اونٹ کو گھر لے جا اور اپنے ہتھیار اتار کر غلام کو دیئے اور آپ بازار میں آیا
کالے علم اور ایک خیمہ دیکھا کہ عمر بن حارث جو کہ ابن زیاد کا ولیعہد تھا خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا
پکار رہا تھا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آئے اس کا جان و مال محفوظ رہیگا مختارؒ نے جو یہ سنا خیمہ
کی طرف گیا، عمر بن حارث مختارؒ کے آنے کی خبر سنکر لب فرش آیا اور مختارؒ سے بغلگیر ہوا اور
خیمہ میں لایا اور نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا، مختارؒ نے کہا اے ابن جعفر میں شکر کرتا ہوں
کہ میں اس ہنگامہ میں شریک نہوا اور نہ اس لڑائی کی مجھکو خبر ہوئی تاہم میں تیرے پاس آ گیا
کہ میرے دشمن میری نسبت کچھ لگا بجھا نہ دیں عمر بن حارث بولا کہ تم نے خوب کیا کہ اپنے گھر میں

کہا یہ نیک فال نہیں معلوم ہوتی غلام نے کہا مسلمؓ کا حال تو اس سے پوچھ پھر وہ غلام خود ہی پوچھنے
لگا اس اندھے نے جواب دیا مسلمؑ ابن زیاد کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے کہ میں چل نکلا یہ سنتے ہی
مختارؓ نے اپنا گھوڑا ایسا تیز ہانکا کہ راہ داروں کو جا لیا، راہ داروں کا سردار ایک مرد مسافر تھا مختارؓ
کو جانتا تھا کہنے لگا اے جوانمرد کوفہ جا کہ کوفہ میں ابن زیاد مسلمؑ ابن عقیلؑ سے لڑ رہا ہے اور عجیب و
غریب شورش پیدا ہو رہی ہے مختارؓ نے کہا کہ میں خدائے عزوجل کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ
وہ ابن زیاد کو ایک بلائے عظیم میں گرفتار کریگا یہ کہکر ایک ہاتھ اسکے سر پر مارا اور چل دیا، پھر چند مرد
دیکھے کہ باہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہا کہ تم کیا باتیں کرتے ہو انہوں نے کہا کہ عبداللہ ابن زیاد کا ذکر ہے
مختارؓ نے کف افسوس ملکر کہا کہ پہلی بیت پھر توڑ دی جسکے یہ معنی تھے کہ اسکو مارتے ہیں قتل کرتے
ہیں اور اسکے ساتھ غدر کرتے ہیں مختارؓ مسلمؑ کے لئے رونے لگا کہتا تھا مجھکو خوف ہے کہ اس سید
بزرگوار کو نہ قتل کر ڈالیں جب شہر کوفہ کے قریب پہنچا تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ ایک مرد بنی امیہ سے
نظر آیا اس نے مختارؓ کو پہچان کر کہا کہ اے میرے سردار کہاں جاتا ہے کہا میں مسلمؑ کی مدد کے لئے جاتا
ہوں اس نے کہا خدا تجھکو اجر دے مسلمؑ قتل کئے گئے مختارؓ نے یہ سنکر نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا
جب ہوش میں آیا اس مرد نے کہا عبداللہ ابن زیاد سے ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ کہیں تجھکو بھی قتل
کر ڈالے، مختارؓ نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم سب اپنے گھروں کو پھر جاؤ خدا تعالے تم کو جزائے
خیر دے غلام سے کہا کہ اونٹ کو گھر لے جا اور اپنے ہتھیار اُتار کر غلام کو دیئے اور آپ بازار میں آیا
کالے علم اور ایک خیمہ دیکھا کہ عمر بن حارث جو کہ ابن زیاد کا ولیعہد تھا خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا
پکار رہا تھا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آئے اس کا جان و مال محفوظ رہیگا مختارؓ نے جو یہ سنا خیمہ
کی طرف گیا، عمر بن حارث مختارؓ کے آنے کی خبر سنکر لب فرش آیا اور مختارؓ سے بغلگیر ہوا اور
خیمہ میں لایا اور نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا، مختارؓ نے کہا اے ابن جعفر میں شکر کرتا ہوں
کہ میں اس ہنگامہ میں شریک نہوا اور نہ اس لڑائی کی مجھکو خبر ہوئی تاہم میں تیرے پاس آگیا
کہ میرے دشمن میری نسبت کچھ لگا بجھا نہ دیں عمر بن حارث بولا کہ تم نے خوب کیا کہ اپنے گھر میں

سب کہہ سنایا بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ حاشیہ چڑھایا ابن زیاد بولا کہ ہم تو معلم کو اپنا دوست جانتے تھے یہ
معلوم نہ تھا کہ وہ ہمارا دشمن ہے ہم کو تو آج ہی کھلا کہ وہ ابوترابؑ کا دوست ہے یہ کہکر خفا ہوا اور دربان کو
حکم دیا کہ جاؤ فلاں رافضی کو ہمارے پاس لاؤ دربان چند پیادوں کو ہمراہ لیکر معلم کے پاس گیا اور
پگڑی اسکی گردن میں ڈالکر کھینچتے لے آئے ابن زیاد شوم کی جوہیں معلم پہ نظر پڑی ایک سخت جھڑکی دی
اور کہا کہ اے رافضی کیا تو امیر یزید کی ولایت میں رہکر عیش و عشرت سے گذر اوقات کرنے کو کافی نہیں
سمجھتا بجائے اسکے تو اسپر لعنت کرتا ہے بتا تو کس دلیل سے ہم پر لعنت واجب جانتا ہے کیا اس لئے کہ
ہم نے حسینؑ کو قتل کر ڈالا معلم اس بہتان سے ڈرا بولا کہ اے امیر جو کچھ یہ میری نسبت بیان کرتا ہے میں
نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ یہ بیگناہ بچہ کہتا ہے معلّم نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے اگر اور بچے
بھی کہدیں تو میرا خون مباح ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اس بچہ کا قول میرے نزدیک علیؑ کے قول سے بہتر
ہے پس دربان کو حکم دیا کہ اس معلم کو ابوترابیوں کے جیلخانہ میں لے جاؤ۔ معلّم کو جیلخانہ میں لیگئے
اور آہنی بیڑیاں اسکے پاؤں میں اور طوق اسکے گلے میں پہنا دیا اور ایسے تہ خانہ میں قید کیا جسمیں
اسقدر اندھیرا تھا کہ آدمی کو آدمی نہیں دیکھ سکتا تھا دروازہ بند کرکے چل دیئے۔ معلم سر بزانو ہوکر
اپنے دل میں کہنے لگا یہ تکلیف مجھکو جناب امیرؑ کی محبت کے طفیل میں ہے وہ جناب صابر تھے تو بھی
صبر کر۔ اسی اثنا میں دور سے ایک روشنی دکھلائی دی اور تیل کی بو اسکے دماغ میں پہنچی بیڑیوں کی
جھنکار اور رونے کی آواز سنی معلّم اٹھکر اس آواز گریہ کی طرف چلا گیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان ملا میلی
کے کپڑے پہنے چمڑے کے فرش پر بیٹھا ہے اور سر سے پاؤں تک لوہے میں جکڑا ہوا ہے سر کے
بال اور ناخن حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور یا علیؑ یا محمدؐ کا وظیفہ زبان پر جاری ہے
معلّم نے اسکے پاس جاکر سلام کیا اور پوچھا کہ تجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے جو حد سے زیادہ تجھپر
عذاب ہورہا ہے جوان نے کہا کہ یہ سزا علیؑ اور اسکی اولاد کی محبت میں مجھکو ملی ہے معلّم علیؑ کا نام سنتے
ہی رونے لگا اور پوچھا تو کون ہے اور کس قبیلہ سے ہے اور اسطرح کیوں روتا ہے اس جوان نے کہا کہ میرا نام
مختارؒ ہے ابی عبیدہ ثقفی کا بیٹا ہوں جب معلّم نے مختارؒ کا نام سنا پھر رویا اور مختارؒ کا سر

اپنی بغل میں لیکر اسکے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا مختار رضنے پوچھا تو کون ہے؟ معلم نے کہا کہ میرا نام کیثہ ہے
اور میں عامر ہمدانی کا بیٹا ہوں میں سرداران کوفہ کے بچوں کو پڑھایا کرتا تھا مختار رضنے کہا کہ یہ قید خانہ
معلموں کی جگہ نہیں ہے تو اسلئے قید ہوا کہ میرا یہ ارادہ تھا کہ ولایت ان سے چھین کر جو اس کے مستحق ہیں انکو
دوں تو معلم ہے تو کیوں قید ہوا معلم نے جواب دیا کہ میں بھی اسی تہمت میں قید ہوا ہوں کہ پیغمبر خدا
اور ان کی اہلبیت کا دوست ہوں پھر اول سے آخر تک اپنی سرگذشت بیان کی جب مختار نے
یہ بات سُنی تو کہا اے بھائی غم مت کر تو جلد رہائی پائیگا کیونکہ ان طالبعلموں کے وارث جن کو
تو پڑھاتا تھا چند روز میں تیری سفارش کرکے تجھکو چھڑالیں گے لیکن میرا چھوٹنا مشکل ہے میں ڈرتا
ہوں کہ کہیں ایسا نہو کہ میں یہیں مرجاؤں اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام کی حسرت اپنی قبر میں
لے جاؤں معلم نے جواب دیا کہ اے مختار رض فکر نہ کر تو بھی اپنی مراد کو جلد پہنچیگا میں نے جناب امیر المومنین
کی حدیثوں میں دیکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام قاتل تیرے ہاتھ سے قتل ہونگے اور تو
کوفہ اور تمام عراق پر قابض اور متصرف ہوگا اور علم قطمینان مکہ کے دروازہ پر گاڑیگا یہ باتیں کرکے مختار
کا دل خوش کرتا تھا اور مختار رض معلم رض کا دل بہلاتا تھا پس معلم نے رودیا مختار نے کہا کہ بھائی تو کیوں
روتا ہے معلم نے جواب دیا کہ تیری قید کی سختی کے سبب سے میں بھی روتا ہوں اے میرے سردار
اگر مجھکو تیری رہائی کی کوئی صورت معلوم ہوتی تو میں اتنی کوشش کرتا کہ یا تو تجھکو چھوڑا لیتا یا آپ مارا جاتا
مختار نے کہا کہ اس طرح کی باتیں مت کر خدا تیری مدد کریگا۔ صاحب اخبار روایت کرتا ہے کہ معلم کی
ایک بھتیجی مسماۃ بُستان نام تھی اور وہ ابن زیاد کے فرزندوں کی دایہ تھی اور اُس نے اس کے
تمام فرزندوں کو پالا تھا جب اس نے اپنے چچا کے قید ہونے کی خبر پائی تو فریاد کی اور اپنے تن کے
کپڑے پھاڑ ڈالے اور اسکے فرزندوں کو لے کر ابن زیاد کی بیوی کے پاس لیگئی اسکی بیوی نے
جب یہ حال دیکھا پوچھا کہ تجھکو کیا ہوا؟ بولی کہ میرا ایک چچا ہے جس نے تیرے بچوں کو علم و ادب سکھلایا ہے
اور تجھپر حق رکھتا ہے اب سنان ابن انس نے اُسپر ایک تہمت لگائی ہے اور ایسا بہتان باندھا کہ امیر نے
خفا ہو کر اسکو قید کر دیا برائے خدا اسکی سفارش کر عورت نے قبول کیا اور اس نے کہا کہ تو

فکر نہ کر میں ابھی امیر سے کہوں گی وہ عورت خوش ہوگئی اور اسکو دعا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد
ابن زیاد بدنہاد گھر میں آیا عورت نے اٹھکر کہا کہ تو نے جس معلم کو قید کیا ہے وہ بیگناہ ہے اور اسپر
جھوٹی تہمت لگائی گئی ہے اسکو میرے واسطے معاف کردے اور میری حاجت پوری کر ابن زیاد بولا کہ
میں نے تیری حاجت روائی کی فوراً دربان کو بلاکر حکم دیا کہ معلم کو قید سے چھوڑ دے معلم اور مختار ہمکلام تھے کہ
ایک آواز انہوں نے سنی مختار نے کہا کہ مبارک ہو تجھے کہ تجھ کو بلایا ہے معلم نے کہا کہ مجھکو تیری جدائی
نہایت شاق ہے اپنی حاجت مجھ سے کہہ اگر ہوسکے گا تو میں پورا کرونگا۔ مختار نے کہا کہ میری ایک
حاجت ہے اگر تو پورا کرے گا تو خدائے تعالے اس کا اجر تجھکو دیگا اور میں تا مدت العمر تیرا احسان نہ
بھولاونگا۔ سن میری حاجت یہ ہے کہ جب تو قید سے چھوٹ جائے تو دوات و کاغذ و قلم میرے
پاس بھیجدے مگر کسی کو خبر نہو معلم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو بھیجونگا اسکے بعد دربان نے آکر کہا کہ
اے معلم باہر نکل کہ ابن زیاد نے تجھپر رحم کھایا پس اسکو قیدخانہ سے باہر لیگئے اور قید سے رہا کردیا اور
عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لیگئے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے بنی امیہ کے معلم میں نے تجھکو معاف کیا اسکے بعد
ادب سے رہنا اور کوئی خطا نہ کرنا معلم نے کہا کہ اے امیر میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں کہ اسکے بعد معلمی نکرونگا
بخدا اس لڑکے نے جھوٹ اور بہتان مجھپر لگایا تھا۔ یہ معلم بڑا مالدار تھا گھر پہنچتے ہی عورت کو طلاق
دیدی تا وہ مختار کی حاجت پوری کرے اور عورت کو خبر نہو پھر ایک بکری ذبح کرکے پکائی اور روٹیاں
اور میوے اور ہزار دینار کپڑے میں باندھے اور ایک حمال کے سرپر رکھواکر داروغہ جیل کے گھر آیا اور
دروازہ پر دستک دی عورت باہر نکلی اس سے کہا کہ جب تیرا شوہر گھر آئے اس سے کہنا کہ کثیر معلم
کہہ گیا ہے کہ جب میں قید تھا تو میں نے منت مانی تھی کہ جب میں قید سے چھوٹونگا تو تجھکو کچھ
سلوک کرونگا اب میں وعدہ کو پورا کرنے آیا تھا یہ چیزیں اس عورت کو سپرد کرکے اپنے
گھر واپس چلا گیا جب داروغہ جیل گھر آیا ان تحائف کو دیکھکر کہا کہ مختار کے واسطے معلم کو کچھ
ضرورت درپیش ہے پس تیسرے دن اپنی بھائی کو اپنے کام پر چھوڑا اور آپ گھر رہا معلم بدستور سابق
تحفے تیار کرکے داروغہ کے گھر لایا داروغہ خود باہر نکلا اور معلم کو گھر میں لیگیا اور اسکی بہت تعظیم و

کی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا حتیٰ کہ یہ بھی پوچھا کہ اے معلم تو یہ بتا مجھے کس غرض سے میرے
پاس لایا اور تو کہتا ہے کہ میں نے منت مانی تھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ منت نہیں ہے بلکہ تو مجھ
سے کوئی حاجت رکھتا ہے مجھ سے بیان کر کہ تو کیا چاہتا ہے معلم نے کہا کہ ظاہر کی بات کا کیا پوچھنا
داروغہ نے کہا کہ میں محمد رسول کے حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مختار کے بارے میں کچھ حاجت
رکھتا ہے تو میں اسکو ضرور پورا کرونگا اور مجھے اپنے مارے جانے کا بھی کچھ خوف نہیں معلم نے خوش
ہو کر کہا کہ اے برادر مومن حسن جب ابن زیاد نے مجکو قید کیا میں نے مختار کو سخت قید کی حالت میں
دیکھا جب میں نے رہائی پائی تو اس نے مجھ سے دوات و کاغذ و قلم کی درخواست کی تھی اگر تو
پہنچا سکتا ہے تو یہ مجھ سے لیکر اس تک پہنچا دے کیونکہ اس کا بڑا ثواب ہے داروغہ مجلس نے
کہا کہ یہ امر بہت دشوار ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ بسر و چشم اس کام کو سرانجام دونگا کیونکہ ابن زیاد
میری ذات خاص پر اعتماد کلی رکھتا ہے اگر اندیشہ ہے تو صرف اس قدر ہے کہ ایک گروہ کثیر جو میرے
ماتحت ہے یہ سب میرے حالات کی نگرانی کرتے ہیں ان سے فی الجملہ خوفناک ہوں مگر اسیوقت مجکو
ایک تدبیر سوجھی ہے وہ میں تجھ سے کہتا ہوں معلم نے کہا وہ کیا تدبیر ہے داروغہ نے کہا کہ آج اور کل
صبر کر پرسوں کھانا پکا کر تیار کر اور اس میں اشیاء مطلوبہ چھپا دے پھر اس کھانے کو میرے پاس لا میں
پس اسوقت تم سے دریافت کرونگا کہ یہ کیا چیز ہے تم کہنا کہ جب میں قید خانہ میں قید تھا تو
مختار نے مجھ سے کھانے کی درخواست کی تھی اور ان چیزوں کو منگایا تھا اور کہا تھا کہ مجکو اندیشہ ہے
مبادا میں مرجاؤں اور ان چیزوں کی آرزو میرے دل میں رہ جائے پس میں اسکی طلب کے موافق
لایا ہوں نصف اسکو دیدو اور نصف تم تناول فرماؤ۔ محافظین میری طرف دیکھکر کہیں گے کہ
داروغہ صاحب تمہاری اس باب میں کیا رائے ہے میں کہدونگا کہ میرے نزدیک مختار منجملہ جیلخانہ کی
مردوں کے ایک وہ بھی مردہ ہے اسکو اگر کھانا پہنچا دیا جائے گا تو کیا نقصان ہے وہ اسوقت
کہیں گے کہ فی الحقیقت مختار زندہ در گور ہے پس اس حیلہ سے یہ چیزیں مختار تک پہنچ جائیں گی
معلم یہ سنکر اٹھا اور داروغہ کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور کہا کہ تم نے خوب تدبیر بتلائی

مجھکو یقین ہو گیا کہ تمہاری اس ہمت مردانہ سے میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس داروغہ نے سڑک پر سے ایک طفل لاوارث کو اٹھا کر پرورش کیا تھا جو غالبًا حرامی تھا جس وقت داروغہ اور معلم دونو باہم گفتگو کرتے تھے وہ زمین پر لیٹا ہوا تھا بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ سو رہا ہے مگر در اصل جاگ گیا تھا تمام باتیں سنتا تھا اور ذہن نشین کرتا جاتا تھا معلم نے بموجب حکم داروغہ کے سب سامان بہم پہنچا کر حمال کے سر پر رکھوا کر داروغہ کے گھر جا پہنچایا داروغہ کے متبنّٰی نے جب معلم کو یہ سامان لاتے ہوئے دیکھا فورًا ابن زیاد کے دروازہ پر پہنچا اور شور و غل کیا اس نے اس طفل ملعون کو طلب کیا پوچھا کہ تجھے کیا معاملہ پیش آیا لڑکے نے کہا کہ اے امیر آگاہ ہو کہ میرا باپ اگرچہ بظاہر تیرا امین ہے لیکن فی الباطن خائن ہے اور معلم سے ملگیا ہے معلم دوات اور قلم روٹیوں میں رکھکر مختار کو پہنچانے کی نیت سے میرے باپ کے پاس لایا ہے اس ملعون روسیاہ نے جو یہ بات سنی اسیوقت سوار ہو کر داروغہ کے گھر آیا لوگوں نے اسکو آتا دیکھکر دعا دی چونکہ وہ مردک غصہ میں بھرا ہوا تھا داروغہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ تو بھی نمکحرام ہو گیا داروغہ نے کہا اے امیر میں نے کیا گناہ کیا ہے ابن زیاد بولا کہ مختار کے پاس دوات کاغذ قلم بھیجنے کا حیلہ بنایا ہے تاکہ وہ عبداللہ ابن عمر اپنے بہنوئی کو خط لکھے اور وہ یزید کے نام نامہ بھیجے اور مختار یزید کے حکم سے رہا ہو جائے داروغہ نے کہا کہ میں اتنی مدت سے آپ کی خدمت میں ہوں کبھی مجھ سے ایسی خطا سرزد نہیں ہوئی مگر اس معلم نے منت مانی تھی کہ اگر میں رہائی پاؤں گا تو کھانا پکا کر قیدیوں کو کھلاؤں گا وہ آج اپنی نذر کو وفا کرنا چاہتا ہے الحمد للہ کہ طعام حاضر ہے اور کسی نے ابتک اسپر سے دستر خوان بھی نہیں اٹھایا ملاحظہ کر لیجیے کہ اسمیں قلم دوات کاغذ ہے یا نہیں اگر ہو تو میرا اور معلم کا خون مباح ہے معلم نہایت اندیشناک ہوا گمان کیا کہ میں اسیوقت مارا جاؤنگا ابن زیاد بد نہاد گھوڑے سے نیچے اترا اور کہا کہ کھانا سامنے لاؤ ایک ایک روٹی کو اوپر نیچے کرتا تھا اور اس میں قلم و دوات کو تلاش کرتا تھا معلم اور داروغہ بارگاہِ ایزدی میں نالہ و زاری کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خداوندا تیری ذات عالم و دانا ہے ہم نے یہ امر تیری رضامندی اور اہلبیت ؑ کی خوشنودی اور ایک برادر مومن کی رہائی کیلئے اختیار کیا ہے تیری ذات کا

ہے اس بلا کو ہم سے دفع کر ابن زیاد بدنہاد نے ہر چند روٹیوں کو الٹ پلٹ کیا لیکن پروردگار نے اسکو اندھا کر دیا تھا اسمیں قلم و دوات کا کہیں نشان تک نہ پایا داروغہ سے کہا میں ہر چند ڈھونڈتا ہوں اسمیں نہیں پاتا۔ داروغہ نے کہا خدایا بادشاہ کی عمر دراز کرے یہ میرا لڑکا نہیں ہے حرامی ہے میں نے اسکو ایک روز ایک کوچہ کی سڑک پر پایا تھا میری عورت نے اسکو دودھ پلا کر اور بحدامکان حفاظت کرکے پرورش کیا حتی کہ یہ جوان ہو گیا کل جو میں اپنے گھر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ میری عورت کو لپٹا ہوا تھا میں نے اسکو بہت مارا اور گھر سے باہر نکال دیا اسلئے اس نے مجھپر یہ بہتان باندھا ہے ابن زیاد کو یہ بات سنکر یقین آگیا لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ولد الزنا تو چاہتا ہے کہ میں خون ناحق میں گرفتار کیا جاؤں تلوار کھینچکر ایک وار میں اس کا کام تمام کیا اور اسکو واصل جہنم کیا بعد ازاں حکم دیا کہ یہ کھانا لے جاکر قیدیوں کو کھلا دو اور مختار کو بھی بھجوا دو معلم سے کہا تو نے خوب کیا کہ اہل زندان کو کھانا دیا۔ ابن زیاد اٹھکر دار الکفر کو روانہ ہوا معلم اور داروغہ کھانا مختار کے پاس لے گئے اور سب حقیقت حال عرض کی۔ کاغذ و قلم دوات اسکے ہاتھ میں دیا مختار نے دو نامے لکھے ایک اپنے بہنوئی کے نام دوسرا اپنی خواہر صفیہ کے نام اور یہ مسماۃ عبد اللہ ابن عمر کی زوجہ تھی خط میں اپنے بہنوئی کے نام وہی لکھا جو کہ اسپر گذرا تھا یعنی ابن زیاد نے مجھکو بیگناہ قید کر رکھا ہے اور ایسا کوئی بھی نہیں جو میری خلاصی کے باب میں کوشش کرسکے لیکن چونکہ تیری قدر و منزلت یزید پلید کے نزدیک کسی قدر ہے لازم ہے کہ اسکو خط لکھو کہ وہ ابن زیاد کو میری رہائی کے بارہ میں تحریر کرے معلم سے کہا کہ اے برادر ایمانی اتنی اور کوشش کر کہ یہ میرے خطوط مدینہ منورہ میں پہنچ جائیں ایک بہن کے پاس اور ایک بہنوئی کے پاس معلم نے کہا کہ اے میرے سردار تو مطمئن رہ انشاء اللہ میں ایسا ہی کرونگا میں اسکا ذمہ لیتا ہوں یہ کہکر مختار سے رخصت ہوا اور جیلخانہ سے نکلا داروغہ نے مختار کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا اور جیل سے نکل آیا معلم نے اسیوقت حجامت بنوائی اور پاکیزہ لباس پہنا اور حاجیوں کے لباس سے اپنے تئیں آراستہ کیا اور اہل کوفہ سے کہا کہ میں حج کو جاتا ہوں اس زمانہ میں کوئی شخص بغیر اجازت

ابن زیاد بد نہاد کے شہر سے باہر نہیں جا سکتا تھا معلمؔ نے حاجیوں کا لباس پہنکر ابن زیاد کے پاس جا کر کہا کہ اے امیر میں نے نذر کی تھی کہ جب قید سے چھوٹونگا تو مکہ کا حج بجا لاؤنگا اب مجکو بفضل خدا رہائی ہوگئی مکہ معظمہ کو جاتا ہوں خانۂ خدا اور تربت محمد مصطفےٰؐ کی زیارت بجالاؤنگا ابن زیاد نے کہا کہ اے معلمؔ تو اتنا خائف ہوا کہ جلد جلد نذریں بھی مان لیں معلم بولا اے امیر مدرسوں کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے دوسری یہ بات ہے کہ جو شخص حاکم کا ڈر نہ مانے وہ دیوانہ ہے پس رخصت لیکر باہر آیا اونٹ پر سوار ہو کر چلدیا چند روز میں مدینہ پہنچا پہلے عبداللہ ابن عمر کے گھر گیا اندر سے ایک لونڈی آئی باہر آ کر پوچھا کہ تو کون ہے معلم نے کہا کہ میں عراق سے آیا ہوں اور مختار کا خط لایا ہوں باندی گھر میں گئی اور کیفیت بیان کی مختار کی بہن یہ سنتے ہی ایسی پریشان ہوئی قریب تھا کہ بیہوش ہو جائے عبداللہ ابن عمر نے کنیز سے کہا کہ اسکو میرے پاس لاؤ کنیز جا کر بلا لائی معلمؔ نزدیک جا کر سلام کیا اور دو نو خط عبداللہ ابن عمر کے حوالے کئے عبداللہ نے ایک خط اپنے پاس رکھا اور دوسرا خط اسکی بہن صفیہ کو دیدیا صفیہ نے اپنے شوہر سے اجازت مانگی کہ میں معلمؔ سے حال دریافت کروں عبداللہ ابن عمر نے معلم کو صفیہ کے پاس بھیجدیا جب معلم اسکے پاس گیا تو رونے لگا۔ حضرت مسلمؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی کیفیت اور مختار کی کہانی اول سے آخر تک اس سے بیان کی صفیہ نے فوراً سر سے چادر پھینکدی اور رونے پیٹنے لگی عبداللہ نے کہا کہ اے عورت یہ کیا ماجرا ہے صفیہ نے کہا کہ قسم ہے خدا اور رسولؐ کی کہ جبتک مختار نہ چھوٹیگا تو مجکو کبھی خوش نہ دیکھیگا عبداللہ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں جو یزید کے پاس میرا خط اسوقت لیجائے معلم نے کہا اس کام کو میں انجام دونگا عبداللہ نے اسیوقت قلم و دوات منگا کر یزید کے نام نامہ لکھا جسکا مضمون یہ تھا **اما بعد** واضح ہو کہ اے یزید بن معاویہ تو جانتا ہے کہ مختار میری بی بی کا بھائی ہے اور عبداللہ بن زیاد تیرے عامل نے اسکو بیگناہ کنوئیں کے اندر اندھیری کوٹھڑی میں طوق و زنجیریں جکڑ کر قید کر رکھا ہے اور اسکی بہن دن رات روتی ہے اور اسنے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے میں چاہتا ہوں کہ تو ایک خط اپنے ہاتھ سے ابن زیاد کو لکھ کہ وہ مختار کی ایذا دہی سے دست بردار ہو جائے اگر ایسا کروگے تو مجپر احسان ہوگا اور اگر ذرا بھی پہلو تہی کی تو قسم ہے خدا و رسولؐ کی تمام قبائل عرب کو برہم کرونگا اور لشکر بیشمار لیکر حسینؑ مظلوم کے

خون کا مطالبہ کرونگا پس اس امر کو اپنے دل میں خوب جانچ لو اور جان لو کہ یہ امر ممکن ہے یا ناممکن خط کو
بند کیا اور اپنی بیوی اور بیٹیوں کے سر کے بال جو انہوں نے مختار کے غم میں منڈوائے تھے ایک سیاہ
تھیلی میں بھر کر معلم کو دیئے اور اس سے کہا کہ جب یزید نامہ کو پڑھے اسوقت یہ بال بھی پیش
کر دینا اور جو کیفیت تیری چشم دید ہے اسکو بھی کہہ دینا یہ کہکر ایک ہزار دینار معلم کے آگے رکھے
اس نے قبول نہ کیا اور جواب دیا کہ میں نے یہ کام واسطے رضائے خدا و خوشنودی رسولؐ اور
اہلبیتؑ کے اختیار کیا ہے علاوہ ازیں خدا نے دھن دولت مجھکو بہت دے رکھی ہے مجھکو روپیہ پیسہ کی
ضرورت نہیں اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اس امر میں کسی طرح سے دریغ نکروں گا یہ کہکر اونٹ پر سوار
ہوکر دمشق کو روانہ ہوا وہاں پہنچ کر ایک ترکاری فروش کی دوکان کے نزدیک قیام کیا معلم ہر روز
یزید کے محلسرائے کے دروازہ پر جاتا تھا لیکن اندر جانے کی اجازت نہیں پاتا تھا اسیطرح اٹھارہ
دن گذر گئے ترکاری فروش نے کہا کہ تو اٹھارہ دن سے یہاں ہے اور ہمیشہ مسجد میں نماز پڑھتا ہے
کسی سے اپنا حال نہیں کہتا اب بیان کر کہ تو کس کام کے واسطے آیا ہے تاکہ میں تیری حاجت
کے پورا کرنے میں سعی کروں معلم نے اندیشہ کیا کہ مبادا اگر میں اپنا حال اس سے کہوں تو معاملہ دگرگوں
ہو جائے شاید کہ یہ بھی دشمن اہلبیتؑ ہو لیکن ترکاری فروش مومن اور دوستدار اہلبیتؑ تھا اور
دن رات امام مظلوم کے حال پر روتا تھا معلم نے کچھ نہ کہا ترکاری فروش نے مسکرا کر کہا کہ اے عراقی
مجھکو قسم ہے حسینؑ شہید کربلا کی اگرچہ تو ایسی حالت رکھتا ہوگا جس میں میری ہلاکت متصور ہو تب
بھی تیری حاجت پوری کرونگا معلم نے کہا تو نے سخت قسم کھائی اگر تو میرے حال سے آگاہ ہونا
چاہتا ہے تو اپنا عقیدہ پہلے مجھ سے بیان کر ترکاری فروش نے کہا کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ
میں ہمیشہ بنی مروان اور بنی امیہ اور خاصکر یزید پر لعنت کرتا ہوں، معلم نے کہا اب میں تم سے نڈر
ہو گیا یہ کہکر اول سے آخر تک اپنی سرگزشت بیان کی بعد ازاں کہا کہ آج اٹھارہ دن مجھکو اس
شہر میں آئے ہو گئے کہ ہر روز یزید پلید کے دروازہ پر جاتا ہوں لیکن اسکے ملازم مجھکو باریاب
نہیں ہونے دیتے ہیں یہ خط اس تک پہنچانا چاہتا ہوں لیکن مجھکو اندر جانے کا موقع نہیں ملتا

اور میں اس معاملہ میں ناچار اور مجبور ہوں مجھکو اس خط کی یزید تک پہنچانے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھتی ۔
ترکاری فروش بولا کہ مختار کون ہے اور تم سے کیا تعلق ہے معلم نے کہا کہ مختار اول درجہ کا شیعہ اور
مومنین کی پشت و پناہ ہے اگر وہ جیلخانہ سے نکل آئیگا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے
ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا ترکاری فروش نے کہا کہ تجکو کیونکر معلوم ہے کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ یہ سلوک
کریگا معلم نے کہا کہ یہ جناب امیرؑ سے منقول ہے انہوں نے جناب رسولخداؐ سے روایت کی ہے کہ بعد میرے
حسنؑ مظلوم کو زہر دینگے اور حسینؑ کو خنجر سے شہید کریں گے اور ایک مرد بنی ثقیف سے کہ جسکا نام مختار ہوگا
خروج کریگا اور قاتلان امام حسینؑ سے ایک کو زندہ نہ چھوڑیگا اور جو کچھ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے
سب سچ ہے ان کا قول کبھی جھوٹا نہیں ہوا اور نہ ہوگا بقال نے کہا کہ مختار وہی ہے کہ جس نے مسلم بن عقیل
سے بیعت کی تھی معلم نے کہا کہ ہاں بقال بولا کہ تم سچ کہتے ہو اور جو کچھ تم نے آج کہا اگر پہلے ہی روز کہہ
دیتے تو میں تم کو یزید تک پہنچا دیتا خیر علے الصباح نماز سے فارغ ہو کر لباس فاخرہ پہن کر یزید
کے مجلس پر جائیے اور دربانوں اور سرہنگوں سے نہ ڈریئے گا کسی طرح کا خیال دل میں نہ لائیے گا
جب تم دروازہ کے اندر داخل ہو چکو گے تو تم کو ہر دو طرف سیاہ عمامے باندھے ہوئے سپاہی نظر آئیں
گے لیکن ٹھہر نہ جانا سیدھے چلے جانا جب دوسری ڈیوڑھی پر پہنچیے گا تو ہر دو طرف رنگا رنگ کے فرش
بچھے ہوئے اور کرسیاں لگی ہوئیں اور بڑے بڑے سرداروں کو ان پر بیٹھے ہوئے دیکھیگا تو ان کو سلام کر نا
بدستور سیدھے چلے جانا جب تیسرے دروازہ پر پہنچیگا تو بساط شطرنج بچھی ہوئی اور دیبائی رومی کے
پردے لگے ہوئے شاہانہ کرسیاں رکھی ہوئی اور امیر اور دربان بیٹھے ہوئے پائیگا وہاں سے بھی سیدھے
چلے جانا جب چوتھی ڈیوڑھی پر جائیے گا تو خادموں کو قبائے دیبائی پہنے ہوئے اور حریری اور زر بستی
زربفت کے ٹپکوں سے کمریں باندھے ہوئے پائیے گا ان کی طرف بھی متوجہ نہ ہونا اور سیدھے چلے جانا
جاتے جاتے جب تم اسکے صحن خانہ میں پہنچو گے تو برخلاف اسکے جو کچھ کہ دیکھ چکے ہو کمریں سنہری ٹپکوں
سے بندھی ہوئی اور عصائے مروارید سروں پر رکھے ہوئے کہ ان لوگوں کو طشتیہ کہتے ہیں پائیے گا
کیونکہ اس گروہ نے سر مبارک امامؑ مظلوم کو طشت میں رکھکر یزید کو پیش کیا تھا انسے بھی ہمکلام نہ ہو گا

اور آگے چلے جائیگا جب پانچویں ڈیوڑھی پر پہنچے گا تو وہاں فرش دیبائے رومی کے دیکھیگا اور وہ اس لئے بچھائے ہیں کہ جس وقت یزید حمام میں جاتا ہے تو اس فرش پر چلتا ہے تاکہ زمین کی گرد نہ لگ جائے اس فرش پر بیٹھ جائیے گا اس سے آگے نہ بڑھیے گا جب آپ کو وہاں پر بیٹھے ہوئے کچھ عرصہ ہو جائیگا تو عجیب و غریب قسم کے خوبصورت غلام کو دیکھیے گا کہ دیبائے سرخ کا جامہ پہنے ہوئے اور زرّین پٹکا کمر سے باندھے ہوئے اور یاقوتی رنگ کا دوپٹہ سر پر رکھے ہوئے اور انگیٹھی ہاتھ میں لئے حمام کو جاتا ہے اور ایک غلام اس کے پیچھے آتا ہے کہ وہ بھی دیبائے سیاہ کی قبا پہنے ہوئے اور سیاہ خز کا عمامہ باندھے ہوئے شب و روز گریہ و زاری کرتا ہے اور یزید جانتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا دوست ہے لیکن اسکو کچھ تکلیف نہیں دیتا یہ بھی کہتے ہیں کہ یزید نے حضرت امام حسینؑ کا سر اس غلام کے کہنے سے کربلا میں بھیجدیا تھا تاکہ سر تن سے ملحق کیا جائے اور وہ غلام دن کو روزہ رکھتا ہے شب کو نان جویں اور سرکہ سے افطار کرتا ہے اور یزید کے ہاں کھانا نہیں کھاتا ہے اور کمر بند بنکر بیچتا ہے اور اس میں اپنا گذارہ کرتا ہے جب تمہاری نظر اسپر پڑ جائے جلد اُٹھکر اسکو خط دینا وہ تمہاری مشکل کو آسان کرے گا اور یزید کو نامہ پیش کر دیگا اور جواب لکھوا دیگا معلم نے جب یہ بات سُنی سبزی فروش سے کہا کہ تجھکو خدا جزائے خیر دے دوسرے روز معلّم اُٹھا نماز پڑھی، صاف کپڑے پہنے اور عبداللہ کا خط بغل میں مار یزید کے دروازہ پر جا پہنچا اور موافق ہدایت سبزی فروش کے ہر ایک دروازے سے گذر گیا اور سب کیفیتیں بعینہٖ موافق اسکے قول کے مشاہدہ کیں جب آخری دروازہ پر پہنچا اس سے بھی گذر گیا، دیکھا کہ جابجا فرش بچھا ہوا ہے اور دو غلاموں کو دیکھا کہ وہ حمام تک مشک و عود و عنبر جلاتے چلے جاتے ہیں یزید ملعون کی یہ عادت تھی کہ علی الصّباح اُٹھکر نماز پڑھتا تھا اور طلوع آفتاب تک وظیفہ میں مصروف رہتا تھا بعد ازاں حمام کو جاتا تھا معلّم ایک گوشہ میں بیٹھ گیا، دیکھا کہ ایک ترکی غلام سیاہ لباس پہنے آتا ہے معلم نے اُٹھکر اسکے پاس جاکر سلام کیا غلام نے کہا کہ اے کثیر بن ہدانی خدا تیرا آنا مبارک کرے اور تجھ سے رنج و فکر کو دفع کرے تو نے کیوں دیر لگائی میں تو اٹھارہ دن سے تیرا منتظر تھا، معلّم کانپ اُٹھا اور حیران رہگیا غلام نے کہا آپ کچھ ارشاد کیوں نہیں

کرتے؛ معلم نے کہا کہ تجھکو میرے حال سے کس نے مطلع کیا تجھکو حسینؑ مظلوم کی قسم سچ کہہ تجھکو میرا نام کس نے بتایا غلام نے امام حسینؑ کا نام سُنتے ہی رو دیا اور کہا کہ جس دن تو دمشق میں آیا میں نے اس شب امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس آکر کہا کہ تو نے دنیا کو چھوڑکر بہشت کو اختیار کرلیا ہے اب سُن کہ ایک مرد ہمارے دوستداروں میں سے کہ اسکا نام کثیر بن عامر ہمدانی ہے دمشق میں آیا ہے اور اسکے پاس یزید کے نام کا ایک خط ہے تجھکو مناسب ہے کہ جب وہ خط تیرے پاس لیکر آئے تو ہماری حرمت اور محبت سے اسکی حاجت کو پورا کر دینا میں جب خواب سے چونکا ہوں تیرے انتظار میں تھا تھا حتی کہ کل کی رات پھر اس امام معصوم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے دیکھا کہ میرے جد کی اُمت نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا خاصکر اس یزید پلید نے کہ مجھکو کیسے کیسے ظلم وستم سے شہید کروایا ہے اور میں دیکھتا تھا کہ خون حضرت کی گردن مبارک سے ٹپکتا ہے نیز یہ فرمایا کہ کل کثیر بن عامر تیرے پاس آئے گا اسکی حاجت پوری کرنا اور اس سے کہنا کہ میرے جد امجد تیری شفاعت کرینگے اور میرا اور تیرا حشر اُن کے ساتھ ہوگا؛ معلم کا بیان ہے کہ جب یہ بات میں نے اس محب اہلبیتؑ سے سُنی بہت رویا اور کہا کہ خدا کا شکر اور احسان ہے کہ میری خدمت قبول ہوئی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ یزید پلید حجرہ سے باہر آیا اور ان فرشوں پر سے گذرتا تھا اور خدمتگار اسکے آگے اور پیچھے چلے جاتے تھے میں اسکی طرف دیکھتا تھا وہ ملعون سیاہ رنگ دراز قد اور ضعیف الجسم اور پیشانی پر ایک زخم رکھتا تھا اور خون اس سے ظاہر ہوتا تھا میں نے دیکھا کہ اُس ترکی غلام نے اُسکے نزدیک جاکر اسکے ہاتھ پر بوسہ دے کر کہا اے امیر تو نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ ہر روز ایک حاجت مجھ سے طلب کر تاکہ میں اسکو پورا کروں اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ جس روز سے امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور انکو سر مبارک طشت میں رکھکر تیرے پاس لائے اُس دن سے کوئی حاجت میں نے طلب نہیں کی یزید نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اب جو حاجت تیری ہو اسکو بیان کر تاکہ میں اسکو پورا کروں غلام نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ اس نامہ کو پڑھکر اسیوقت اس کا جواب لکھدے اور نامہ لکھنے والے کی حاجت پوری کر یزید نے نامہ کو پڑھکر کہا کہ یہ خط عبداللہ بن عمر نے لکھا ہے اور اپنی بیوی کے بھائی مختار کی سفارش کی ہے غلام نے

کہا کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے یزید نے کہا کہ خط کون لایا ہے غلام نے کہا ایک مرد عراقی لایا ہے یزید نے
کہا کہ اسکو میرے پاس لانا کہ میں اسکو دیکھوں غلام نے اسکے سوا کچھ چارہ نہ دیکھا معلم کا ہاتھ پکڑکر یزید کے
پاس لایا معلم کہتا ہے کہ جب میں نے یہ حالت دیکھی ڈرا اور خدا پر توکل کیا جب یزید کی نظر
معلم پر پڑی بولا کہ یہ خط تو لایا ہے معلم نے جواب دیا کہ ہاں یزید نے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات دریافت
کرتا ہوں سچ سچ بیان کر کہ امام حسین علیہ السلام کا مارا جانا تجھپر گراں گزرا یا نہیں معلم کثیر نے کہا کہ میں مزدور
آدمی ہوں عبداللہ ابن عمر نے مجکو دس دینار کے عوض اجیر مقرر کرکے بھیجا ہے مجکو اس بات سے
کیا واسطہ ہے غلام نے معلم کی بات کو کاٹکر کہا کہ یہ سچ کہتا ہے نہ ہمکو بھی لازم ہے کہ اس سے اس
امر کو دریافت کریں وہ جانے اور اسکا مذہب تو خط کا جواب لکھدے اور میری حاجت کو پورا کردے
یزید نے بپاس خاطر غلام کے کہا کہ قلم دوات لے آؤ کہ میں خط کا جواب لکھوں خط کی عبارت یہ تھی
یہ خط یزید پسر معاویہ خلف ابوسفیان کی طرف سے عبداللہ پسر زیاد کے نام ہے **اما بعد** واضح ہو کہ
جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے اور تو اسکو مطالعہ کرے فی الفور مختار ابن ابی عبیدہ کو جیلخانہ سے
رہائی دے مگر جس قدر تجھ سے اسکے ساتھ سلوک ممکن ہو کرکے عبداللہ ابن عمر کے پاس بھیجدے کیونکہ
اسکی توقیر و قدر و منزلت میرے نزدیک بہت بڑھکر ہے اور اس میں ذرا تاخیر نکرنا۔ والسلام ؛
جب خط لکھ چکا غلام کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اگر ایک لاکھ دینار میرا خرچ ہو جاتا تو مجکو آسان تھا
کہ یہ خط مجکو لکھنا نہ پڑتا کیونکہ مختار علیؑ ابن ابیطالبؑ کے شیعوں میں سے ہے یہ خط میں نے تیری اور
عبداللہ ابن عمر کی خاطر سے لکھدیا وہ خط معلم کے حوالے کیا اور دو ہزار دینار اور ایک خلعت اسکو بطور
عطیہ کے دیا معلم خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سماتا تھا نامہ لیا اور غلام کو دعا دیکر رخصت ہوا اور
بستری فروش سے ملکر دمشق سے نکلا دن رات راستہ چلتا تھا شترک پر عبداللہ ابن عمر سے ملا اور مختار
کی رہائی کا مژدہ اسکو پہنچایا لیکن اسکے پاس نہ ٹھہرا بلکہ برسم عرب منہ چھپائے ہوئے کوفہ میں پہنچا
تاکہ اسکو کوئی پہچان نہ لے دربانوں کے پاس آکر کہا کہ امیر سے خبر کرو کہ دمشق سے قاصد یزید کا
نامہ لیکر آیا ہے دربانوں نے پسر زیاد کو مطلع کیا اس نے حاضر کرنے کا حکم دیا پس معلم کو پسر زیاد کے

پاس لے گئے اُسوقت معلّم نے اپنا مُنہ کھولدیا ابن زیاد نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور کف افسوس
ملنے لگا اور بولا کہ تو نے وہی کیا نہ! جو تیرا ارادہ تھا معلم نے کہا کہ میں نے یہ کام رضا جوئی حق کے لئے
کیا ہے یہ کہکر یزید پلید کا نامہ اسکے حوالے کیا اس پاجی کا یہ دستور تھا کہ جسوقت یزید پلید کا خط اس
کے پاس آتا تھا تو وہ اس خط کو باادب کھڑا ہو کر پڑھتا تھا جب خط پڑھ چکا تو بوسہ دیکر اسکو اپنے
سر پر رکھا اور حیرت زدہ ہو کر سر کو ہلایا معلم سے کہا تو نے یہ کیا کام کیا افسوس تو نے میرے مارڈالنے میں
کوشش کی معلّم نے کہا اس قصہ کو کوتاہ کر اور مختارؓ کو جلد جیلخانہ سے رہا کر پس ملازم مختار کو جیلخانہ سے
لائے اور غسل کرایا اور سرتاپا پاکیزہ لباس پہنایا اور حکم دیا کہ معلم و مختار کو گھر میں لیجاکر کھانا کھلاؤ جب
کھانا سامنے آیا معلم نے کہا کہ اسے شاید بہت عرصہ ہوا کہ ہم دونو نے باہم بیٹھکر نان و نمک نہ کھایا تھا
مختار نے کہا کہ ہیہات ہیہات میں ہرگز اس کھانے کو نہ کھاؤنگا اور نہ اس خلعت کو پہنونگا معلم
نے سبب پوچھا مختارؓ نے کہا کہ امامؑ مظلوم کو غریب و بیچارہ شہید کریں اور اسکے دشمن روئے زمین پر
زندہ رہیں اور شادمانی سے اوقات بسر کریں میں ان کے دشمنوں کا کھانا نہیں کھانا چاہتا معلم نے
بھی رغبت نہ کی اور اُٹھ کھڑے ہوئے پسر زیاد شقی نے معلم کو بھی خلعت دیا مختار باہر آکر سوار ہوا اور معلم سے
کہا کہ اے بھائی آج کے بعد تجھکو کوفہ میں رہنا چاہیئے ایسا نہو کہ تجھے کسی حیلہ سے مارڈالیں جس جگہ قیام
کرو میرے آنے کے منتظر رہو کہ میں ایک سپاہ عظیم شیعیان جناب امیر علیہ السلام کی مدد سے اس ملعون کی تلوار
سے خبر لونگا اور ایک ایک کا خون زمین پر گراؤنگا اب ذرا تم اپنی حفاظت کرنا اور ہشیار رہنا خدائے
تعالٰی تیرا مددگار ہے اور دو توڑے روپیوں کے اور ایک خلعت معلم کو دیا اور چلا گیا معلم بنی کندہ کے
قبیلہ میں گیا مختار نے مدینہ کا رستہ لیا شب و روز چلکر مدینہ میں پہنچا مختار جب وہاں پہنچا تو اسوقت
عبداللہ بن عمر کے سامنے کھانا رکھا گیا تھا وہ اپنی بی بی کو آواز دے رہا تھا کہ آؤ کھانا کھاؤ اسکی
بی بی نے کہا کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ جبتک میرے بھائی کی خیر خبر نہ آئیگی میں کھانا نہ کھاؤنگی
یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مختار دروازہ پر جاکر زنجیر دروازہ کی ہلائی اندر سے آواز آئی کہ کون ہے مختارؓ
نے کہا کہ میں ہوں جب گھر میں یہ خبر پہنچی تو اسکی بہن دوڑی ہوئی آئی اور مختارؓ کو دیکھتے ہی

اس سے چھٹ گئی مختار رضؓ نے اپنی بہن کے سر پر بوسہ دیا اسکی بہن کو شادی مرگ ہو گئی اور بیہوش ہو کر گر گئی تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ وہ مرگئی تھی مختار نے جب یہ واقعہ دیکھا تو رویا اور واویلا کیا اور چیخیں مارنے لگا پھر اسکی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر عبداللہ بن عمر سے رخصت ہوا اور کہا کہ مجکو ایک مہم درپیش ہے تم بھی دعا کرو کہ خدا راست لائے دعا سے فراموش نکرنا اسکے بعد مکہ گیا! وہاں کا حاکم عبداللہ ابن زبیر تھا وہ خروج کا ارادہ رکھتا تھا انہی دنوں میں سلیمان بن صرد خزاعی بھی مکہ میں تھا اور اسکے پاس شیعوں کی ایک بڑی پارٹی جمع ہو گئی تھی اور وہ پسر زیاد بدنہاد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ رکھتی تھی اور حسینؑ مظلوم کے خون کے بدلے کے متمنی تھی!

واقعہ سوم مختار کی رہائی کے بعد عبداللہ بن عمر سے ملاقات کرنے کا

اہل اخبار روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن زیاد نے مختار رضؓ کو رہا کیا تو اس سے کہا کہ ایک دن سے زیادہ کوفہ میں نہ ٹھہرنا، خواہ خراسان کو چلا جا خواہ حجاز کو میں تیری دہشت سے بےخوف نہیں مبادا تو کوئی فتنہ اٹھا کھڑا کرے مختار نے ہنسکر کہا کہ میں اسیوقت کوفہ سے جاتا ہوں اسکے سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر گیا کوفہ کے تمام سردار بھی اسکے پاس آئے عذر معذرت کرنے کے بعد رو دیئے مختار رضؓ نے کہا کہ گریہ ست کرو خدا کی قسم کہ میں ابن زیاد کا چوروں کا سا حال کر کے اس شہر سے نکالونگا اور میں باختیار خود سفر اختیار کرتا ہوں تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ ان کے دشمنوں سے لوں اس وقت میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں جاتا ہوں ان سے خروج کی اجازت لوں گا اگر تمہارا ارادہ ہو تو میرے آنے تک تیار رہو رہنا یہ کہکر مدینہ کی راہ لی اور مدینہ سے مکہ گیا اور محمد حنفیہؓ کی زیارت کا قصد کیا عبداللہ بن فرق سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے مختار رضؓ کو تنہا ایک اونٹ پر چلتے ہوئے دیکھا میں نے کہا ذرا ٹھہر تو کہاں جاتا ہے بولا میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ قاتلان امام حسینؑ سے بدلا لونگا اور سب کو قتل کرونگا جیسا کہ انہوں نے اولاد پیغمبر کو قتل کیا میں نے کہا اگر وہ بھاگ جائینگے تو کیا کرے گا مختار نے جواب دیا کہ اگر سانپ کے سوراخ میں بھی چھپ جائیں گے تب بھی امام حسینؑ کے خون کا عوض لئے بغیر نہ چھوڑونگا

عبداللہ بن فریق کہتا ہے کہ مجکو اس کی باتوں سے تعجب ہوتا تھا کیونکہ نہ اسکے پاس مال تھا نہ لشکر پس مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے امام حسینؑ اور انکے ہمراہیوں کے سر دمشق میں بھیجے اور یزید کے سامنے رکھے گئے تو وہ اس فتح سے بہت خوش ہوا بعد اسکے بہت دلتنگ ہوا اور غم نے اسکو گھیر لیا اور ایک بیماری میں مبتلا ہوا کہ کسی طرح اسکو چین نہیں آتا تھا نہ طبیبوں کے ہی علاج معالجہ سے اچھا ہوتا تھا شب بھر بیقراری سے اس قدر آہ وزاری کرتا تھا کہ اسکے شور و فریاد سے تمام رات لوگ بیچین رہتے تھے ایک شب ایک آتش پرست روم سے آیا وہ طبیب حاذق تھا اسکو یزید کے پاس لیگئے جب اسنے نبض پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ غم کی بیماری ہے کہ جس سے تیرے دل کو صدمہ پہنچا ہے سوائے اسکے اور کوئی بیماری نہیں یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سوار ہوکر سیر کیا کرو شکار کیا کرو تو اچھے ہو جاؤگے یزید نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ اور شکار کے واسطے جنگل کو چلو غرضیکہ سوار ہوکر شہر سے دو روز کی مسافت پر شکار کو گیا اور اس روز شکار کیا بعدازاں یزید کی نظر ایک نہایت خوبصورت ہرن پر جا پڑی لشکر کو حکم دیا کہ اس ہرن کو پکڑنا چاہیئے یزید نے اپنا گھوڑا ہرن کے پیچھے دوڑایا ہرن نے جو دیکھا کہ سپاہیوں نے میرے پکڑنے کا ارادہ کیا وہ جنگل کو چڑھ گیا یزید نے بھی اس کا پیچھا کیا وہ نظروں سے غائب ہو گیا پھر دکھلائی ندیا الغرض جب یزید اور ہرن میں فاصلہ بعید ہو جاتا تو وہ ہرن کھڑا ہو جاتا اور جب یزید اسکے قریب جاتا تو وہ بھاگ جاتا مختصر یہ ہے کہ ناچار ہو گیا اور آہو نظروں سے پوشیدہ ہو گیا یزید نے ارادہ واپسی کا کیا کہ دفعتہً ایک دیوار آتشین ظاہر ہوئی اور بحکم پروردگار یزید کو گھیر لیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ صحرا جہنم کا تھا جس جگہ دوزخیوں کو تا قیام قیامت عذاب کیا جاتا ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ جسوقت وہ آہو کے پیچھے گھوڑے کو دوڑاتا تھا خدا تعالے نے اسکو مسخ کر دیا اور وہ کتا ہو گیا اور اہل حدیث لکھتے ہیں کہ وہ ایک فرشتہ تھا کہ اپنی صورت کو آہو کی صورت میں کر لیا تھا کبھی پوشیدہ ہو جاتا تھا اور کبھی یزید کو رغبت دلانے کے واسطے دکھائی دے جاتا تھا اور ایک گروہ کا قول ہے کہ اس مرض میں نہایت بدبودار کیڑے اسکے تالو اور زبان میں پڑ گئے تھے اور چہرہ اس کا کالا ہو گیا تھا اور زبان اسکے منہ سے باہر نکل پڑی تھی اور پیٹ اس کا

سُوج کر نقارہ بن گیا تھا دن رات العطش العطش کی فریاد کرتا تھا جب اسکے پاس پانی لے جاتے
تھے تو کہتا تھا کہ سانپ کو مارو یہ کیا غضب کی آگ ہے جو میری جان پر آپڑی اور کہتا تھا کہ وہ
دوزخی ہے جس کی فاطمہؑ دشمن ہے اور یہی کہتے کہتے جہنم واصل ہوا اور اسفل سافلین کے درجہ میں
پہنچ گیا اور آخرت اسکی نہایت بدتر اور ذلیل تر خلائق ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ دیوانہ ہوگیا
اور کوٹھے پر سے گر کے مرگیا تھا اور چند لوگوں کا مقولہ ہے کہ جب یزید ہرن کے پیچھے گھوڑے کو
دبائے جارہا تھا اسکی سپاہ نے دیکھا کہ یزید کو عرصہ ہوگیا وہ اسکی تلاش میں منتشر ہوگئے لیکن وہ
ملا البتہ اسکے گھوڑے کو ایک کنوئیں پر بے زین کے کھڑا ہوا پایا سپاہیوں نے کہا کہ اسکو اسی اثراع میں
ڈھونڈنا چاہیئے خواہ زندہ ہو یا مُردہ ناگاہ ایک صدا بایں الفاظ پیدا ہوئی کہ وائے ہو تم پر یزید لعینہ جاوے
ایک ایسے جہنم کے جنگل میں پڑا ہے کہ جو آگ اور سانپ اور بچھوؤں سے پُر ہے جب سپاہیوں اور
غلاموں نے آواز سُنی تو گھوڑوں سے نیچے اُترے اور سروں پر خاک ڈالی اور کپڑوں کو پارہ پارہ کر
لیا اور روتے جھینکتے شہر دمشق کو آئے اہلبیتؑ کے دوست خرم و شاداں ہوئے اور جناب باری
میں شکریہ ادا کیا واضح ہو کہ یزید کے ایک بیٹا تھا جس کا نام معاویہ تھا، دمشقیوں نے اس کی
بیعت کی اور اسکے باپ کی جگہ تخت پر بٹھلا دیا اُسنے چالیس روز بادشاہت کی مروان علیہ اللعن نے
اسکو زہر دیکر مار ڈالا دوبارہ شام میں فتنہ و فساد پیدا ہوا ابن زیاد ملعون اس موقع پر بصرہ گیا ہوا تھا اپنے
بیٹے عمر کو اپنی جگہ کوفہ میں چھوڑ گیا تھا اور ابن زیاد نے ہزار مرد اہلبیتؑ کے دوستوں میں سے زنجیر و طوق
پہنا کر قید کر رکھے تھے اور یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ جس وقت یہ بصرہ کو گیا تھا اور یہ ہزار کے
ہزار آدمی نامی گرامی اور مطیع جناب امیر علیہ السلام تھے اور وہ اہلبیتؑ سے دوستی رکھتے تھے اور ان کے دشمنوں
پر لعن بھیجتے تھے مختار نے کہا کہ میں مکہ کو جاتا ہوں اور محمد بن حنفیہ رض سے چڑھائی کرنے کی اجازت
لاتا ہوں اور اُن سے معین و مددگار بھی لاؤں گا ابن زیاد بد نہاد محبان اہلبیت علیہم السلام کو پکڑ
کر جیلخانہ میں بھیجتا جاتا تھا اور صرف کھانے کو ایک روٹی دیتا تھا اور ارادہ یہ تھا کہ سب کو یزید
کے پاس بھیجونگا دفعتہً دمشق سے مروان کا نامہ ابن زیاد کے نام اس مضمون کا پہونچا کہ

کہ یزید دنیا کو چھوڑ گیا اور سپاہ باغی ہو گئی لازم ہے کہ یہ خط جب تیرے پاس پہنچے خزانہ وغیرہ لیکر چلا آ
اب کوفہ میں نہ ٹھہر کہ اسباب میں مشورہ کرنا بہت ضروری ہے اور میں دن رات تیرا انتظار کرونگا خبردار کسی کو
یزید کے مرنے کی خبر نکرنا عمر نے مروان علیہ اللعن کا خط پڑھکر اپنے باپ عبداللہ کو خط لکھا اور یزید کے مرنیکا
حال درج کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ شام میں فتنہ وفساد برپا ہو گیا ہے مگر اہل عراق کو بالکل خبر نہیں تمہاری
رائے اس باب میں کیا ہے تمہارے پاس آؤں یا تم میرے پاس آتے ہو جو کچھ منظور ہو جلد کرنا چاہیئے
حتی کہ اہل عراق کو خبر نہ ہونے پائے یہ خط لکھ کر کبوتر کے بازو میں باندھ دیا اور سونے کی پینجنیاں
اس کے پاؤں میں ڈال دیں کہ اگر کوئی کبوتر پکڑ لے تو پینجنیاں نکال کر چھوڑ دے پس کبوتر اوڑا
اور اپنے سفر کے رستہ کو دیکھا اور اس طرف کو چلا جب بصرہ میں پہنچا تو ابن زیاد نے خط اس کے
پروں میں سے کھولکر پڑھا یزید کے مرنے کی خبر دیکھتے ہی قریب المرگ ہو گیا اور دنیا اسکی نظروں میں
تیرہ وتار ہو گئی بیہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا جب ہوش آیا تو خط کو چھپوا دیا اور جواب میں اپنے
بیٹے کو لکھا کہ جب تیرے پاس یہ خط پہنچے تو لازم ہے کہ عیال واطفال سمیت مدائن کے راستہ سے
بصرہ کو لے کر چلا آ والسلام ۔ عمر نے جب اپنے باپ کا خط پڑھا فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا تمام اسباب
باندھ لیا ہودج اور عماریاں عورتوں کے واسطے درست کیں لوگ چاروں طرف سے آ آکر جمع ہوتے
جاتے تھے لیکن کسی کو خبر نہ تھی کہ کیا ماجرا ہے اور کوفیوں لاویوں نے مشعلیں اور چراغ روشن کئے اور
کوٹھوں پر چڑھکر تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہو گا لشکر کہاں جائیگا اور وہ دو ہزار آدمی جو قیدخانہ میں قید
تھے یا غیاث المستغیثین ویا ارحم الراحمین پکارتے تھے یکایک آواز آئی جو کوفیوں نے سنی کہ کوئی اس
طرح پکار رہا ہے کہ اے اہل عراق خوشخبری ہو جیدتم کو یہ سنتے ہی ہزار مرد کوفی اپنے گھر سے نکلا اور ہر ایک
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیاً ولی اللہ کہتا تھا اور انکو یقین ہو گیا کہ یزید واصل جہنم ہوا پس تمام امیرالمومنین
کے دوستدار ہتھیار باندھکر باہر آئے اور سب متفق ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے جیلخانہ کا دروازہ توڑ ڈالا
اور ان دو ہزار مومنوں کو جو بندی خانہ میں قید تھے رہا کیا اور تمام رستوں کا انتظام کرلیا تاکہ ابن زیاد کا لشکر
باہر نہ نکلنے پائے پھر ابن زیاد کے مارنے کا ارادہ کیا اور اسکے محل کو اسطرح گھیر لیا کہ اس میں سے پرندہ

بھی پر نہ مار سکے یہ وہ وقت تھا کہ خزانہ کے صندوق لاد چکے تھے اور اہل و عیال کو ہودجوں میں
بٹھلا کر محل سے باہر نکال چکے تھے اور عمر زیاد کا پوتا کپڑے پہن رہا تھا کہ یکایک آواز آئی کہ یا ثارات
الحسینؑ یہ سنتے ہی عمر نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ بند کرلو اور اپنی جان کے خوف سے خزانہ کی کچھ پروا
نہ کی اسکے محل میں سے ایک راستہ تھا اُس میں سے نکلکر چل دیا کوفیوں نے مرد و عورت آزاد و
غلام پیر و جوان چھوٹا بڑا جو کوئی عبداللہ ابن زیاد کے لواحقین سے پایا تہ تیغ کیا حتی کہ عبداللہ ابن زیاد
کے تین بیٹوں اور سات لڑکیوں کو قتل کیا اور اسکے گیارہ خدمتگار جان سے مارے گئے اور سارا
مال و اسباب اپنے تصرف لائے عمر کو ہرچند ڈھونڈا وہ نہ ملا پھر اسکے محل میں گھسکر جس سپاہی کو
پایا اسکو قتل کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے گھروں کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی
لیکن عمر سعد اور شمر ذی الجوشن لعین اور سنان ابن انس لعین وغیرہ بھاگ گئے اکثر زمین کے کھنڈرات اور
پہاڑوں کی کھوہوں میں جا چھپے غرضیکہ آدھی رات تک ایک ہزار چار سو آدمی کہ جن کا ابن زیاد سے
تعلق تھا یا بمقابلہ امامؑ مظلوم ہتھیار باندھکر لڑنے کو گئے تھے انکو قتل کیا اور باقی ایک ایک کرکے کوفہ
سے نکل گئے عمر اور زیاد کی اولاد سر راہ کھڑی ہوئی تھی اور عورتوں کی طرف سے بہت پریشان ہو رہی
تھی منتظر تھی کہ کسی طرح عورتوں کا حال معلوم ہو جائے دوسرے روز بھگوڑے عمر کے پاس آئے عمر
نے عورتوں کا حال اُن سے پوچھا اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں ہم تو صرف اپنی جان بچا کر
یہاں تک پہنچے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ کی طرفداروں نے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا اور ہم اپنی آنکھوں
قیامت کا ساحل دیکھکر آئے ہیں کیا کھڑے ہو چلو اپنا راستہ لیں مبادا کسی اور بلا میں پھنس جائیں لیکن عمر کا
دل چلنے کی ہامی نہ بھرتا تھا کیونکہ وہ اپنی ماں بہنوں اور بھائی بندوں کا حال دریافت کرنا چاہتا تھا
کہ ان کا کیا انجام ہوا آخرکار رفتہ رفتہ منجملہ بھگوڑوں کے آٹھ ہزار آدمی عمر کے پاس فراہم ہو گیا پس محبان
اہلبیتؑ جمع ہوئے اور مسمی سلیمان بن صرد خزاعی جو کہ ایک مرد پارسا اور دیرینہ سال اور تجربہ کار اور
جناب امیرؑ کے ساتھ جنگ صفین میں رہچکا تھا اسکی سب نے بیعت کی اور اسکو اپنا سردار بنا لیا تاکہ امام
حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے غرضیکہ شیعیان علی علیہ السلام کی بھی تعداد

چار ہزار تک پہنچ گئی تھی اور وہ لوگ جو حضرت علیؑ کی خدمت میں رہ چکے تھے اور اکثر کفار پر فتح پا چکے تھے ازاں جملہ پانچ آدمی ایسے تھے جو حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہ چکے تھے اور جنہوں نے مسلم بن عقیل سے بیعت کی تھی پہلا ان میں سے سلیمان بن صرد خزاعی تھا دوسرا مسیب بن نجبہ تیسرے عبداللہ بن وائل چوتھے عبداللہ بن نفیل ازدی پانچویں شداد بن ارقم بجلی یہ پانچوں کوفہ کے سردار تھے اور قوم عرب ان کے ساتھ بہت تھی پس یہ پانچوں حضرت امام حسین علیہ السلام کے واسطے روتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ہم نے حضرت کو خط بھیجے کہ آپ ادھر تشریف لائیں ہم آپ پر جانیں نثار کریں گے اور یزید کی فوج سے مقابلہ کریں گے جب وہ حضرت ادھر تشریف لائے تو ہم جانے اور مدد کرنے سے مجبور ہوئے عبداللہ بن وائل نے کہا کہ اے یارو اگر اس روز مجبور تھے جبکہ ابن زیاد نے تمام راہوں کو روک لیا تھا تو اسوقت تو کوئی روک ٹوک باقی نہیں ہی اور یزید بھی فی النار والسقر ہو چکا ہے اسی رات پسر زیاد کے اہل وعیال سے بدلیں اور انکو قتل کریں اور اپنے تئیں بھی قتل کر ڈالیں تاکہ امام حسین علیہ السلام کی روح ہم سے خوش ہو سلیمان نے کہا کہ اپنے تئیں قتل کرنا عقلمندوں کا کام نہیں اور خدا اور رسولؐ اور آئمہ اس سے خوش نہیں ہوتے مناسب یہ ہی کہ تلوار ہاتھ میں لیکر امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو برباد و تباہ کریں سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہو تاکہ ہم چڑھائی کریں سلیمان نے کہا کہ اے بھائیو ایسا ہی ہوگا اب ہم کو کوشش کرکے عمر تک پہنچنا چاہئیے اور عمر سعد کو مع اسکے ہمراہیوں شمر ذی الجوشن اور سنان بن انس اور حجاج وغیرہ کو جو عمر کے ساتھ بصرہ چلے گئے ہیں قتل کریں اور عبداللہ بن زیاد سمیت جا دبائیں اور اپنی مراد کو پائیں اب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور مسلح ہوکر کل صبح سب کوفہ کے دروازے پر جمع ہو جاؤ کہ میں وہیں ٹھہرونگا تاکہ ہم عمر سے لڑنے جائیں سب نے اس بات کو پسند کیا سب اپنے اپنے گھر کو گئے اور اس رات کوفہ میں کوئی نہ سویا اور عورتیں بھی لوٹ مار کرتی پھرتی تھیں دوسرے دن وہ چار ہزار آدمی ہتھیاروں سے مسلح ہوکر یا ال ثارات الحسینؑ پکارتے ہوئے بلند آواز سے گذرے اور بر دروازہ کی طرف آئے اور سلیمان بن صرد خزاعی اس رات علم سفید لے کر اپنی قوم کو ساتھ

تنہا باہر نکلا جب صبح صادق ہوئی وہ چار ہزار آدمی سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے سلیمان ان کو اس طرح باسامان دیکھکر خوش ہوا اور دعا دی بعوجانے کی تدبیریں ہورہی تھیں کہ اتنے میں ایک شخص مدائن کی طرف سے آیا جو کوفہ کو جارہا تھا اور وہ تربت پاک سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کا مجاور اور مومن و پارسا تھا اس نے اپنے اوپر واجب کر رکھا تھا کہ ہر سال کوفہ میں آکر حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی زیارت کیا کرتا تھا علم سفید کو دیکھکر شاد ہوا سلیمانؓ کے پاس جاکر سلام کیا سلیمانؓ نے اسکو دیکھتے ہی پہچان لیا اور سلام کا جواب دیا اور کہا کہ اے عبداللہ تو کہاں سے آتا ہے اور کہاں کا ارادہ ہے اُس نے کہا کہ میں زیارت امام علیہ السلام کے لئے جاتا ہوں پھر کہا کہ کوئی نئی خبر سُناؤ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ابن زیاد اور آٹھ ہزار مرد نیا لباس چاک کئے ہوئے اور سروں پر خاک ڈالے ہوئے اپنے عیال و اطفال کے لئے روتے ہیں اور شمر ذی الجوشن اور سنان بن انس لڑائی کے لئے تیار تھے اور کہتے تھے کہ ہم کوفہ میں جاکر قتل عام کریں گے۔ سلیمان نے ہنس کر کہا کہ انشاءاللہ تعالےٰ قسم بخدائے عزّوجل میں ان سب کو قتل کروں گا پھر اپنی سپاہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے بھائیو تم جان لو کہ میں خون امام حسین علیہ السلام کے انتقام کیلئے جاتا ہوں پہلی کربلا پہنچکر اس امام معصوم کی زیارت کرونگا پھر معافی مانگونگا پھر اجازت لیکر دشمنوں پر حملہ آور ہوں گا اور جب دشمنوں کو معلوم ہوجائیگا کہ ہم شہر سے باہر آگئے ہیں وہ خیال کریں گے کہ ہم بھاگ گئے حرص کرکے ہمارے قتل کا ارادہ کریں گے ہم سامنے سے لڑیں گے اور اہل کوفہ پیچھے سے پس اس صورت میں یقین ہے کہ ایک بھی نہ بچے گا سب نے متفق اللفظ کہا کہ ہماری بھی وہی صلاح ہے جو آپ کی رائے ہے وہاں سے سب پیادہ کربلا کو چلے جسوقت کربلا کی زمین پر نظر پڑی بلساختہ گریہ وزاری شروع کی ہر چند ضبط کیا لیکن ضبط نہ ہوسکا سلیمان حضرت کے مزار اقدس کے پاس گیا تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور خاک سر پر ڈالی اور کہا السّلام علیک یا ابن رسول اللہ السّلام علیک یا شہید ابن شہید السّلام علیک یا طاہر ابن طاہر السّلام علیک یا وصیّ ابن الوصیّ السّلام علیک یا عالم ابن عالم السّلام علیک یا تقی ابن تقی السّلام علیک یا سیّد ابن سیّد السّلام علیک یا

مظلوم ابن مظلوم السلام علیک یا مقتول ابن مقتول اسکے بعد خاک پر منہ رکھکر آہ و نالہ کیا
اور واحسرتاہ و واغربتاہ واحسیناہ کہکر فریاد کی تھوڑی دیر کے بعد اُٹھا اور باقاعدہ زیارت کی اور
ایک رات اور ایک دن کچھ نہ کھایا جب رات ہوئی تو سو گیا خواب میں حضرت امام حسینؑ اسطرح پر نظر آئے
کہ رُخ انور مثل ماہ تاباں کے درخشاں تھا اور چادر کو اپنی گردن میں ڈالے ہوئے تھے اور گردن قفا سے
کٹی ہوئی تھی اور خون کی بوندیں گردن سے ٹپکتی تھیں سلیمانؓ سے فرمایا کہ اے سلیمانؓ خدا تجھے جزائے
خیر دے تو اسلئے بہت پشیمان ہوتا ہے کہ میں کربلا میں حسینؑ کے ہمراہ حاضر نہ تھا اگر حاضر ہوتا تو اپنی جان
حسینؑ پر فدا کرتا میری روح تیری نیت سے آگاہ ہے اے سلیمانؓ تو نے دیکھا بھی کہ میرے نانا کی اُمت
نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا کہ مجکو تین پہر بھوکا اور پیاسا رکھکر مثل گوسفند کے ذبح کرڈالا اور میرے
اہلبیت کو شہر بشہر کوچہ بکوچہ ننگے سر پھرایا خدائے تعالٰے انکی ایسے شخص کو ان پر مقرر کریگا کہ
ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا جس شخص نے کہ میرے اور میرے تابعین کے قتل کا حکم دیا
تھا وہ اب بصد حسرت و یاس جہنم میں پہنچ گیا شداد فرعون عاد کے پاس اس کا مقام ہے اے سلیمانؓ
جو کچھ تو نے نیت کرلی ہے اس سے نہ پھرنا اور میرے دشمنوں کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو اور میرے خون کے
انتقام میں سعی کرنا کہ خدا اور رسُول تجھ سے راضی ہوں اور میری روح بھی تجھ سے خوش ہو سلیمانؓ یہ خواب
دیکھکر چونک پڑا اور رقت نے غلبہ کیا روتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ انشاءاللہ اے ابن رسُول اللہ ایسا ہی
کرونگا جیسا کہ تم نے مجکو حکم دیا ہے پانی طلب کیا اور وضو کیا نماز پڑھی خدا تعالٰی سے اپنی مدد کی دعا کی
الٰہی مجکو ابن زیاد پر فتحیاب کیجیو جب دن نکلا تو اپنے یاروں کو جمع کیا اپنے خواب سے اطلاع دی سب کو
یقین ہوگیا کہ امام حسینؑ نے ہم کو جنگ کی اجازت دی کہ ہم کافروں سے مقابلہ کریں سلیمان رحنے
دفعتاً لشکر کو دیکھا کہ مبادا بعض لشکری کوفہ کو چلے گئے ہوں جب دیکھا تو سب کو وہیں پایا
نقارہ کوچ کا بجایا اور عمر ابن زیاد پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور عمر ابن زیاد کو یہ خبر ملی تھی کہ چار
ہزار مرد شیعہ کربلا کو گئے ہیں مگر معلوم نہیں کہ کس کام کو گئے ہیں۔ عمر نے یہ سُنتے ہی اپنی سپاہ کو
آمادہ کیا اور براہ صحرا کوفہ کا قصد کیا اور ایک ہزار جوان عمر ابن سعد کے ہمراہ کرکے حکم دیا کہ

تو کربلا کو چلا جا اور اُن پر شبخون مارنے کی کوشش کر اور میں کوفہ کو جاتا ہوں اور سب کو قتل کرتا ہوں کوفہ میں پہنچ کر قتل عام کا حکم دیتا ہوں ایک ہزار جوان شمر کو دیکر کہا کہ تو بھی عمر ابن سعد کے ہمراہ کربلا کو روانہ ہو اور وہاں جا کر شبخون مار۔ سلیمان ابھی کربلا میں تھا اسکو خبر پہنچی کہ عمر سعد اور شمر دو ہزار سپاہ لیکر شبخون مارنے کے ارادہ سے آتے ہیں اور خود عمر کا ارادہ کوفہ جانے کا ہے جب کوفیوں نے سنا کہ عمر ہمارے قتل کے ارادہ پر آتا ہے لڑنے پر آمادہ ہوئے کوفہ کے دروازہ کو بند کر دیا اور رستوں کا انتظام کر لیا جب سلیمان کو یہ خبر پہنچی کہ عمر سعد شمر کو ساتھ لیکر فلاں مقام پر پہنچ گیا سلیمان نے سنکر یہ حکم دیا کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ مسیّب بن نخبہ کو جو لشکر کا ہراول تھا ایک آدمی بھیجکر طلب کیا اور کہلا بھیجا کہ عمر سعد اور شمر ذی الجوشن مع دو ہزار سوار کے فلاں جگہ مقیم ہیں اور شبخون مارنے کا ہمارے اوپر ارادہ کر دیا ہے۔ چونکہ تو اس فن سے خوب آگاہ ہے دو ہزار سوار لیکر پہلے سے پہلے وہاں پہنچ جا اور سب کو قتل کر تا کہ عمر بن زیاد کا حوصلہ پست ہو جائے اور سپاہ کی طرف سے اندیشہ نکر۔ مسیب نے کہا میں آپکا فرمانبردار ہوں جو حکم ہوگا اس کی تکمیل کرونگا مسیب نہایت مردانہ تھا یہاں تک صبر کیا کہ رات آگئی اُسوقت دو ہزار سوار لیکر چلا جب ایک فرسخ پہنچا ایک اعرابی کو دیکھا کہ ایک اونٹ پر جو اور گیہوں لادے ہوئے آتا ہے مسیب اعرابی کو دیکھ کر خوش ہوا کیونکہ وہ اعرابی فتحیابی کی خوشخبری کے شعر پڑھتا تھا مسیب اُسکے پاس آیا اور سلام کیا اور کہا مرحبا اے بھائی عرب تیرا کیا نام ہے کہا میرا نام حمید ہے مسیب نے کہا کہ خدا تیرے کام میں برکت دے اور عرب کے نام کو فال سعید تصور کیا پھر کہا تو نے شام کی سپاہ کس جگہ دیکھی تھی اس نے کہا کہ میں نے چھ ہزار سپاہی شامی اور پانچ نفر سردار جو اُن کے افسر ہیں اور عبداللہ پسر زیاد ان سب کا افسر ہے اور وہ سب کے سب مرد قوی پُرزور کینہ وروں کی صورت بنائے ہوئے دیکھے ہیں اسی اثنا میں عمر سعد اور شمر مع دو ہزار آدمیوں کے کہ جو کربلا میں موجود تھے اس جگہ آئے میں یہ دیکھ کر چلدیا مجھکو وہاں سے چلے ہوئے اتنا عرصہ ہوا ہے کہ انہوں نے کھانا کھایا ہوگا اور اپنے گھوڑوں کو دانہ پانی کھلایا پلایا ہوگا اور ہراول انکے رستوں پر کھڑے ہیں تم پر شبخون مارنے کا ارادہ کر رہے ہیں مسیب یہ سنکر اپنے یاروں کی پاس آیا اور کہا مستعد جنگ ہو جاؤ کہ سپاہ مخالف کا ایسا ایسا قصد ہے پھر اپنی سپاہ کے

چار حصے کئے اور حکم دیا کہ تم اسوقت کمینگاہ سے باہر آنا جس وقت کہ للہ العزۃ ولرسولہ و
للمومنین. یاآل ثارات الحسینؑ کی آواز سنو یہ کہکر فوج کو تین طرف بھیجا اور خود پانچ سو سواروں
سمیت رستہ کے سرے پر کھڑا ہو گیا جب ایک گھڑی گذری گھوڑوں کی ٹاپوں اور لگاموں کی جھنکار
کی آواز آئی عمر بن سعد نابکار اور شمر ذی الجوشن ناہنجار مع دو ہزار سپاہ کے نظر آئے مسیبؓ مع
پانسو سواروں کے اُن کے سامنے آیا اور ان پر حملہ کیا اور نقارہ بجایا اور بآواز بلند کہا للہ العزۃ
ولرسولہ وللمومنین یاآل ثارات الحسینؑ یہ سُنتے ہی ڈیڑھ ہزار جوان دائیں بائیں سے نکل آیا اور
زبانوں پر کلمہ جاری کیا کہ النبیؐ محمدؐ والوصیؑ علیؑ اور اپنے تئیں فوج مخالف پر جا ڈالا اور نہایت
بجوانمردی اور مردانگی سے کُشت و خون میں مصروف ہوئے اس اندھیری رات میں اپنے بیگانے کی بالکل شناخت
نہ تھی عمر ابن سعد ملعون نہایت استحکام سے کھڑا ہوا اور اپنی صفوں کو آراستہ کیا اور بآواز بلند پکارا
کہ اے کشتہ گان مردم ابوترابؑ مرد بن جاؤ اگر مارے جاؤگے شہادت پاؤگے اور اگر زندہ رہوگے
تو خدا کی رضامندی پاؤگے وہ یہ کلمہ کہہ رہا تھا کہ لشکر اسلام نے تینوں طرف سے آکر گھیر لیا اور یہ
بھی سُنا دیا کہ سلیمانؓ بھی مع دو ہزار سپاہ کے آپہنچا یہ کہکر حملہ کیا اور کہا کہ اے آل ثارات الحسینؑ کے
دوستداران اہلبیتؑ شجاعت کو ہاتھ سے نہ دینا / ان گمراہوں کے رستہ کو گھیر لو اور خبردار کوئی
آدمی قابو سے باہر نہ نکلنے پائے چنانچہ یہ بات شامیوں نے بھی سُنی اور اپنی پُشت کے پیچھے سپاہ
کو دیکھا سب بھاگ نکلے مگر عمر سعد علیہ اللعن تنہا کھڑا رہا اسی اثنا میں شمر آیا اور کہا کہ اے امیر
کیا کھڑا ہے تو نے نہیں سنا ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی مع دو ہزار سواران مرد کے آپہنچا ہے عمر سعد
نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تمام جہان دشمن ہوگا تو بھی پروا نہ کرونگا کیونکہ میں نے دین اور دنیا کو ہاتھ
سے دیدیا یہ سُنکر شمر بھی بھاگا مسیبؓ نے یہ حال دیکھکر اللہ اکبر کہا اور بھگوڑوں کے پیچھے چلا تو
مال غنیمت بہت کچھ ہاتھ آیا یہاں تک کہ کوفہ کے دروازہ تک پہنچ گیا وہاں پر معلوم ہوا کہ عمر
بن زیاد بھی آیا ہوا ہے اور کوفیوں سے لڑ رہا ہے ان بھگوڑوں نے اس معرکہ کی عمر ابن زیاد کو خبر دی
وہ نابکار سُنکر ڈر گیا اور کوفہ سے ایک فرسخ پر راستہ میں ایک دیوار تھی اس سے پُشت لگا کر بیٹھ گیا اور

جنگ کے لئے ایک صف آراستہ کی ہر ایک راستہ پر سوار دوڑا دیا گیا کہ اگر کوئی دشمن آوے مجکو اطلاع
دے اسی اثنا میں عمر سعد پا برہنہ سر کھولائے ہوئے آیا کیونکہ گھوڑے نے اسکو گرا دیا تھا اسلئے جان کے
خوف سے ننگے پاؤں چل دیا تھا عمر زیاد نے جب اُس کا یہ حال دیکھا غمگین ہوا ایک گھوڑا اور ہتھیار اسکو دیئے
اور منجملہ ان دو ہزار مردوں کے کہ عمر زیاد کے ہمراہ تھے ایک سو دو مرد واپس آئے باقی تمام مارے گئے
مسیب جب کوفہ کے دروازے پر پہنچا تو کسی کو نہ دیکھا اسی جگہ کھڑا ہو گیا اور سلیمان کا انتظار کرنے لگا
سلیمانؓ نے جو میدان جنگ کی طرف دیکھا تو کوسوں تک مردوں کی لاشیں پڑی ہوئی نظر آئیں اقربیا
ایک ہزار مردوں کے کشتے خاص ایک جگہ پر پائے کہ جن کے تنوں سے سر جدا تھے اور ایک ہزار آٹھ سو
نیزوں پر چڑھا کر لے گئے جب سلیمانؓ نے مسیبؓ کو نہ دیکھا دلتنگ ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ مبادا مسیبؓ
پر دشمن ظفریاب ہو گیا ہو کیونکہ اگر مسیبؓ فتح پاتا تو میرے پاس ضرور آتا یا مجھکو اطلاع دیتا اب نہ
مسیبؓ ہی نظر آتا ہے نہ لشکر ہی دکھائی دیتا ہے آہستہ آہستہ جا رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ طبل و علم عمر سعد
نابکار اور شمر ذی الجوشن نابکار کے زمین پر سرنگون پڑے ہیں اور پرچے اڑے ہوئے ہیں سلیمان یہ
دیکھکر شاد ہوا اور آواز تکبیر بلند کی اور للکار کر پکارا کہ اے میرے دوستو تم کو مبارکباد ہو کہ ہمارے
یاوروں اور مددگاروں نے دشمنوں پر فتح پائی اور یہ علم علامت عمر سعد کی ہے کربلا کے میدان میں اسکے
سر پر اس کا سایہ ہو رہا تھا پروردگار عالم مومنوں کا معین و مددگار ہے یہ کہکر کوفہ کی طرف روانہ ہوا
جب کوفہ میں پہنچ لیا مسیبؓ نے خبر پائی وہ دشمنوں کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر سلیمانؓ کی خدمت میں
لیکر حاضر ہوا سلیمانؓ بہت شاد ہوا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شکریہ بجا لایا مسیب کو مفتخر و ممتاز فرمایا
اسی اثنا میں ایک جاسوس آیا اور اسنے سلیمانؓ کو خبر کی کہ عمر بن عبید اللہ زیاد فلاں جگہ میں صف آرا بقصد
لڑائی کھڑا ہوا ہے ہم میں اور اسمیں سات کوس کا فاصلہ ہے سلیمانؓ نے تکبیر کہی عمر کی طرف منہ کرکے
چلا اور کوفہ سے پُشت موڑی حتی کہ عمر کو جا لیا دیکھا کہ چھ ہزار سوار صف آرا ہیں اور علم عبید اللہ کا
کھڑا کر رکھا ہے سلیمانؓ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عمر کے لشکر کے مقابل پرا باندھو پس سلیمانؓ
کے لشکر نے دشمن کے لشکر کے مقابل کھڑے ہوکر جنگ کا ارادہ کیا دونوں لشکروں نے ایک

دیکھا طرفداران ابوتراب سے خالد بن سلیمان کو بھیجا کہ جسکی اسوقت بیس برس کی عمر تھی اور چودھویں
رات کے چاند کی طرح اس کا چہرہ دمکتا تھا سلیمان مخالف کے لشکر میں اس ہیئت سے پہنچا کہ ایک عمدہ گھوڑے
پر سوار زرہ شاہی پوری در بر کئے ہوئے اور پٹکا زرین کمر میں لگائے ہوئے عمامہ خز یمانی سر پر باندھے
ہوئے تیغ گلے میں حمائل کئے ہوئے گھوڑے کو کودا تا دشمن کے لشکر میں گھس گیا اور للکارا کہ پروردگار
عالم کا ہم پر شکر واجب ہو گیا کہ ہم کو اہلبیت علیہم السلام کی محبت کیلئے پیدا کیا تا کہ تمہارے سر ہم
تہ تیغ کریں جیسا کہ جنگ جمل میں تمہارے باپوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جہنم رسید کیا تھا ایک مرد شام کے
لشکر سے میدان جنگ میں آیا کہ جس کا نام مُرہ بن حر یزید ریاحی تھا اور وہ ملعون شقی سعد کے
یاروں میں سے تھا سعد وہ شخص تھا کہ جب اس نے میدان کربلا میں دیکھا کہ امام مظلوم سے لڑائی
ٹھہر گئی حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رضا لیکر سپاہ مخالف سے لڑا اور شہید ہو گیا
اور یہ مُرہ ملعون جہنم کے کتوں میں ایک کتا تھا کہ یزید کو امام کہتا تھا اور اسکے باپ معاویہ کو پیغمبر
جانتا تھا جب یہ ملعون خالد کے برابر آیا اسوقت لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور ہمیشہ ان دونوں میں
نزاع رہتی تھی کہ مرہ ملعون یزید حرام زادہ کو حق پر بتلاتا تھا اور خالد کہتا تھا کہ جناب مرتضےٰ اور انکے
بیٹے حق پر ہیں خالد نے کہا اے مُرہ تو کس لئے اس طریق کو اختیار نہیں کرتا کہ جس رستہ پر تیرا باپ تھا
اسنے کچھ جواب نہ دیا اور ایک نیزہ خالد کے مارا دونوں نیزوں کی بھالوں کی رد و بدل ہوئی خالد نے
پیش دستی کر کے اسکے زین کی قربوس پر نیزہ مارا کہ نیزہ کی انی قربوس سے گذر کر اس ملعون کی ناف تک
پہنچی مُرہ گھوڑے سے گرا اور جہنم واصل ہوا خالد کے غلام نے اس ملعون کا سر کاٹ لیا اس کے
گھوڑے اور ہتھیاروں کو لیکر اپنے لشکر میں چلا آیا خالد نے بغرض جنگ مخالف کی سپاہ سے دوسرا سپاہی
طلب کیا اسوقت ایک سپاہی ایک ایسے گھوڑے پر سوار جو ہوا سے باتیں کرتا تھا ہتھیار پہنے ہوئے اور
سخت سست کہتا ہوا آیا خالد اسکے سامنے گیا اور حملہ کیا اور یہ زبان سے کہا کہ النبی محمدؐ والوصی علیؑ اور وہ
ملعون یہ کہتا تھا کہ النبی محمدؐ والامام یزید خالد نے کھینچ کر ایک ہی ضرب میں اسکو جہنم واصل کیا خالد کے غلام
نے فوراً اسکا سر کاٹ لیا اور گھوڑا اور ہتھیار اسکے لیکر اپنے لشکر میں گھس گیا خالد آگے بڑھا اور جنگ

طلب کی لیکن اپنا حسب و نسب حسب قاعدۂ عرب نہ جتلاتا تھا بلکہ یہ کہتا تھا کہ میں خدا کی رضا جوئی کے
لئے جنگ کرتا ہوں شہرت اور ریاست کی غرض سے نہیں لڑتا ہوں اور اس کا باپ سلیمان قلب لشکر سے
آواز دیتا تھا کہ اپنا نام ہرگز نہ ظاہر کیجیو میں بھی جناب رسول خدا کے ہمراہ کافروں سے جب جنگ کرتا
تھا تو اپنا حسب و نسب نہیں جتلاتا تھا خالد نے دوبارہ للکار کر کہا کہ اگر کوئی شخص تم میں جنگجو ہے تو
میرے مقابلے میں آئے کوئی میدان میں نہیں آتا تھا اسواسطے کہ وہ اپنا اور اپنے باپ کا نام نہیں لیتا
تھا انکو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ کوئی غلام ہے بعد ازاں ایک ملعون مانند ایک پہاڑ کے جھومتا ہوا اور ہتھیاروں
میں غرق کہ جس کا نام امیر طبلوس تھا میدان میں آیا اور کہا کہ اے جوان اپنا نام بتلا اسواسطے کہ میں
تجھ جیسے شجاعوں کو دوست رکھتا ہوں خالد نے کہا کہ میں جناب امیر علیہ السلام کا غلام ہوں لیکن
یہ لڑائی کی جگہ ہے مناظرہ کا مقام نہیں یہ کہکر حملہ کیا امیر طبلوس نے بھی حملہ کیا چار دفعہ باہم رد
و بدل ہوئی لیکن کوئی کسی پر دسترس نہیں پاتا تھا خالد نے ہر چند چاہا کہ کوئی زخم اسکو پہنچائے
لیکن نہ پہنچا سکا برہم ہوکر اپنی جگہ لوٹ گیا امیر طبلوس نے جانا کہ میں نے خالد کو مار لیا گھوڑا بڑھا کر
چلا اور خالد پر حملہ کیا چاہتا تھا کہ وار کرے خالد شیر کی طرح غرّایا اور اسکے پہلو پر ایک نیزہ مارا کہ
اسکے جگر سے پار ہوگیا اور گھوڑے سے نیچے گر پڑا خالد کے غلام نے اسکا بھی سر کاٹ لیا اور اسکے ہتھیار
لیکر اپنے لشکر کو چلدیا خالد نے پھر جنگ طلب کی شامیوں نے کہا شاید یہ سوار عرب نہیں کس لئے کہ
یہ اپنا نام نہیں لیتا سپاہی پر سپاہی اسیطرح آتا رہا اور خالد ان کو جہنّم میں پہنچاتا گیا حتی کہ اٹھارہ
جوانان جنگجو اور آزمودہ کو اسفل السافلین میں بھیجا پھر کوئی اسکے مقابلہ کو نہ نکلا خالد نے جب
یہ دیکھا اپنے لشکر کو پھر گیا اور ایک اور گھوڑے پر سوار ہوکر قلب لشکر پر حملہ کیا اور چاہتا تھا کہ
اپنے تئیں عمر سعد تک پہنچائے لیکن نہ پہنچا سکا اسواسطے کہ وہ دو ہزار سواروں میں کھڑا تھا
اور جس طرف یہ حملہ کرتا تھا شامی میدان خالی کردیتے تھے یہانتک کہ بارہ اور نامردوں کو مارا اور اپنے
لشکر کو پھر گیا ایک لمحہ لشکر میں ٹھہر کر آرام لیا پھر اپنے باپ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے
کہ میں عمر سعد کو قتل کروں تم ذرا میری طرف نظر رکھنا جس وقت میں یہ کہوں کہ یا الثارات

الحسینؑ تم تمام لشکر سمیت ٹوٹ پڑنا اور مخالف کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیرنے کی سعی کرنا پھر ایسا کرو کہ ان میں سے ایک زندہ نہ جانے پائے یہ کہکر گھوڑے سے نیچے کودا اور گھوڑے کے تنگ کو بہت مضبوط کھینچا اور پھر سوار ہوا شامیوں پر حملہ کیا اور دائیں بائیں حملہ کرتا جاتا تھا اور کوفہ کے لوگ اسکو جگہ دیتے جاتے تھے حتیٰ کہ اپنے کو عمر سعد کے پاس پہنچا دیا اور کہا کہ اے ولد الزنا اب ہماری ضرب کو بھی دیکھ عمر سعد نے جو اسکو دیکھا چاہا کہ تلوار کھینچے ہاتھ پاؤں بھول گئے اور کانپنے لگا خالد نے ایک ضرب اسکی چھاتی کے نیچے لگائی کہ اسکی پیٹھ کے مہرے تک دو ٹکڑے کر دیا وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا خالد نے آواز دی کہ یا الثارات الحسینؑ بن علیؑ یہ سنتے ہی سپاہ مومنین سے آواز تکبیر بلند ہوئی سلیمان نے تمام لشکر کو لیکر شامیوں کے لشکر پر حملہ کیا نامردوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹتے تھے اور کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے تھے عمر سعد نے جب یہ دیکھا تو بھاگ نکلا اور سنان بن انس بھی بھاگا اور بعضے قاتلان امام حسین علیہ السلام سے بغداد کو چل دیئے سلیمان مخالف کے لشکر کا پیچھا کیے چلا جاتا تھا اور جو ملتا تھا اسکو قتل کرتا تھا یہاں تک کہ چار ہزار کو تہ تیغ کیا اور ایک ہزار دو سو کو زندہ گرفتار کیا اور لشکر گاہ شیعوں میں لے آئے اور تمام مال و اسباب دشمنوں کا لوٹ لیا سلیمان نے قیدیوں کو اپنے روبرو طلب کیا اور فضائل حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ان کے سامنے بیان کیئے ان میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا پس حکم دیا کہ ہر ایک کے کان و ناک کاٹ کر گردن مارے جائیں اور جلا کر خاک کر دیئے جائیں بعد ازاں اپنے بیٹے خالد کو طلب کیا اور اسکو شاباش اور صد آفرین کے خلعت سے اسکی نرخانی کے صلہ میں خوش وقت کیا اسکے بعد تمام مومنین کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے عبادالعیبہ خوب جان لو کہ خدائے عزوجل ہمارا حامی و مددگار ہے اب یہاں سے بصرہ کو چلتے ہیں اور ابن زیاد کی گرفتاری کا بندوبست کرتے ہیں اسوقت وہ تنہا ہے اگر وہ ہاتھ آجائے تو نشا یدرنج و الم کم ہو جائے بعضوں نے کہا کہ پہلے ہم کو کوفہ چلنا چاہیئے تاکہ مال غنیمت کو وہاں پر رکھ آئیں سلیمان نے کہا بہت بہتر اور وہاں سے چلکر کوفہ میں آئے راوی نے لکھا ہے کہ عمر سعد نے ایک خط بنام عبیداللہ ابن زیاد رقم کیا اس کا مضمون یہ تھا کہ سلیمان بن صرد خزاعی چار ہزار سواروں کے ساتھ یہاں

آیا اور تیرے اہل و عیال کو مار ڈالا اور ہمارے گھر لوٹ لئے غرضیکہ جو کچھ ہوا تھا سب کچھ لکھا ابن زیاد نے نامہ کو پڑھکر ہاتھ پر ہاتھ مارا کبھی اُٹھتا تھا کبھی بیٹھتا تھا پھر ڈرا کہ مبادا اہل بصرہ کو مرگ یزید سے اطلاع ہو جائے پھر تو یہ بھی وہی کریں گے جو اہل کوفہ نے کیا ہے وہاں سے اُٹھکر مسجد میں گیا اور لوگوں کو جمع کیا کسی کو یزید کے مرنے کی خبر نہ تھی پسر زیاد نے خطبہ پڑھا بعد ازاں کہا اے اہل بصرہ تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کس واسطے طلب کیا ہے اُنہوں نے کہا ہم نہیں جانتے عبید اللہ نے کہا کہ مجھ سے سن لو امیر یزید نے میرے پاس خط بھیجا ہے اور یہ لکھا ہے کہ تو میرا محرم ہے مجھکو ایک مہم درپیش ہے چاہتا ہوں کہ تجھ سے مشورہ کروں جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب لیکر بغیر سپاہ کے میرے پاس چلا آ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس کے حکم کے خلاف کروں یا لشکر کو ہمراہ لے چلوں سوائے اسکے کچھ چارہ نہیں کہ اسکے حکم کی تعمیل کی جائے اب یہ بتلاؤ کہ تم میں کون ایسا آدمی ہے کہ جو مجھکو یزید کے پاس لے چلے اور غیر معروف رستہ سے دمشق میں پہنچا دے تاکہ میں ایک بدرہ سونے کا اسکو دوں میرا بیٹا کوفہ میں ہے وہ آئیگا تم اسکی اطاعت کرنا تاوقتیکہ میں لوٹ کر آؤں جب یہ بات کہی اسوقت عمر بن حارث اُٹھا جو نہایت مکار تھا اسکے پاس سو اونٹ تھے جنکو وہ کرایہ پر حاجیوں اور سوداگروں کے ہاتھ چلاتا تھا اور خود بطور بدرقہ کے ساتھ جاتا تھا کیونکہ خود نہایت مرد مردانہ تھا اسکے دس بیٹے تھے جو پانسو سپاہی کا مقابلہ کر سکتے تھے اور جب اونٹوں کو کرایہ پر بھیجتا تھا تو بیٹوں کو ساتھ کر دیتا تھا اور تمام شام و عراق میں جہاں جہاں پر کہ چور تھے اسکا نام سن سنکر بھاگ گئے تھے اسنے پسر زیاد سے کہا کہ اے امیر اپنے دل میں کسی طرح کی فکر نکرو میں تم کو صحیح و سلامت دمشق پہنچا دونگا عبید اللہ ابن زیاد یہ کلام سنکر خوش ہوا کہا بالفعل ایک تھیلی روپیوں کی تجھکو دیتا ہوں جسوقت دمشق میں پہنچونگا تیرا کچھ اور حق بھی سمجھونگا غرضیکہ تجھکو خوش کر دونگا عمر نے کہا کہ اے امیر اگر کچھ ہمراہ لے چلنے کا ارادہ ہے تو میرے پاس سو اونٹ باربرداری کیلئے موجود ہیں دس بیٹے اور اپنے سب غلاموں کو اپنے ہمراہ لے آؤں اور تمہارے قدموں میں رہوں تاوقتیکہ تم دمشق میں پہنچ جاؤ اب یہ فرمائیے کہ کب ارادہ ہے

عبید اللہ بن زیاد نے کہا کہ آج کی شب عشا کی نماز کے بعد اونٹوں کو لے آؤ یہ کہکر منبر سے نیچے اترا اور اپنے گھر چلا گیا جب شب ہوئی عمر مع بیٹوں کے آیا اور اونٹوں کو لاکر درہم و دینار سے لادلیا عمر کے بیٹوں نے ہتھیار لگالئے اور پنجاہ نفر غلام جو زرخرید تھے انکو بھی ہتھیاروں سے سجا لیا اونٹوں پر بیٹھکر بصرہ سے باہر نکلے اور جنگل کی طرف چلدیئے جلد جلد چلے جاتے تھے کسی نے نہ جانا کہ اس کے چلے جانے کا کیا سبب ہوا۔ دوسرے دن بصرہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ یزید پلید جہنم واصل اور پسر زیاد بھاگ گیا۔ بصرہ کے لوگ کف افسوس ملتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہم کو یہ خبر ملتی تو ہم پسر زیاد کو زندہ نہ چھوڑتے اور فرزندان رسول کا ضرور انتقام لیتے اب یہ نہیں معلوم کہ وہ ملعون کس راستہ سے گیا ہے پس یہ خبر کوفہ میں سلیمان بن صرد کے پاس پہنچی کہ پسر زیاد بصرہ سے بھاگ گیا اور دمشق جاتا ہے ایک مرد عمر بن حارث کو مع اسکے فرزندوں اور غلاموں کے رہبر اور بدرقہ اپنا کیا ہے اور مال کثیر اپنے ہمراہ لیا ہے اکیلا ہے اور کچھ پناہ نہیں رکھتا جب یہ خبر سلیمان بن صرد نے سنی اسیوقت منادی کرادی کہ اے ال ثاراۃ الحسینؑ فراہم ہو جاؤ وہ چار ہزار آدمی اکٹھے ہوئے اور کہا کیا حکم ہے سلیمان نے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد بصرہ سے بھاگ کر تنہا دمشق کو جاتا ہے جلدی کرو اور تیار ہو جاؤ کہ ہم بھی چلتے ہیں اور اسکو گرفتار کرتے ہیں اور اہلبیتؑ کا انتقام اس سے لیتے ہیں سب نے کہا ہم آپکے فرماں بردار ہیں پس کوفہ سے نکلے اور جنگل کی طرف منہ کیا دمشق کی سمت چل دیئے سات روز تک دن رات چلا کئے آخرکار عبید اللہ کے قریب جا پہنچے عمر کے بیٹوں میں سے ایک نے کوفہ کی طرف سے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھکر اپنے باپ سے کہا کہ الحذر الحذر ہماری پیٹھ کی طرف سے غبار آرہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ ہیں ہمارے پیچھے آتے ہیں تاکہ ہمارا مال ہم سے لے لیویں اے باپ اگر ایسا ہوا نہ ہم کو زندہ چھوڑیں گے۔ نہ پسر زیاد کو عمر نے کہا تو سچ کہتا ہے لیکن یزید جیتا ہے یہ لوگ لوٹ مار نہیں کرسکتے ذرا آتو سہی ابن زیاد سے تو پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے اسکو بھی معلوم ہے کہ یزید ہلاک ہوگیا ہے یا زندہ ہے یہ کہکر ابن زیاد کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر تم سے ایک بات پوچھتے ہیں سچ سچ کہنا تاکہ ہم اپنا بندوبست کرلیں۔ مجھ سے یہ تو

کہئے کہ آپ بصرہ سے تنہا کیوں چلے پسر زیاد نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ جو تو مجھ سے پوچھنے بیٹھا ہے عمر نے کہا کہ میرا بیٹا جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے ایک غبار عظیم دیکھا ہے اس لئے پوچھتا ہوں یہ سنتے ہی پسر زیاد کانپ اٹھا اور کہا کہ اے بھائی خوب سن لے اور سمجھ لے کہ یزید مر چکا اور خبر مرگ کوفہ تک پہنچ لی اور کوفیوں نے خروج کیا ہے اور میرے عیال واطفال کو مار ڈالا ہے اور میری دھن دولت لوٹ لی اور یقین ہے کہ یہ لوگ بھی کوفہ ہی کے ہیں انکو خبر پہنچ گئی ہوگی کہ عبید اللہ بصرہ سے بھاگ کر دمشق کو جاتا ہے میری جستجو میں آتے ہیں اور جبکہ مجھکو قتل کر چکیں گے تو دیکھا چاہیئے کہ کیا بدعت پھیلا دیتے ہیں عمر نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور جہان اسکی آنکھوں میں تیرہ وتار ہوگیا پھر ابن زیاد سے کہا تو نے بصرہ ہی میں مجھ سے یہ بات کیوں نہ کہی کہ میں وہاں پر کچھ اور تدبیر کرتا تو نے میرے اور میرے فرزندوں کے خون کرانیکا ڈھنگ ڈال دیا اگر کوفیوں سے لڑتا ہوں تو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا میں متحیر ہوں اور اسوقت کوئی علاج سمجھ میں نہیں آتا مگر یہ کہ تجھکو ان کے سپرد کر دوں اور مجھے عراق میں سب جانتے ہیں کہ ایک مرد شتربان ہوں اور اونٹوں کو کرایہ پر چلاتا ہوں اب یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں مال کی طمع میں بصرہ سے باہر لایا تھا اور دمشق کو لے جاتا ہوں پسر زیاد نے کہا کہ اے بھائی میں تیری پناہ میں آیا تھا اور تجھپر بھروسہ کیا تھا واللہ وہ ابھی آئیں گے اور مجھکو ہلاک کر ڈالیں گے کچھ تدبیر کر اور مجھکو ان کی شرارت سے بچا تاکہ میں تجھکو دولت سے مالامال کر دوں عمر نے کہا اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ تجھکو اونٹ کی پشت سے باندھ دوں یا پانی کی مشک میں چھپاؤں یا اونٹ کے پہلو میں بستہ کروں اور ایک ٹکڑا پالان تیرے اوپر ڈال دوں تو اگر انہوں نے نہ دیکھا تو تیری جان بچ جائے گی اور اگر دیکھ پایا تو تجھکو اور ہم سب کو مار ڈالیں گے ابن زیاد نے کہا کہ جو کچھ تدبیر تجھ سے بن آئے جلد کر ایسا نہو کہ وہ آ پہنچیں عمر نے ویسا ہی کیا جیسا کہ کہا تھا اور اس اونٹ کو سب اونٹوں کے بیچوں بیچ چھوڑ دیا آہستہ آہستہ جاتے تھے ایک فرسخ نہ پہنچنے پائے تھے کہ سلیمان مع اپنے لشکر کے پہنچا ان کو گھیرے میں دبا لیا اور نیزے بلند کئے عمر بن حارث نے جو یہ حال دیکھا آگے آیا اور کہا کہ اے یا ہو کس کو چاہتے

ہو سلیمان نے جواب دیا کہ قاتلان امام حسین کو کہ جنکو یزید نے امام حسین کے قتل کرنیکا حکم دیا تھا
اور وہ پسر زیاد و عمر سعد و شمر ذی الجوشن وغیرہ ہیں عمر نے کہا کہ کیا اب تم اسلیئے آئے ہو
کہ مجھ سے اور میرے بیٹوں سے بدلا لو حالانکہ تم کو خوب معلوم ہے کہ میں ایک مرد شتربان ہوں اور
اونٹوں کو کرایہ پر چلاتا ہوں سلیمان نے کہا کہ مجھکو یہ خبر ملی ہے کہ تو پسر زیاد کو اپنے ہمراہ لے کر
بصرہ سے نکلا ہے اور غیر معروف راستے سے اسکو دمشق میں لیجانے کا ارادہ رکھتا ہے اُسنے تجھکو
ایک بدرہ روپیوں کا دیا ہے عمر نے کہا لوگ جھوٹ بولتے ہیں مجھکو خدا اور رسول کی قسم ہے کہ یہ بار
سوداگروں کا ہے جسکو میں لادکر لایا ہوں یہ سوء ظنی ہے جو تم نے میری نسبت خیال کیا ہے الحمد للہ
کہ ہم جنگل میں ہیں آپ تلاشی لیجیئے اور پسر زیاد کو ڈھونڈھ لیجیئے سلیمان نہایت کریم النفس تھا سپاہیوں
کی طرف منہ کیا اور کہا بھائیو عمر سچ کہتا ہے تم اگر پسر زیاد کو اسکے اونٹوں میں سے نکال لوگے تو خون
اور مال عمر کا ہم پر حلال ہو جائیگا یہ سُنکر چار ہزار سپاہی اونٹوں کی ایک ایک قطار کو دیکھتے تھے
قریب سو مرتبہ کے اس اونٹ کے پاس گئے جسپر ابن زیاد تھا مگر وہی دکھلائی نہ دیا کیونکہ وہ اونٹ
آنکھوں اسوقت تصور کیا گیا ناچار سلیمان کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر ہر چند ابن زیاد کو
تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا اب آپ کا کیا ارشاد ہے سلیمان نے کہا کہ عمر ہم سے جھوٹ نہیں بول
سکتا لیکن یہ مجھکو یقین ہے کہ ابن زیاد بصرہ سے چل دیا ہے شاید کسی اور راستہ سے گیا ہو اب ہم کو بھی
فرات پر پہنچنا چاہیئے اگر وہ ملگیا تو بہتر ہے ورنہ جو بنی اُمیہ سے ملجائے اسکو قتل کرنا چاہیئے یہ کہکر چل
دیئے جب عمر نے دیکھا کہ لشکر سلیمان کا نظروں سے غائب ہو گیا تو پسر زیاد کو کھولدیا اس ملعون
کے ہوش و حواس مارے خوف کے بجا نہ تھے جب ہوش میں آیا تو ایک لاکھ دینار عمر کو دیئے اور دمشق کو
روانہ ہوا اور بہت جلد وہاں پہنچ گیا سلیمان فرات کے رستہ پر پڑ لیا تھا اور سیدھا چلا جاتا تھا جو شخص
بنی اُمیہ سے سامنے آتا تھا اسکو قتل کرتا تھا یہانتک کہ ایکہزار مرد اولاد بنی امیہ و یزید و معاویہ
سے قتل کیئے اور کوفہ کو چل دیا مختار ان دنوں میں بمقام مکہ محمد حنفیہ رضؓ کے پاس گیا ہوا تھا
اور اجازت چاہتا تھا کہ دشمنان اہلبیت ع پر چڑھائی کرے سلیمان رح نے ایک خط مختار کو لکھا کہ جلد

کوچ کرکے آؤ ہم نے عراق کو لے لیا اور قاتلان امام مظلوم کو جس جگہ پایا قتل کیا غرضکہ عراق کو بنی امیہ سے پاک وصاف کردیا اب صرف تمہارا انتظار ہے جب تم آؤ تو شام پر چڑھائی کریں اور ابن زیاد کو ماریں جس وقت یہ خط مختار کے پاس پہنچا اسکو پڑھکر جواب میں لکھا کہ میں نے ابھی تک محمد حنفیہؓ سے اجازت خروج کی حاصل نہیں کی ہے جسوقت ملی فوراً آؤنگا تم جانتے ہو کہ جناب محمد حنفیہؓ امام حسین علیہ السلام کے بھائی ہیں اور امام زین العابدین علیہ السلام ابھی بچے ہیں جب مختار کا خط سلیمان کے پاس پہنچا اسکو پڑھا اور عراق کے امور کی درستی میں مصروف ہوا یہانتک کہ عبیداللہ بن زیاد چالیس ہزار آدمی لیکر لڑائی کیلئے آپہنچا جس سے مہم عظیم درپیش آئی انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ واقعہ میں اسکا ذکر کرتا ہوں رحمت ہو حبیب اللہ کی اور پر بہترین خلائق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے

واقعہ چہارم عبیداللہ بن زیاد کا چالیس ہزار مردونکو بحکم مروان بن حکم لے کر آنا اور سلیمان بن صرد خزاعی سے مقابلہ کرنا

راویان اخبار وناقلان آثار نے روایت کی ہے کہ جب یزید واصل جہنم ہو چکا تو لوگ سلیمان بن صرد خزاعی کے پاس فراہم ہو کر آئے اور پسران پسر زیاد اور اسکے اہل وعیال کو قتل کیا اور تمام لشکر شام کو شکست دی پسر زیاد بدنہاد بصرہ سے بھاگ کر دمشق کو گیا جب وہاں پہنچا تو شام میں عجب شور شغب ہو رہا تھا یزید کے ایک بیٹا تھا جس کا نام معاویہ تھا وہ اپنے باپ کی جگہ تخت نشین کیا گیا چالیس دن کے بعد مروان بن حکم نے اسکو زہر دلوا کر مروا ڈالا شام میں پھر فتنہ پیدا ہوا دمشق کے لوگوں نے چاہا کہ عبداللہ بن عمر خلیفۂ دوم کہ جو ان ایام میں پھر مدینہ میں گوشہ نشین تھا اور مختار کا بہنوئی تھا اسکی بیعت کریں جب پسر زیاد دمشق میں پہنچا اور اس نے لوگوں کا یہ حال دیکھا تو وہ مروان کے گھر میں آیا اس سے کہا کہ تجھکو کیا ہو گیا اور کیوں اس قدر عاجز اور درماندہ ہے تو نہیں دیکھتا کہ سب لوگوں نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر کی بیعت کرکے خلافت اور امامت اسکو سونپ دیں میرے نزدیک تو اس کام کیلئے عبداللہ بن عمر سے زیادہ مستحق اور سزاوار امر

خلافت کا تو ہے اور میں عبد اللہ کی بیعت سے ہرگز راضی نہیں اور تیرے سوا کسیکو امام بھی نہیں
جانتا مستعد ہو جاؤ اور اس کام کی ذمہ داری اختیار کرو قبل اسکے کہ امر خلافت ہاتھ سے نکل جائے
مروان نے کہا کہ بھائی میں اس کام کا کیونکر ارادہ کروں اور وہ کیا تدبیر ہے جس سے کامیاب
ہو جاؤں ابن زیاد نے کہا کہ مرد بنکر مستعد اور آمادہ ہو اور لوگوں کو بلا کر جمع کر اور اُن پر اپنی مہربانی
کا اظہار کر مروان نے کہا اے بھائی یہ تو سب صحیح ہے لیکن میں نہ زر رکھتا ہوں نہ مگر اگر زر ہوتا تو
لوگوں کو دیتا وہ میری بیعت کرتے اور امام اپنا لیتے ابن زیاد نے کہا کہ تو اطمینان رکھ میں عراق
سے سو اونٹ زر کے بھر لایا ہوں سب کے سب تجھکو دیتا ہوں اور اپنی جان بھی تجھپر فدا کرتا ہوں
اسواسطے کہ تو میرا برادر علیبی ابو تراب کی دشمنی میں ہے مروان بہت خوش ہوا اور اسکو دعا دی
پسر زیاد نے کہا کہ یہ سو اونٹ زر کے بھرے ہوئے اس شرط پر دیتا ہوں کہ جب تو امام ہو جائے مجھکو اپنا
سپہ سالار کر لیجیو اور سپاہ عظیم میرے حوالے کیجیو تاکہ میں عراق کو جاؤں اور سلیمانؓ اور ان چار ہزار
مردوں کو جو علیؑ کے دوست ہیں اور سلیمانؓ کے ساتھ ہو لئے ہیں سب کو قتل کروں اور خلقت سے
تیری بیعت لوں عراق اور بصرہ اور کوفہ میں تیرے نام کا خطبہ پڑھوں خراسان اور ما وراء النہر کو فتح
کرکے تیری ظفر کا علم چین سے ماچین تک پہنچا دوں پھر فارس اور کرمان اور غزنین اور
ہندوستان تک کو اپنے قبضہ میں لاؤں جب مروان نے یہ بکواس سُنی تو پسر زیاد بدنہاد سے
خوش ہو کر کہنے لگا جو کچھ حکم کریگا میں اسکی تعمیل کرونگا اور کسی کام پر بدون تیری رضامندی کے
دست اندازی نکرونگا پسر زیاد اپنے مقام قیام پر گیا اور سو گدھے زر کے بھر لایا اور چمڑے کے ٹکڑوں پر
ڈھیر لگا دیا تمام امیروں اور بزرگوں کو بلایا ہر ایک کو بقدر حصہ بطور انعام اور اکرام کے دیا اور مروان کی
بیعت لی اور ہر ایک سے قسم لی ہر شخص کو جدا گانہ درہم و دینار دیتے تھے اور بیعت لیتے تھے اور سوگند دیتے
تھے حتی کہ تمام سپاہ کو راضی کر لیا اور مروان کو یزید کی جگہ بٹھلا دیا پھر پسر زیاد نے جو کچھ کہ یزید اور معاویہ کا
زر نقد اور جنس اور ہتھیار خواہ دفینہ تھا یا غیر دفینہ سب کو اٹھا لیا اور مروان کو پرکھا دیا اور سب ایک
مکان میں جمع کر دیا ہر طرف سے شامیوں نے رجوع کی چاروں طرف خراسان و طبرستان فارس و کرمان

واصفہان وکوہستان وبندر سیستان حتّٰی کہ دریائے عمان تک خلقت کو مروان کی بیعت کیلئے نامے بھیجے
غرضیکہ جس جگہ خط پہنچا تھا وہیں کے لوگ بیعت اختیار کر لیتے تھے مگر حجازیوں اور عراقیوں نے
کہ وہاں پر شیعہ رہتے تھے خط نہ روانہ کئے سب سے پہلے جو مروان نے کام کیا وہ یہ تھا کہ علم اور
نشانی یزید کی پسر زیاد کو دی اور چالیس ہزار سوار اسکو مسلح دیکر کہا کہ عراق کی طرف جاؤ اور جسکے
منہ سے علیؑ کا نام نکلے اُسکو قتل کرو اور جو شخص کہ حسینؑ کے خون کا دعویٰ کرے اُسکو زندہ پھونک دو
میں تجھکو اسلئے بھیجتا ہوں کہ تو ایک مرد بزرگ ہے اوّل عبداللہ پسر زبیر کو تہ تیغ کرنا جیسا کہ اسنے علیؑ کو کیا
تھا پسر زیاد یہ حکم سُنکر پھولا نہ سماتا تھا پسر زیاد نے کہا فہمائش کی چنداں حاجت نہیں اگر ممکن ہوا
تو ان سب کو کوفہ سے باہر لاکر آگ میں جلا دونگا پس مروان نے اسکو رخصت کیا یہ دمشق سے
نکلکر مع چالیس ہزار سواروں کے عراق کی طرف چلا اور ارادہ سلیمان سے مقابلہ کرنیکا کیا جب
اس مقام پر پہنچا کہ جسکو عراقیہ کہتے ہیں وہاں اُتر پڑا سلیمان کا جاسوس انکے ہمراہ تھا جب یہ آکے
اُتر پڑے جاسوس نے دو دن اور دو رات برابر چلکر پسر زیاد کے آنیکی سلیمان کو خبر دی اور کہا کہ اے
امیر اب اپنی محافظت کرلے کیونکہ ابن زیاد کے ساتھ چالیس ہزار سپاہ ہے اور تجھسے لڑنیکے ارادہ سے
آرہا ہے میں انکو عرب میں چھوڑ کر آیا ہوں گھڑی کی گھڑی میں آیا چاہتے ہیں جب یہ خبر سلیمان کو پہنچی
دوسرے دن لڑائی کا قصد کیا مختار ان دنوں مکہ میں تھا چاہتا تھا کہ محمد حنفیہؓ سے اجازت لیکر خروج
کرے سلیمان اپنا لشکر فراہم کر کے عاملوں کو عراق کے شہروں میں بھیج چکا تھا اور ہر ایک کے نام جدا جدا نامہ لکھ
چکا تھا ان ناموں کا یہ مضمون تھا کہ جو لوگ تم سے مانوس یا تمہارے توالبعات میں سے ہیں سب کو
اپنے ساتھ لیکر یکشنبہ کے دن پہلی ربیع الاوّل کو کوفہ کے دروازہ پر حاضر ہو جاؤ میں یہاں پر تمہارا منتظر
بیٹھا ہوں لازم ہے کہ اس وعدے سے تجاوز نہونے پائے جب سلیمان کا نامہ ان لوگوں کو
پہنچا وہ فوراً اپنے گھروں سے نکلکر سلیمان کے پاس آئے سلیمان مع چار ہزار سواران شیعہ
کے اس جگہ موجود تھا ہر جگہ سے لشکر آکر جمع ہوتا تھا سب سے پہلے جو وہاں آیا اس شخص کا نام
اسد تھا اور اسکے ساتھ ایک ہزار مرد تھے جو سب کے سب مداین کے رہنے والے تھے

ان کے پیچھے **گورگان** کے لوگ آئے یہ تین ہزار مرد تھے جوزرہ اور جوشن اور بکتر سے آراستہ تھے
ان کے سردار کا نام **محمد حارث** تھا ان کے بعد **زین العقول** آئے یہ بھی تین ہزار مرد تھے
انکے پیچھے **انبار** آئے یہ چار سو مرد تھے بعد ازاں **جولان** کے مرد آئے یہ دو سو تھے غرض اسیطرح
ہر مدت سے لوگ آتے تھے ان کے بعد سردار اور بزرگ لوگ اپنی قوم اور قبیلہ کے ساتھ آنے شروع
ہوئے انمیں سب سے پہلے **مسیب** بن نجبہ مع ایکہزار سوار کے جنکے علموں کے پھریرے سفید تھے اور ان
پھریروں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ لکھا ہوا تھا اسکے پیچھے **عبداللہ** بن ثقیل مع
ہزار سواروں کے آیا جسکے سوار بہت آراستہ پیراستہ تھے پھر **شداد** بن خزیمہ آیا اسکے ساتھ آٹھ
سو سوار تھے پھر **عبداللہ** وائل تیرہ سو سواروں سمیت آراستہ پیراستہ لوہے میں غرق آیا جنکے ساتھ
چار نشان بردار تھے اور انکے پھریروں پر اماموں کے نام لکھے ہوئے تھے آیا المختصر اسیطرح گروہ
یکے بعد دیگرے آ آکر میدان جنگ پر جمع ہو گیا ابن زیاد ان دنوں میں موصل کے مقام تک مع چالیس
ہزار شامیوں کے پہنچ لیا تھا جب سلیمان کی خبر پائی لشکر کو لیکر عراق کی طرف چلا سلیمان تین دن
سے یہاں قیام پذیر تھا اتنا اور ٹھہرا کہ بیرونجات سے سب آئے تمام سپاہ کا جائزہ لیا تو
کل پندرہ ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تعداد میں تھے تمام سردار اس سپاہ کے فراہم ہوئے اور
یہ صلاح ٹھہری کہ اے بھائیو جلد جلد چلکر پسر زیاد کا تعاقب کرنا چاہیے تاکہ امام مظلوم کے خون کا
انتقام اس سے لیں مسیب نے کہا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ پہلے بغداد کو چلیں وہاں عمر سعد
و شمر اور سنان انس بھاگ کر گئے ہیں اول انکو قتل کریں پھر وہاں سے ابن زیاد پر حملہ آور ہوں
سلیمان نے کہا کہ اے بھائیو عمر سعد وغیرہ کی ہلاکت مختار کے ہاتھ سے ہو گی کیونکہ میں ایک دفعہ
جناب امیر المومنین امام المتقین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن چکا
ہوں ایک روز وہ جناب دریائے فرات کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے دفعتاً آنکھوں سے آنسو
جاری ہو گئے لوگوں نے کہا یا امیر المومنینؑ آپ کو کس شے نے رلایا آپ نے فرمایا کہ اے سلیمانؓ
یاد رکھو یہی جگہ ہے کہ جہاں پر میرے فرزندان اور اہلبیتؑ کا خون بہایا جائے گا۔ پھر فرمایا

کہ وائے ہے ان لوگوں پر کہ جو میرے فرزندوں اور تیرے بھتیجے کو قتل کرینگے مختار بن عبیدہ منجملہ انکے
ایک گروہ کا سر کاٹیگا اور ایک گروہ کو سولی پر چڑھائیگا اور ظالموں سے دنیا کو صاف کریگا
ارشاد جناب امیرالمومنین صلوات اللہ وسلامہ ہرگز ہرگز آنکے فرمودہ کے خلاف نہوگا کیونکہ جو کچھ وہ
جناب ارشاد فرماتے تھے حسب الحکم جناب ختمی مآب فرماتے تھے اور جناب رسولخدا بموجب قول جبرئیل کے
اور حضرت جبرئیل بموجب ہدایت حضرت رب الارباب کے آنحضرت صلعم کو حکم پہنچاتے تھے مجکو قطعی
یقین ہے کہ ہلاکت ان ظالموں کی مختار رض کے ہاتھ سے وقوع میں آئیگی اسوقت یہی مناسب ہے کہ پسر زیاد
پر حملہ آور ہوں اگر ہم مارے جائینگے تو کچھ غم و فکر نہیں کہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہمارا حشر ہوگا۔
سب نے اس بات کو پسند کیا اور ایک جان ہوکر مرنے مارنیکا ارادہ کرلیا سلیمان نے دوبارہ لشکر کو
اپنے حضور میں طلب کیا چار ہزار سواروں کو ان میں سے علیحدہ کیا اور انکا سردار مجرد ابن اخنف کو کیا
لشکر کی پاسبانی کا عہدہ وارث بن سعد کو دیا اور لشکر کی سقائی کا اختیار کہل بن لیث کو بخشا تاکہ
لڑائی کے روز آبرسانی لشکر کا اہتمام کرے اور ہراول لشکر کا ورقہ بن مجاہد کو کیا اور پیش خیمہ لشکر کا
قرین کے تفویض کیا اور سپہ سالار لشکر کا مسیب بن نخبہ کو بناکر علم لشکر کا اسکے حوالہ کیا اور حکم دیا
کہ دو ہزار بارہ مرد کو اپنے ہمراہ لیکر مقدمۃ الجیش ہو اور خود لشکر کے پیچھے پیچھے بقصد مقابلہ عبید اللہ
بن زیاد روانہ ہوا یہ خبر سنکر تمام مرد و عورت کوفہ کے شہر سے باہر آئے لشکر کو دیکھکر بعضے دعائے
فتح و ظفر مانگتے تھے اور بعضے صرف روتے تھے اور خدا سے استعانت طلب کرتے تھے اور دشمنان
اہلبیت ؑ پر نفرین و لعنت کرتے تھے سلیمان کا لشکر پہلے روز صماد بن فیض کے دیر میں پہنچا لشکر نے
اسی جگہ خیمہ گاڑ دیئے اس دیر میں ایک شخص حارث بن دقن جو سرداران عرب میں سے تھا وہاں ہی
رہتا تھا اور نہایت شجاع و جری تھا اور صدہا کارزار و معرکہ ہائے جنگ میں رہچکا تھا وہ اہلبیت
پر بھی دل و جان سے شیدا تھا لیکن اس موقعہ پر بوجہ انتہا درجہ کی پیری کے میدان حرب کے قابل نہ
رہا تھا فضل خدا سے مال و دولت بے انتہا اسکے قبضہ میں تھا جب اسنے سنا کہ سلیمان قلعہ کے دروازہ
پر بقصد جنگ ابن زیاد کی جاتا ہے اسکے پاس ایک آدمی بھیجا تین روز تک معہ ہزار سواروں کے مہمان رکھا اور

ہر ایک کو انعام واکرام دیا چھٹے روز جب سلیمان رض نے چلنے کا قصد کیا تو حارث نے کہا کہ اے امیر
میں تجھکو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اگر تو دل سے سنے سلیمان ع نے کہا ارشاد کیجئے حارث نے کہا کہ مجھکو
یہ خبر ملی ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس پچاس ہزار سوار اور پیادے ہیں جنگل میں اس سے جنگ
نکرنا ورنہ پشیمانی اٹھاؤ گے تم بڑے چوکے کہ پیادے اپنے ساتھ نہ لائے لڑائی کے دن پیادے
مثل دیوار کے ہوتے ہیں جیسا کہ دشمن کی زد سے انسان کو دیوار بچاتی ہے ایسا ہی پیادے بھی
محافظ ہوتے ہیں چونکہ تمہارے پاس پیادے نہیں لہذا ہرگز ہرگز صحرا میں نہ لڑنا دوسرے یہ ہر ایک
گروہ کو جداگانہ لڑائی کا حکم دینا تیسرے جو کچھ مکر اور حیلہ بن آئے اسمیں کوتاہی نہ کیجیو کہ سوائے
مکر کے فتح جلد ممکن نہیں چوتھے خدا کو کسی حال میں فراموش نہ کیجیو تاکہ خدا تعالے تمہارے اور تمہارے
لشکر کی نصرت اور یاری کرے سلیمان رض نے کہا کہ بسر وچشم منظور ہے یہ کہکر رخصت ہوا ناگاہ ایک
قاصد نے آکر خبر دی کہ عبید اللہ ابن زیاد چالیس ہزار آدمیوں کو لیکر موصل سے باہر نکل آیا سلیمان
نے جب یہ خبر سنی تو لوگوں کو فراہم کیا اور لشکر کے درمیان ایک کرسی رکھوا کر بیٹھا اور خطبہ پڑھنا
شروع کیا پہلے جناب رسولخدا ص کی وفات کا حال بیان کیا پھر جناب فاطمہ ع کے انتقال کا ذکر کیا پھر
جناب امیر المومنین ع کی شہادت اور جو کچھ کہ ان پر جور و ستم ہوئے تھے لوگوں کو سنائے بعد ازاں
حضرت امام حسن ع کے زہر دینے کی کیفیت کہی پھر حضرت امام حسین ع اور انکے فرزندوں اور عزیز و اقر
اور ہوا خواہوں کا واقعہ جانکاہ اور جو کچھ کہ اہلبیت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گزرا تھا بیان
کرکے اس قدر رویا کہ ایک شور وغل تمام خلائق میں مچ گیا اسکے بعد کہا کہ اے بھائیو خوب سوچ
سمجھ لو کہ ابن زیاد بدنہاد چالیس ہزار لشکر لیکر ایک دم کے دم میں ہمارے مقابلے کے لئے آیا
چاہتا ہے اور مجھکو یقین کامل ہے کہ یہ جنگ نہایت عظیم ہے بالفرض اگر میں اس جنگ میں شہید ہو جاؤں
تو مسیب بن نجبہ میرے بعد تمہارا سردار ہے اسکی فرمانبرداری کیجیو اور جو کچھ وہ حکم دے اسکے خلاف
ہرگز ہرگز نہ کیجیو جب سلیمان رض یہ کہہ چکا تو مسیب بن نجبہ مؤدب کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر میں اس لڑائی میں
مارا جاؤں تو عبد اللہ بن وائل یعنی تمہارا امیر ہے اسکے حکم کی تعمیل کیجیو اسکے بعد عبداللہ بن وائل کے

کھڑے ہوکر نہایت ادب سے کہا اگر میں بھی اس لڑائی میں کام آجاؤں تو رفاعہ بن شداد تمہارا رئیس اور
سرگروہ ہے رفاعہ نے ادب سے گذارش کیا کہ اگر اس لڑائی میں میں بھی قتل کیا جاؤں تو خدا اور رسول
تمہارے مالک ہیں اگر دشمن غالب آئے تو سب کے سب ایک جگہ متفق ہوکر شہید ہو جانا کہ خدا و رسول
تم سے خوش ہوں جب اُسنے یہ بات کہی تو تمام لشکر نے ادب سے کھڑے ہوکر متفق اللفظ یہ عرض کیا
کہ خدا کی رحمت اس شخص کو نصیب نہو کہ جو آپ صاحبوں کی رہنمائی کی خلاف ورزی کرے جب
سلیمان نے یہ کلمہ سُنا بہت خوش ہوا اور سب کو دُعا دی کوچ کا نقارہ بجا وہاں سے کوچ کرکے دریائے
فرات پر پہنچے پھر برابر ایک رات اور دن دوڑ دھوپ کرکے قریب جا لیا پسر زیاد ابھی موصل ہی میں تھا
جب اسکو سلیمان کی خبر پہنچی تو اس نے نیت کی کہ موصل سے باہر نکلے اسی فکر میں تھا کہ ایک
شخص بنی اُمیہ میں سے اسکے پاس آیا اور آداب بجا لاکر کہنے لگا کہ اے امیر اسوقت دریائے فرات سے آتا ہوں
میں نے ایک فوج تمارہ کو جسکا سردار سلیمان ہی وہاں پر دیکھا ہے پسر زیاد نے کہا کہ تو نے اسکو کس ہیئت
سے معائنہ کیا اُس نے کہا میں نے مثل شیر نر بھوکے پیاسے کے سلیمان کو پایا اور وہ امام حسینؑ کا خون
طلب کرتا ہے اُس ملعون نے جب یہ بات سنی تو برہم ہوا اور غصہ کے مارے کانپنے لگا پھر اس سے کہا کہ
دیکھ تو سہی کون فتح پاتا ہے حکم دیا کہ کوچ کا نقارہ بجے اور سلیمان کی طرف منزل بمنزل جلد جلد چلا کہ
سلیمان کے قریب پہنچ گیا طرفین کے لشکروں میں تین فرسخ کا فاصلہ تھا وہاں پر اُتر پڑا اور خیمے ڈالدیئے۔
تھوڑی دیر کے بعد رافع بن شیث شامی کو بُلایا دس ہزار مرد لشکر سے چُن لیئے اور اسکی حوالہ کئے
اور حکم دیا کہ سلیمان پر شبخون مارو اگر اس میں کامیاب نہو تو دوبارہ لڑو اور اس قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر
ڈالو اور ایسی کوشش کیجیو کہ سلیمان کا سر میرے پاس لے آنا اُس ملعون نے کہا ایسا ہی کرونگا اسیوقت دس
ہزار سوار لیکر سلیمان پر دوڑ لایا سلیمان کو بالکل خبر نہ تھی بلکہ یہ خیال تھا کہ یہاں سے کوچ کرکے موصل
جاؤنگا اور موصل سے دمشق کہ دفعتہً موصل کے رستہ پر گرد و غبار نظر آیا اور گرد میں سے نشان پسر زیاد کا
دکھلائی دیا جب سلیمان کی نظر اس علم پر پڑی پہچان لیا فوراً سوار ہوا اور کہا کہ اے یارو جلد تیار
ہو اور ہتھیار لگاؤ کہ خدائے تعالےٰ ہمارا معین و مددگار ہے آل احمدؐ کے دشمنوں پر

ٹوٹ پڑو یا تو ہم انکو مار لیں اور یا وہ ہم کو مار ڈالیں سلیمان کا یہ گمان تھا کہ یہ پسر زیاد ہے ایک
لمحہ میں سب نے ہتھیار لگائے اور سوار ہو گئے تلواریں کھینچ لیں تیروں کو سیدھا کیا اور کمانوں کو
چلّہ چڑھا لیا پھر آواز دی کہ یا آل ثارات الحسین ابن علیؑ یہ کہکر لشکر سے باہر نکلے اور دفعتہ
رافع پر حملہ کیا ایک ساعت کامل لڑائی رہی چار ہزار مرد اسکے لشکر کے قتل کئے اور چار سو آدمی
سلیمان کے بھی مارے گئے رافع اس روز خود شمشیر زنی کرتا تھا کیونکہ وہ ایک زبردست پہلوان تھا
جسطرف کو حملہ کرتا تھا کوئی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا اگر وہ ملعون نہوتا تو مخالف کے لشکر سے
ایک بھی زندہ نہیں جا سکتا تھا اس کافر نے اپنے تئیں سلیمان کی سپاہ پر لا ڈالا اور لشکر کے
پاؤں اکھاڑ دیئے حتیٰ کہ سلیمان کے قریب پہنچگیا یہ دیکھتے ہی خالد بن سلیمان فوراً آیا دیکھا کہ
وہ ملعون مست ہاتھی کی طرح جھوم رہا ہے خالد نے ایک ایسا نیزہ اُس کے بائیں پہلو پر مارا کہ
دائیں پہلو کو چیر کر نکل گیا اور گھوڑے سے نیچے گر پڑا جب سلیمان کی سپاہ نے یہ واقعہ دیکھا تو
یا آل ثارات الحسینؑ کا نعرہ بلند کیا چھ ہزار یزیدیوں نے جو اپنے امیر کو مُردہ پایا علم کو سرنگون کر دیا
اور بھاگ نکلے سلیمان نے تمام مال و اسباب انکا لوٹ لیا اور اپنی تمام سپاہ کو بخشدیا اور اسجگہ
کہ جہاں پر فتح پائی تھی اسکو لشکرگاہ قرار دیا جب پسر زیاد کے پاس وہ چھ ہزار آدمی گئے چونکہ وہ
سب کے سب خستہ اور برہنہ اور مجروح ہو گئے تھے کسیکو شیعوں کی سپاہ کے خوف سے ہوش اور طاقت
نہ رہی ابن زیاد نے جب انکو دیکھا تو کہا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا دس ہزار مرد گئے تھے انمیں سے چھ
ہزار تو خستہ اور مجروح واپس آئے اور اپنے افسر کو دشمنوں کو دے آئے اُنہوں نے کہا کہ اے امیر
کیا پوچھتا ہے سلیمان کے طرفدار عجب بلا کے مرد ہیں کہ انکو مرنے سے ڈر نہیں اور اپنے مرنیکو غنیمت جانتے ہیں
پسر زیاد نے جب یہ سُنا تو تمام جہان اس مخبط العین کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گیا فوراً کوچ کا نقارہ
بجوایا اور چھ ہزار آدمی لیکر سلیمان کی طرف چلا اور سلیمان کے لشکر سے نیم فرسخ کے فاصلہ پر اپنا لشکرگاہ
مقرر کیا پھر دونوں لشکروں کے طلائے اپنے اپنے لشکروں سے باہر نکلے شیعوں کا
دو سو مرد تھا اور شامیوں کا ایک ہزار دوسرے روز سلیمان نے ایک قاصد جسکا نام علی بن شہر تھا

پسر زیاد کے پاس بھیجا علی بن شمہ شیعان امیر المومنین سے تھا اسکی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ او کمبخت تجھ سے وہ
حرکت ناشائستہ و جور و جفا اہلبیت پیغمبرؐ کے ساتھ وقوع میں آئی کہ فرزند رسول خدا کو قتل کیا اُنکے
خیموں کو جلا دیا ان کے اہل و عیال کو سر برہنہ در بدر شہر بشہر پھرایا حتی کہ چھ مہینے کے بچے شیر خوار تک کو
ذبح کر ڈالا تو بڑا ہی سنگدل اور شوخ چشم ہے تو نے نہ جانا کہ اسکا انجام کیا ہوگا یزید کی خاطر دیدہ و دانستہ
جہنم کا کندہ بنا اب بھی میرے پاس چلا آ توبہ کر مروان اور آل مروان پر لعنت بھیج ورنہ چہار شنبہ کے روز
ہماری تیری لڑائی ہے اگر خدا تعالے نے مجھکو ظفر یاب کیا تو تجھکو گرفتار کر کے جنبیو تیری گردن میں ڈالونگا
اور آتش پرستوں کی ٹوپی تیرے سر پر رکھونگا اور ایسا تیری گردن میں ڈالونگا پھر کوفہ کی ہر ایک گلی کوچہ میں پھراونگا کیونکہ میرے نزدیک تو
یہودیوں سے بھی بدتر ہے خدا تعالی کی تجھپر لعنت ہو قاصد گیا جب اسکے لشکر میں پہنچا پسر زیاد کے روبرو گیا سلیمان کے
قاصد نے دیکھا کہ پسر زیاد ایک تخت پر بیٹھا ہے قاصد نے سلیمان کا پیغام زبانی دیا اُسنے اسکا جواب لکھکر قاصد کے
حوالہ کیا قاصد جواب لیکر سلیمان کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر جب میں نے اسکو بایں ہیئت دیکھا تو میں نے اسکو سلام
نکیا بلکہ یہ کہا کہ السلام من اتبع الہدےٰ اسوقت میں نے اُس سے اسطرح پر کلام کیا جیسے کہ کوئی
کسی ذلیل سے بات کرتا ہے اور آپکا پیغام بھی اسیطرح پر لفظ بلفظ پہنچا دیا جیسا کہ آپ نے ارشاد کیا تھا
اسکا دربان البتہ مجھپر غصہ ہوا تھا کہ تو نے کس لئے امیر جلیل کو سلام نکیا پسر زیاد اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا خاموش
خاموش پھر میری طرف منہ کر کے کہا کہ تو سلیمان سے کہدیجیو کہ جو لوگ تجھسے فاضل اور بزرگتر تھے اور تجھسے زیادہ
سپاہ اور فوجیں رکھتے تھے اور شجاعت میں اشجع تھے اور یزید کے مقابلے کا دعوے کرتے تھے وہ تو مارے
گئے تیری کیا ہستی ہے جو کچھ تو کہتا ہے اُس سے توبہ کر میں نے جو حسین بن علیؑ کو قتل کیا وہ راہ خدا میں
جہاد تھا اور تجھ سے بھی بدولت مروان بن حکم وہی سلوک کرونگا جو آل فاطمہؑ سے کیا تھا جب
سلیمان نے یہ جواب پایا فوج کو آراستہ کیا اور بروز وعدہ جنگ میدان حرب میں آپہنچا
طرفین سے نقارۂ جنگ بجا سبھوں نے ہتھیار لگائے اور اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے
سلیمان نے ایک ہزار سوار مسیب بن نجبہ کو دیا اور اسکے علم کا پھریرہ سفید رکھا اسکو اپنے
لشکر کا مقدمۃ الجیش بنایا اسکے بیٹے کو اس کے دائیں ہاتھ پر اور امیر [illegible] کو بائیں ہاتھ

پر کھڑا کیا اور خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا پسر زیاد کی طرف سے سات ہزار سوار و پیادہ بہ سرداری حصین بن نمیر میمنہ کی طرف آئے اور سات ہزار سوار کو بہ سرداری یوسف بن عتاب میسرہ کی طرف بھیجا اور اسیقدر لشکر سعد بن اسد کو دیا اور خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا، یہ لڑائی چہار شنبہ کے روز آٹھویں جمادی الآخر ۶۵ھ ہجری کو واقع ہوئی پسر زیاد گھوڑے کو دوڑا کر میدان میں آیا اور کہا اے سلیمان تو نے میرے پانچ بیٹوں کو قتل کیا اور یہ سمجھ لیا کہ گویا میں زندہ نہیں سلیمانؓ نے کہا او ملعون تو نے فرزند رسول خدا کو قتل کیا اور خدا سے نہ ڈرا میں نے بھی اگر چند حرامی بچوں کو قتل کیا تو کیا مضائقہ ہوا اس ملعون نے کہا کہ فرزند رسولؐ کا قتل کرنا فرض تھا کیونکہ اس نے یزید امام زماں پر خروج کیا تھا اگر میری حکم کی تعمیل کرتے ہو تو لڑائی سے ہاتھ اٹھا لو میرے ساتھ چلکر مروان کی بیعت کر لو کوفہ اور بصرہ کی حکومت دلاتا ہوں دین و دنیا میں مخلصی پاؤ گے، سلیمان نے کہا او ملعون اگر ایک قطرہ خون قاتلان حسینؑ سے میرے ہاتھ سے زمین پر گرے تو میرے نزدیک شرق سے غرب اور غرب سے شرق تک کے ممالک پر قبضہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے یہ کہتے ہی اس ملعون پر حملہ کیا وہ اپنے لشکر کے اندر گھس گیا دائیں بائیں سے اسکا لشکر آیا اور اسکو بیچ میں لے لیا سلیمان نے آواز دی کہ یا الی ثارات الحسینؑ. وائے برادران ایمانی دشمن بہت ہیں اور ہم تھوڑے اس کا اندیشہ نکرو کیونکہ خدا تعالیٰ مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين اگر ہم سب کے سب دفعۃً دشمن پر حملہ کریں گے تو یہ ہم پر غالب آئینگے پس یہ بہتر ہے کہ ایک ایک آدمی جنگ طلب کرے تا کہ اپنا اپنا ہنر دکھلائیں پہلے میں لڑائی کیلئے جاتا ہوں اگر وہ غالب آگیا خدا حافظ اور تمکو بخشے خبردار ہرگز پیٹھ نہ دکھانا اور بھاگ نہ جانا اور اس دنیائے چند روزہ پر مغرور نہونا یہ کہکر گھوڑا بڑھایا اور میدان میں آکر جولاں کیا یہ سلیمانؓ وہ شخص ہیں کہ جناب امیرؑ کا علمدار تھا اور جنگ جمل و صفین میں حضرتؑ کے ہمراہ تھا جس جگہ حضرت امیر المومنینؑ امام المتقین حملہ کرتے تھے یہ بھی اسی جگہ پس پشت آنحضرتؐ کے رہتا تھا سپاہ کی طرف مخاطب ہو کر لڑائی کیلئے طلب کیا اور للکار کر کہا کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے کہ جو میرے مقابلہ کو آوے ایک شخص جسکا نام حلیم ابن معریٰ اور وہ دشمنان جناب امیرؑ سے تھا شام کے لشکر سے باہر نکلا ایک تازی گھوڑے پر سوار اور تیغ حمائل

کئے ہوئے اور پٹکا کمر زریں سے باندھے ہوئے اس ہیئت سے آیا اور یہ ملعون وہ شخص تھا کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ لڑنے کو آیا تھا جسوقت حضرت عباس ابن علی علیہما السلام پانی کی مشک بھر کر جناب امام حسینؑ کے واسطے لئے جاتے تھے اس ملعون نے ایک ضرب سیدھے ہاتھ پر اس جناب کے ماری تھی جس وقت یہ ملعون سلیمان کے مقابل آیا سلیمان نے فی الفور پہچان لیا اور بہت دھمکایا جلیم نے چاہا کہ کوئی شعر پڑھے سلیمان نے اسکو مہلت نہ دی مانند شاہین کے اس ملعون کی طرف آئے اور ایک نیزہ اسکے سینہ پر مارا کہ پیٹھ سے باہر نکل آیا گھوڑے سے نیچے گرکر دوزخ کو روانہ ہوا ایک اور سوار لشکر شام سے نکلا اس کا نام ریاح بن کتب شیبانی تھا اس ملعون نے حضرت زینب بنت علی علیہما السلام کے سر سے چادر اُتاری تھی سلیمان نے اسپر بھی حملہ کیا پہلا ہی نیزہ اسکے حلقوم پر مارا کہ گدی سے باہر نکل گیا وہ ملعون گھوڑے سے گر کر خاک و خون میں لوٹتا تھا اور النار النار پکارتا تھا حتیٰ کہ اس حالت میں دوزخ کو سدھارا سلیمان نے تکبیر کہی اور آگے بڑھکر کہا کہ اے شامیو اے باغیو باہر نکلو ایک سوار شام کے لشکر سے جسکا نام عتاب بن قیس تھا اور ابوجہل بن ہشام علیہ اللعن کا بھتیجا تھا جس نے کبھی نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا نہ غسل جنابت کے پاس گیا تھا یہی کہتا تھا کہ میں محمدؐ کی پیروی نکرونگا اور اگر دس ہزار مرد بنی فاطمہؑ کو قتل کر ڈالوں تو بھی مضائقہ نہیں اس نے سلیمان پر حملہ کیا چند حملوں کی باہم رد و بدل ہوئی اسقدر گرد و غبار اڑا کہ دونو اسمیں پنہاں ہو گئے اس ملعون نے ایک تلوار سلیمان کے ماری لیکن نہ لگی وہ بارا چاہا کہ وار کرے سلیمان نے پھر کر ایک نیزہ اسکی ران پر مارا کہ نیزہ کی انی اسکے گھوڑے کی پیٹھ تک پہنچگئی گھوڑا بیٹھ گیا اور اس ملعون کو گرا دیا گرتے ہی فوراً دوزخ کو چلدیا سلیمان نے اسکی نعش پر اپنے گھوڑے کو دوڑایا تمام آلائش پیٹ کی نکل پڑی پھر گھوڑے کو آگے بڑھایا اور جنگ کا خواستگار ہوا عمر بن مروان جو مسلح بہ کثیر اسلاح ہونے کے سبب سے مثل پہاڑ کے ٹکڑے کے نظر آتا تھا سلیمان کے سامنے آیا یہ ملعون شاعر تھا چار ہزار بیت حضرت علی و حضرت فاطمہ علیہما السلام کی ہجو میں کہی تھی اور چار ہزار بیت معاویہ اور یزید کی مدح میں تالیف کی تھی اور کہتا تھا کہ میں نماز اسلئے نہیں پڑھتا کہ تمہاد دین

میں محمدؐ اور اُسکے اہلبیتؑ کا نام ہے اور ان ناموں سے میں اپنی زبان کو آشنا نہیں کرنا چاہتا اس ملعون
نے چلاکر سلیمان پر حملہ کیا اور سلیمانؓ نے اس پاجی پر حملہ کیا اور اتنی مہلت نہ دی کہ ایک گھونٹ پانی
بھی پی لیتا اللّٰہ النبی محمدؐ والوصی علیؑ کہتے ہی نیزہ اسکے جگر سے پار کردیا اور گھوڑے سے نیچے گرادیا زمین پر
گرتے ہی چاہا کہ بھاگ جائے سلیمانؓ نے ایک ضرب اور ایسی ماری کہ وہ ملعون جہنم واصل ہوا سلیمانؓ
نے تکبیر کہی اور لڑائی طلب کی غرضیکہ سواران جنگجو آتے تھے اور سلیمانؓ سے لڑتے تھے اور جہنم میں پہنچتے
جاتے تھے یہانتک کہ ستّر نفر مردان جنگی کو سلیمان نے تہ تیغ کیا اور دوزخ میں پہنچا دیا۔ پسر سعد نے
اپنی سپاہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے میری قوم کے لوگو بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک مرد نے ستّر آدمیوں کا
کام ایک لمحہ میں تمام کیا اور تم سے کچھ نہیں آیا شام کی سپاہ نے ارادہ کیا کہ سب کے سب ملکر دفعتاً حملہ
کریں حصین بن نمیر آگے بڑھا یہ ملعون پسر سعد کے لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے کہا ایک
ساعت اور ٹھہرو تاکہ میں اسپر حملہ کروں ایک ہزار مرد شام کی سپاہ سے علیحدہ کئے اور ان سے کہا کہ
جوانو جنگ کے لئے آراستہ ہوجاؤ اور ایک طرف میدان میں ٹھہرے رہنا اور خیال رکھنا کہ جس وقت
میں اس سامنے والے سوار کی برابر میں پہنچوں اور اس سے مناظرہ شروع کروں میرا اشارہ پاتے
ہی سب کے سب دفعتاً حملہ کردیجیو شاید ہے کہ ہم ان کے مکر سے رہائی پاجائیں۔ شامیوں نے کہا ہم
ایسا ہی کرینگے جیسا کہ تو کہہ چلا ہے حصین بن نمیر میدان میں آکر سلیمان کی برابر کھڑا ہوا اور کہا کہ
حملہ نہ کیجیو میں تجھ سے صرف ایک بات کہنے آیا ہوں سلیمان ہنسا اور جان گیا کہ کوئی بات مفید مطلب
نہیں تاہم اسکو اجازت دی کہ جو کچھ کہنا ہو کہہ حصین نے کہا میں فقط یہ پوچھتا ہوں کہ تم کیوں لڑتے
ہو اگر مجھکو معلوم ہوجائے تو میں اسکی فکر کروں دوسرے یہ کہ تجھ میں قدرت امیر مروان کے مقابلہ کی
بھی نہیں سلیمان نے کہا کہ اے حصین میں لڑائی دُنیا کیلئے نہیں کرتا بلکہ آخرت کیلئے کرتا ہوں کیونکہ
خدا اور رسول کی خوشی اسیمیں ہے اگر میں مارا جاؤنگا شہدا کی زمرے میں داخل ہونگا نہیں تو یہ جہاد محض
خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کیلئے ہوگا پھر سلیمان نے حصین سے کہا کہ تو کس لئے ایمان نہیں لاتا اگر ایمان
لاتا تو آتش دوزخ سے بچ جاتا اس ملعون نے یہ بات سُنتے ہی سلیمان کو گالی دی اور اپنے ہمراہیان ایکہزار کس

خارجی کو حملہ کا اشارہ کیا جب سلیمان رضؓ نے یہ دیکھا تو اس سے کہا کہ اے ولدالزنا تجھکو مکر کرنا بھی نہیں آتا اگر
تجکو مکاروں سے مکر سیکھنے منظور ہیں تو مجھسے سیکھ لے یہ کہکر گھوڑا دوڑا کر اس نامرد پر حملہ کیا سلیمان کے بیٹے نے
جو یہ صورت دیکھی تو فوراً اپنے باپ کے پاس پہنچا اور دونوں نے لڑنا شروع کیا باپ بیٹے دونوں نے چوراسی
شامیونکو قعر جہنم میں پہنچا دیا اور باقیوں کو لشکر ابن زیاد میں بھگا دیا، سلیمان نے اپنی تمام فوج سمیت حملہ
کرنا چاہا ناگاہ ایک غبار دکھلائی دیا جب گرد و غبار زائل ہو گیا اسمیں سے عمر سعد و شمر ذی الجوشن اور
سنان ابن انس کا نشان مع ایکہزار دو سو سواروں کے جو قاتلان امام حسینؑ بھی ظاہر ہوا جو پسر زیاد کی
مدد کو آئے تھے وہ بدبخت انکو دیکھکر بہت خوش ہوا اور بہت تعظیم و تکریم کی سلیمان رضؓ نے جب یہ دیکھا
اپنے لشکر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ کہتے تھے کہ پہلے بغداد میں عمر سعد و شمر ذی الجوشن سنان
ابن انس کی لڑائی کیلئے جانا چاہیئے الحمد للہ کہ خدا تعالی نے انکو ہمارے پاس یہیں پہنچا دیا تم نے دیکھا ہی
کہ موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ پسر زیاد اڑتیس ہزار نامردونکو لیکر حملہ آور ہوا جب
سلیمان نے یہ دیکھا مع اپنی سپاہ کے حملہ آور ہوا نعرہ مارکر آگے بڑھے اور کہا کہ یا آل ثاراۃ الحسینؑ بن علیؑ
اول جس شخص نے کہ عمر سعد پر حملہ کیا مسیّب بن نخبہ تھا کہ جس کے ماتحت ہزار سوار تھے اور سعد کے
ایکہزار دو سو آدمیوں میں سے دو سو کو قتل کر ڈالا سلیمان کے لشکر نے تکبیر کہی اور عبداللہ بن
نفیل نے مع ہزار سواروں کے حملہ کیا اسکے بعد ورقا بن شداد نے پسر زیاد کے قلب لشکر پر حملہ کیا
بعدازاں عبداللہ بن وائل نے مع ہزار سواروں کے حملہ کیا سلیمان اور اسکے بیٹے خالد نے بھی حملے کیے
پھر تو ایسا غبار عظیم اٹھا کہ کوئی کسیکو نہ دیکھ سکتا تھا اور خون زمین پر بہہ رہا تھا اور اس میدان میں دونوں کے
سر گھوڑوں کے سموں پر مثل گیند کے لڑھکتے پھرتے تھے قریب تھا کہ شام کی سپاہ بھاگ نکلے سلیمان نے
پیادہ ہو کر تیغ زنی شروع کی اور جس حلقہ پر کہ حملہ کرتا تھا اسی حلقہ کو تباہ کر دیتا تھا سلیمان کی اس کارنمایاں
سے سپاہ شام کمال متحیر تھی اور خالد پسر سلیمان نے یہ تجویز کی کہ جو سلیمان کے پیچھے سپاہ تھی اپنے باپ کی پشت
پر پیٹھ دیکر تلوار سے کام لینا شروع کیا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا اسوقت طرفین کی سپاہی علیحدہ علیحدہ ہوئے
پسر زیاد کی سپاہ کی دس ہزار آدمی مارے گئے اور سلیمان کی سپاہ سے صرف دو ہزار پانسو آدمی باقی رہے سو وہ بھی زخمی تھے

پسر زیاد اپنے لشکر گاہ کو لوٹ گیا اور کہا اگرچہ ہمارے دس ہزار آدمی مارے گئے لیکن انکے بھی کچھ بہت سے
زندہ باقی نہیں رہے ہے کل انکو بھی قتل کرونگا جب سلیمان اپنے لشکر میں پہنچا دیکھا کہ سب زخمی اور مجروح ہیں
سلیمان نے خود لشکر کی پاسبانی کی اور سلیمان کو بھی سات زخم کاری آئے تھے زخموں کے درد اور اذیت
سے روتا جاتا تھا اور سپاہیوں کے چاروں طرف پھرتا جاتا تھا جب ایک پہر رات گذری تو سب سپاہی
جمع ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیر ہم لشکر عظیم اور جرار کوفہ سے لیکر نکلے تھے اسوقت صرف دو ہزار
پانسو باقی رہگئے سو وہ بھی سب کے سب زخمی ہیں اب ہم میں لڑائی کی طاقت بالکل نہیں ہے پسر زیاد کے
پاس لشکر وافر ہے اور چاروں طرف سے مدد چلی آتی ہے ہمکو کسی طرف سے مدد کی اُمید نہیں اگر اب ہم لڑینگے تو
سب کے سب مارے جائینگے مصلحت وقت یہ ہے کہ شب کو اٹھکر لشکر گاہ کو آگ دیدیں لیکن دشمنوں کو
خبر نہونے پائے جسوقت مخالف جاگینگے تو آگ کے بجھانے میں مصروف ہونگے ہم یہاں سے کوفہ کا
سیدھا راستہ لیں اور عرب کے قبیلوں میں سے لشکر فراہم کریں دوبارہ سپاہ جرار اور قوی لیکر آئیں
دشمنوں سے لڑیں اور اکثر کو واصل جہنم کریں اسوقت اگر مارے جائینگے تو کچھ ڈر کی بات نہیں سلیمان نے
جسوقت یہ بات سنی تو ناپسند کیا گھنٹہ بھر تک اپنے سر کو گھٹنوں میں دیکر سوچا کیا پھر سر اُٹھا کر کہا کہ
قسم بخدا میں ہرگز ہرگز شامیوں سے منہ نہ پھیرونگا اور دشمنان آل پیغمبر سے یہانتک تیغ زنی کرونگا
کہ مارا جاؤں جسطرح پر کہ حضرت امام حسین شہید ہوئے اور میں اپنے مارے جانے کو اس سے زیادہ تر دوست
رکھتا ہوں کہ تمام روئے زمین کے ممالک میری قبضہ اور تصرف میں آئیں تم یہ لڑائی اگر خدا اور رسولؐ کی
رضامندی کیلئے کرتے رہو تو مرد بنے رہو اور اگر دنیا کیلئے کرتے ہو اپنے گھروں کو پھر جاؤ کوئی تمہارا
مزاحم نہیں اور اگر امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہو تو گھروں کو پھرنا کیسا اے یارو مردانہ ہمت
مردانہ کو ہاتھ سے ندو اپنے دشمنوں سے لڑو اور کوشش کرو کہ درجۂ شہادت پاؤ اور قیامت کے روز
شہدائے کربلا کے ساتھ محشور کئے جاؤ جب سپاہیوں نے یہ سنا تو سب نے متفق اللفظ ہوکر کہا کہ اے امیر جو کچھ
تونے ارشاد کیا ہماری سر آنکھوں پر لیکن ہم کیا کریں کہ ہمارے میں اتنی طاقت نہیں جو دشمن کا مقابلہ کر سکیں
سلیمانؓ نے کہا کہ اپنے دلوں کو شہادت کا شوق دلاؤ اور خدا سے شہید ہونیکا عہد کرو اللہ تعالیٰ تمکو قوت دیگا

سب نے کہا کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں اور شہادت کو بھی دل میں ٹھان لیا اور اپنی جانوں کو حضرت امام حسینؑ پر ضرور فدا کرینگے اور دوبارہ سلیمان کی بیعت کی پھر وہاں سے اٹھکر اپنی اپنی جگہ پر جا سوئے سلیمان بھی بستر پر سر رکھکر سو رہا اسوقت پسر زیاد بد نہاد ان کے قریب کھڑا تھا اسنے کسی کی آواز نہ سنی اور نہ ان مقامات سے کچھ صدا نکلی کہ جہاں سے تکبیر اور درود کی آواز آتی تھی جب ان پر خواب غالب ہو گیا تو جو شامیوں کا طلایہ کہ پہرا دیتا پھرتا تھا وہ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر تھوڑا عرصہ ہوا جبتک تو سلیمان کے لشکر سے آواز آتی تھی مگر اب کچھ آواز نہیں آتی شاید وہ سب کے سب سو گئے اگر ارشاد ہو ہم سب جائیں اور انکو قتل کر آئیں بلکہ ایسا کریں کہ ایک تنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑیں پسر زیاد نے کہا مبادا انہوں نے کوئی مکر کیا اور انکے سپاہی کمینگاہ میں بیٹھے ہوں جب تم انپر حملہ کرنے جاؤ تمکو گھیر لیں دے لیں اور سب کو قتل کر ڈالیں صبر کرو میں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا شامی حرامی اپنی جگہ پر پھر گئے جب سلیمان سو گیا تو دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور بہشت آراستہ ہو رہا ہے چاروں طرف پھر کر تماشا دیکھنے لگا ناگاہ اسکی نظر ایک محل پر پڑی جو یاقوت سرخ کے دانہ سے بنا ہوا تھا اور چاروں طرف اسکے سبز پردے لٹک رہے تھے اور دروازے اسکے مروارید کے تھے اور اس قصر پر طوبیٰ کا سایہ تھا سلیمانؓ نے اس محل میں گھسنے کا قصد کیا ایک عورت اس پردہ کے پیچھے سے آئی حریر کا برقعہ اسکے چہرہ پر پڑا ہوا تھا چہرۂ اقدس سے اسکے روشنی مثل آفتاب کے تاباں تھی سلیمان نے کہا کہ اے عورت تو کسکی بی بی ہے جواب دیا کہ اے سلیمان خدا تجھکو جزائے خیر دے میں خدیجۃ الکبریٰ حرم محترم حضرت محمد مصطفےٰ ہوں اور فاطمہ زہرا میری بیٹی ہے وہ بھی اس پردے کے پیچھے بیٹھی ہے تجکو سلام کہلا بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ تو نے میرے فرزند حسینؑ ابن علیؑ کے انتقام میں تقصیر نہیں کی لیکن میری آرزو ہے کہ تو حسینؑ شہید کے دشمنوں سے یہانتک جنگ کیجیو کہ شہید ہو کر کل میرے پاس آجائے کل دوپہر کے بعد تو اسی جگہ ہوگا اور یہ مکانات و محل جو دیکھتا ہے سب تیرے اور تیرے ہمراہیوں کیلئے ہیں اسکے بعد حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ پردہ کے پیچھے سے نکلے اور سلیمانؓ کی بہت خاطر اور مدارات کی اور کہا اے سلیمان تو مع اپنے ہمراہیوں کی لڑنے مرنے میں بہت کوشش کرنا اور میرے

خون کا انتقام لینا کہ میں بہت مظلومی سے شہید کیا گیا ہوں اور کل انشاء اللہ دوپہر کے بعد تم ہمارے پاس ہو گے تم اپنے ہمراہیوں کو یہ مژدہ سناؤ کہ یہ محل خدا تعالےٰ نے تمہارے لیے تیار کرا دیا ہے اور کل تم سب اس محل میں ہو گے سلیمان نے کہا کہ یا حضرت میں اسلئے مجبور ہو گیا ہوں کہ میرے ساتھی سب کے سب زخمی ہو گئے جنگ کی طاقت نہ رہی یہ سنتے ہی حضرت امام حسینؑ پردہ کے پیچھے سے ایک طشت یاقوت سرخ کا ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور مجھکو دیا اس طشت میں کچھ پانی تھا سفید تر دودھ سے شیریں تر شکر سے خوشبودار تر مشک سے کہا اے سلیمانؒ یہ پانی چشمۂ فردوس کا ہے اپنے زخموں پر اور اپنے یاروں کے زخموں پر چھڑک تاکہ فی الفور اچھے ہو جائیں پس سلیمانؒ خواب سے بیدار ہوا دیکھا کہ ایک طشت اسکے سرہانے رکھا ہے پس سلیمانؒ خوش ہوا اور تھوڑا سا پانی اس میں سے لیا اور اپنے یاروں کے زخموں پر ملا تمام زخم حکم پروردگار سے اچھے ہو گئے پس سلیمان نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا لئے اور دعا کی جب دعا سے فارغ ہوا وہ طشت پروردگار کے حکم سے غائب ہو گیا جب سب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ بدنوں پر زخموں کے نشان نہیں ہیں تعجب کیا اور کہا اے امیر جب ہم سو گئے تھے تو ہمارے تمام جسم پر زخم تھے جب ہم جاگے تو کوئی نشان زخموں کا اپنے بدنوں پر نہ پایا یہ سنکر سلیمانؒ بہت رویا اور ماجرا خواب کا ان سے اسطرح کہا کہ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ مجتبیٰ اور حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کو ایک قصر بہشت میں دیکھا انہوں نے مجھ سے یہ ارشاد کیا ہے کہ تم حسینؑ کے دشمنوں سے لڑو اور مردانہ وار سعی و کوشش کرو کل انشاء اللہ تعالیٰ ہنگام زوال تم اور تمہارے یار ہمارے پاس اس محل میں ہو گے جب سلیمانؓ کے ہمراہیوں نے یہ بات سنی تو مفارقت اہلبیت علیہم السلام میں بطرح گریہ وزاری کی جس وقت صبح ہوئی سب نے نماز صبح پڑھی ہتھیار سجائے جنگ کا نقارہ بجایا اور اپنے ہمراہیوں کو بایں الفاظ کہ یا آل ثارات الحسینؑ پکارا ابن زیاد نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ سلیمانؓ کے طرفدار سب کے سب مثل مردوں کے سوتے ہیں اس وقت تو یہ ایسے دکھلائی دیتے ہیں کہ گویا انکو کبھی زخم لگا ہی نہ تھا خدا جانے کیا کیا کہ ایک رات میں سب کے سب اچھے ہو گئے اور بانکی طرح پھر شکار کرنیکو موجود ہیں پھر باہم یوں کہنے لگے کہ جائے تعجب نہیں کیونکہ انکا امام جادوگروں کا سردار ہے اس نے شاید کوئی جادو کیا ہو پسر زیاد ملعون نے یہ کہکر جنگ کا نقارہ بجانے کا

حکم دیا اور سپاہ کو آراستہ کر کے سلیمان رضؓ کے برابر آیا اور کہا کہ اے سلیمانؒ جسقدر زخم تمہارے بدن پر تھے وہ کیا ہوئے کیا جادو کر لیا ہے کہ جس سے ایسے تندرست ہوگئے سلیمانؒ نے کہا کہ او ملعون یہ کرامت اور بزرگی حضرت پیغمبر خدا اور اہلبیت رسول ہدیٰ کی ہے وہ تم کو دکھلاتے ہیں لیکن چونکہ تمہارے ہیئے کی پھوٹ گئی ہے لہذا تم کو کچھ نظر نہیں آتا اور تمام قصہ خواب متعلق طشت بیان کیا پسر زیاد نے جب خواب کا ماجرا سنا تو وہ ملعون بولا کہ او کذاب تم کو اور یہ رتبہ بلکہ یہ ایک جادو ہے کہ جو تم نے ابو تراب سے سیکھا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ ابو تراب نے عمرابن عنتر کو جادو سے مارا تھا اور اپنے تئیں مثل چوروں کے قلعہ میں پہنچا دیا تھا؟ سلیمانؒ نے ایک نعرہ کیا اور چلا کر کہا کہ اسکت قاتلک اللہ یعنی چپ ہو خدا تجھے قتل کرے او ملعون عنقریب قیامت کے روز تجھکو معلوم ہوگا کہ علیؑ اور اسکے دوستوں کا کیا مرتبہ ہے اور تیرے اور تیرے یاروں کیلئے اسفل السافلین کا درجہ ہے یہ کہکر سلیمانؒ نے پسر زیاد پر حملہ کیا اور اسکو طعنہ دیا کہ او ملعون اگر مرد ہے تو سامنے آ پسر زیاد یہ سنتے ہی پیٹھ دکھلا کر بھاگا اور قلب لشکر میں جا کر دم لیا، سلیمانؒ میدان میں پھرتا تھا اور لڑائی طلب کرتا تھا ایک سوار کہ جس کا نام عتاب بن اسود تھا صف سے نکلا اور سلیمان کے مقابل آکر سلیمانؒ پر حملہ کیا باہم ردّ و بدل ہوئی سلیمان نے ایک نیزہ اس ملعون کے سینہ پر ایسا مارا کہ اسکی پیٹھ سے باہر نکلگیا اور گھوڑے سے نیچے جا پڑا، اور اپنے تئیں جہنم کے مالکوں کے سپرد کیا اسکے بعد ایک سوار نکلا جسکا نام علائی بن مؤید جو بصرہ کا رہنے والا تھا آیا وہ ملعون تھا کہ جس نے قاسمؑ بن حسنؑ صلوات اللہ علیہ کو کربلا میں شہید کیا تھا سلیمان نے جب اسکو دیکھا تو پہچان لیا اس سے کہا او ملعون ہماری نیزہ کے وار کو تو سنبھال یہ کہتے ہی نیزہ اسکے پیٹ میں گھسیڑ دیا کہ اسکی پشت سے باہر نکل گیا فوراً گھوڑے سے گر پڑا اور اپنے آپکو داروغہ دوزخ کے حوالہ کیا اسیطرح فرداً فرداً چھبیس نامردوں کو سلیمان رضؓ نے داخل جہنم کیا جب پسر زیاد بدنہاد علیہ اللعن والعذاب نے سلیمان کی شجاعت سے انتہا دیکھی تو غضب آلودہ ہوا تین ہزار نامرد ایک سلیمانؓ غریب پر ٹوٹ پڑے خالد سلیمان کا بیٹا یہ حال دیکھکر باپ کی مدد کو آیا اور اسکے پیچھے مسیب بن نجبہ حملہ آور ہوا اور عبد اللہ بن وائل نے اڑھائی ہزار جوانوں کو لیکر حملہ کیا سخت لڑائی ہوئی حتی کہ ایک ساعت میں دو ہزار نامرد سپاہ شام کو واصل جہنم کیا اس میں ٹھیک دوپہر ہوگیا شامیوں نے دو بار چار ہزار تیر اندازوں کا

پہرہ بٹھا رکھا تھا سبب کی سپاہ کو ایک قطرہ پانی میسر نہ آتا تھا سلیمان کثرت ہائے زخم سے
گرانبار ہو گیا تھا گھوڑے سے اتر پڑا دامن سے کمر کو کس لیا تلوار کھینچ لی ہر سمت حملہ کرتا تھا اور سپاہ شام کی
اسکے رعب سے ایک دوسری پر گر پڑتی تھی سلیمانؓ نے ہر ایک حلقہ کو جو سامنے آتا تھا تباہ و پریشان
کر دیتا تھا شام کی سپاہ اس کی شجاعت کے مقابلہ میں حیران و عاجز تھی آخر الامر دو ہزار سواروں
نے سلیمانؓ پر حملہ کیا اور اسکو درمیان میں لے لیا اسکو مار رہے تھے ناگاہ ایک حرامی نے ایک تیر
سلیمانؓ کی پیشانی پر مارا کہ وہ گدی کی طرف کو نکل گیا سلیمانؓ نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم
هذا محب آل رسولؐ واشهد ان علیاً ولی اللہ یہ کہکر گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی انا
للہ و انا الیہ راجعون خالدؓ نے جب اپنے باپ کو بدرجہ شہادت فائز دیکھا دشمنوں پر حملہ کیا اور ایک
حلقہ کو فی النار والسقر کیا مسیّب بن نجبہ نے جو سلیمانؓ کو شہید دیکھا انا للہ و انا الیہ راجعون
کہکر سلیمانؓ کا علم لیکر دشمن پر حملہ کیا لیکن چونکہ دشمن کی سپاہ بہت تھی اپر غالب آنا ناممکن ہو گیا
تو پانچ ہزار نامردوں نے اس تنہا کو حلقہ میں لیلیا وہ بھی لڑتا رہا حتی کہ شہید ہوا جب عبداللہ نے
مسیبؓ کی یہ صورت دیکھی سلیمانؓ کا علم لیکر دشمنوں کے مقابلہ میں گیا اور جان توڑ کر لڑا یہانتک کہ
شام کی سپاہ نے اسکے حملوں کو مان لیا اسوقت عبداللہؓ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا جب شامیوں نے
اسکو پیادہ پا دیکھا سب نے اسکو گھیر کر شہید کر دیا جب رفاعہ بن شداد نے عبداللہ بن وائل کا
یہ حال دیکھا اسوقت وہ سلیمانؓ کا علم لیکر شامی ملعونوں پر حملہ آور ہوا جب عمر سعد لعین نے یہ حال
دیکھا تو اپنے یارونکو ہمراہ لیکر رفاعہؓ پر ٹوٹ پڑے سخت لڑائی ہوئی طرفین سے بہت آدمی مارے گئے
اسوقت نقارہ بازگشت کا بجا رفاعہؓ نے جو اپنے لشکر کی طرف پھر کر دیکھا تو صرف تین سو آدمی
باقی رہگئے تھے رفاعہ اور خالد بن سلیمان بھی بہت ہی زخمی ہو گئے تھے رفاعہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم اب
دشمنوں پر غالب نہیں آ سکتے شب کے بارہ بجے سوار ہو کر مع اپنے تین سو سواروں کے کوفہ کو چلدیئے خالد بن
سلیمان مع چند سواروں اور سردارزادوں کے خراسان کو روانہ ہوا اور عبداللہ پسر حازم کے پاس جا کر ٹھہرا
اور اس سے اپنی سرگزشت بیان کی اور کہا کہ ایک لشکر بنا بر انتقام خون حسینؑ فراہم کرنا چاہیے اس نیک طینت نے

نے اس امر کو منظور کیا اور بےحساب لشکر فراہم کر کے عبدالملک بن مروان پر چڑھائی کی غرضیکہ عجب کارنمایاں کیا ابن زیاد کو بالکل خبر نہ تھی کہ سلیمان کا لشکر کوفہ کی طرف چلدیا اسنے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ کل ہم کو سلیمانؓ کے آدمیوں میں سے ایک کو بھی زندہ نچھوڑنا چاہیئے جب دن نکل آیا تو عراقیوں کے لشکر میں ایک بچہ تک کو موجود نہ پایا جو کچھ اُنکا اسباب وغیرہ وہاں رہگیا تھا اسکو لوٹ لیا عمر سعد کے دو زخم کاری آئے تھے ابن زیاد نے اسکو اور اسکے یاروں کو خلعت دیا اور اسکو کوفہ بھیجدیا اور خود موصل کو چلدیا سلیمانؓ اور مسیبؓ اور عبداللہؓ وہیں پر دفن کیئے گئے اس طرح کے شیعوں نے اسجگہ کو اپنے رہنے کا مسکن بنالیا ٭٭

واقعہ پنجم جسمیں مختارؓ کا مکہ سے کوفہ میں داخل ہونیکا ذکر ہے

ابو مخنف بن لوط بن یحیٰی ازدی نے روایت کی ہے کہ جب ابن زیاد بدنہاد سلیمان بن صرد خزاعی اور مسیب بن نخبہ و عبداللہ بن وائل اور اُنکے ہمراہیوں کو قتل کر کے بمقام موصل جا پہنچا یہ خبر مختار کو بھی پہنچی اسنے سُنتے ہی اپنے تن کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور زار زار رونا شروع کیا سات روز ماتم برپا رکھا جب یہ خبر اسکو پہنچی تو وہ طائف میں تھا وہ چڑھائی کرنے کی تدبیریں لگا ہوا تھا وہاں سے نکلکر مکہ کو چلا اس موقع پر شام کا ایک لشکر کثیر بہ سرداری حصین بن نمیر جو یزید کے لشکر کا سردار تھا عبداللہ بن زبیر پر چڑھائی کر کے آلیا تھا کیونکہ عبداللہ بھی امامت کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا تھا اور کہتا تھا کہ امام میں ہوں نہ آل ہاشم جسوقت مختارؓ وہاں پہنچا تو عبداللہ بن زبیر پر کمال مصیبت کا وقت تھا مختارؓ کے آنے کی خبر سُنکر عبداللہ نے اسکو طلب کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میری مدد کر اور یہ لشکر جو میرے مقابلہ میں چڑھکر آیا ہے انکو شکست دے مختارؓ نے کہا تین شرطوں پر تیری مدد کرتا ہوں اول یہ کہ میرے لئے کوئی شخص تیری مجلس میں آنیکا مزاحم نہو دوسرے یہ اگر عراق کی بادشاہت تیرے قبضے میں آئے تو کوفہ کا مجھکو حاکم کیجیو تیسرے یہ کہ اہلبیتؑ کے بچے بچے کے ساتھ احسان و مدارات پیش نظر رہے عبداللہ نے تینوں شرطوں کو قبول کر لیا مختارؓ شامیوں کے مقابلہ میں نکلا اور شام کے لشکر کو شکست دیکر خدا کے فضل سے فتحیاب ہوا جب فتح حاصل ہوئی تو ابن زبیر تخت خلافت پر بیٹھا۔ حجاز۔ یمن طائف۔ عراق۔ کوہستان سب اسکے زیر حکومت ہو گئے عبداللہ مذکور

کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اپنے کاردار اور سردار جا بجا بھیجتا تھا، مدینہ کا حاکم اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو کیا اور خراسان کی حکومت عبداللہ پسر یزید کو دی اور اپنے لیئے مکہ کو دار الخلافہ قرار دیا، مختار کو بالکل بھلا دیا، بلکہ دربان کو حکم دیا کہ اگر مختار ؓ میرے پاس آنا چاہے تو آنے نہ دو جو کچھ شرطیں مختار ؓ سے کی تھیں انکی نسبت بہت پشیمان ہوا مختار ؓ نے جب یہ حال دیکھا تو وہ سکتہ کے عالم میں ہوگیا کچھ نہیں بن آتا تھا کہ کیا کرے عبداللہ بن زبیر کے پاس عبداللہ بن مطیع سے زیادہ کوئی بزرگ نہ تھا مختار کی اور اسکی بہت مدت سے دوستی تھی مختار ؓ نے عبداللہ پسر زبیر کی اس سے یہ شکایت کی کہ اس نے جو کچھ مجھ سے شرطیں کی تھیں ایک بھی پوری نہ کی اور جو شخص اپنے وعدہ کا سچا نہو اس سے وفا کی اُمید نہیں سرداروں کیلئے جھوٹ بولنے سے بڑھکر کوئی عیب نہیں عبداللہ پسر مطیع بہت ہنسا اور کہا اے بھائی اگر تو اس سے یہ نہ کہتا کہ اہلبیتؑ سے نیکی کیجیو تو وہ بیشک تجھکو بڑا آدمی کردیتا اور کسی پوری ولایت کا حاکم بناتا لیکن بسبب کلمہ مذکور کے وہ تجھکو دشمن جانتا ہے اور تجھکو خبر نہیں کہ ابن زبیر کو اولاد علیؑ سے ایک گونہ چشمک ہے لیکن خیر تاہم میں اس سے کہونگا کہ وہ تجھکو کوفہ کی حکومت عنایت کرے مختار ؓ نے یہ سُنکر اسکو دعا دی عبداللہ نے پسر زبیر سے کہا کہ اے امیر مختار ؓ ایک مرد بزرگ زادہ اور سید بنی ثقیفہ ہے اور تیرا دوست ہے اور تجھ سے نیکی بھی کی ہے اور تیرے مقاصد دلی بر لانے میں بہت سے رنج والم اُٹھائے ہیں تو نے اس سے اسکی بہبودی کے اکثر وعدے کیئے تھے لیکن اُن وعدوں میں سے کوئی وعدہ ایفا نکیا یہ وہی مختار ؓ ہے کہ جو طائف سے تیری مدد کو آیا اور تیری امداد کی اور تو نے سوائے نیکی کے اُسنے اور کوئی بات نہیں دیکھی پھر کس لئے اپنے وعدہ کو پورا نکیا اور کسواسطے کوفہ کا سردار نہیں کرتا پسر زبیر نے کہا کہ میں مختار ؓ کو چوکیداری بھی سونپا نہیں چاہتا چہ جائیکہ کوفہ کا سردار کروں تو خوب جانتا ہے کہ کوفہ عراق کا سرتاج ہے جبتک کہ کوفہ میں امن چین ہے تمام عراق اپنی نیند سوتا اور جاگتا ہے اگر کوفہ میں شورش پیدا ہوئی تمام عراق بیچین ہو جائیگا اور مختار ؓ ایک مرد بلند ہمت شیعیان علیؑ سے ہے وہ آل رسولؐ کا دل و جان سے طرفدار ہے اگر میں اسکو کوفہ میں بھیجدوں تو میں ہرگز ہرگز بیخوف ہوکر نہیں بیٹھ سکتا اگر وہ عراق کو لے لیگا تو قصد خراسان

اور فارس کا کریگا اور اُن پر ظفریاب ہوکر تمام جہان کو زیر وزبر کر ڈالیگا عبداللہ ابن مطیع نے کہا پھر مختار کی نسبت تیرا کیا ارادہ ہے پسر زبیر نے کہا کہ اگر ارتکاب جرم سے پہلے عذاب کرنے میں حرج نہ ہوتا تو میں مختار کو ہلاک کرتا تاکہ جہان اُسکی طرف سے بیفکر ہو جاتا پھر عبداللہ نے مختارؓ کی نیکیاں بیان کرنی شروع کیں پسر زبیر نے کہا تو اسکی نیکیاں تو بیان کرتا ہے یہ بھی جانتا ہے کہ وہ ہمیشہ محمد حنفیہؓ کے پاس جاتا ہے اور اُنسے خروج کی اجازت چاہتا ہے میں نے اپنے ملازموں کو حکم دیدیا ہے کہ مختار کی خبر رکھیں کہ وہ محمد حنفیہؓ کے پاس نہ جانے پائے اور اگر اُسکو وہاں پر دیکھیں تو قید کریں اور بیڑیاں اسکی پاؤں میں ڈال دیں کہ تمام عمر اس قید سے رہائی نہ پاسکے اگر تو اسکا دوست ہے تو مختارؓ سے کہدے کہ محمد حنفیہؓ کے گھر نجائے عبداللہ ابن مطیع چپ ہوگیا اور وہاں سے اُٹھکر باہر چلا آیا اور مختارؓ سے کہا کہ میاں میں نے پسر زبیر سے تمہارے باب میں بہت کچھ کہا اور جو کچھ اُسنے تم سے وعدے کئے تھے وہ بھی یاد دلائے اور جو کچھ اس نے رد و قدح کی میں نے اسکی تکذیب کی سعی کی آخرالامر اسنے یہ کہا کہ مختار محمد حنفیہؓ کی پاس جاتا ہے اور اُن سے اجازت خروج کی چاہتا ہے میں نے چند آدمی موکل مقرر کئے ہیں کہ اگر مختارؓ محمد حنفیہؓ کے پاس جائے اُسکو فوراً پکڑ لو اور قید کر دو تاکہ اس قید سے عمر بھر رہائی نہ پائے اخیر فقرہ تو سُنا دیا ہے کہ تم مختار کو محمد حنفیہؓ کے پاس جانے سے روکو مختارؓ نے یہ سب رام کہانی سنکر کہا کہ اے بھائی اگر فی الحقیقت یہی صحیح ہے کہ جو کچھ تو نے بیان کیا تو اب مجکو مشورہ دے کہ اب میں کیا تدبیر کروں پسر مطیع نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ تدبیر انسب ہے کہ چند روز کیواسطے مکہ سے عراق کی طرف چلا جا کہ پسر زبیر کی شرارت سے بچا رہے مختارؓ نے کہا مجکو منظور ہے اسکے خلاف نکرونگا لیکن مختارؓ نے چاہا کہ ایک دفعہ اور بھی محمد حنفیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر خروج کی اجازت چاہوں لیکن محمد حنفیہؓ ان دنوں اعتکاف میں تھے اور گھر میں سے باہر نہیں نکلتے تھے شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے مختارؓ اسی فکر میں تھا کہ محمد حنفیہؓ کی پاس کیونکر پہنچوں محمد حنفیہؓ کا ایک غلام جسکا سعد نام تھا ایک روز مختارؓ اسکو اندھیری رات میں اپنے گھر لیگیا حتی کہ کسی نے اُسکو جاتے ہوئے نہ دیکھا سعد سے کہا اے عزیز کوئی ایسی تدبیر بھی ہو سکتی ہے کہ تو مجکو میر سید کی پاس لیجائے تاکہ میں انسے دو باتیں کروں سعد نے کہا

کہیں نہیں لے جاسکتا کیونکہ پسر زبیر کے جاسوس اس گھات میں ہیں کہ اگر تجھکو میرے آقا کے پاس آتا جاتا پائیں تو شور و شر برپا کریں اور سید صاحب اعتکاف میں گھر کے اندر بیٹھے ہوئے عبادت میں مشغول ہیں گھر کا دروازہ نہیں کھولتے صرف کھانے کے وقت دروازہ کھلتا ہے اور جو چند آدمی کھانیکے لئے مقرر ہیں انہیں کے ساتھ بیٹھکر کھانا تناول فرماتے ہیں ہر ایک شخص حضرت کی زیارت سے مشرف نہیں ہوسکتا مختار نے کہا کہ ای سعد اگر تو مجھکو سید کی خدمت میں پہنچادے تو میں پچاس دینار دونگا سعد نے کہا کسیطرح ممکن نہیں مختار نے کہا کہ میں تجھکو سو دینار اور ایک گھوڑا چالاک اور پانچوں ہتھیار دونگا سعد نے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ فلانے وقت اور فلاں ساعت شب کو میرے پاس آئیں تم کو محمد حنفیہ رض کی خدمت میں پہنچا دونگا مختار نے خوش ہوکر اسکو دعا دی سعد اس تدبیر میں تھا کہ مختار کو سید صاحب کی خدمت میں کیونکر پہنچائے آخر کار وعدہ کی شب آپہنچی سعد مختار کا ہاتھ پکڑ کر محمد حنفیہ رض کی آگے لیگیا مختار روایت کرتا ہی کہ جب میں سید صاحب کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جانماز پر ایک اوہوڑی کا تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں خدا کی قسم ایک ایسی ہیبت انکی میری دل میں اثر کیا کہ میں خوف کے مارے بات نکرسکا تھوڑی دیر کے بعد بطور تعزیت کے یہ چند کلمے میری زبان سے نکلے کہ یا حضرت فاطمہ زہرا کی وفات اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شہادت میں آپنے کیونکر صبر فرمایا کیونکہ اگر یہ مصیبت کسی پر پڑتی تو دیوانہ ہوجاتا لیکن خداوند عزّ و جل نے آپ کو بہت بڑا صبر کردیا کہ آپنے درجہ صبر حاصل کیا محمد حنفیہ رض نے مختار کی مزاج پرسی کی پھر مختار نے عرض کی کہ اے سید معاویہ بن ابی سفیان نے سپاہ جمع کی اور بلا دلیل سفر اختیار کیا خون عثمان کا دعویدار بنا میں چاہتا ہوں کہ مجھکو اجازت دیجئے تاکہ آپ کے بھائی سید الشہدا شہید کربلا کے خون کا دعویٰ کروں محمد حنفیہ رض نے کہا کہ میں تم کو اجازت ندونگا جبتک کہ خدا تعالےٰ اس شخص کو چاہے اس کام کیلئے مقرر نکرے مختار کہتا ہی کہ جب حضرت نے یہ کہا تو تمام بدن میرا تھرا گیا اور میرا منہہ غم سے زرد ہوگیا گھٹنوں میں سر دیکر بیٹھ گیا جب سید نے میری یہ کیفیت دیکھی تو سمجھے کہ مایوسی سے مختار کو بہت رنج ہوا اسکے بعد محمد حنفیہ رض اُٹھے میں بھی کھڑا ہوگیا انہوں نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ ابھی بیٹھو میں بیٹھ گیا محمد حنفیہ رض گھر میں گئے اور بعد ایک ساعت کی باہر تشریف لائے ایک کاغذ انکے ہاتھ میں جناب امیرؑ

کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اُسکو کھولا اور ملاحظہ فرما کر تبسم کیا اور کہا سچ فرمایا امام عادل علیؑ ابن ابیطالبؑ نے
پھر مجھ سے فرمایا کہ یہ نامہ لے اور جس کام کا تیرا ارادہ ہے میں نے تجھکو بہ نیابت امام زین العابدینؑ خروج کی
اجازت دی یہ میرے باپ کا خط ہے خدا کے نام اور آنحضرت صلعم اور اہلبیت صلواۃ اللہ علیہم اجمعین
کے نام پر اپنا کام شروع کر انشا اللہ اپنی مراد کو پہنچیگا مختارؓ نے کہا کہ میں وہ نامہ لیکر ہنسی خوشی حضرت کی
خدمت سے باہر آیا اور زمین عراق کے جانے کا قصد کیا عبداللہ ابن مطیع سے بھی ملا اور اس سے رخصت ہوا
اُسنے ایک اونٹ اور سو دینار مجھکو دیئے بعد ازاں میں پوشیدہ مکہ سے باہر نکلا اور اپنا رستہ لیا اور غیر
معروف رستہ سے کوفہ میں پہنچا جس شخص نے کہ پہلے مختارؓ کو دیکھا وہ سلیمہ بن مویّد دشمن اہلبیتؑ تھا اس
نے جو مختارؓ کو دیکھا کہ جنگل سے آتا ہے کہا اے سید کہاں جاتا ہے بہت بڑا سفر دور و دراز کیا ایک
عرصہ سے تو کہاں تھا مختارؓ نے کہا کبھی طائف میں کبھی مکہ میں اسوقت مکہ سے آتا ہوں مختارؓ نے پوچھا
عراق کا کیا حال ہے اسنے کہا آشوب سے پر ہے اور دم بدم پریشانی پھیلتی جاتی ہے مختارؓ نے کہا
کہ میں ایسا کرونگا کہ انشا اللہ تعالے مومنین کے دل خوش ہو جائیں گے سلیمہ نے مختار سے کہا کہ خدا سے
ڈر اور فتنہ انگیزی نکر ایسا نہو کہ مارا جائے مختار کو غصہ آیا اور کہا اے دشمن اہلبیتؑ کیا میں تم کو نیک
جانتا ہوں فرزند پیغمبرؐ کا خون بہانا فتنہ نتھا اور اسکو فتنہ کہتا ہے خدا کی قسم کہ جبتک فاسقوں کا قتل
قمع نکرونگا ہرگز آرام نلونگا یہ کہکر تلوار کو دست بقبضہ کیا سلیمہ کہتا ہے خدا کی قسم میں ڈر گیا پھر بات نہ کی
اور اُسکے خوف سے بھاگ نکلا مختار شہر کوفہ میں پہنچا اور بنی کندہ کے محلہ سے ہو کر نکلا اس محلہ کے لوگ شیعہ
تھے اُنھوں نے بھی مختار کے آنے کی خبر پائی مختار نے کہا تمکو مبارکباد ہو اے برادران ایمانی کہ تمہاری
خوشی کا وقت آپہنچا لوگ یہ سُنکر خوشیاں اور باہم گر خوشخبریاں سُناتے تھے اور مختار چلا جاتا تھا حتی کہ
زمل کی مسجد میں پہنچا جب اس جماعت نے مختار کو دیکھا استقبال کیا اور خوشیاں منائیں مختار نے کہا کہ اے
برادران ایمانی کبتک رنج و بلا کی برداشت کروگے اب وہ وقت آگیا کہ ہمارے رنج و راحت سے بدل
جائیں لوگوں نے یہ سُنکر مختار کو دُعا دی لوگوں نے کہا کہ وہ موقع کب ہوگا مختار نے کہا کہ اس بات
کے ظاہر کرنیکا ابھی موقع نہیں دوسرے وقت بیان کیا جائے گا اور اطلاع دیجائیگی کہ کیا کرنا چاہیئے

یہ کہکر وہاں سے بھی چل دیا عبیدہ بن عمر کے محلہ میں پہنچا یہ شخص سرداران کوفہ اور دوستداران اہلبیت پیغمبر سے تھا جب اس نے خبر سُنی وہ مختار کے پاس آیا اور پوچھا کہ اے عزیز اسقدر عرصہ سے کہاں تھے اور اب کہاں سے آتے ہو کہا میں حجاز سے آتا ہوں اور خروج کرنے کی تدبیر میں لگا ہوا تھا اب اللہ تعالیٰ نے اسکو پورا کردیا اُمیدر کہتا ہوں کہ خدائے عزوجل میری مُراد بر لائیگا اور محمد حنفیہ رضؓ نے اجازت خروج کی لیکر آیا ہوں تاکہ خُون ناحق حسینؑ مظلوم کا مطالبہ کروں عبیدہ نے کہا انشاءاللہ تعالےٰ جو کچھ کہ تیرا مطلب ہے اسکو بہت جلد حاصل کریگا جب یہ خبر حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں کو پہنچی کہ مختار محمد حنفیہ رضؓ سے نامہ خروج کا لایا ہے اور انتقام خُون حسینؑ کا ارادہ رکھتا ہے ڈرے اور سب کے سب عمر سعد کے گھر میں جمع ہوئے اور کہا کہ اے امیر ہمارا ایک دشمن مختار جیسا کوفہ میں موجود ہے جس روز سے کہ حسینؑ شہید ہوئے ہیں اسی روز سے ہمارے خون کا پیاسا ہے جبتک وہ مکہ میں تھا ہم بیخوف تھے اب محمد حنفیہ رضؓ سے خُفیہ اجازت لیکر ہمارے قتل کے ارادہ سے آیا ہے اور ایک جماعت شیعیان حسینؑ نے اس سے اتفاق کرلیا ہے اگر کل خروج کریگا ہم میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑیگا عمر سعد نے کہا کہ میری رائے یہ ہے ہم سب عبداللہ پسر زیاد کے پاس چلیں وہ کوفہ کا امیر ہے اور اس سے کہیں کہ مختار رضؓ کو پکڑ کر قید خانہ میں قید کردی اسکے بعد یہ کوشش کریں کہ وہ اسکو ہلاک کرڈالے یہ کہکر اسیوقت عمر سعد شمر ذی الجوشن حکیم بن الطفیل و یزید بن حارث وشبث بن ربیع وعمر بن حجاز وخولی یزید اصبحی وغیرہم عبداللہ بن زیاد کے گھر گئے اور کہا کہ اے امیر تو مختار رضؓ کو جانتا ہے اور اسکے مذہب سے بھی اطلاع رکھتا ہے کوئی وقت جاتا ہے کہ وہ تجھپر خروج کریگا لازم ہے کہ جلد تر اسکو قید کرتا کہ اسکی شرارت سے ہم مامون اور محفوظ رہیں عبداللہ بن زیاد نے کہا اے میرے سردارو میں نے مختار رضؓ کا کوئی گناہ نہیں دیکھا اور ارتکاب جرم سے پہلے سزا کا دینا اسکے کیا معنی محمد پسر طلحہ کہ بزرگ کوفہ تھا وہ بھی وہاں حاضر تھا مختار سے دلی دشمنی رکھتا تھا عبداللہ پسر زیاد سے کہنے لگا کہ دشمن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے خاصکر مختار کو کیا تو نہیں جانتا کہ اسکا مذہب کیا ہے وہ عبداللہ پسر زبیر کا قتل واجب جانتا ہے اسکو گرفتار کرلے؛ اور قید کردے اگر ایسا نکریگا پشیمان ہوگا اور بزرگان کوفہ کی بات پر عمل کر ورنہ پشیمانی سے کچھ فائدہ نہوگا اس قسم کا بہت کچھ کلام کیا آخرکار

عبداللہ پسر زیاد خود سوار ہوکر مختارؓ کے گھر پہنچا اور اُسکو پکڑ لیا مختارؓ نے کہا کہ اے امیر میں نے کیا گناہ
کیا ہے کہ جو مجھکو پکڑ لیا ہے عبداللہ بن زید کو شرم آئی سر نیچے جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا محمد بن طلحہ نے مختار
سے کہا کہ میں تجھکو جواب دیتا ہوں کہ او غدّار تو کشتنی سوختنی گردن زدنی ہے کیونکہ تو نے عبداللہ پسر
زبیر کی بیعت توڑ ڈالی مختارؓ نے کہا کہ میں بیوفا نہیں غدّار وہ ملعون تھا کہ جس نے حضرت امیر المومنین علیؑ
ابن ابیطالبؑ کی بیعت سے ہاتھ اُٹھا لیا اور بی بی عائشہ کے ساتھ ہوکر اُن کے مقابلہ میں چڑھ آیا تھا جب مختارؓ
نے یہ بات کہی تو محمد بن طلحہ کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور تردید کلام سے پیچ و تاب کھاتا تھا اور کہتا
تھا کہ تو ہمارے باپ دادا کو طعنے دیتا ہے بعد اسکے عبداللہ پسر زیاد نے کہا کہ مجھکو خبر ملی ہے کہ تو
عبداللہ پسر زبیر امیر پر خروج کریگا مختار نے کہا مجھکو تیری ذات سے بڑا تعجب ہوا کہ جو تو ایسی باتیں
کہتا ہے بتلا تو سہی کہ میرے پاس کونسا سپاہ و لشکر ہے کہ جس سے اس کام کو سر انجام دونگا خدا سے ڈرو میں
عبداللہ بن زبیر کے حکم سے اسجگہ آیا ہوں محمد بن طلحہ نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور یہاں بھاگ کر آیا ہے
مختارؓ نے ہر چند حیلے بہانے کئے مگر کچھ سودمند نہ ہوئی آخر الامر مختار کو جیلخانہ بھیجدیا دشمن بہت خوش
ہوئے اور دوستوں کو رنج و الم کے صدمے پہنچے یحییٰ ابن عیسیٰ راوی ہے کہ ایک روز میں قیدخانہ میں گیا جب
مختارؓ کے پاس پہنچا میں نے اسکو سلام کیا اسنے میرے سلام کا جواب دیا وہ ایک بوریے پر بیٹھا ہوا تھا دونوں پاؤں میں
بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں مجھسے کہا کہ کوئی گھڑی جاتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں جیلخانہ سے نکلونگا اور خروج
کرونگا اور دشمنان دین کو قتل کرونگا اور قسم بخدائے لایزال جبتک اس کام کو نکرونگا چین نہ لونگا
یحییٰ بن عیسیٰ کہتا ہے کہ مجھکو مختارؓ کی باتوں سے بہت تعجب ہوا میں نے اپنے دل میں کہا عجب مرد دلیر ہے
جیلخانہ میں بیٹھا ہوا ایسی باتیں کرتا ہے جب باہر آئیگا تو خدا جانے کیا غضب ڈھائیگا چند روز کے
بعد دوبارہ میرا جیلخانہ میں جانیکا اتفاق ہوا میں نے مختار کو دیکھا کہ تسبیح پڑھکر دعائیں مانگ رہا ہے
میں نے کہا کہ اے سید صبر کر خدا صابروں کا ساتھی ہے مختارؓ نے کہا کہ مجھسے زیادہ تر کوئی صابر نہیں پھر
ایک آہ سرد کھینچی اور کہا عنقریب تم دیکھو گے کہ میں قاتلان حسینؑ سے کیونکر پیش آتا ہوں اسی
اثنا میں ایک غلام کہ جسکا نام خیر تھا دروازہ سے آیا اور مختارؓ کے سامنے دوزانو بیٹھکر زار و قطار

روتے لگا حالانکہ ابھی کچھ حقیقت بیان نہ کی تھی مختارؓ نے کہا اے خیر بہت عرصہ ہوا سلیمانؓ اور مسیبؓ
بن نجبہؓ اور عبداللہ بن وائلؓ وغیرہ مومنین کے شہید ہونے کی خبر مجکو مل چکی ہے خیر غلام نے کہا اے سید
ایک اور واقعہ پیش آیا جس لیئے میں رو رہا ہوں مختارؓ نے کہا وہ کیا واقعہ ہوگا خیر نے کہا کہ محمد بن طلحہ
تمہارے گھر پر آیا نقد اور جنس جو کچھ تھا سب لوٹ لیا غلام تمہارے پراگندہ کردیئے اہل وعیال
تمام بھاگ گئے میں اسلئے آیا ہوں کہ تمہارے پاس جیلخانہ میں ہوں مختار نے کہا کہ حسن اور غلام میری
بی بی حرم محترم حضرت امام حسینؑ سے بہتر نہ تھی میری بیٹیاں دختران امام مظلوم سے اعلےٰ نہ تھیں مال ایک
ایسی چیز ہے کہ اسنے کبھی کسی سے وفا نہیں کی اسکا کچھ اندیشہ نکر اٹھ یہ میرا رقعہ شیعوں کو پاس لیجا اور
اسکا جواب لے آ رقعہ میں یہ لکھا تھا کہ اے برادران ایمانی تم مجھ سے دور ہو میں تم سے دور ہوں اللہ تعالےٰ
خوب آگاہ ہے جو میرے دل کی کیفیت ہے تمہاری مفارقت میں میں نے چاہا تھا کہ تمہاری اتفاق رائے سے
خروج کروں اور تمکو ساتھ لوں پھر یہ بلا پیش آئی مجھکو دعا سے فراموش نکیجو عنقریب قیدخانہ سے باہر آکر
خروج کرونگا اور قاتلان حسینؑ سے ایک کو زندہ نچھوڑونگا جب یہ رقعہ مومنین کے پاس پہنچا پڑھا بیتحاشا
ڈھاڑیں مارکر رو دیئے اور اسکے جواب میں لکھا کہ یہ خط ورقعہ ابن شدادؓ و سعد بن حذیفہؓ الیمانی و یزید بن انس
و عبداللہ کاملؓ و احمر بن شمیطؓ و ابو عمرؓ و اسمعیل بن لیث کی طرف سے خدمت میں مختار بن عبیدہ ثقفیؓ کی ہے واضح ہو
کہ جب تیرا نامہ ہم نے پڑھا اور کیفیت سے آگاہ ہوئے مفارقت کا فلک ٹوٹ پڑا ہم اس تدبیر میں ہیں کہ انشاءاللہ
تعالےٰ پسر زیاد کے پاس جائیں اور تیری رہائی کی درخواست کریں اور تجکو جیلخانہ سے چھوڑا لادیں جب
مومنین کا خط مختارؓ کے پاس پہنچا اسکو پڑھا اپنے غلام مسمّی خیرؒ سے کہا تو جا اور مومنین کی خدمت میں
عرض کر کہ ہرگز ہرگز تم لوگ میرے بارے میں کوئی بات نکرنا کسلئے کہ میرے دشمن بہت ہیں مبادا میرا کام بگڑ
جائے اور تم اطمینان رکھو میں نے اپنے کام کا خود اندیشہ کرلیا ہے پھر ایک خط عبداللہ پسر عمر کے
نام کہ جو مختارؓ کا بہنوئی تھا لکھا جس کا یہ مضمون تھا آگاہ ہو کہ عبداللہ بن زید نے جو کوفہ کا حاکم ہے
مجھکو گرفتار کرکے جیلخانہ میں بھیج دیا ہے حالانکہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا جبکہ میں
جیلخانہ میں پہنچ لیا تو محمد بن طلحہ میرے گھر پر گیا اور میرا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔

حتی کہ ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ رہی میں چاہتا ہوں کہ تم ایک خط بنام عبد اللہ پسر زبیر لکھو اور وہ عبد اللہ پسر زید کو کہ حاکم کوفہ ہے یہ لکھے کہ وہ مجکو رہا کردے زیادہ والسلام

یہ خط خیرؒ اپنے غلام کو دیا اور کہا کہ مدینہ جاؤ اور عبد اللہ پسر عمر کو دو جب یہ خط عبد اللہ پسر عمر کے پاس پہنچا جہان اسکی آنکھوں میں تیرہ و تاریک ہو گیا فی الفور از راہ غیظ و غضب ایک خط بنام عبد اللہ پسر زبیر لکھا جس میں یہ عبارت تھی کہ اے پسر نادان آگاہ ہو کہ تیرے عامل عبد اللہ پسر زید نے میری بی بی کے بھائی مختارؒ کو گرفتار کرکے بے گناہ جیلخانہ میں اسکے دشمنوں کے کہنے سے قید کر دیا اور محمد بن طلحہ نے اسکا گھر لوٹ لیا میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کس مذہب میں روا ہے کہ جو مختار کو بے سبب قید کر لیا ہے میں چاہتا ہوں کہ فوراً اپنے عامل کو لکھ کہ اسکو چھوڑ دے اگر اسباب میں غفلت کی تو تمام ملک کو برانگیختہ کرونگا اور تجھکو ضرر عظیم پہنچاؤنگا اس خط پر مہر ثبت کرکے پسر زبیر کے پاس بھیجدیا جب یہ خط پسر زبیر کے پاس پہنچا اُس نے پڑھا فوراً عبد اللہ پسر زید کے نام کہ جو کوفہ کا حاکم تھا نامہ لکھا کہ جب تیرے پاس یہ خط پہنچے فوراً مختارؒ کو رہا کردے اور ضامن لے لے کہ خروج نکرے جب یہ خط حاکم کوفہ کے نام پہنچا اُس نے فوراً مختار کو بلایا اور کہا عبد اللہ پسر زبیر نے مجکو خط لکھا ہے کہ میں تجھکو چھوڑ دوں بشرطیکہ تو دو مرد مہتران کوفہ سے اپنے ضامن پیش کرے اور مختارؒ کو پھر جیلخانہ بھیجدیا دس آدمی شیعی حاضر ہوئے کہ جنہوں نے مختارؒ سے بعیت کی تھی ثابت بن مالکؒ و یزید ابن انسؒ و احمر شمیطؒ و عبد اللہ بن شدادؒ و عبد الرحمن ابن عمرؒ و زائدہ بن قدامہؒ و نافع بن سعید و شعر بن شعیرؒ ان سب جوانمردوں نے حاضر ہو کر مختارؒ کی ضمانت دی اسوقت عبد اللہ پسر زید نے مختار کو رہا کیا اور مختار سے قسم لی کہ مجھپر خروج نکرے پس مختارؒ باہر آیا شیعوں نے خوشی منائی قاتلان امام حسین علیہ السلام غمگین ہوئے دوسرے روز تمام مومنین مختارؒ کے گھر میں جمع ہوئے اور کہا اے امیر تو اسباب میں کیا کہتا ہے کہ عبد اللہ پسر زید نے تجکو قسم دلائی ہے کہ تو اُسپر خروج نکرے مختار نے کہا اے بھائیو ہم کو اس قسم سے انکار کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں خدا کی خوشی ہے مثلاً اگر کوئی ظالم کسی کو جبراً سوگند دلائے کہ نماز نہ پڑھ اور وہ شخص اپنی رہائی کے لئے قسم کھا جائے، بعد اسکے نمازی پر کچھ بھی لازم نہیں ہے مگر کفارہ اپنی طاقت

کے موافق دینا چاہیئے سب شیعوں نے کہا کہ تم نے نہیں کہا اگر میں عبد اللہ پر خروج کرونگا تو ہر ایک
غلام میرا آزاد ہو جائیگا مختار ہنسا اور کہا کہ جسوقت ہمارا مقصد بر آئے گا میں تمام بندونکو آزاد کرونگا
اور ہر روز ہزار مسکینوں کو کھانا کھلاؤنگا اور کپڑے پہناؤنگا اور تم کچھ فکر نکرو جاؤ اور اسباب جنگ
تیار کرو کیونکہ انشاء اللہ تعالےٰ میں بہت جلد خروج کرونگا ان سب نے کہا اے امیر ہمارے دل میں
آتا ہے کہ کوئی تدبیر کرنی چاہیئے کیونکہ جبتک عبد اللہ پسر زید کوفہ میں ہے ہم خروج نہیں کر سکتے کیونکہ
وہ مرد با تدبیر ہے یہ تدبیر انسب معلوم ہوتی ہے کہ ایک محضر عبد اللہ بن زبیر کے پاس جو مکہ کا حاکم ہے
اور سب اسکو خلیفہ جانتے ہیں اس مضمون کا لکھیں کہ عبد اللہ پسر زید بہت ظالم ہے اور رعیت پر
بہت ظلم کرتا ہے اسکو معزول کردو بجائے اسکے اور دوسرا حاکم بھیجو جو رعایا پر رحم کرے پس جو امیر کہ
آوے اسپر خروج کریں اور جو سوگند کہ کھائی ہے اُتر جائے پس سب نے بالاتفاق لکھا اور جب پسر
زبیر نے نامہ کو پڑھا اپنے اہلکاروں سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ جسقدر جلد ہو سکے اسکو کوفہ سے بدل
دو بہتر ہوگا تاکہ بادشاہت تیرے پاس قائم کرے پسر زبیر نے کہا کسکو اس عہدہ پر مقرر کروں کہا
عبد اللہ پسر مطیع کو کہ وہ ایک مرد دبدبہ اور رعب والا ہے اور مختار میں اور اسمیں قدیم دوستی ہے اور
مختار اسکو نہیں ستائیگا کیونکہ مختار جس جگہ کہ طائف میں تھا عبد اللہ پسر مطیع ان دنوں وہاں کا حاکم تھا
پس ایک آدمی بھیجکر اُسکو بلوایا اور خلعت دیا اور کوفہ کی امارت کا علم اسکو سونپا اور پانچہزار فوج
دیکر کہا تیرے واسطے طائف کی ولایت سے عراق کی ولایت بہتر ہے فوج لیکر کوفہ میں جاؤ اور انصاف
کرو اور بدوں پر تشدد رکھو عبد اللہ مطیع نے کہا اے امیر کوفہ عراق کی ناک ہے اور عرب کے بہادر ابراہیم اور
اشتر اور مختار اور عبد اللہ وغیرہ بہت سے آجکل کوفہ میں ہیں اور میں اُن کے مذہب سے آگاہ ہوں
اور انکے دلوں کے مدعا سے واقف ہوں اور عرب کے چالیس قبیلے کوفہ میں ہیں اور مجھکو پانچہزار مرد کافی نہیں
ہیں پسر زبیر خفا ہوا اور برا بھلا کہنے لگا کہ تیری ماں تیری ماتم میں بیٹھے میں تجھکو وہاں کی لوگونکی سرداری کے
لئے بھیجتا ہوں نہ لڑائی کیلئے کوفہ کے سب لوگ میری ہواخواہ ہیں سوائے چند شیعیان علی ابن ابیطالب کے جب
کوفہ میں جائے قاتلان امام حسینؑ کو نوازنا اور سب کو خلعت و زر سے سرافراز کرنا تاکہ سب تیرے یار و دوست رہیں

اور تجکو قوت دیں پس عبداللہ مطیع سپاہ کو لیکر کوفہ کی طرف متوجہ ہوا جب کوفہ سے دو فرسنگ کا بُعد رہا تو
مقام کیا اور ایک قاصد کوفہ کے لوگوں کے پاس بھیجا کہ شہر کو آراستہ کرو تاکہ میں شہر میں آؤں کوفہ کے لوگوں
نے کہا کہ جا اور اپنے امیر سے کہہ کہ ہم شہر تیرے واسطے اور کسی غیر کیواسطے آراستہ نہیں کرینگے کیونکہ فرزند رسول خدا
کیلئے ہمارے دل سوختہ ہیں جب ایلچی نے یہ بات سنی لوٹ گیا اور جو کچھ سُنا تھا بیان کیا عبداللہ لشکر اور سپاہ کو لیکر
کوفہ میں داخل ہوا اور دارالخلافہ میں آ بیٹھا اُسیوقت ایک آدمی کو بھیجکر عمر سعد کو پوشیدہ بلوایا کیونکہ عبداللہ
زبیر نے اُسکو زبانی بھی پیغام دیا تھا اور لکھکر بھی بھیجا تھا کہ عبداللہ مطیع کا قوت بازو بنکر رہو جب عمر سعد نے
عبداللہ بن زبیر کے خط کو پڑھا کہا میں فرمانبردار ہوں تیری مدد کرونگا لیکن ایک نصیحت رکھتا ہوں اگر تو سُنے
کہوں کہا کہہ جو کچھ تو کہے گا میں فرمانبردار ہوں اور مجکو قبول ہے کہا تو اس شہر میں قائم نہیں رہنے کا جبتک
شیعوں کو خوار اور ذلیل نہیں رکھیگا پہلے جس مردود نے کہ شیعوں کو رافضی کہا عمر ابن سعد تھا عبداللہ
ابن مطیع نے کہا کہ میں کس کو اپنا خلیفہ کروں کہا انس بن مغارب کو کہ مرد بہادر ہے اور قاتلان امام حسینؑ
سے ہے عبداللہ مطیع نے انس کو بلایا اور خلعت دیکر اسکو اپنا خلیفہ کیا اور کہا کہ یہ عتاب نامہ ابن زبیر
کا کوفہ کے لوگوں کو پڑھکر سُنانا چاہیئے بتا تو کونسی جگہ قرار دیتا ہے انس نے کہا کہ کوفہ کے بزرگوں کو
جمعہ و جماعت کی مسجد میں بلاکر امیر کا نامہ منبر پر پڑھکر سُنائیں لیکن ہم کو مختار سے خوف کرنا چاہیئے
اور اس سے بیخوف نہونا چاہیئے عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں مختارؓ سے بیخوف ہوں کیونکہ مکہ میں میں
نے اُسکو مارے جانے سے بچایا اور آتے وقت ایک اونٹ اور سو دینار اسے دیئے اور جب عبداللہ
مطیع کوفہ میں داخل ہوا مختارؓ ایک گاؤں میں چلا گیا تھا کہ مبادا عبداللہ بن مطیع کے استقبال کو
جانا پڑے اسی روز عبداللہ ابن مطیع مسجد میں آیا اور شیعہ وہاں پر مع نوکروں اور دوستوں کے
جمع ہوکر آئے عبداللہ بن مطیع کے داہنی طرف بیٹھ گئے عبداللہ بن مطیع اُٹھا اور منبر پر گیا خطبہ پڑھا
اور وقت ختم خطبہ کے کہا اے اہل کوفہ تم جانو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مجکو عبداللہ پسر زبیر نے اس ولایت میں بھیجا
ہے اور حکم دیا ہے کہ میں تم سے نیکی کروں اور چھوٹے بڑوں سے برعایت پیش آؤں تم اطمینان رکھو
یہ مقام آرام کی جگہ ہے مگر نا شب ابن اشعری کھڑا ہوا اور عبداللہ بن مطیع کی طرف منہ کرکے کہا ہم تیرے

فرمانبردار امیر کے تابع ہیں لیکن یہ جو کچھ کہ تو نے کہا کہ تمہارے نیکوں سے نیکی کرونگا بجا ہے کیونکہ
قُلْ کُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ یعنی ہر ایک شخص سے وہ سلوک کرنا چاہیئے جسکے وہ لائق ہے
دوسرے کسی پر ظلم و ستم نکرنا چاہیئے کس واسطے کوفہ عراق کا سرتاج ہے جبکہ کوفہ میں امن و چین ہیگا تو تمام
عراق بھی شور و شغب سے پاک اور صاف رہیگا یہ کہکر بیٹھ گیا بعد اذاں انس کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر شور و
غل تو مچاؤ نہیں اور کسی کے ساتھ کوفہ کے لوگوں میں سے برائی نکر اور نہ حکم خدا سے تجاوز کر مومنوں کے ساتھ
نیکی کر اور بدکار وں کو تہ تیغ کرتا کہ کوفہ تیرا ہوجائے اسکے بعد عمر سعد کھڑا ہوا اور کہا ہم عبداللہ بن زبیر کے
فرمانبردار ہیں جب عبداللہ مطیع نے ایسا دیکھا پھر بات نکی اور یہ جان لیا کہ اگر میں کچھ اور کہونگا تو یہاں
کے لوگ دو گروہ ہوجائینگے اور فتنہ برپا ہوجائیگا منبر سے نیچے اترا اور دار الامارہ کو چلا گیا مختار اُسوقت
تک اُسی گاؤں میں تھا تمام شیعہ ثابت بن مالک کے گھر کوفہ میں جمع ہوئے اور مختار کو تمام نامہ لکھا جو کچھ گذرا
تھا اس سے آگاہ کیا مختار رض اس خط کو پڑھکر شہر میں آیا انس بن معارب نے عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ اے
امیر مختار سے ڈرنا چاہیئے سیر مطیع نے کہا مجکو مختار رض سے کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ مجھ میں اور اسمیں قدیمی دوستی ہے انس
نے کہا کہ سب سے زیادہ تو تیرا دشمن وہی ہے اور اس ملعون نے بار بار اتنا کچھ کہا کہ عبداللہ بن مطیع کے دل میں
مختار رض کی طرف سے خدشہ پیدا ہوگیا انس سے کہا کہ اسکے لئے کیا کرنا چاہیئے اسنے کہا کہ اسکو گرفتار کرکے
قید کرنا چاہیئے سیر مطیع نے کہا اے انس جبکہ اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا میں اسکو کس حیلہ بہانہ سے
گرفتار کرکے قید کرلوں انس نے کہا کہ میں تم کو ایک تدبیر بتلاؤں تم کسی آدمی کو مختار رض کے پاس بھیجو اور اسکو
بلالو جب وہ آجائے اسکو گرفتار کرکے قید کرلو تاکہ اسکے شر سے بیخوف ہوجائیں اگر تم یہ کام نہیں
کرتے تو مجھکو بھی خلافت سے علیحدہ کردو اور یہ کام کسی اور کی سپرد کردو کیونکہ ایک ساعت کی ساعت
میں مختار فتنہ انگیزی کریگا پھر کسی طرح کا انتظام سوائے موت کے ممکن نہیں یہ سُنکر عبداللہ
نہایت اندیشناک ہوا پھر انس نے کہا کہ اے امیر تو نے دیکھا بھی کہ شیعہ مسجد مدینہ میں کیا
کہتے تھے خدا کی قسم اگر ایک بات بھی تجھ سے اپنے مخالف سنتے تو اُسیوقت فتنہ برپا کرتے
اگر تو کوفہ کی محافظت چاہتا ہے تو شیعوں کو تنگ کر بلکہ قتل کر اور قاتلان حسین علیہ السلام سے

دوستی رکھتا تاکہ ہم اور تو ایک ہو جائیں اور انتظام تیرا پورا پورا ہو جائے اگر میری بات سنتا ہے تو کسیکو بھیج اور مختار رض کو بلالے پہلے اس سے کہ تیرے کام میں خلل آئے اسکو جیلخانہ میں بھیجدے عبداللہ بن مطیع نے زائدہ بن قدامہ کو بلایا اور کہا کہ مختار رض کے پاس جا اور میرا سلام اسکو پہنچا اور یہ کہہ کہ بسر مطیع کہتا ہے کہ ایک ساعت کے لئے قدم رنجہ کیجئے کہ مجکو تم سے مشورہ کرنا ہے جبتک تم نہ آؤگے یہ کام ملتوی رہیگا اور حسین بن عبداللہ کو بھی اسکے ساتھ کیا اور مختار رض کے گھر بھیجا جب وہ مختار رض کے گھر پہنچے تو پیغام دیا لیکن زائدہ قدامہ نہیں چاہتا تھا کہ مختار رض اس جگہ جائے ایک قرآن شریف دیکھا کہ آگے مختار رض کے رکھا ہوا ہے اس قرآن شریف کو اپنے ہاتھوں میں لیکر کہنے لگا سبحان اللہ کیا خوشخط ہے اللہ تعالے کی اس شخص پر رحمت ہو کہ جس نے اسکو لکھا ہے پھر ایک جگہ سے کھولکر یہ آیت پڑھی واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ تیرے واسطے مکر کیا ہے کہ تجھکو ایک جگہ میں قید رکھیں یا ماریں یا شہر بدر کردیں زائدہ کہتا ہے کہ جب میں نے اس آیت کو پڑھا مختار رض نے معلوم کرلیا کہ اسکے ساتھ سلوک بد کیا جائیگا پس مختار رض نے کہا کہ بھائیو تم امیر سے واپس جاکر کہدو کہ مختار کو بخار آتا ہے اور تکلیف حد سے زیادہ ہے کل انشاء اللہ آئیگا جب وہ مختار رض کے گھر سے باہر آئے تو زائدہ نے حسین سے کہا کہ بھی مختار سچ کہتا تھا کہ مجکو بخار آتا ہے کیونکہ اسکا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور تمام جسم میں رعشہ ہے حسین نے کہا کہ اے زائدہ کسلوسطے جھوٹ بولتا ہے کیا میں نہیں جانتا کہ وہ آیت تو نے قرآن شریف کی کس لئے پڑھی تھی زائدہ نے کہا یہ بات نہیں جو تو کہتا ہے اسکو پھر اور اور باتوں میں لگا لیا حتی کہ عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچے اور جو کچھ مختار رض سے سنا تھا وہ جا کہا اس ملعون نے کہا کہ شاید ایسا ہو یہاں تک کہ شیعہ مختار رض کے پاس جمع ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ یہ خروج کا کام تاوقتیکہ ابراہیم بن مالک اشتر نخعی رض تیری بیعت نکرلے اور ہمارا دلی دوست نہ بن جائے سر انجام نہوگا اگر اس نے اس امر کو قبول کرلیا تو پھر ہم کو کسی طرح کا وسواس نرہیگا مختار رض نے ہنسکر کہا ابراہیم میری بیعت نکریگا کسلوسطے کہ وہ ایک مرد بلند ہمت ہے اور جبکہ تم اسکو اس کام کی رہبری کروگے تو وہ پہلے یہ شرط قرار دیگا کہ تم اپنا امیر بناؤ اور وہ سکے کرو

یہ کہے گا جبکہ امام کی اجازت نہیں تو میں اس کام کو کیونکر اختیار کروں ابراہیم ایک مرد بزرگ
پروردہ جناب امیر ہیں وہ ہرگز قبول نکریگا کہ میری بیعت اختیار کرے زید بن اسدی نے کہا کہ واقعی تو بھی
اسی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا لیکن ابراہیم ایک مرد پرہیزگار زاہد اور حریص انتقام خون حسینؑ شہید کربلا ہے
اور مجھکو یقین ہے کہ اگر اسکو بلاؤگے تو وہ منظور کریگا مختار رضہ نے کہا تو اچھا تو ہی جا زید پسر انس اسدی
اُٹھا اور ابراہیمؒ کے پاس گیا اور کہا اے میرے بھائی تمام شیعے جمع ہو رہے ہیں اور یہ تدبیر درپیش ہے
کہ عبداللہ پسر مطیع پر چڑھائی کرکے اسکا کام تمام کریں پھر پسر زیاد سے معرکہ آرا ہوں ابراہیمؒ نے کہا
مجھکو عبداللہ پسر مطیع سے کیا کام ہے زید پسر انس نے کہا زبیر کا پوت امامت کا دعوی کرتا ہے وہ
امام ہے یا نہیں ابراہیمؒ نے کہا وہ اہلبیت پیغمبر کا دشمن ہے اسکو امامت سے کیا علاقہ پسر انس نے کہا تو
آپ بھی اسکو قبول کیجئے اور عبداللہ بن مطیع کی لڑائی میں شریک ہو جئے ابراہیمؒ نے کہا مجھکو بھی اس شرط
پر منظور ہے کہ تم مجھکو اپنا سردار مان لو زید انس نے کہا بیشک تم اس رتبہ کے لائق تر ہو لیکن تمام اہل کوفہ مختار کی
بیعت کر چکے ابراہیمؒ نے کہا کہ کیا محمد حنفیہ رضہ نے اجازت دیدی پسر انس نے کہا یہ کام بموجب حکم محمد حنفیہ رضہ
کے تجویز ہوا ہے ابراہیمؒ نے کہا جبکہ محمد حنفیہ رضہ کی یہ تجویز ہے تو میں بھی جان و مال سے حاضر ہوں پھر مجھکو
کیا عذر ہے زید بن انس مختار کے پاس آیا اور محمد حنفیہ رضہ کا خط لیکر ابراہیمؒ کے پاس گیا اور تین شخص نیز گواہان
شیعہ سے اپنے ساتھ لیتا گیا تاکہ شہادت ادا کریں کہ یہ خط محمد حنفیہ رضہ کا ہے ابراہیمؒ نے جب خط کو پڑھا ادہر
پڑھا اور گواہوں نے گواہی دی تو ابراہیمؒ نے کہا کہ تم جاؤ میں کل مختار رضہ کے پاس آؤنگا اور اسکی بیعت
بھی کرلونگا زید مختار کے پاس خوش و خرم آیا اور مژدہ بیعت ابراہیمؒ مختارؒ کو سنایا مختارؒ بہت
خوش ہوا اور خدا کا شکریہ ادا کیا ابراہیمؒ دوسرے روز مختار رضہ کے پاس آیا مختارؒ نے جو ابراہیمؒ کے
آنیکی خبر پائی تو برہنہ پا استقبال کیلئے دروازہ تک گیا اور بغلگیر ہوا دونو آکر ایک مصلے پر بیٹھ گئے :
اول مزاج پرسی ہوئی پھر مختارؒ نے کہا کہ اے سید خدا کی قسم اس امت نے فرزند رسول خدا سے بدی کی اور
انکو مع انکے عزیز و اقربا اور انصار کے قتل کیا اور اسکے اہلبیت کو قید کیا اب جابجا منبروں پر برا بھلا کہتے
پھرتے ہیں خداتعالیٰ ان ملعونوں کو عذاب الیم میں معذب کرے کہ یہ بدی سے باز نہیں آتے اب یہ فرمایئے کہ

آپ کی اسباب میں کیا رائے ہے ابراہیم نے کہا کہ آپ اپنے ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپکی بیعت کروں
جیسے کہ اور برادران مومنین نے کرلی ہے اسوقت یہ میرا قصد ہے کہ انشاءاللہ شام و عراق کو تہ و بالا
کر دکھلاؤنگا اور قاتلان حضرت امام حسینؑ کا بھیجا نکال ڈالونگا یہ کہکر مختارؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں
لیا اور بیعت کی تمام مومنین خرّم و شاد ہوئے کہ اب اسلام قوی ہوا لوگ اپنے اپنے گھروں سے مختارؓ
کے پاس جاتے تھے اور بیعت کرلیتے تھے یہانتک کہ اٹھارہ ہزار مردنے بیعت اختیار کی پھر چڑہائی کا
مشورہ ہوا اور شب پنجشنبہ قرار پائی مختار نے حکم دیا کہ اے برادرایمانی سب صاحب پنجشنبہ کی شب کو
ہتھیار پہن لو اور اپنے اپنے کوٹھوں پر عشا کی نماز کے بعد آگ روشن کردو جب یہ صورت دیکھو
تو سمجھ لینا کہ یہ تمہارے خروج کی علامت ہے سب سے پہلے میں آگ روشن کروں گا جب تم میری یہاں کی
آگ روشن پاؤ تو جان لینا کہ میں نے خروج کیا تم بھی اپنے گھروں سے نکل آنا اور اگر سوائے شب
پنجشنبہ کے آگ کو روشن پاؤ تو ہرگز ہرگز اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور نہ آگ جلانا سب نے کہا ہم آپکے
فرمانبردار ہیں انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا پھر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور تہیہ سامان جنگ میں مصروف
ہوئے کسی نے انس بن مضارب کو خروج مختارؓ سے اطلاع دی کہ کیا بیخوف و خطر بیٹھا ہے اٹھارہ ہزار آدمیوں
نے مختار کی بیعت کرلی ابراہیم بن مالک اشترؒ کو اپنے ساتھ ملالیا اور یہ تجویز قرار پاگئی کہ شب پنجشنبہ کو خروج
کرینگے انس نے جب یہ بات سُنی بہت پریشان حال ہوا اور اسیوقت عبداللہ پسر مطیع کے پاس گیا
اور جو کچھ سُنا تھا اس سے مطلع کیا عبداللہ بھی ڈر گیا اور کہا میں اس جگہ مسافر ہوں میں یہاں پر
ہرگز ہرگز آنا نہیں چاہتا تھا تاوقتیکہ پورا پورا انتظام نکرلیتا۔ انس نے کہا کہ کسی آدمی کو بھیجکر قاتلان
حسین علیہ السلام کو بُلا کر شیعوں کے محلوں پر تعینات کردے تاکہ راستوں کو بند کردیں اور کوئی
شخص مختارؓ کی مدد کو نہ جاسکے اور سب صلاح و مشورہ رکھا رہجائے اور جب شب پنجشنبہ گذری سب کو بلا کر
طرح طرح کی عذاب سے قتل کر پسر مطیع نے کسیکو بھیجکر قاتلان حسینؑ کو طلب کیا کعب ابن اُبی کو اپنے سامنے بلایا
اور کہا تو اپنے عزیز و اقربا کے ساتھ اپنے محلہ کی حفاظت کر اور جو شخص شیعیان ابوترابؑ سے دکھائی دے
جائے اسکو قتل کرڈال اور زحر بن قیس کو حکم دیا کہ تو اپنے گروہ کو میدان کے لئے ثابت

قدم رکھو اور اپنے محلّہ کی نگہبانی کرو غرضیکہ ہر ایک محلّہ ہر ایک شخص کے سپرد کیا اور چاروں طرف کی راہیں
بند کر دیں انس ابن مضارب نے کہا کہ اب ہر ایک طرح کے خدشے اور اندیشے سے بےفکر رہو آج کے دن
اور آج کی رات اپنی محافظت کرکے کل مختارؒ اور اُسکے یاروں کو قتل کرو عبداللہ ابن مطیع نے کہا کہ اے
انس تجکو بھیجا اپنی سپاہ ہمراہ لیکر تمام شب شہر میں پھرنا چاہیے اور جو شخص کہ شیعوں میں سے نظر آئے
اسکو قتل کر ڈال انس مع دو سو سوار پنچاہ نفر پیادے کے شہر میں پھرتا تھا وہ شب نہایت تاریک
تھی ہزار نفر مشعلچی مشعلیں روشن کئے ہوئے اسکے آگے جاتے تھے اتفاقاً اس شب ابراہیمؒ مختارؒ
کے پاس جاتا تھا تاکہ خروج کے باب میں باہم مشورہ کریں اُسوقت ابراہیمؒ کے ساتھ اُسکے عزیز و قریب
ایک سو سوار مسلح موجود تھے اور مختارؒ کے گھر کی طرف چلے جاتے تھے ابراہیمؒ نے اپنے سواروں کو حکم دیا
کہ کوئی اپنے ساتھ نیزہ نہ لے چلے تاکہ ہماری طرف کسی کو جنگ کا گمان نہو کچھ راستہ چلے تھے کہ
کہ ابراہیمؒ کا ایک دوست ملا اور کہا اے سید کہاں جاتے ہو عبداللہ مطیع نے ہر چہار سمت راستوں
پر راہ دار مقرر کر رکھے ہیں ابراہیمؒ نے کہا مجکو اس واقعہ کی خبر مل چکی ہے پھر کہا کہ انس بن مضارب کوفہ
کے بازار میں پھرتا ہے اس راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ سے جاؤ مبادا تجکو دیکھکر پکڑ لے ابراہیم نے کہا
کہ اگر انس بن مضارب کے پاس پانچ ہزار آدمی بھی موجود ہیں تو وہ میرا کچھ نہیں کر سکتا اور گرفتار کرنا تو
امر دیگر ہے پس بازار کی طرف چلا جب بازار میں پہنچا تو انس نے اُنکو دیکھا گھوڑا دوڑا کر ان کے سامنے
آیا اور پوچھا تم کون ہو تم جانتے نہیں کہ یہ سپاہ عبداللہ پسر مطیع کی ہے ابراہیمؒ نے بھی اپنا گھوڑا
تیز قدم ہانکا اور انس کے روبرو گیا اور کہا کہ میں ہوں ابراہیم بن مالک اشترؒ انس نے جسوقت ابراہیم کا
نام سُنا اسی وقت چہرہ کا رنگ فق ہو گیا انس نے کہا کہ اے ابراہیمؒ یہ تو بتلا کہ تو آج کی شب کہاں
جاتا ہے ابراہیمؒ ہنسا اور جواب دیا کہ اے ملعون میں جانتا ہوں کہ جس جگہ مجکو جانا چاہیے اور میں وہیں
جاؤنگا انس نے کہا کہ عبداللہ پسر مطیع نے حکم دیا ہے کہ کوئی آدمی گھر سے باہر نہ نکلے ابراہیمؒ نے کہا مجکو اس
وقت اطلاع ہو گئی ہے آیندہ نہ نکلونگا انس نے کہا کہ میں تجھکو گرفتار کرکے امیر کے پاس لیجاؤنگا جو
اُسکے دل میں آئیگا وہ تجھ سے سلوک کریگا ابراہیمؒ نے کہا اے انس کیوں تیری شامت آئی ہے جس کام کو کہ

قدم رکھو اور اپنے محلہ کی نگہبانی کرو غرضیکہ ہر ایک محلہ ہر ایک شخص کے سپرد کیا اور چاروں طرف کی راہ بند کردیں انس ابن مغارب نے کہا کہ اب ہر ایک طرح کے خدشے اور اندیشے سے بیفکر رہو آج کے دن اور آج کی رات اپنی محافظت کرکے کل مختارؓ اور اسکے یاروں کو قتل کرو عبداللہ ابن مطیع نے کہا کہ اے انس تجکو بھی اپنی سپاہ ہمراہ لیکر تمام شب شہر میں پھرنا چاہیئے اور جو شخص کہ شیعوں میں سے نظر آئے اسیکو قتل کر ڈال انس مع دو سو سوار پچاس نفر پیادے کے شہر میں پھرتا تھا وہ شب نہایت تاریک تھی ہزار نفر مشعلچی مشعلیں روشن کئے ہوئے اسکے آگے جاتے تھے اتفاقاً اس شب ابراہیمؓ مختارؓ کے پاس جاتا تھا تاکہ خروج کے باب میں باہم مشورہ کریں اسوقت ابراہیمؒ کے ساتھ اسکے عزیز و قریب ایک سو سوار مسلح موجود تھے اور مختارؓ کے گھر کی طرف چلے جاتے تھے ابراہیمؒ نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ کوئی اپنے ساتھ نیزہ نہ لے چلے تاکہ ہماری طرف کسی کو جنگ کا گمان نہو کچھ راستہ چلے تھے کہ ابراہیمؒ کا ایک دوست ملا اور کہا اے سید کہاں جاتے ہو عبداللہ مطیع نے ہر چہار سمت راستوں پر راہ دار مقرر کر رکھے ہیں ابراہیمؒ نے کہا مجکو اس واقعہ کی خبر مل چکی ہے پھر کہا کہ انس بن مغارب کوفہ کے بازار میں پھرتا ہے اس راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ سے جاؤ مبادا تجکو دیکھکر پکڑ لے ابراہیمؒ نے کہا کہ اگر انس بن مغارب کے پاس پانچہزار آدمی بھی موجود ہیں تو وہ میرا کچھ نہیں کرسکتا اور گرفتار کرنا تو امر دیگر ہے پس بازار کی طرف چلا جب بازار میں پہنچا تو انس نے انکو دیکھا گھوڑا دوڑا کر ان کے سامنے آیا اور پوچھا تم کون ہو تم جانتے نہیں کہ یہ سپاہ عبداللہ پسر مطیع کی ہے ابراہیمؒ نے بھی اپنا گھوڑا تیز قدم ہانکا اور انس کے روبرو گیا اور کہا کہ میں ہوں ابراہیم بن مالک اشترؓ انس نے جسوقت ابراہیم کا نام سنا اسی وقت چہرہ کا رنگ فق ہوگیا انس نے کہا کہ اے ابراہیمؒ یہ تو بتلا کہ تو آج کی شب کہاں جاتا ہے ابراہیمؒ ہنسا اور جواب دیا کہ اے ملعون میں جاتا ہوں کہ جس جگہ مجکو جانا چاہیئے اور میں وہیں جاؤنگا انس نے کہا کہ عبداللہ پسر مطیع نے حکم دیا ہے کہ کوئی آدمی گھر سے باہر نہ نکلے ابراہیمؒ نے کہا مجکو اس وقت اطلاع ہوگئی ہے آیندہ نہ نکلونگا انس نے کہا کہ میں تجھکو گرفتار کرکے امیر کے پاس لیجاؤنگا جو اسکے دل میں آئیگا وہ تجھ سے سلوک کریگا ابراہیمؒ نے کہا اے انس کیوں تیری شامت آئی ہے جس کام کو کہ

مورخین محققین نے لکھا ہے کہ جب ابراہیمؓ نے انس بن مغارب کو قتل کر ڈالا اور مختار کے پاس پہنچ لیا تو
یہ خبر عبداللہ بن مطیع کو بھی پہنچی غمگین ہوا انس کے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ اے پسر انس ابراہیم اشتر نے تیرے باپ کو
مار ڈالا کوئی ساعت جاتی ہے کہ نقارہ خروج کا بجتا ہے راشد پسر انس نے جب اپنے باپ کے مارے جانے کی
خبر سنی تو بلبیاختہ ہائے دوہائیاں دینے لگا عبداللہ بن مطیع نے اس بات پر اسکو بہت جھڑکا اور کہا کہ رونے
سے کیا فائدہ جلد جا میں نے تجھکو تیرے باپ کا عہدہ دیا انس کے خون کا مطالبہ کر تجھکو لازم نہیں کہ جبتک
ابراہیم کا سر اتار کر میرے پاس نہ لے آئے گھوڑے سے نیچے اترے راشد مذکور لڑائی کے ڈھنگ سے
خوب واقف تھا دو سو سوار اور پیادے لیکر کوفہ کے بازار میں آ کھڑا ہوا مختار نے بھی اسی موقع پر اپنا
علم گاڑ رکھا تھا اس سبب سے کہ ہر چہار طرف گلی کوچوں کے راستے بند تھے اور اس شب کے خروج کا علم
کسی کو نہ تھا ہر چند آگ روشن کی گئی اور نقارے بجائے گئے لیکن سب نے یہی جانا کہ یہ دشمن کا مکر
ہے مختارؓ متحیر کھڑا تھا اسکے پاس سپاہ بھی نہ تھی صرف سولہ غلام اور اڑتیس دوست اور سو سوار
ابراہیمؓ کے ساتھ تھے مختارؓ نے ابراہیمؓ سے کہا کہ دیکھا بھائی ہمارے یاروں نے کیا کیا ابراہیمؓ نے کہا کہ اس
میں انکی کچھ خطا نہیں کیونکہ ہمارے خروج کرنیکا کل کا دن ہی دوسرے دشمنوں نے چاروں طرف ناکہ بندی کر
رکھی ہے نقارہ کی آواز کو بھی دشمن کا مکر جانتے ہیں تو یہیں کھڑا رہ میں جاتا ہوں اور مومنین کے لانے میں
کوشش کرتا ہوں مختارؓ نے کہا بہت اچھا پس ابراہیم وہاں سے مع اپنے یاروں کے چلا اور شامیوں کی
مسجد کو جا لیا وہاں پر ایک بہت بڑا محلہ تھا جس میں چار سو شیعہ رہتے تھے جب ابراہیمؓ اس جگہ پہنچا
تو عبداللہ ابن مطیع کے تین سو آدمیوں نے آ گھیرا اور سوال کیا کہ تم کون لوگ ہو ابراہیمؓ نے
کہا کہ میرا نام ابراہیم بن مالک اشترؓ ہے ابراہیمؓ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ میں تیرا اور
تیرے امام کا دشمن ہوں۔ اور میرا نام عمر بن حجاز زبیدی ہے اور یہ ملعون سرداران کوفہ سے تھا اور معرکہ
کربلا میں بھی طرفدار یزید تھا ابراہیمؓ نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ میں تیرا سر چاہتا ہوں
ابراہیمؓ یہ سنتے ہی غضبناک ہوکر عمر پر حملہ آور ہوا عمر اپنے گھوڑے کی باگ پھیر کر باہر نکلا ابراہیم
نے مع اپنے ہمراہیوں کے اس کا پیچھا کیا چالیس آدمیوں کو مار ڈالا پھر ابراہیمؓ اس کوچہ میں آیا

اوراس محلہ کے لوگوں کو مختار رض کے خروج کی اطلاع کی اوران کو سوار کرکے مختار کی طرف روانہ کیا پھر
آپ وہاں سے محلہ بنی کندہ تک گیا اس جگہ پر ہر ایک شخص کو کھڑا ہوا پایا ابراہیم رح نے اس سے پوچھا تو
یہ بھی جانتا ہے کہ یہ محلہ کس کی نگرانی میں ہے اور کس نے کوچہ ہائے نافذہ کو بند کر رکھا ہے اسنے کہا کہ
زجر بن قیس اس محلہ پر تعینات ہے تاکہ کوئی شخص مختار رض کی مدد کو نہ جاسکے۔ ابراہیم رح نے کہا کہ اس
مردود پر خدا کی لعنت ہو جو جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ساتھ تھا اور اب اسکے دشمنوں کا یار
غار ہوا۔ انشاءاللہ تعالٰے میں اسکو سزا دونگا آگے بڑھکر ایک مرد کو پکڑا اس سے پوچھا کہ تو کس کے
دوستوں میں ہے اس نے کہا میں سنان بن انس کا محب ہوں ابراہیم رح نے جب سنان ابن انس کا
نام سنا ہتھیار اسکے چھین لئے اور مختار رض کے پاس لیگیا مختار نے حکم دیا اسکو جلد گردن مارو عبداللہ
بن مطیع نے جب جانا کہ مختار رح کے پاس تو لشکر اور سپاہ بہت ہے اور میری پاس کم ہے کیونکہ تمام سپاہ کو
کوچہ بندی پر تعینات کر چکا تھا لہذا شبث بن ربیع کو بھی ہزار سوار دیکر مختار کے پاس بھیجا اور
حکم دیا کہ دن نکلنے سے پہلے اس سے لڑے مگر شبث نے کہا کہ اے امیر اندھیری رات ہے لڑائی ممکن نہیں صبر کر
دن نکل آوے تو روشنی میں جنگ کی ٹھہراؤں عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ جو کچھ میں نے تجھکو حکم دیا ہے وہ کر غرض
شبث مع ایک ہزار سوار کے مختار رض کے گھر کی طرف روانہ ہوا عبداللہ بن مطیع حجاز بن حر کو اس سے
پہلے ایک جگہ روانہ کر چکا تھا چونکہ رات اندھیری تھی ان دونو لشکروں کا مقابلہ ہوگیا مختار رض کا لشکر
سمجھکر کٹ مرے جبتک آفتاب نکلا برابر لڑائی ہوا کی کیونکہ دونوں لشکروں کے پاس کوئی
شناخت کا نشان نہ تھا تین سو آدمی دونوں طرف سے مارا گیا آخر کار حجاز ان پر ظفریاب ہوکر
اپنی جگہ پر لوٹ گیا اوراس کا یہ خیال تھا کہ میں نے مختار رض کے آدمیوں کو مار کر شکست دی ہے
شبث بن ربیع بھاگ کر ابن مطیع کے پاس گیا کہا اے امیر میں نے نہ کہا تھا کہ شب کو لڑائی نہ کرنی
چاہئیے بس اب تو میں تیری حکم کی تعمیل کر چکا عبداللہ بہت رنجیدہ ہوا اور مختار رض سے ڈرا اور اپنی جگہ
سے ایک قدم نہ ہلتا تھا اور اگر ایک مکھی بھی اڑتی تھی تو کہتا تھا کہ وہ مختار رض آیا اور جب یہ خبر آئی تو
بہت خوش ہوا ابراہیم رح نے کہا اے بھائی مختار عبداللہ بن مطیع یہ جانتا ہے کہ ہمارے پاس

لشکر بہت ہے اسی سبب سے وہ ہمارے مقابلہ کو نہیں نکلتا لیکن مجھکو اندیشہ ہے کہ اگر اسکو معلوم ہو
جاوے کہ ہمارے پاس آدمی بہت کم ہیں وہ چڑھ آئے اور ہم کو ہلاک کر ڈالے پس سعی کرکے شبیثکو
اطلاع کرنی چاہیئے کہ وہ ہمارے پاس چلے آئیں مختار رضؔ نے کہا یہ تم نے صحیح فرمایا لیکن میرے ہوا خواہ
اور دوستان دلی شاکریہ کی گلی میں بہت ہیں کوئی آدمی وہاں جائے اور ان کو خبر کر آوے ابراہیم
نے کہا میں نے سنا ہے کہ کعب اس کوچہ کے گلی راستوں پر متعین ہے مختار رضؔ کے لشکر میں یہ
بات سنکر ایک مرد کھڑا ہوا جس کا نام بشیر تھا اس نے کہا اے امیر میں جاتا ہوں اور انکا پیغام انکو
پہنچاتا ہوں تاکہ وہ یہاں چلے آئیں مختار رضؔ نے کہا تجکو ڈر نہیں معلوم ہوتا مبادا تجکو پکڑ لیں اور قتل کر
ڈالیں بشیر نے کہا اے امیر میں ایک مرد مسافر ہوں مجکو کوئی نہیں پہچانتا اور اگر مارا بھی جاؤں
تو خدا کی راہ میں شہید ہونگا مختار رضؔ نے اسکو دعا دی اور کہا کہ جا خدا تیرا مددگار ہو جیو اسنے پرانے
کپڑے پہنے اور پرانی پگڑی سر پر باندھلی اور ایک عصا ہاتھ میں لیکر روانہ ہوا جب وہ کعب کے
لشکر کے پاس پہنچا لشکری اسکو پکڑ کر کعب کے پاس لیگئے کعب نے کہا کہ تجھکو کچھ مختار رضؔ کی بھی خبر ہے
اس نے کہا اے امیر کیا پوچھتا ہے جو کچھ اس نے آج کی شب مجکو تکلیف دی ہے کوئی کافر کے ساتھ
بھی وہ سلوک نہیں کر سکتا اور میں تو مسافر غریب الوطن ہوں میں سرائے میں ٹھہرا ہوا اتفاقاً فتنہ
مختار کی دوڑ آئی سب کو لوٹ لیا اور جو کچھ وہاں پایا اُٹھوا لیگیا چنانچہ میرا اسنے دھر لئے چیتھڑے
میرے بدن کے شاہد ہیں میں وہاں سے ننگے پاؤں ننگے سر بھاگ کر اس ہیئت سے یہاں تک آیا ہوں
مختار شہر کے لوٹنے میں مصروف ہے اور چاروں طرف سے خلقت اسکے پاس آ آکر فراہم ہو رہی ہے
پھر کعب نے پوچھا کہ مختار کے پاس کس قدر لوگ ہیں جا بجا غارتگری کر رہے ہیں اس نے کہا اے
امیر اوّل تو اہل کوفہ ہی اس سے ملے ہوئے ہیں کعب نے کہا خیر تو ایک مرد مسافر ہے تو یہ تو بتلا کون سے
محلہ میں جانا چاہتا ہے اسنے کہا میرا اسی محلہ میں ایک دوست رہتا ہے میں نے اس کو کچھ امانت
سونپ رکھی ہے اسکے پاس جاکر ٹھہرونگا جبتک یہ فتنہ رفع دفع نہو جائے پھر اپنے گھر چلا
جاؤنگا کعب نے کہا کہ تیرا خدا تجھکو اس کا اجر دیگا کہ جو مختار نے تیرے ساتھ سلوک کیا پس تو یہاں سے

وہ اس کوچہ میں گیا جہاں کا ارادہ کرکے آیا تھا دیکھا کہ بہت بڑا کوچہ ہے چودہ سو آدمی کے قریب اسمیں
بستا ہے وہ سب مختارؓ کی بیعت کر چکے تھے انکو آواز دی کہ یا معاشر الناس ایک آدمی کو میرے پاس بھیجو
تاکہ میں اس سے ایک بات کہوں ایک مرد ہتھیار سج کر اسکے پاس آیا بشیر نے تمام حال اس سے کہا اس
مرد نے اپنے یاروں کو جاکر اطلاع دی کہ مختارؓ نے خروج کیا ہے تم کیا بیٹھے ہو کہ یہ آواز طبل مختار ہی کی
آرہی ہے اور بالاخانوں پر بھی آگ اسی نے روشن کرا رکھی ہے ہم کو جلد اسکی مدد کو چلنا چاہیئے پس
دروازہ کھولا اور لشکر باہر نکلا اور کہا اے بھائیو ہم مختارؓ کے پاس جاتے ہیں یہ حرامزادہ کہ رستہ کے
سرے پر کھڑا ہے ہمارے محلہ میں آئیگا اور ہماری عیال و اطفال کو قید کر لے جائیگا آؤ پہلے اس سے
تو نبٹ لیں جب یہ ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے گا اسوقت ہم مختارؓ کے پاس چلیں گے
سب متفق ہو کر میدان میں نکل پڑے اور نعرہ یا آل ثارات الحسینؑ کا بلند کیا جب یہ نعرہ کعب نے سن
لیا کانپ اٹھا گمان کیا کہ یہ مختارؓ ہے معلوم ہوتا ہے کہ مختارؓ نے سب جگہ سے فراغت حاصل کرکے اب
ہمارا قصد کیا ہے سپاہ چھوڑ کر بھاگ نکلا جب ابا سا نے یہ دیکھا تو وہ بھی بھاگ نکلا رستہ صاف ہو گیا وہ چودہ
سو مرد مختار کی خدمت میں آئے اور توقف کا سبب عرض کیا مختارؓ نے کہا اے میرے دوستو تم معذور تھے
اللہ تعالیٰ تمہاری رنج کو ضائع نہ کریگا ان لوگوں کی آنے سے مختارؓ کا دل قوی ہو گیا مختارؓ نے ابراہیمؒ
سے کہا کہ اے بھائی ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ ہر ایک گلی کوچہ سے تمام دوست احباب دن نکلنے
سے پہلے فراہم ہو کر آجائیں ابراہیم نے کہا بھائی تم اسی جگہ ٹھیرے رہو جبتک کہ میں لوٹ کر
آتا ہوں جب ابراہیم کچھ راستہ طے کرکے آگے بڑھے تو سواروں اور پیادوں کے گروہ نے اسکا
آگا گھیر لیا ابراہیمؒ نے گھوڑے کو آگے بڑھا کر پوچھا کہ تم کون ہو اگر کوئی نشانی رکھتے ہو تو بتاؤ انہوں
نے کہا علامت ہماری یہ ہے کہ ہم یا آل ثارات الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ کے گروہ ہیں ابراہیمؒ نے
کہا تمہارا سردار کون ہے انہوں نے کہا عبداللہ پسر قراد خثعمی وہ آگے آیا ابراہیمؒ نے اسکو اپنی بغل
میں لیا عبداللہ نے کہا کہ اے سردار ہماری خروج کا وعدہ کل شب آئندہ تھا ابراہیمؒ نے اسکے
جواب میں تمام حقیقت کہہ سنائی اور کہا جلدی اپنی تئیں مختارؓ کے پاس پہنچاؤ اور خود اوروں کی بلانے کو

گیا تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ لوگ ایک شخص کو گرفتار کر کے ابراہیمؒ کے پاس لائے ابراہیمؒ نے پوچھا کہ
اے مرد تیرا کیا نام ہے اور تو کس گروہ کا آدمی ہے وہ مرد چپ تھا ابراہیمؒ نے پھر کہا کہ یہ شخص تو کیوں
نہیں بولتا اس مرد نے کہا کہ میاں چپ رہو دو گروہوں میں جنگ عظیم واقع ہو رہی ہے پھر ہر چند اس سے
پوچھا لیکن وہ نہ بولا ابراہیمؒ نے حکم دیا کہ اسکی مشکیں باندھکر مختار کی پاس لے جاؤ پھر ابراہیمؒ
آگے بڑھا دیکھا کہ ایک گروہ ہتھیاروں سے آراستہ پیراستہ ہی نقارے بجاتے مشعلیں جلاتے
ہوئے چلے آتے ہیں ابراہیم اُن کے سامنے گیا اور کہا تم کون لوگ ہو اور تمہارے پاس کیا نشان
ہے اُنہوں نے کہا کہ ہمارا نشان یا ال ثاراۃ الحسینؑ بن علیؑ ہے ابراہیمؒ بہت خوش ہوا اور کہا
کہ میرا نام ابراہیم بن مالک اشترؓ ہے پھر ابراہیمؒ نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے لوگوں نے کہا کہ
حارث بن عمرو ہی اور یہ حارث بزرگان کوفہ سے تھا وہ ابراہیمؒ کی آگے آیا تو ابراہیمؒ نے کہا کہ چند زخم
تازہ اسکی پیشانی پر لگے ہوئے ہیں اور اُن سے خون ٹپک رہا ہے ابراہیمؒ نے کہا اے جان برادر یہ
زخم کیسے ہیں اس نے کہا کہ اے سردار میں نے جب نقارے کی آواز ہمارے کان میں آئی اور آگ کو روشن
پایا ہم نے اپنے دل میں خیال کیا شاید یہ ہمارے دشمنوں نے مکر کیا ہے اسی اثنا میں شاکریہ کوچہ سے
ایک ضعیفہ آئی کہا کہ اے محبان حسینؑ کربلا شاکریہ سے ایک ہزار چار سو مرد مختار کی مدد کو گئے
ہم یہ سنتے ہی گھروں سے نکل پڑے تھوڑا سا رستہ چلے تھے رستہ میں دیکھا کہ ایک گروہ کھڑا ہی ہم نے ان سے
پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اُنہوں نے کہا کہ ہم شمر کے گروہ کے آدمی ہیں اور انکو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم
شیعے ہیں اور مختار کی مدد کو جاتی ہیں اُنہوں نے ہمارا آگا روک کر لڑنا شروع کیا جب لڑائی شروع ہو گئی
تو میں بھی لڑتا بھڑتا شمر تک پہنچا اور اسکے ایک ضرب کاری لگائی اسنے بھی مجھپر وار کیا یہ وہی زخم ہیں آخر کار
وہ بھاگ گئے ہم ظفریاب ہوئے ابراہیمؒ انکو مختار کی پاس بھیجکر آگے چلدیا تاکہ اور فوج فراہم کرے تھوڑا سا
رستہ چلا تھا کہ ناگاہ ایک شور و شغب کی آواز سُنی ابراہیمؒ آگے بڑھا اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا
کیا نشان ہے اُنہوں نے کہا ہم منصور یا ال ثاراۃ الحسینؑ بن علیؑ ہیں ابراہیمؒ نے پوچھا تمہارا سردار کون ہے
کہا کہ قاسم بن قیس سپاہیوں نے اسکو خبر کی کہ ابراہیم بن مالک اشتر آیا ہی قاسم حاضر ہو کر ابراہیم سے بغلگیر ہوا

تو لوگ اسکو گرفتار کرکے عبداللہ ابن زیاد کے پاس لیگئے اس ملعون شقی ازلی نے انکو شہید کیا پھر ابراہیمؒ اور قاسمؒ دونو مختار کے پاس گئے جب رات دو حصے گذر گئی اسوقت عبداللہ بن مطیع نے سپاہ مختارؓ سے لڑنیکو بھیجی کیونکہ اسکو خوف تھا کہ اگر دن نکل آئیگا تو لوگ مختار کے پاس جمع ہو جائینگے اور چاہیر ظفریاب ہوں گے اور مختارؓ بھی عبداللہ بن مطیع سے اندیشناک تھا عبداللہ بن مطیع نے اپنے چچا ہارون کے بیٹے کو ایکہزار سوار دیکر مختار سے لڑنے کو بھیجا اور حکم دیا کہ ابراہیم کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ یہ عبداللہ پسر ہارون عرب کے جنگجویوں میں تھا جب مختارؓ کے پاس پہنچا دفعتہً جوش و خروش میں آیا اور ایک نعرہ مارا جب مختارؓ کے کان میں آواز پہنچی تو کہا یہ ہمارے دشمنوں کی ہانک پکار ہے مجھکو خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے انکو رسوا کریگا اور اس روز کوفہ کی مسجد میں اٹھارہ جگہ نقارے بج رہے تھے اور ہر جگہ پر امام حسینؑ کے قاتل کھڑے ہوئے تھے اور تمام راستے روک رکھے تھے اور مختارؓ کے دوستوں کو رستہ نہیں ملتا تھا کہ گھروں سے نکل کر آئیں پس پسر ہارون نے کہ گروہ پسر مطیع سے تھا مختارؓ سے لڑائی شروع کردی مختارؓ نے ابراہیمؒ سے کہا کہ اے امیر رات بہت تاریک ہے مصلحت وقت یہ ہے کہ ہم اور تم باہم ایک جگہ رہیں اور پراگندہ نہوں ابھی یہ بات ختم نہوئی تھی کہ پس پشت سے نقارہ کی آواز آئی مختار اسکی طرف گیا تاکہ معلوم کرے کہ یہ کونسا گروہ ہے ناگاہ ایک آواز سنی کہ یا آل ثارات الحسین ابن علی صلواۃ اللہ علیہما یہ سنکر مختارؓ نے آواز دی کہ تم کس قبیلہ کے لوگ ہو اور میں مختار بن ابی عبیدہؓ ہوں انہوں نے جواب دیا کہ ہم گروہ ورقا بن عازب سے ہیں مختارؓ پھر گیا اور اپنے دوستوں کو خوشخبری دی سب نے دفعتہً تکبیر کہی اور عبداللہ بن مطیع پر چڑھ گئے اسکے محل کی بنیاد اکھاڑ ڈالی اور اسیر غالب آئے وہ بھاگ نکلا اسکے بہت سے ہتھیار مختارؓ کے ہاتھ لگے بیس آدمی ان میں سے مارے گئے عبداللہ بن مطیع کی لشکر سے بہت کچھ کام آئے مختار کے لشکریوں نے مخالف کے ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا جبتک کہ آفتاب طلوع ہو وہیں ٹھہرے رہے قاسم جو حضرت امام حسینؑ کی قاصد کا بیٹا تھا شہید ہوا اسکی نعش کو اپنے گھر لے گئے قاسمؒ نے وصیت کی تھی کہ جب میں شہید ہوجاؤں تو مجھکو کربلا میں

لے جانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مختار نے ایک آدمی کو بہ تبدیل لباس مسجد میں روانہ کیا تاکہ وہ مسجد میں
جاکر دیکھے کہ عبداللہ بن مطیع پہلے روز دوسری رکعت میں کونسی سورت پڑھتا ہے عبداللہ بن مطیع
مسجد میں آیا اس نے نماز اسطرح پڑھی کہ پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ عبس وتولّٰی اور دوسری رکعت
میں اذازلزلت الارض پڑھا مختار نے جب یہ خبر پائی فوراً کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسیوقت ان میں زلزلہ
پیدا ہوگا یہ کہکر مختار نے نماز پڑھی پہلی رکعت میں بعد سورۂ الحمد سورہ والنازعات اور دوسری
رکعت میں اذاجاء نصر اللہ پڑھا اور اسنے یہ بھی کہا کہ صرف پچیس آدمیوں نے عبداللہ بن مطیع کیساتھ
نماز پڑھی ہے اور یہ سب کے سب زرہ اور جوشن پہنے ہوئے تھے باقی لشکر مسجد کے دروازہ پر کھڑا
ہو یہ کہتا تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوں تو مختار سے لڑائی شروع کریں عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ سپاہیوں کو
محلّوں سے طلب کرنا چاہیئے راشد بن انس نے کہا اے امیر پہلے میری بات سن لیجئے وہ یہ ہے کہ جو
لوگ محلّوں کی کوچہ بندی پر متعلق ہیں انکو نہ بلاؤ کیونکہ جب یہ آجائینگے تو مختار کا لشکر آگے بڑھجائیگا
کوفہ کے لوگوں کا مختار سے تعلق دلی ہے وہ مل جائینگے عبداللہ نے کہا میں کیا کروں کہا تو حکم دے
تا دونو طرف سے لشکر آکر مختار سے لڑائی کرے اور ایک طرف سے میں جاؤں دوسری طرف سے
تم خود چل دو یا جو شخص کہ تم کو دوست رکھتا ہو وہ تمہارے ساتھ جائے جب لوگ ایسا دیکھیں
گے تو تمہاری مدد کو چلے آئینگے اور اگر ایسا کروگے تو ابراہیمؒ اور مختار دونو کا سر تمہارے پاس آ
جائیگا عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس تیری تدبیر کو پسند کیا پس شبث ربعی کو مع دو ہزار سپاہ کے
ایک طرف بھیجا اور کہا کہ تو مختار کے دائیں میں جا مختار کا ایک جاسوس عبداللہ کے لشکر میں تھا
اس نے یہ خبر سنتے ہی مختار کو جا سنائی مختار نے ابراہیم کو راشد کے مقابلہ پر بھیجا اور زید بن انس کو شبث
بن ربعی کے اور خود قلب لشکر میں قایم رہا زید اور شبث کے درمیان لڑائی شروع ہوئی زید شبث کے
مقابلہ کی تاب نہ لاسکا ایک آدمی کو مختار کے پاس بطلب مدد بھیجا مختار نے اپنے غلام کو مع لشکر کثیر
کے اسکے پاس روانہ کیا جب یہ خبر مخالف کو پہنچی لڑائی سخت ہوئی اور ان دو ہزار مردوں نے
شبث کو درہم برہم کیا بعض کو مارا اور بعض کو زخمی کیا اور وہ بھاگ نکلے پس زید ظفریاب ہوکر

مختار رضکے پاس آیا اور مختار رضنے اسکو انعام واکرام سے ممتاز کیا ادھر ابراہیمؒ بھی راشد کے مقابل ہوا اور کہا
اے ملعون تجکو بھی تیرے باپ کے پاس پہنچاتا ہوں راشد نے کہا ارے لڑکے کیا تو اپنے آپکو مرد جانتا
ہے اور مجکو عورت کیا تیرے پاس لوہے کی تلوار ہے اور میرے پاس لکڑی کی آگے تو بڑھ میں بھی دیکھوں
اور امتحان ہو جائے کہ مرضی خدا کیا ہے راشد ایک قوی پہلوان تھا دونوں اپنے گھوڑے کو جولاں دیکر میدان
جنگ میں آئے دونو طرف سے باہم ردّ و بدل ہوئی راشد نے پیشدستی کرکے ابراہیم کو زخمی کیا لیکن زخم
خفیف آیا ابراہیمؒ نے غصہ میں بھر کر ایک ایسی آواز سے نعرہ کیا اور ایک ہاتھ اس زور سے اسکے سر پر مارا کہ
تا بناف وہ ناپاک دو نیم ہو گیا لشکر راشد یہ دیکھتے ہی بھاگ نکلا ابراہیمؒ منصور و مظفر پھرا جب وہ
بھگوڑے عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے اسنے ایک آدمی ان لوگوں کے پاس بھیجا جو محلوں کی کوچہ بندی پر مقرر
تھے اور ان کو طلب کیا جب سپاہ کوچہ بندی کی کوچوں سے اٹھ گئی مختار کے دوست میدان خالی پاکر
پندرہ ہزار کے قریب مختار کے پاس آ جمع ہوئے اور دفعتہً یا آل ثاراة الحسینؑ کا نعرہ بلند کیا جب ابراہیم نے
یہ آثار دیکھے تو کہا کہ اب ہم کو قطعی امید فتح و نصرت کی ہے پس مختار اور ابراہیم کھڑے ہوئے ایک آدمی سے
کہا کہ تو جاکر سرداران لشکر کو حکم دے کہ وہ جلد حاضر ہوں پس تمام سرداران لشکر مختار کے پاس جمع ہو گئے
مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور کہا کہ اے میرے پیارے بھائیو اور اے اہلبیت رسالت پاک کے شیعو صرف
خدا کی ذات پر بھروسہ رکھو اور اسی سے استعانت چاہو اور دل توڑ کر لڑو کہ خدا تمہارا حامی و مددگار ہے
اور اسکی رحمت تمہارے شامل حال ہے اور منافقین ملعون خدا کی لعنت کے تودے ہیں پس کوشش کرو اگر مارے
جاؤ گے تو درجہ شہادت پاؤ گے اور اگر انپر غالب آؤ گے تو تمہارا رنج ضائع نہ جائیگا بہر حال بیشیں خدائے
ذو الجلال جناب رسالت پناہؐ تمہاری شفاعت کیلئے موجود ہیں جب لوگوں نے اس قسم کے کلمات مختارؓ
سے سُنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور سب نے کہا کہ اے سردار تیرے مطیع و فرمانبردار ہیں جسطرح تو حکم دیگا بجا
لائینگے ادہر عبداللہ مطیع نے اپنی سپاہ کو جمع کیا اور کہا کہ اے جوانو تم خوب یاد رکھو کہ مختار جیسا شخص تمہارا
دشمن ہے اگر وہ تم پر دسترس اور قدرت پائیگا تو سب کو قتل کریگا اور تمہاری زن و فرزند کو اسیطرح جیلخانہ
میں رکھیگا جسطرح کہ تم نے اولاد رسولؐ کو قید خانہ میں مقید کیا تھا پس لازم ہے کہ کاہلی اور سستی کام میں

لاؤ بلکہ دل وجان سے کوشش کرو اور مشو عمر بن حجاز رشیدی نے کہا کہ قسم ہے مجکو قبر یزید بن معاویہ کی اگر مختار ہم پر قدرت پائیگا تو اس سے بدتر حال بنائیگا اور جو کچھ تو نے کہا ہے پھر اپنی قوم کے لوگوں کی طرف منہ کیا اور کہا کہ ای میری قوم کی لوگو ہم وہ گروہ ہیں کہ جنہوں نے حسینؑ کے خون گرانی میں سعی کی اور آخر کار انکو قتل کیا اور یہ مختار حضرت حسینؑ کی قاتلوں کی خون کا پیاسا ہی پس اگر تم بھی ایسی جنگ و سعی کرو کہ اسکو اور اسکے ہواخواہونکو تہ تیغ کر ڈالیں جیسا کہ کربلا کے جہاد میں ثواب حاصل کیا ہی اس سی زیادہ اس جہاد میں ثواب پائینگے اور اگر خدانخواستہ ہماری دشمنوں نے ہم پر فتح پائی تو ہم میں سی ایک کو بھی زندہ نچھوڑینگے جب اس ملعون نے اپنی قوم کی لوگوں سی یہ کہا سب کو لڑانے کی حرص دامنگیر ہوئی اسوقت پسر مطیع کے پاس سولہ ہزار فوج تھی طرفین سے صفیں جم گئیں کوفہ کی لوگ اپنے اپنے کوٹھوں پر خرد و بزرگ کھڑی ہوئے اس واقعہ کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا امام علی ابن ابیطالبؑ ہے اور حسینؑ کے قاتلوں کی جورو میں چلاتی تھیں کہ ہمارا امام عبد اللہ بن زبیر ہی سب سے پہلے جو میدان میں آیا وہ عبد الرحمن بن سعد تھا اس نے عبد اللہ پسر مطیع سے آکر کہا کہ مجکو اجازت دے تاکہ میں لڑنیکو جاؤں اسنے اجازت دی عبد الرحمن ایکہزار مرد کو مع نشان لشکر میدان میں لیکر آیا اور صف کو آراستہ کر کے چلایا کہ وہ کون شخص ہی شیعیان علیؑ سی کہ جسکی موت گلوگیر ہی لازم ہی کہ میری مقابل میں آئی مختار نے اپنی لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کون شخص ہے کہ اس ملعون کو ترکی بترکی جواب دے احمر بن شمیط نی کہا میں جاتا ہوں مختار نی کہا کہ بسم اللہ خدا تجکو جزائے خیر دی احمر بن شمیط مسلح گھوڑی پر سوار ہوا وہ نہایت جنگ آزمودہ مرد تھا میدان میں عبد الرحمن کے مقابل آیا اور کہا او بدنصیب تیرا باپ جناب علی مرتضیٰؑ کا خدمتگزار تھا اور تو اسکے دشمنوں کی مدد کو آیا ہی بہت دیر تک اس امر میں مباحثہ رہا آخر کار یہ کہا کہ تو کسواسطے مختار کا ناصر نہیں بنتا کیونکہ وہ فرزند رسولؐ کی خون کا مطالبہ کرنیکو آیا ہی اس پاجی نی کہا کہ مختار خارجی ہی اسسے لڑنا فرض ہی کہ وہ آل فاطمہؑ کا طرفدار ہی احمر بن شمیط نی جب اس ملعون سے یہ بات سنی تو غضبناک ہوکر ایک نعرہ مارا اور بشدت سستی کر کی ایک ایسا ہاتھ اسکے مونڈھے پر دیا کہ اسکی زرہ کو کاٹ کر شانہ میں اتر آیا عبد الرحمن ایک آہ کھینچکر بھاگ نکلا ناچار اسکی سپاہ بھی اسکے ساتھ بھاگی عبد اللہ بن مطیع نے جب یہ دیکھا غصہ ہوا اور کہا نہ تو تو مرد ہی اور نہ عورت ہے جب تجکو یہ معلوم تھا کہ میں نامرد ہوں تو کسواسطے سب سے

پہلے میدان میں گیا اسکو جھڑک کر اپنے پاس سے نکالدیا اور عبد الحمید بن مرّہ کو بُلایا یہ ملعون بھی امام مظلوم کے
قاتلوں میں سے تھا اس سے کہا کہ تو میدان نبرد میں جا کہ تو اس کی قابل ہے اور لڑائی طلب کر اور جو تیری
سامنے آئے اسکا سر اُتار کر میری پاس لا عبد الحمید ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہوا وہ ہر کے ہتھیاروں میں غرق تھا احمر بن
شمیط اپنے لشکر میں جا چکا تھا جب مختار رضکے دوستوں نے اس ملعون کو دیکھا سب نے متفق اسپر لعنت کی
اور کہا کون ہے کہ جو میدان میں جائے اور اس ملعون کے دل کو چیر کر میرا دل شاد کرے ورقا بن عازب نے کہا اے
امیر اگر حکم ہو میں جاؤں مختار رض نے کہا جا خدا تیری مدد کریگا ورقا سوار ہو کر عبد الحمید کی برابر میں آیا۔
عبد الحمید بولا تو نے ایسا مرد ہو کر مذہب خارجی کیوں اختیار کیا ورقا نے کہا کہ اے ملعون خارجی میرا مذہب سچا
ہے اور میں جناب مرتضیٰ ع کے غلاموں میں سے ہوں عبد الحمید نے کہا میں تو اسکا دشمن ہوں ورقا غضبناک
ہوا اور نعرہ مارا اور کہا کہ اے حرامی پہلے تو تو میری اس وار کو روک یہ کہتے ہی ایک نیزہ اس ملعون کے سینہ پر
ایسا مارا کہ وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا فوراً اس کا سر تن سے اُتار لیا اور مختار کی پاس لا کر حاضر کیا
مختار قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا خدا تجکو جزائے خیر دے کہ تو نے میری دل کو اسوقت بہت ہی شاد کیا
بعد ازاں ایک شخص زید بن الانس الاسودی نامی جو نہایت عابد بزرگان شیعہ سے تھا مختار کی پاس آیا
اور میدان کی اجازت چاہی وہ سالار شیعہ کے نام سے مشہور تھا اور جناب امیر کے ساتھ جنگ صفین میں
موجود تھا جسوقت یہ میدان میں اُترا تو اسّی آدمی اسکے قبیلے کے اسکی مدد کو آموجود ہوئے عبد اللہ بن
مطیع ملعون نے جو یہ ماجرا دیکھا تو حجاز کو بُلایا اور علم سیاہ اور پانسو سوار دیکر میدان کو بھیجا اور کہا جلد
جا اور تیغ زنی دوستان ابو تراب سے کر جسوقت زید ابن انس کی اسپر نظر پڑی دونو ہاتھ ملنے لگا اور
زبان سے کہتا تھا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ یہ ملعون ہمیشہ خدا کی لعنت میں گرفتار
رہیگا حجاز نے ہنسکر کہا کہ اے انس کیوں تو مجکو ابو تراب کی دشمنی سے ملامت کرتا ہے بخدا میں اسکی دشمنی کو
واجب جانتا ہوں میں جنگ صفین میں اسکی تیغ سے زخمی ہوا تھا آجتک درد ہے زید بن انس نے دیکھا کہ وہ
علم سیاہ کو تکان دیکر خوش ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا امام یزید ہے دفعتاً انس اسکے پاس پہنچا اور کہا اے
دشمن خدا و رسول خبردار میری وار کو روک اور ایک تلوار اسکے سر پر ایسی ماری کہ تا بناف شگافتہ کر دیا اور وہ

سیاہ جھنڈی ہاتھ سے گر پڑی حجاز فوراً جہنم کو سدھارا اسکے ہمراہی پراگندہ ہو گئے زید نے ان پر دھاوا کیا
یہانتک کہ انہوں نے اپنے قلب لشکر میں جا کر پناہ لی لیکن تاہم اڑتالیس نفر اس نامرد کے لشکر کی
زید کے ہمراہیوں کے ہاتھ سے مارے گئے عبداللہ بن مطیع نے جب یہ ماجرا دیکھا بہت ڈرا اور کہا عجب
نہیں کہ مختار کا لشکر اسیطرح حملہ آور ہو اور ہمارے لشکری اسیطرح بھاگ بھاگ کر آئیں پس
مناسب ہے کہ میں خود میدان میں جاؤں یہ کہکر میدان میں آیا اور چیخکر بولا کہ جو شخص مجھکو جانتا ہے
وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ اسوقت پہچان لے کہ میں امیر کوفہ عبداللہ بن مطیع ہوں تم اپنے
مختار سے کہدو وہ تمہارا سردار ہے کہ میدان میں نکل کر آئے تاکہ میرا اور اس کا مقابلہ ہو مختار نے
جب اسکی آواز سنی اپنے گھوڑے کو جولان کیا اور باگ اٹھا کر چلا لیکن اسکا لشکر اسکے سامنے کھڑا
ہو گیا اور سب نے روک لیا اور کہا کہ اے ہمارے سردار ہرگز ہرگز آپ قدم نہ بڑھائیگا پہلے ہم کو اذن
جنگ ہو مختار نے کہا کہ نہیں وہ مجھکو بلاتا ہے تم میں سے ایک کو بھی جانے کی اجازت نہ دونگا کسواسطے کہ
اسکو شاید کچھ زعم ہے بخدا مجھکو اس سے ہرگز کسی قسم کا خوف و خطر نہیں یہ کہکر گھوڑے کو ایڑ دی اور عبداللہ
کے برابر جا پہنچا عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ اے مختار وہ جلسہ صحبت اور ہمدردی اور دوستی کہاں گئی جو ہم
دونوں میں تھی میرا ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ تو مجھپر تلوار کھینچے گا میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور قتل ہونے سے
رہائی دی جبکہ عبداللہ بن زبیر تیرے خون کا پیاسا تھا اب اسکا یہی عوض ہے کہ تو نے فتنۂ عظیم برپا کیا
اور تمام ملک میں شور و شغب مچا دیا مختار نے کہا کہ جو شخص عوام الناس کے قول کا پابند ہو اسکا یہی علاج
ہے عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں نے کیا گناہ کیا کہ جسکا یہ عوض ہے مختار نے کہا کہ مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی
سب سے پہلے میں نے مدد کی اور کیسی کیسی فتوحات مجھ سے عمل میں آئیں اور یہ سب اسلئے تھا کہ اس نے
مجھ سے چند شرطیں کی تھیں لیکن ان میں سے ایک بھی وفا نہ کی اور تو کہ اسکا وزیر اعظم تھا میرے پاس
یہ خبر لایا کہ عبداللہ بن زبیر تیرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تجھکو لازم ہے کہ مکہ سے باہر چلا جا میں تیری بات
پر بھروسہ کر کے یہاں چلا آیا اور جبکہ تجھکو حکومت کوفہ اور بصرہ کی ملی اور شہر میں آیا تو نے عمر سعد کو
طلب کر لیا اور پسر زبیر کا سفارشی خط اسکے پاس بھجوایا تاکہ وہ تیری مدد کرے میرے نام کا خط

کیوں نہ لکھوا کر بھجوایا کہ میں تیرا معین و مددگار رہتا اور بالاتفاق قاتلان فرزند رسولؐ سے انتقام لیتی باوجود اسکے میں نے تجھ سے کوئی برائی نہ کی تھی کہ جب تو پہلی دفعہ شہر میں آیا میری گرفتاری کا قصد کیا جب لوگوں نے یہ کہا کہ اسکی کوئی خطا نہیں تب تو پشیمان ہوا پھر کیا منہ لیکر بات کرتا ہی اب عمر سعد سے کہہ کہ وہ تیری مدد کرے ع چرا کاری کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ؛ عبداللہ مطیع نے چاہا کہ کچھ اور کلام کرے مختارؓ نے کہا کہ شکایت کا وقت نہیں میں تیری ملاقات کو خدا اور رسولؐ کی دوستی سے بہتر نہیں جانتا اگر جنگ کے لیے آیا ہے تو آگے قدم بڑھا اور ہنر دکھلا جوانمردی کے یہ معنی ہیں کہ کسی کو لڑائی کے وقت حیلہ اور مکر سے قتل نکیا جائے عبداللہ بن مطیع یہ سنکر غصہ ہوا اور مختار پر حملہ کیا اور مختار میں اور اسمیں تھوڑی دیر تک باہم ردّ و قدح ہوئی کہ ناگاہ اسی اثناء دار و گیر میں کسی نے ایک پتھر مختار کی سینہ پر مارا مختارؓ نے فوراً گھوڑے کی باگ پھرالی اور اپنے لشکر میں پھر آیا مختار کا رنگ متغیر ہو گیا تھا حتی کہ بیہوش ہو گیا ابراہیمؒ نے حکم دیا کہ گلاب اسکے چہرہ پر چھڑکیں گلاب کے چھڑکتے ہی ہوش میں آیا لوگوں نے عرض کیا کہ ای سردار آپکو کیا صدمہ ہوا کہ لوٹ آئے اور بیہوش ہو گئے مختار نے کہا کہ میں جنگ میں مصروف تھا دفعتہً ایک پتھر آیا اس نے میری سینہ کو چور کر دیا میں نے جانا کہ میری روح بدن سے مفارقت کر گئی پھر حکم دیا کہ زرہ میرے بدن سے اتار ڈالو زرہ اتارنیکے بعد جو دیکھا تو تمام سینہ ورم کر آیا تھا اور سیاہ ہو گیا تھا مختارؓ نے قرہ بن عبداللہ نخعی کو طلب کیا اور کہا کہ ای برادر عبداللہ بن مطیع کے مقابلہ پر جا اور اس سے لڑ بھڑ اور یہ شخص خاصان مختار اور نیزہ بردار جناب امیرؑ تھا وہ میدان میں گیا عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ ای قرہ مختارؒ کو کیا ہوا کہ میرے سامنے سے بھاگ نکلا قرہ نے کہا مختارؒ ایسا آدمی ہی نہیں ہے کہ تیرے سامنے سے بھاگ جائے لیکن تو نے چاہا تھا کہ اس سے مکر کرے قرہ نے کہا کہ تو خود تو مختارؒ کے ساتھ لڑائی میں مشغول رہا اور اپنی سپاہیوں سے کہدیا کہ اسکے سینہ پر پتھر دے مارو اللہ تعالی نے اسکو تیری مکر سے اپنی حفظ و امان میں رکھا اور کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا عبداللہ بن مطیع ہنسا اور کہا کہ ای قرہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے مذہب سے مجھے مطلع کرے قرہ نے کہا میرا مذہب یہ ہے کہ میں خدا کو ایک جانتا ہوں اور محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین سے دوستی رکھتا ہوں اور اب علیؑ ابن الحسینؑ کو اپنا امام جانتا ہوں

یہ کہکر اسپر حملہ کیا چند دفعہ باہم ردّو بدل ہوئی تیسری حملہ میں عبد اللہ ابن مطیع نے ایک تلوار ماری اسکا شانہ
زخمی ہو گیا ابراہیم رح فوراً اسکے پاس پہنچا اور نعرہ بلند کیا اور کہا ای ملعون کہاں جاتا ہی میں ابراہیم خلف
مالک اشتر رضہ غلام جناب امیرؑ ہوں جب ابراہیم رض کا نعرہ سُنا فوراً بھاگ نکلا ابراہیم رح نے حملہ کیا اور اپنے
ہمراہیونکو اشارہ کیا کہ کیا کھڑے ہو ابراہیم رح اور زید بن انس اور عبد اللہ بن حمزہ اور احمر بن شمیط اور عبد اللہ
بن کامل سب نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور مختار رض نے پہلے ہی حملہ میں کفار کے پاؤں اکھاڑ دیئے
اور تین ہزار مرد انکا جنگی کام آیا باقی سب بھاگ نکلے پھر ابراہیم رح نے حکم دیا کہ تمام دروازہ کی راہ روکو تاکید
کی جائے کہ کوئی متنفس شہر سے باہر نکلنے نپائے عبد اللہ بن مطیع جس دروازہ پر جاتا تھا راستہ نہیں پاتا تھا
کہ کوفہ سے باہر چلا جائے ناچار دار الامارہ میں گیا اور دروازے بند کر لیئے مختار رح مع سپاہ کے اسکے محل پر پہنچا
اور تمام محل کے دروازونکو توڑ ڈالا اور ابراہیم رح بن مالک اشتر رح اس دروازہ پر کھڑا ہوا تھا کہ جس دروازہ
سے امام حسینؑ کا سر لیگئے تھے شیعہ اس دروازہ کو باب الجہاد کہتے ہیں اور مختار باب انظل پر موجود تھا قاتلان
امام حسینؑ کونوں میں چھپتے پھرتے تھے کہتے ہیں کہ چوتھے روز عبد اللہ پسر مطیع نے مختار کو باین مضمون خط لکھا
کہ میں نے تو تیرے ساتھ نیکی کی ہے اور مارے جانے سے رہائی دلوائی اونٹ سواری کیلئے پیش کیا کیا اسکا
یہی عوض معاوضہ ہے کہ تو مجھ سے عداوت کرتا ہے مجکو راستہ دے تاکہ جسطرف کو چاہوں چلا جاؤں جب
یہ خط مختار کے پاس پہنچا اُس نے قلم دوات طلب کر کے جواب میں یہ لکھا تو جو کچھ کہتا ہے میں نے تیرے ساتھ
ایسا اور ویسا کیا میں سب کو قبول کرتا ہوں اور تیرا آجتک مجھپر یہ احسان تھا اسوقت جو تو اسکو زبان پر
لایا وہ تمام احسان مجھپر سے جاتے رہے اور جو کچھ تو نے مجکو دیا تھا میں اسی سے چند تجکو دیتا ہوں تاکہ تیرا کوئی احسان
مجھپر باقی نرہے مختار نے حکم دیا کہ اس خط کو تیر میں باندھکر محل کے اندر پھینکدو عبد اللہ بن مطیع اسکو پڑھکر
غمگین و اندیشناک ہوا اور کہا جبکہ میں مارا ہی جاؤنگا تو اونٹ اور روپیے میرے کس کام آئینگے پھر ایک اور خط
جیسے کہ کوئی غلام اپنے آقا کو عجز و انکسار کیساتھ لکھتا ہے لکھا کہ ای امیر جلیل کبیر امیر مختار اپنے غلام پر
رحم کر اور میرے قتل سے باز آ کہ میں ایک مرد ضعیف ہوں اور کشندگان حضرت امام حسینؑ سے نہیں ہوں اسوقت
میری یہ حالت ہے کہ جیسی ماہی بے آب کی ہوتی ہے میرے حال پر بخشش و کرم فرما کہ تیرا امام بھی کریم تھا اور جد

کچھ تو کرم کرے وہ تیری لائق ہی میں بندہ خطا وار ہوں اور بخشش مالکوں سے ہوتی ہے اگر کریموں سے کرم نہو
تو کرم باقی نہیں رہتا والسلام یہ خط ایک پگڑی میں باندھکر محل سے نیچے پھینکدیا جب یہ خط مختار کے
سامنے پیش ہوا اُسکو پڑھا چونکہ کریم الطبع تھا اور عبداللہ نے بھی یہ لکھا تھا کہ تیرا امام کریم تھا ابراہیمؒ
کی طرف رُخ کیا کہا اے بھائی دُنیا میں اس سے بدتر کوئی چیز نہیں کہ امیری کے بعد فقیری پیش آئے اور
عزت کے بعد ذلّت منہ دکھلائے اسوقت مجکو عبداللہ بن مطیع پر رحم آتا ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ میں
کشتگان امام حسین سے نہیں ہوں اسکو پناہ دیتا ہوں تیری کیا رائے ہی ابراہیمؒ نے کہا بہت بہتر جو آپکا
حکم پس مختار نے خط لکھکر عبداللہ پسر مطیع کے پاس بھیجدیا مضمون یہ تھا کہ عشا کی نماز کے بعد [illegible]
دروازے کے باہر آنا میں بھی وہاں پر ہونگا اور تجکو رخصت کردونگا مختار حسب وعدہ خود اس
جگہ گیا اور عبداللہ بن مطیع کو حاضر پایا باہم ایک نے دوسرے کو دیکھا اور عُذر معذرت کی بعد مختارؓ نے
کہا اے برادر جو کچھ تونے میرے ساتھ نیکی کی تھی میں نے بھی اسکے مقابلہ میں کمی نہیں کی لیکن آئندہ یہ
امر ملحوظ رہے کہ ہماری تمہاری دوستی میں فرق نہ آئے میری نیکی کو فراموش نکردینا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ
تو لشکر کو لیکر لڑائی کے لئے میرے مقابل میں آئیگا کیونکہ مجکو حضرتؑ نے خبر دی ہے میں نے اس دفعہ تجکو
دیدہ و دانستہ رہا کیا ہے خبردار اسکے بعد تجھے نہ چھوڑونگا انشاء اللہ تعالی عبداللہ نے قسم کھائی کہ میں بعد اسکے
مختار سے کبھی بدی نکرونگا اور دونو رخصت ہوئے مختار اپنی جگہ پر آیا دوسرے روز لوگوں کو خبر ہوئی کہ عبداللہ
پسر مطیع کو رہا کردیا مختار کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ ای امیر تم نے یہ کیا کام کیا ایسے دشمن کو چھوڑدیا اور
قتل نکیا مختار نے کہا ای میرے دوستو اس نے مجھ سے نیکی کی تھی میں نے بھی اسکے ساتھ احسان کردیا اگر
اب آئیگا تو نہ چھوڑونگا اور میں جانتا ہوں کہ جو کچھ اسکے ساتھ سلوک کرونگا اور ایک یہ بھی بات ہے کہ وہ
قاتلان امام حسینؑ سے بھی نتھا خدا کی قسم اگر میرا بھائی امام حسینؑ کے ساتھ لڑنے کو گیا ہوتا میں اسکو بھی
امان ندیتا اوروں کا تو کیا ذکر ہے اب تو یہی مناسب ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کو ان کفار میں سے چن لیا جائے مختار کے ساتھیوں
نے کہا ای امیر دارالامارہ میں چلنا چاہیے وہاں پر قیام کرو عبداللہ پسر مطیع مصعب بن زبیر برادر عبداللہ بن زبیر کے پاس
بصری گیا ہے تاکہ تیرے خروج سے مطلع کرے اور حرص دلاکر لشکر کثیر کے ساتھ تیرے مقابلہ پر لا ڈالے ۰۰ ۰۰ ۰۰

واقعہ ہفتم مختارؓ کے دارالامارہ پر قبضہ کرنے اور دشمنان اہلبیت علیہم السلام سے انتقام لینے کے بیان میں

مورخین نے لکھا ہے کہ جب مختار دارالامارہ میں آکر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا تو بہت سا اسباب اور ہتھیار اور پچاس ہزار دینار اسکے ہاتھ آئے بالاخانہ پر گیا جس جگہ مسلمؓ بن عقیلؓ کو سولی دی تھی بہت رویا۔ چند روز انکی تعزیت میں بیٹھا رہا اسکے بعد امارت کی طرف رجوع کی اور ابراہیمؒ بن مالک اشترؒ کو سپہ سالار لشکر کا کیا اور عبداللہ بن کامل کو اپنا خلیفہ اور ابو عمر کو دربانی کا عہدہ دیا اور خیر نامی ایک شخص جو اسکا غلام تھا اسکو خزانچی مقرر کیا اور قطامہ کو بیت المال کا سردار بنایا اور احمر بن شمیط کو پیشوائے لشکر کیا اور محمد بن ربیعہ کو عیسی بنایا دوسری روز کوفہ کے تمام سردار اور سن رسیدہ لوگ سلام اور مبارکباد ظفر یابی کی دینے کیلئے مختار کے پاس حاضر ہوئے مختار نے کہا کہ اے لوگو مطلب میرا نہ سرداری کوفہ سے ہے اور نہ ولایت کے لینے سے غرض ہے بلکہ جناب امام حسینؑ کے قاتلوں سے حضرت کے خون کا انتقام لینا مقصود ہے انشاءاللہ تعالے عدل کرونگا ستم کو روا نہ رکھونگا نہ کسیکو ظلم کرنے دونگا اور نہ ظالمونکو دوست رکھونگا کوفہ کے لوگ یہ بات سنتے ہی شاد و دلشاد ہو گئے اور دعائیں دینے لگے علماء کوفہ سے ایک مرد اُٹھا اور مختارؓ کو دعا دیکر کہنے لگا کہ خدا تعالی سرداری کوفہ کے بارہ میں تیری مدد کرے میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ تیرے پاؤں میں بیڑی اور گردن میں طوق تھا اور پسر زیاد کے سامنے کھڑا تھا بعد ازاں سرہائے شہدائے اہلبیت پیغمبر صلواۃ اللہ علیہم اجمعین اس تخت کے سامنے پیش کئے جاتے تھے آج میں باریتعالی کا شکریہ کیونکر ادا کروں کہ اسی تخت پر بجائے پسر زیاد کے تجھکو بیٹھا ہوا پاتا ہوں مختارؓ نے کہا اے میرے خدا کو ہر ایک امر کی اطلاع ہے وہ ہر ایک بندہ کی مراد کا بر لانے والا ہے جو کچھ بندہ اس سے مانگتا ہے وہ دیتا ہے لیکن اس سے نگنا ضرور بات سے ہے وہ بیکسوں کا معین و مددگار ہے اسکے بعد مختارؓ کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوئے جہاں جہاں شیعہ تھے وہاں سے مختار کے پاس آتے تھے اور ہر طرف مختارؓ اپنے عمال کو بھیجتا تھا چنانچہ اپنے چچا کے بیٹے اسحٰق بن محمد کو مدائن کی امارت پر بھیجا نیز جا بجا خلیفہ مقرر کئے اور مطلق قصد قتل قاتلان امام حسینؑ کا نکیا کیونکہ وہ وقت ایسا تھا دشمن بھی جا بجا تدبیروں میں مصروف تھے اور زوال حکومت مختارؓ کے درپے تھے اور مختار

بھی جانتا تھا کہ بیس ہزار آدمی اس قسم کے ہیں کہ اگر ایک شخص پر ہاتھ ڈالا جائیگا تو فتنہ برپا ہو جائیگا
ایکروز مختار محل کی کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا دفعتاً ایک آواز شور و غل کی اسکے کانوں میں پہنچی قبل اسکے کہ
حال معلوم ہو خود اُٹھا اور حضرت مسلم بن عقیل رض کی قبر تک پہنچا کیا دیکھتا ہی کہ کوفہ کی تمام بوڑھے اور
جوان سب کے سب تردد میں ہیں مختار نے اپنے دل میں جانا کہ یہ وہی بیس ہزار نامرد ہونگے جو قاتلان امام
حسین سے ہیں اُنہوں نے خروج کیا ہوگا جب کان دھر کر سُنا تو یہ آواز آئی یا آل ثاراۃ الحسین بن علی
علیہ السلام دشمنوں کے مقابلہ کو تیار ہو جاؤ قبل اسکے کہ وہ تم تک پہنچیں واللہ اعلم مختار کیوں بیخبر ہے
مختار نے جو یہ بات سُنی اپنے غلام خیر نام سے کہا کہ جلد جا اور خبر تو لا کہ یہ کیا معاملہ ہے خیر چلا ہی تھا کہ دوازہ
پر عبداللہ بن کامل آپہنچا اسنے کہا کہ اے امیر آپنے عبداللہ بن مطیع کو ناحق رہا کیا وہ کمبخت یہاں سے
بصرے گیا اور مصعب بن زبیر کے پاس گیا اسکو جنگ پر آمادہ کیا اور کوفہ کی امارت کی حرص دلائی اور
کہا کہ تم میرے ساتھ کوفہ چلو مختار خارجی کو ایک لمحہ میں کوفہ سے نکال باہر کریں گے کیونکہ کوفہ میں بیشمار
خلقت ہماری خیر خواہ موجود ہے پہلے عراق کو فتح کرنا چاہیے جب فتح ہو جائیگی تو میں تمہارا ویسا ہی
خلیفہ ہونگا جیسا کہ تمہارے بھائی کا تھا مصعب نے منظور کرلیا غرض تیس ہزار سوار و پیادہ کچھ
اپنی ولایت سے اور کچھ قبائل عرب سے فراہم کرکے بصرہ سے آیا ہے سپاہ کے دو حصہ پندرہ ہزار عبداللہ مطیع
کو دیکر خشکی کے راستہ سے روانہ کیا ہے اور پندرہ ہزار کو کشتیوں میں بٹھا کر براہ دریا بغداد سے کوفہ کو آرہا ہے اور
قسم کھائی ہے کہ جبتک کوفہ کو فتح نکرونگا اور لوٹ نہ لونگا واپس نہ آؤنگا اسلیئے شہر میں از بس تردد
و فکر لاحق ہورہا ہے مختار رض نے سُنکر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور لاحول پڑھی کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مردک
نے خدا و رسول اور کلام اللہ کی قسم کھاکر عہد کیا تھا کہ میں تم سے مقابلہ کو یا لڑائی کو نہ نکلونگا اور نہ
تمہاری طرفدار دل سے قصد جنگ کرونگا باینہمہ وعدہ وعیداب پھر فوج آزمودہ کار لیکر آیا ہی انشاء اللہ ابکی
دفعہ پوری پوری سزا دونگا یہ کہکر دارالامارہ کو لوٹ گیا اور جنگ کے پھریرے بلند کئے اور حکم دیا کہ جنگ کا نقارہ
بجایا جائے اور عبداللہ بن کامل کو کوفہ کی بازار میں بھیجکر منادی کرائی کہ اے آل ثاراۃ الحسین دشمن آپہنچا جلد فراہم
ہو جاؤ پھر مختار نے لڑائی کی جھنڈی شہر سے باہر اور دارالامارہ پر کھڑے کردیئے اور خود ہتھیار سجکر محل سے نکلا دیکھا

تو اسکی سپاہ یا محمدؐ یا علیؑ کے نعرے بلند کر رہی تھی مختار نے وہ تلوار جو حضرت محمد حنفیہؒ نے اسکو دی تھی گلے
میں ڈالی اور جو گھوڑا جناب امام زین العابدینؑ نے عطا فرمایا تھا اُس پر سوار ہوا اور شہر کوفہ سے باہر نکلکر اُس
شاہراہ پر جو بغداد کو جاتا تھا کھڑا ہوا بعدازاں ابراہیمؒ بن مالک اشترؒ مع سواران عرب بنی نخعہ کے
گھوڑے پر سوار ہو کر اور وہ شمشیر جو جناب امیرؑ نے مرحمت فرمائی تھی گلو میں حمائل کرکے مختارؒ کے پاس آ گیا اسکے
بعد عمر حاجب مع اپنے لوگوں کے اسکے عقب میں عبداللہ بن کامل مع اپنے ہمراہیوں کے پھر ورقا بن عازب مع
اپنے ساتھیوں کے سب آ گئے بعد زہیر بن انس مع اپنی قوم کے بحضور مختارؒ آکر حاضر ہوئے اسیطرح پر اور اُمرا بھی
اپنی اپنی قوم اور قبیلہ سمیت آ آ کر حاضر ہوتے جاتے تھے تھوڑے سے عرصہ میں تیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو
گیا اور سب نے نعرہ یا آلِ ثاراۃ الحسینؑ کا بلند کیا جب مختارؒ نے اپنے طرفداروں کی جمعیت پر نظر کی اور
ابراہیمؒ کی طرف مخاطب ہو کر کہا تمہاری کیا رائے ہے کہ مصعب بن زبیر و عبداللہ بن مطیع جیسے شخصوں سے جو
مقابلہ آ پڑا ہے اور وہ بیس ہزار عرب کے مردان جنگی اور اہل حجاز کو جو کہ حرب ہائے شدیدہ و جنگ ہائے عظیمہ
کے عادی ہیں لیکر آتے ہیں اور ہمارے لشکری اکثر بازاری ہیں اور فن سپہ گری سے بالکل ناآشنا ہیں
کبھی لڑائی میں بھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا ایسے موقع پہ کیا کیا جائے ابراہیمؒ نے عرض کیا اے سردار ہمکو
اور ہمارے طرفداروں کو مخالفین کا ذرا بھی اندیشہ نہیں ہے بخلاف مخالفین کہ ہماری طرف سے اندیشناک اور
تھڑولے اور بے صبرے پائے جاتے ہیں شیعیان علیؑ کی لڑائی کے مقابلہ میں بالکل ناکارہ ہیں آپ ہرگز
ہرگز اندیشہ نفرمائیں اور ہم کو انکے مقابلہ کیلئے بھیج دیجئے ہمارے ساتھ وہ جوانمرد لوگ ہیں کہ جنہوں نے
اپنے مرنے کی قسم کھائی ہے اور کثرت سپاہ دشمن کی کچھ پروا نہیں کرتے جب ابراہیمؒ نے یہ بات کہی تیس ہزار
نے دفعتہً پکار کر کہا کہ اے سپہ سالار ابراہیمؒ اور ہم اسی بات پر قائم ہیں کہ جسکا آپ نے اسوقت ذکر کیا
بیشک ہم اپنی جانوں کو راہ حق میں فدا کرینگے مختارؒ نے سب کو دعا دی اور بہت خوش ہوا اور اپنے بیٹے
مسمی ثابت کو کوفہ کا خلیفہ مقرر کیا اور خود سپاہ کو لیکر منزل بمنزل چل نکلا یہانتک کہ قلعہ کے پاس پہنچے
اہل قلعہ نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا مختار کی سپاہ کے ہاتھ دانہ گھاس وغیرہ اشیائے خوردنی فروخت کرنے
سے انکار کیا مختار نے برہم ہو کر حکم دیا کہ اس قلعہ کو آگ سے جلا دو اور جو لوگ اسکے اندر ہیں بھون ڈالو باشندگان

حصّار نے جب یہ حکم سنا تو تمام مردوزن قلعہ کا دروازہ کھولکر باہر نکل آئے اور عرض کیا ہم پناہ چاہتے ہیں
جو فوج کے سردار تھے وہ مختارؓ کے پاس گئے اور کہا کہ اے امیر اس قلعہ کے باشندے پناہ مانگتے ہیں اور چاہتے ہیں
کہ باہر آکر لشکر سے خرید و فروخت کا معاملہ جاری کریں مختار نے کہا میں نے پناہ دی اور انکے جرم سے درگذر کیا
لیکن ان سے دریافت کرنا چاہیئے کہ تم نے ہماری کیا زیادتی دیکھی تھی کہ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا تھا
انہوں نے اسکے جواب میں کہا ہم نے یہ جانا تھا کہ بنی امیہ کی سپاہ ہے کیونکہ جب کبھی اسپر زبیر کا گذر
ہوتا ہے تو وہ بالکل برباد و تباہ کر دیتا ہے جبکہ ہم نے آپکا بیشمار لشکر دیکھا ہمارے دل میں یہی خیال پیدا
ہوا کہ یہ بھی ویسا ہی کرینگے مختار نے کہا وہ کمبخت ظالم ہیں ہم ظالم نہیں ہیں ہم تو صرف حضرت امام حسینؑ کے خون کا
انتقام چاہتے ہیں یہ سنکر اہل قلعہ نے بیفکر ہو کر تمام کھانے پینے کی چیزیں لشکریوں کے ہاتھ بیچنی شروع کر دیں
دوسرے روز مختار وہاں سے چلکر ندی کے کنارے جا اُترا رہبر سے کہا کہ دریا میں کس جگہ سے پار جانا چاہیئے
رہبر تھوڑی سی دور جا کر کھڑا ہوا اور کہا اے امیر اس جگہ سے بآسانی گذر سکتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی
تکلیف نہ پہنچیگی مختار چاہتا تھا کہ سوار ہو کر دریا کے پار ہو جائے تمام لشکر کے سردار جمع ہوئے اور کہا کہ اے
امیر ہمارے نزدیک یہ انسب ہے کہ آپ کوفہ کو لوٹ چلیں کیونکہ آپکے صاحبزادہ ثابت سے کوفہ کی نگرانی نہ ہو سکے گی
مبادا قاتلان امام حسین فتنہ برپا کریں اور پھر اسکی اصلاح مشکل ہو یا ہمارے عقب میں کوفہ سے چلکر مصعب بن
زبیر کی کمک کیلئے اس سے جا ملیں اگر آپ کوفہ میں ہونگے تو ہم سب کا اطمینان ہے مختار نے جانا کہ یہ سب
درست کہتے ہیں مختار نے ابراہیم سے کہا کہ اے بھائی تیری اس باب میں کیا رائے ہے اسنے کہا میرے
نزدیک بھی یہی مناسب ہے کہ جو یہ کہتے ہیں مختار نے منجملہ تیس ہزار لشکر کے پندرہ ہزار سپاہ ابراہیم کے حوالہ
کی اور نشان فوج کا بھی اسکو دیدیا اور کہا کہ میں تمہاری رائے کے موافق کوفہ کو جاتا ہوں کیونکہ وہاں پر دشمن بہت
ہیں اور تم کو تمہاری فوج کو خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ کہکر خود کوفہ کو چلدیا ابراہیم بھی اسوقت مصعب کیطرف مع لشکر کے
روانہ ہو گیا حتیٰ کہ بمقام خازم پہنچا اور خازم ایک ولایت ہے جسکے متعلق بیشمار دیہات ہیں لشکر وہاں پر
اُترا ابراہیم نے منادی کرائی کہ اے لوگو تم کو معلوم ہو کہ ہم مسلمان ہیں اور کسی کے مال پر دست درازی
نہیں کرتے البتہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی تلاش میں ہیں پس تم لوگ کھانے پینے کی چیزیں ہمارے

کو جس قیمت پر کہ چاہتے ہو فروخت کرو جبکہ وہاں کی باشندوں نے یہ منادی سُنی ہر ایک گاؤں سے لشکر
میں آنے شروع ہوئے اور خرید و فروخت جاری کی بڑا بھاری بازار لگ گیا وہ سہ شنبہ کا دن تھا ابراہیمؒ
نے تین روز اسی جگہ قیام رکھا مصعب کا جاسوس بھی اُسی جگہ پر تھا اُسنے مصعب سے جاکر حال کہا اور عرض کیا
کہ اے امیر حکومت کے مالک اشتر زادے سے خبردار رہنا چاہیئے کہ آج کی شب مع پندرہ ہزار سوار خونخوار کے آ پہنچا ہے
مصعب نے جب یہ بات سُنی دل میں سہم گیا اور ہر قسم کے انتظام میں مصروف ہوا سپاہ کو انعام واکرام سے مالا مال کیا
اور پندرہ ہزار سپاہی بہادر و دلیر جنگجو عبداللہ بن مطیع کو دیکر کہا کہ تو آگے چل میں بھی دریا کی راستہ سے آتا ہوں
اگر دشمن ہو تو لڑائی شروع کر دیجیو اور استقلال کوشش کر کہ میرے آنے تک تو فتحیاب ہو جائے پسر مطیع نے کہا ایسا ہی ہوگا
انشاء اللہ میں بھی ایسا ہی کرونگا یہ کہکر ایک منزل چلکر جا اُترا ابراہیمؒ بھی اپنی فرودگاہ سے آگے بڑھکر عبداللہ مطیع کی
سپاہ کے مقابلہ میں جا اُترا اور با آواز بلند کہا کہ اے خدائے عزوجل کو جانتے ہو وہ تمہارے دلوں کے حالات سے آگاہ ہے
اور خوب جانتا ہے کہ تمہاری یہ لڑائی کسی ولایت کے لینے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ اسی ذات پاک کی رضامندی کیلئے ہے
پس لازم و واجب ہے کہ لڑائی کے وقت دل توڑ کر لڑیں اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھلائیں سب نے کہا ہم ایسا ہی کرینگے جیسا
کہ آپ فرماتے ہیں پس یک نعرہ یا آل ثارات الحسین بن علی علیہما السلام کا بلند کیا دونوں طرف سے لشکر کی صفیں تیار ہوئیں
میمنہ میسرہ کو درست کیا ابراہیمؒ کی فوج کا یہ نعرہ تھا کہ ہمارا امام علیؑ ابن الحسینؑ ہے اور عبداللہ پسر مطیع کی لشکر کا یہ قول تھا
کہ عبداللہ بن زبیر ہمارا امام ہے مخالف کی دس ہزار فوج نے یکبارگی حملہ کیا ابراہیمؒ نے جب یہ دیکھا آگے بڑھا اور مخالف کے
لشکر میں گھس گیا اُسکے پیچھے اسکا لشکر بھی جا پہنچا سخت لڑائی ہوئی گرد و غبار بے انتہا اُٹھا تاریکی چھا گئی ایک ساعت
میں خون کے ندی نالے بہ گئے ابراہیمؒ نے یا محمدؐ و یا علیؑ کہکر اپنے تئیں پسر مطیع کے قلب لشکر میں جا ڈالا اور لشکر کو بکھیر
قتل کرکے ایک دوسرے پر ڈالتا تھا اسکے پیچھے احمر ابن شمیط نے حملہ کیا بعد ازاں ورقا بن عازب حملہ آور ہوا اور تمام
جنگجویان نامی گرامی ہر طرف سے جمع ہوگئے نیزہ بازی تیغ زنی دشمن پر اسقدر کی کہ دفعتاً عبداللہ بن مطیع کے پاؤں
اُکھڑ گئے اور وہ مع لشکر کے بھاگ گیا اُسوقت کوئی کسی کا پُرسان حال نہ تھا اور سب کے سب جنگل میں جا پڑے
ابراہیم اور ورقہ انکے پیچھے بھاگے چلے جاتے تھے اور جہاں کسیکو پاتے تھے قتل کر دیتے تھے حتیٰ کہ آٹھ ہزار مرد دشمن کے
قتل کئے گئے اگر شب نہ ہوتی تو ایک بھی جانبر نہ ہوتا جب ابراہیمؒ فتح پا چکا اپنی سپاہ کو لیکر مخالف کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا

عبداللہ بن مطیع نے جب اپنے لشکر کا یہ حال دیکھا تو بہت ڈرا مصعب بن زبیر کی پاس آدمی بھیجکر گذارش
کرایا کہ اے امیر ہماری جلد خبر لی اور توقف نکر اگر ذرا بھی غفلت کی تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ پائیگا قاصد مضطربانہ
بھاگ کر مصعب کے پاس پہنچا جو کچھ آنکھوں سے دیکھا تھا کانوں سے سنا تھا جا سنایا مصعب غصہ ہوا فوراً حکم دیا
کہ جنگی نقارے بجائے جائیں لشکر کو خشکی کے راستے چلتا کیا اتفاقاً اس شب ابراہیم و احمر شمیط و عبداللہ وورقہ
پسر عازب لشکر کے پہریدار تھے دفعتاً ایک مرد کو دیکھا دراز قد لمبی داڑھی اور سر پر مثل عورتوں کی بال رکھے
ہوئے اور ٹاٹ کے کپڑے اور ٹاٹ ہی کی پگڑی سر پر دھرے ہوئے اور جنبو گلے میں ڈالے ہوئے اور خرما کی لکڑی
کا عصا ہاتھ میں لیئے ہوئے چلا آرہا ہے ابراہیمؒ نے یہ کہا یہ قوم کا ترسا اور جاسوس بشبیہ معلوم ہوتا ہے حکم دیا
کہ اسکو میرے پاس لاؤ احمر بن شمیط گیا اور اسکو لے آیا جب وہ ابراہیم کے سامنے آیا تو اسنے سلام نکیا
ابراہیمؒ نے پوچھا اے ترسا کہاں سے آتا ہے وہ خاموش رہا اور رومی زبان میں کچھ کہا ابراہیم سمجھا ابراہیم نے
کہا کوئی شخص ایسا ہے کہ جو رومی زبان جانتا ہو اور اس شخص سے کلام کر سکتا ہے ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا میں
جانتا ہوں کہا اس مرد سے پوچھو کہ تو کہاں سے آتا ہے اس نے رومی زبان میں پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے
ترسا نے کہا میں انطاکیہ کا رہنے والا ہوں لیکن ایک مدت سے بصرہ میں رہتا ہوں اب اپنے وطن کو جاتا ہوں دریا کی
راستے سے اسلیئے نہیں جا سکا کہ جسقدر بصرہ اور بغداد میں کشتیاں تھیں مصعب نے پکڑ لیں اب وہ سپاہ کثیر لیکر
تمہارے مقابلہ کو آتا ہے ابراہیمؒ نے صعصعہ سے کہا کہ تو ترسا سے کہدے حیلہ بہانہ کر کے میرے پاس سے
نہیں جا سکتا میں نے جناب امیرؑ سے تعلیم پائی ہے تیری رہائی میرے ہاتھ سے محال ہے مگر ہاں اگر زندگی
چاہتا ہے تو سچ سچ بیان کر دے صعصعہ نے کہا کہ اے ترسا تو یہ جان لے کہ یہ شخص ابراہیمؒ مالک اشترؓ کا بیٹا
ہے اور آج کل مختار ثقفی کا سپہ سالار ہے تو اس سے ہرگز جھوٹ نہ بول ترسا نے کہا دروغگوئی تو
میرے مذہب میں بھی روا نہیں لیکن تم یہ بتاؤ کہ مختارؓ کون ہے صعصعہ نے کہا کہ فی زمانہ امام بحق
تو علی بن الحسین علیہما السلام ہیں اور ان کا خلیفہ محمد حنفیہؓ ہے اور ان کا خلیفہ مختار ہے ترسا نے
جب یہ بات سنی تو کہا کہ تم کہاں جاتے ہو اور تمہارا کیا ارادہ ہے صعصعہ نے کہا کہ ہمارا
ارادہ ان لوگوں سے لڑائی کا ہے کہ جنہوں نے فرزند پیغمبر آخرالزمان صلے اللہ علیہ وآلہ کو

قتل کیا اور ان کی مستورات کو مقید رکھا ترسا نے جب یہ بات سنی تو پھوٹ پھوٹ کر رویا اور کہنے لگا
کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک پیغمبر بحق ہوگا جس کا نام محمدؐ ہے اور وہ مکہ کے
پہاڑوں سے باہر نکلیگا نہایت ہی خوبصورت اور پاکیزہ خو کہ جسکا ہر ایک قول حکمت ہوگا اور دیکھنا
اسکا موجب عبرت اور ہاتھ اسکا سخی اور دل اسکا قوی ہوگا آسمان کی خبریں دیگا اور خدا سے کلام کریگا
اور پریوں سے باتیں بتونکو توڑیگا۔ بت پرستونکو ماریگا خلق خدا کو طاعت اور عبادت خدا کیلئے امر کریگا
اور جس جگہ قدم رنجہ فرمائیگا موجب ہدایت ہوگا اپنی امت کو نیک باتوں اور عدل و انصاف کی
رغبت دلائیگا قرآن اور اہلبیت کو اپنی امت میں چھوڑ کر یہ حکم دیگا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و
عترتی جب عالم آخرت کیطرف تشریف فرما ہوگا تو اسکی امت عہد کو توڑ ڈالیگی اسکے فرزند کو شہید
کریگی اسکی وصیت کو ذلیل سمجھیگی اسکی بیٹی پر ظلم کریگی اور اسکی اہلبیتؑ کو لوٹ لیگی جب ان نافرمانیوں
سے خدا کو ایذا پہنچیگی تو ایک جوان کو بنی ثقیف سے اس قوم پر مسلط کریگا وہ اسکی پاداش میں
ستر ہزار مرد کو قتل کریگا حالانکہ وہ مرد متقی نہایت ہی عادل و کامل نماز گزار و روزہ دار ہوگا اور
مومنین کو نوازیگا اور جس قدر اسکے ساتھی شہید ہونگے وہ سب کے سب بہشت عنبر سرشت میں
داخل ہونگے اور جسقدر مخالف اسکی فوج کے ہاتھ سے مارے جائینگے وہ کلہم اجمعین دوزخ میں جائینگے
ترسانے یہ واقعہ مندرجہ انجیل بیان کرکے ایک نوحہ جناب سید الشہدا شہید کربلا کے مصائب کا
پڑھا اور کہا کہ اگر جناب عیسیٰ مریم علیہ صلوٰۃ والسلام زندہ ہوتے تو میں انکے سامنے اپنی جان دے
دیتا صعصعہ نے جو کچھ ترسا سے سنا تھا تمام ابراہیمؒ سے بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ میں اسلئے آیا
ہوں تاکہ معلوم کروں کہ تمہارے لشکر کی کسقدر تعداد تھی اور کس جگہ خیمہ لگائے ہیں اور کس ذکر اور فکر میں
ہو تاکہ لوٹکر مصعب بن زبیر کو مطلع کروں لیکن الحمد کہ تمہارے دین اور مذہب سے خبردار ہو چکا ہوں مجھپر
واجب ہوگیا کہ اپنے دین سے توبہ کروں یہ کہکر سر سے برنس کو اتارا اور جنبو کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا
تمہارے مذہب کا اصل اصول کیا ہے یہ کہکر کلمہ طیبہ سے مستفیض ہوا اور اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشہد
ان محمد رسول اللّٰہ و اشہد ان امیر المومنین علیؑ ولی اللّٰہ و الحسنؑ و الحسینؑ سبط رسول اللّٰہ

زبان پر جاری کیا اور عربی زبان میں باتیں کرنے لگا ابراہیمؒ کے فرط خوشی سے آنسو نکل آئے ابراہیمؒ
نے کہا ابھی تو غیر تھا ایک لمحہ میں بفضلہٖ تعالےٰ آشنا ہو گیا کچھ عرصہ نہیں گذرا کہ تو دشمن تھا ایک
ساعت کے اندر دوست بن گیا سچ سچ کہہ کہ پہلے زبان عجمی سے کسلئے ناواقفیت بیان کی تھی عجمی
نے کہا کہ میں پہلے تمہارا دشمن تھا اب اس جہاد میں تمہارے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہوں ابراہیمؒ نے
تبسّم کیا اور اسکے سر و چشم پر بوسہ دیا اور کہا کہ اے بھائی اگر تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر تاکہ اُسے
وفا کروں کہا اے امیر ایک حاجت رکھتا ہوں ابراہیمؒ نے کہا کہ وہ کیا ہے ترسا نے کہا کہ جبیر و عبداللہ
پسر مطیع تمہارے پاس سے بھاگ کر گیا اس نے مصعب کے پاس آدمی بھیجکر تمام حال کہلا بھیجا اب
انکی یہ نیت ہے کہ تمہارے اوپر شبخون ماریں تم کسی شخص کو میرے ساتھ کر دو میں اسکو گرفتار کر کے تمہارے
پاس لاتا ہوں ابراہیمؒ بہت خوش ہوا۔ ابراہیمؒ نے کہا بھلا بھائی تم اس کام کو کس طرح انجام دوگے
ترسا نے کہا کہ اس نواح کے قرب و جوار میں ایک بستی ہے وہاں پر عبداللہ پسر مطیع تمہارے خوف سے پوشیدہ
ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ جبتک مصعب بن زبیر نہ آئیگا یہاں سے نہ جاؤنگا اگر تمہارے پاس کوئی شجاع
اور جنگجو ہو تو اسکو میرے پاس بھیجدو میں اسکو زندہ حاضر کرونگا اگر زندہ نہ آئیگا تو سر لاؤنگا ابراہیمؒ نے کہا
کہ یہ کام میری ذات سے متعلق ہے اُسنے کہا بہت خوب لیکن لباس جوگیوں کا سا پہن لو اور سر پر برنس اوڑھ لو
اور عصا ہاتھ میں لو اور تلوار کپڑے کے اندر چھپا لو اور دونوں ہاتھ کمر پر دھر لو ابراہیمؒ نے کہا ایسا ہی کرتا ہوں
ہوا خواہان ابراہیمؒ نے عرض کیا کہ اے امیر شاید اس مرد نے مکر کیا ہو ہمارے نزدیک آپکا جانا مصلحت
نہیں انشاء اللہ ہم خود پسر مطیع کو ہنگام جنگ گرفتار کر کے لائینگے ابراہیمؒ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا معین و
مددگار ہو تم جانتے ہو کہ نصرت و فتح پروردگار کی میرے ساتھ ہے فوج کا سردار احمر بن شمیط کو کر کے
راہب کا ہاتھ پکڑ کر چل نکلا اور اس دیر کے قریب جا پہنچا راہب نے کہا کہ اے پسر مالک اب تم کیا کر سکتے
ہو میں تو مکر و حیلہ کر کے تمکو لشکر سے لایا تم دشمنوں میں آپھنسے اب جان سے ہاتھ دھو لو ابراہیم یہ کلمہ سنکر
نہایت غضبناک ہوا اور فوراً تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالکر بولا میں تیرے سر کو ابھی تن سے جدا کئے دیتا ہوں
اور اس فوج کا ایک شمہ بھر بھی مجکو خوف نہیں راہب نے جب یہ دیکھا تو کہا اے جوانمرد خدا سے ڈر میں نے

تو یہ بات تیرا دل آزمانے کو کہی ہے اور یہ جو کچھ میں نے کہا ہے سب جھوٹ ہے اور سخت قسم کھائی ہے
ابراہیمؒ نے کہا مردِ خدا تو ناحق اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا ابراہیمؒ نے جو غور سے نظر کی تو کیا دیکھتا ہے
کہ تین مرد اس دیر کے گرد بیٹھے ہوئے نگہبانی کر رہے ہیں جب انہوں نے راہب کو دیکھا تو کہا اے راہب تو تو دیر
میں چلا جا لیکن اس مرد کو جو تیرے ہمراہ ہے نکلنے نہ دینگے راہب نے کہا یہ تو میرا چچا زاد بھائی ہے اور ایک رشتہ
سے بھتیجا ہوتا ہے ملک شام سے میرے ملنے کو آیا ہے محافظوں نے کہا کہ ہم تجھکو عبداللہ پسر مطیع کے پاس
لے چلتے ہیں دیکھیں وہ کیا حکم دیتا ہے کئی ایک آدمی اٹھے فوراً ابراہیم اور راہب کو باندھ لیا اور عبداللہ
پسر مطیع کے پاس لیگئے اس موقع پر ابراہیم نے چاہا کہ محافظوں سے ہاتھ چھڑا کر قبضہ شمشیر کا ہاتھ میں لے اور
محافظوں کو نیست و نابود کر دے لیکن راہب نے اشارہ سے منع کیا محافظوں نے عبداللہ کے سامنے پیش کیا اور کہا
کہ یہ راہب چاہتا ہے اپنے چچا زاد بھائی کو دیر کے باہر سے لیکر اندر چلا آئے آپ اٹھکر ذرا ملاحظہ کیجئے عبداللہ خواب
سے چونکا اور آنکھیں ملنے لگا ابراہیمؒ ڈرا کہ مبادا مجکو پہچان لے وہ یہ دعا پڑھی اللّٰھم اکفنی شرہ بحق
نبیاك و ولیك والحسنؑ والحسینؑ صلوٰۃ اللہ علیھم اور ہاتھ تلوار پر رکھے ہوئے تھا
عبداللہ پسر مطیع کو نیند کے غلبہ نے بیہوش کر رکھا تھا کیونکہ ابراہیمؒ کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کی تاب
نہ تھی اس فکر میں مدہوش پڑا ہوا تھا نگہبانوں نے مکرر عرض کیا عبداللہ پسر مطیع نیند کی غفلت میں چلّا کر بولا
چھوڑ دو مجھکو سونے دو نگہبانوں نے چھوڑ دیا راہب ابراہیمؒ کو اپنے گھر لیگیا اور کھانا حاضر کیا اور ایک ظرف
جو شراب سے پر تھا وہ بھی پیش کیا اور کہا اے میرے سردار اسے بھی نوش کیجئے تاکہ آنکھوں میں سرور آئے تب جاکر
پسر مطیع کا سر جدا کیجئے ابراہیم نے کہا میرے مذہب میں شراب کا پینا روا نہیں بلکہ حرام ہے پھر ابراہیمؒ نے راہب سے
کہا کہ دیکھو تو وہ ملعون سوتا ہے یا جاگتا ہے راہب گیا اور لوٹ کر آکر کہا کہ سو رہا ہے اگر منظور ہو تو جاکر اس
نابکار کا کام تمام کیجئے ابراہیمؒ نے کہا بسم اللہ پس قصد چلنے کا کیا ہی تھا کہ دفعتہً آواز شور و غوغا کی اسکے کان
میں پہنچی اور ایک دربان نے آکر عبداللہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ مصعب بن زبیر مع ۱۵ ہزار سوار کے آپہنچا وہ
تمام سنتے ہی مارے خوشی کے دیر سے باہر نکل آیا ابراہیم غمناک ہوا اور اسکے پیچھے پیچھے باہر آیا دریا کے کنارے
پر بہت سی روشنی دکھائی دی اور بکثرت کشتیاں یکے بعد دیگرے نظر پڑیں مصعب نے دریا کے کنارے لشکر

گزرتا رہا ایک مرد کو دیکھا کہ وہ خود بخود یہ کہکر ناچ رہا ہے کہ امیر مصعب تو آ لیا کل ہم انمیں سے ایک آدمی کو زندہ نہ چھوڑینگے ابراہیم رحمۃ نے کہا اے برادر تو سچ کہتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ تجکو ایک ہزار دینار دوں تو میری ہمراہ چل میں اکیلا نہیں جاسکتا اس مرد نے جب ہزار دینار کا نام سنا لالچ میں آگیا اسنے کہا کہ تو مت ڈر میں تیرے ساتھ چلتا ہوں بس دونو لشکر کی طرف چلے جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو ابراہیم نے کہا کہ میرا دل درہموں سے سیر ہو چکا ہے اب میں تم کو دیتا ہوں کہ تم میرے ساتھ بطور بدرقہ کے آئے ہو وہ مرد ابراہیم کی طرف درہموں کے لینے کیلئے بڑھا ابراہیم رحمۃ نے ہاتھ ایسی طرح سے میان پر ڈالا گویا درہم نکالتا ہے تلوار کھینچتے ہی اسکی گردن پر ماری کہ سر اسکا دور جا پڑا ابراہیم رحمۃ نے اپنے دل میں کہا کہ میں آج کی شب یہاں سے نجاؤنگا جبتک اس گروہ کو قتل نکرونگا اسی دھن میں عین لب دریا تک پہنچا دریا کے کنارے دو ہزار کشتی دیکھی جو مردوں سے بھری تھیں تمام کشتیوں کے لنگر ڈالدیئے اور لوگ کشتیوں سے اتر پڑے ایک کشتی کو دیکھا کہ نہایت ہی آراستہ اور پیراستہ ہے جسکے گرد پچاس شمعیں روشن تھیں مصعب بن زبیر کو دیکھا کہ وہ تخت پر بیٹھا ہے اور غلام اور نوکر چاکر خدمتگار چاروں طرف کمر بستہ کھڑے ہیں جو شخص دریا سے باہر آتا تھا ابراہیم کنارے پر کھڑا ہوا ہر ایک کو دیکھ رہا تھا کہ اتفاقاً مصعب کی نظر ابراہیم رحمۃ پر جا پڑی دیکھتے ہی بولا کہ وہ مرد جو دور سے ہمکو دیکھ رہا ہے ہمارے لشکر کا آدمی نہیں اگر وہ ہمارا آدمی ہوتا تو ہماری خدمت میں مثل اوروں کے سعی کرتا عبداللہ پسر مطیع نے جھککر کہا اے شخص آگے آ اور آداب بجالا ابراہیم رحمۃ نے کچھ جواب ندیا مصعب غصہ ہو گیا حکم دیا اسکو گرفتار کرکے ہمارے سامنے پیش کرو ابراہیم رحمۃ کا جاسوس معلوم ہوتا ہے یہ سنکر پچاس آدمی دوڑے ابراہیم رحمۃ کو گرفتار کرکے مصعب کے پاس حاضر کیا اسوقت ابراہیم کی منہ سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون پھر خدا سے عرض کیا کہ خداوندا اس ملعون کی دل اور آنکھوں کو اندھا کردے کیونکہ تو ہر شے پر قادر ہے ابراہیم کہتا ہے کہ جب مجھے مصعب کے پاس لیگئے تو اسنے میری طرف دیکھکر میرا دہنا بازو پکڑا اور شانہ پر ایک مکا مارا پھر بولا تو کوئی جاسوس ہے یا مرد بزرگ ہے کیونکہ نہ تو نے مجھے سلام کیا اور نہ میری طرف ملتفت ہوا میں نے کہا کہ میں ایک مرد غریب ہی ہوں جب آپ نے عرب سیاہ کو طلب کیا میں بھی آموجود ہوا میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا خدمت بجالانی چاہیئے مصعب نے عبداللہ

کو حکم دیا کہ تو اس مرد کو کسی دوسرے کے سپرد کردے میں کل ملاحظہ کر کے تفتیش کرونگا اس نے عامر بن عمرہ
کے سپرد کر دیا عامر نے ابراہیم رض سے کہا آؤ تم میری حوالات میں ہو اُس نے اپنے خیمے میں لیجا کر مقید کر لیا
اور کہا یہ مرد عرب نادان ہے اور خود یہ کہکر شراب پینے میں مع اپنی ہمراہیوں کے مشغول ہوا اتنی شراب پی
کہ مدہوش ہو گیا ابراہیم رح نے اپنے معبود کو اسکی عظمت اور بزرگی سے یاد کیا قید سے نکلکر ایک کونے میں بیٹھا
لباس کو بدل ڈالا جب صبح ہوئی مصعب نے کہا اوپسر مطیع وہ مرد جاسوس کہاں ہے کیونکہ میں اسکی طرف
سے بدگمان ہوں پسر مطیع نے عامر سے کہا اس جاسوس کو حاضر کرو عامر نے چاہا کہ گھوڑے پر سوار
ہووے گھوڑا ابدی سے پیش آیا عامر نے کہا کہ تجھپر اور شیعیان علیؑ پر خدا کی لعنت ہو ابراہیم غضبناک ہوا
اور ادھر اُدھر دیکھکر ایک ایسی تلوار آبدار اسکی گردن پہ ماری کہ اسکا سر گیند کی طرح جا پڑا اور خود اپنے
لشکر کا ارادہ کیا جب تھوڑا سا رستہ طے کیا ایک مرد کو دیکھا کہ بیساختہ رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ اس
سپاہ پر خدا کی لعنت ہو جیو کہ اُس نے مجھپر بڑا ظلم کیا ہے ابراہیم رض نے کہا کونسی سپاہ پر لعنت کرتا ہے اُسنے
کہا مصعب کی سپاہ پر ابراہیم رح بولا تو کون ہے اسنے کہا کہ میں ایک مرد غریب ہوں اور میری ایک ضعیفہ ماں
ہے میں اُسکے کھانے کیلئے کبھی کبھی کوئی چیز لے جاتا تھا اور آج جو لیجا رہا تھا انہوں نے چھین لی اور سچ
یہ ہے کہ میرا یہ طریق ہے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله وعلی
ولی الله وصی رسول الله ابراہیم رح نے جب یہ سُنا تو اپنی کمر میں ہاتھ ڈالکر پنجاہ دینار نکالے
اور اسکی تواضع کیئے کہا تو اور تیری ماں صرف میں لاؤ میرا نام ابراہیم بن مالک اشتر رض ہے وہ غریب پچاس دینار
لے کر خوش ہوا اور دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر کو چلدیا ابراہیم صحیح سلامت اپنے لشکر میں پہنچا سب نے خوشی
منائی اور کہا اے امیر آپ نے کیا کیا ابراہیم رض نے اپنی سب سرگذشت سنائی لشکر کے لوگ شکر خدا بجالائے
کہ ہمارا سردار صحیح سلامت پھر آیا دوسرے روز مصعب بن زبیر کے نام نامہ لکھا کہ ای پسر زبیر تجھکو واضح ہو
کہ دریائے فرات کے کنارے پر جس شخص کے شانہ پر تو نے تکار اٹھایا وہ ابراہیم بن مالک اشتر رض تھا اور میں ہاں سے
نہ چلا تا وقتیکہ تیس ہزار آدمیوں کو تہ تیغ نکر لیا ہاں تیری اور پسر مطیع کی اجل نہ تھی لیکن اب دیکھنا کہ کس
طرح تجھپر اور تیری لشکر پر تلوار چلاتا ہوں قاصد کے ہاتھ خط دیکر روانہ کر دیا بعد ازاں طبل جنگ بجا ہر دو طرف سے

لشکر صف آرا ہوا ابراہیمؓ خود میدان میں پہنچا اور مصعب کی سپاہ پر حملہ کیا باون آدمیونکو تہ تیغ کرکے لوٹ آیا مصعب نے جب یہ حال دیکھا تو بہت ڈرا اور کہا کہ اگر ایک اور حملہ اسیطرح کا کیا تو ضرور شکست ہوگی یہ سوچکر اپنے لشکر کو للکارا کہ سب پیدل ہو جائیں مصعب کی سپاہ میں آٹھ ہزار تیر انداز دو ہزار گولہ انداز اور دو ہزار بندوقچی تھے آگے بڑھے اور حملہ کیا ابراہیمؓ نے بھی اپنی سپاہ کو لیکر حملہ کرکے کاٹنا چھانٹنا شروع کردیا۔ سخت لڑائی ہوئی آخرکار ابراہیم کی سپاہ آتشباری اور تیراندازی کی تاب نہ لاکر لوٹ پڑی میدان معرکہ میں سوائے ابراہیمؒ اور عبداللہ بن کامل اور احمر بن شمیط اور زید بن انس اور ورقا بن عازب اور چند اور آدمیوں کے جنہوں نے ان کا ساتھ دیا اور کوئی باقی نرہا ابراہیمؓ یکہ و تنہا سب سے آگے کھڑا ہوا تیغ زنی کر رہا تھا اور پکارتا تھا کہ اے آل ثارات الحسینؑ بن علی علیہ السلام ہمت نہ ہارو، جب فوج نے دیکھا کہ ابراہیم تنہا صرف چند سواروں کے ساتھ اسطرح بیجا جانفشانی کر رہا ہے پھر لوٹ پڑی اور اپنے پیشوا ابراہیمؓ تک پہنچا یا ابراہیمؓ نے کہا اے میری بھائیو اگر دین کیلئے لڑائی کرتے ہو تو کیوں سستی کرتے ہو اور اگر دنیا کیلئے ہے تو دشمن کو پیٹھ دکھلانے کا کیا جواب رکھتے ہو پس ازروئے اخلاص کے مرد بنو اور مردانہ حملہ کرو دشمن کے آگے سے نہ بھاگو اور سب متفق ہوکر ایکبارگی حملہ کرو سب نے ملکر حملہ کیا مصعب کی سپاہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سے لوگ اسکے لشکر کے مارے گئے مصعب نے دوبارہ فوج کی صف آرائی کی ابراہیم پیل دماں اور شیر ژیاں کی طرح میدان میں کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلہ کو آئے مصعب نے عبداللہ بن (مطیع) زبیر سے کہا کہ تو جا اور ابراہیم کا مقابلہ کر کیونکہ وہ بہت لڑا اور لڑتے لڑتے تھک گیا اور کوئی شخص اسکے مقابلہ کا نہیں اگر ہے تو تو ہے پسر مطیع نے کہا بہت بہتر پسر مطیع سوار ہوکر میدان میں آیا، اور کہا آج میں ابراہیمؒ کو قتل کرکے اپنے سردار کو خوش کرونگا ابراہیمؒ نے کہا اے پسر مطیع امیر مختارؓ نے جو تیرے ساتھ نیکی کی تھی اسکی یہی جزا ہے حالانکہ تو نے جھوٹی قسم کھائی اور ایسا ہونا بد اصل سے چنداں عجیب و غریب بھی نہیں میں نے کل کی شب چاہا تھا کہ تجھکو قتل کروں لیکن پھر میں نے مردوں کی مردانگی سے بعید جانا کیونکہ سوتے ہوئے کو مارنا مردونکا کام نہیں ہے یہ کہکر اُس پر حملہ کیا دونوں میں رد و بدل ہوئی آخرالامر ابراہیمؓ نے نعرۂ محمدؐ و یا علیؑ کہکر ایک ایسی ضرب تلوار عبداللہ پسر مطیع کے سر پر ماری کہ ناف تک دوپارہ کردیا، اور گھوڑے سے نیچے ڈالدیا اسنے جان مالک

دوزخ کے حوالے کی ابراہیم رض نے تکبیر کہی مصعب کا منہ زرد ہو گیا مصعب نے کہا ابھی جوانمردو اگر ابراہیم تمام فوج پر بھی حملہ آور ہوا تو تم ہرگز ہرگز نہ بھاگنا میدان جنگ سے ایک کو بھی جان سلامت نہ لیجانی چاہیئے یہانتک لڑنا چاہیئے کہ رات آجائے اشب کو اندھیری رات میں بصرہ کو چلدینگے ابراہیم رح نے بھی جان لیا کہ مصعب عاجز آچکا ہے اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر بہ آواز بلند حکم دیا کہ ایمیری لشکر کے بہادرو مخالف کے لشکر پر جا پڑو یہ سنتے ہی جنگ عظیم واقع ہوئی ایک گھڑی بھی نگزری تھی کہ مصعب کا علم سرنگوں جا پڑا اور لشکر بھاگ نکلا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا مصعب خود بحالت پریشان چلدیا ابراہیم کی فوج نے تعاقب کیا اور اتنوں کو قتل کیا کہ سوائے خدا کے کسیکو معلوم نہیں ابراہیم رح نے بصرہ تک اسکا تعاقب کیا مصعب نے وہاں سے بھی جنگل کا راستہ لیا اور مکہ معظمہ کو چلدیا ابراہیم بصرہ سے لوٹا اور جو کچھ مخالف کی فوج کا مال و اسباب رہگیا تھا سب لوٹ لیا جناب امیر المومنین ع کے فرزندوں میں سے ایک فرزند معرکہ کربلا میں سے بھاگ کر بصرہ آیا تھا ابراہیم رض نے اسکا حال دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ اس نے مختار رض کے خروج کی خبر سنی تھی تو چاہتا تھا کہ اسکے پاس چلا جائے مصعب نے خبر پاکر اسکو گرفتار کر لیا اور اپنے ساتھ رکھا جب مصعب بھاگ گیا فرزند علی ع کو کشتگان مصعب میں زخمی پایا پوچھا کہ تجکو کس نے زخمی کیا کہا مصعب کی سپاہ نے میرا یہ حال کیا ہے پھر فرزند علی ع نے فرمایا کہ میری طرف سے ابراہیم رض و مختار کو درود بھیجنا یہ کہکر جان بحق تسلیم ہوا جب ابراہیم رض کو یہ خبر ہوئی انکی نعش پر آیا اور تجہیز و تکفین تک ٹھہرا رہا پھر تمام غنیمت کا مال لشکر مصعب کا لیکر کوفہ پہنچا اور تمام لشکر کو تقسیم کر دیا اور سب کیفیت اس لڑائی کی مختار سے بیان کی منجملہ مال غنیمت کے کسی قدر جناب امام زین العابدین ع و محمد حنفیہ رض کی خدمت میں بھیجا اور خود کوفہ میں قیام کیا تاکہ قاتلان امام حسین ع مظلوم کی خبر لے ؛

واقعۂ ہشتم مختار کا لشکر شام سے لڑنا

اہل اخبار نے روایت کی ہے کہ جب مصعب ابن زبیر کسی قدر جنگل کا راستہ طے کرکے پہنچا تین دن جنگل میں قیام کیا اور جو کچھ سپاہی اسکے لشکر میں سے بچ رہے تھے اسکے پاس جمع ہوئے جس وقت اس نے خبر پائی کہ ابراہیم رح بن مالک اشتر رض بصرہ سے چلا گیا تو داخل بصرہ ہوا اور اپنی بھائی عبد اللہ ابن زبیر

کے نام تمام سرگذشت لکھکر اسکو مطلع کیا اور یہ بھی لکھا کہ کوفہ عراق ہمارے پاس تھا مختار نے خروج کرکے عراق پر تسلط کرلیا عبداللہ پسر مطیع مارا گیا تمام مال اپنے قبضہ میں کرلیا جبتک مختارؓ زندہ ہے ہم کو چین نملے گا جس وقت تیرے پاس یہ خط پہنچے قوی اور جرار فوج مدد کیلئے فوراً روانہ کرو تاکہ مختار اور ابراہیم سے انتقام لیا جائے گا قاصد کو نہایت تاکید سے روانہ کیا جب مصعب کا نامہ عبداللہ کے پاس پہنچا اُسنے کچھ التفات نہ کی کیونکہ ان ایام میں طائف اور یمن کے باشندے عبداللہ ابن زبیر سے لڑائی میں مصروف تھے نامہ کو پڑھکر اسکے جواب میں لکھا کہ خود مغلوب ہورہا ہوں اس موقع پر میں اپنی سپاہ کو جدا نہیں کرسکتا اگر ولایت عراق کی خواہش ہے تو خود کوشش کر میری طرف سے کچھ اُمید نرکھ اگر تمسے کچھ نہیں ہوسکتا تو مکہ کو چلا آ جب میں اس کام سے فارغ ہونگا بالفعل عراق کے لینے کی فکر کیجائیگی یہ لکھکر خط کو چلتا کیا جب یہ خط مصعب کے پاس پہنچا اسکو پڑھکر نہایت غصہ ہوا فوراً ایک اور خط عبدالملک بن مروان کے نام لکھا اور دمشق کو بھیجا مضمون یہ تھا میں آپکو مطلع کرتا ہوں کہ ایک خارجی نے ہم پر عراق سے خروج کیا نام اسکا مختار بن عبیدہ ثقفی ہے اس نے ابوتراب کے شیعوں کو جمع کیا اور میرے مقابلہ کو بھیجا اسکی سپاہ نے ہم پر ظفر پائی اب میں آپ سے ملتجی ہوں کہ میری مدد کیجئے اور سپاہ بھیجئے تاکہ کوفہ اور عراق کو پھر لے لوں خطبہ اور سکہ تمہارے نام کا جاری کردیا جائیگا میں تمہارا تابعدار رہونگا جب یہ خط عبدالملک پسر مروان کے پاس پہنچا بہت خوش ہوا کیونکہ سکہ و خطبہ اسکے نام کے جاری کرنے کا وعدہ کرلیا تھا اُسنے مصعب کے خط کے جواب میں لکھا کہ تو ہرگز غمگین نہوا اور دغدغہ کو اپنے دل میں راہ ندے بصرہ میں ٹھہرا رہ ستر ہزار مرد جنگی تیرے پاس بھیجتا ہوں تاکہ ہوا خواہان ابوتراب کا مقابلہ کریں اور تیرے دشمنوں کو روے زمین پر زندہ نچھوڑیں جب مصعب نے نامہ پڑھا تو بہت خوش ہوا اور فوج کا منتظر رہا پھر ایک اور خط پسر زیاد کے نام لکھا جسمیں عبداللہ بن مطیع کے مرنے کی خبر دی تھی کیونکہ ان دونوں میں دوستی تھی اور اسبات پر بہت زور دیا کہ ابراہیم نے اسکو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اس کا سر نیزہ پر رکھکر کوفہ کو لیگیا جب یہ خط عبید اللہ پسر زیاد کے پاس پہنچا پڑھتے ہی دُنیا اسکی آنکھوں میں تیرہ و تار ہوگئی اور تمام بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے چند روز اسکی تعزیت میں بیٹھا پھر عبدالملک پسر مروان کے نام نامہ لکھا کہ ای بھائی تو ذرا دیکھ تو کہ ابوتراب کے دوستوں

نے مجھکو کیا صدمہ پہنچایا ہے اب میں اجازت چاہتا ہوں کہ ایک لشکر عظیم فراہم کروں مختار اور ابراہیم سے
عبداللہ بن مطیع کے خون کا انتقام لوں اور اُن کا سر کاٹ کر مکہ کو بھیجوں جیسا کہ حسینؑ بن علیؑ کا سر یزید کے
پاس بھیجا تھا جب پسر زیاد کا خط عبدالملک بن مروان کو پہنچا اس نے اسکے جواب میں لکھا کہ تم اپنی
جگہ پر قیام رکھو میں یہاں سے سپاہ روانہ کرتا ہوں اسکے بعد عبدالملک مسجد میں گیا اور سرداروں کو طلب کیا
ممبر پر بیٹھکر خطبہ پڑھا بعد ازاں یہ کہا کہ اے لوگو خبردار ہو جاؤ کہ ایک شخص نے کوفہ میں خروج کیا ہے مختار اسکا
نام ہے اُسنے تمام دُنیا کو پریشان کر دیا اور خدا کے بندوں کو قتل کرتا ہے تم میں کون ایسا شخص ہے کہ لشکر کی
سپہ سالاری اختیار کرے اور کوفہ کو جائے اور مختار اور ابراہیم کا سر میرے پاس بھیجے جو شخص ایسا کریگا
اسکے صلہ میں اسیکو کوفہ ملیگا اِس جہان میں سلطنت کریگا اور اُس جہان میں ہمیشہ کیلئے بہشت میں
داخل ہوگا عامر بن ربیعہ کہ برادر زادہ عبدالملک بن مروان تھا اُٹھا کہا کہ اے امیر تو جانتا ہے کہ میں
دل و زبان سے کس قدر اہلبیتؑ ابوترابؑ کا دشمن ہوں میرے سوائے اس کام کی لائق اور کوئی نہیں ایک
آدمی کو بھی خارجیوں سے زندہ نہ چھوڑونگا مختار کا سر کاٹکر تیرے پاس بھیجونگا عبدالملک مروان کا
جنا بہت خوش ہوا اور کہا تو میرے بھائی کا یادگار ہے خدا تیرا مددگار ہو چوبیس نقیبوں کو حکم دیا کہ
لشکر کو فراہم کریں خزانے کھولدیئے سپاہیوں کو درہم و دینار دیکر خوش کیا اور افسران فوج عراق کو ستر
ہزار سوار دیکر ابن ربیعہ کے سپرد کیا اور حکم دیا جلد جاؤ اور کوفہ جاکر قیام کرو اور جو کچھ تم سے بن آئے
کمی نکرنا تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا ایک آدمی کو بھی زندہ نچھوڑنا عامر نے کہا میں نے سُن لیا ہے اور
اطاعت قبول کی پس وہ سپاہ جرار دمشق سے چلکر کوفہ پہنچی چاروں طرف کی ناکا بندی کر دی تاکہ کوئی
خبر کوفہ تک نہ پہنچے جب دس فرسخ کوفہ رہا تو ایک جاسوس کو بھیجا تاکہ خبر لائے مختار فوج مخالف کے
آنے سے بالکل بیخبر تھا مختار کی یہ عادت تھی کہ وہ ہمیشہ چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر سوار ہوتا اور کوفہ
سے باہر جاتا اور ایک گھنٹہ گشت کرتا بعد ازاں کربلا کی طرف اپنا مُنہ کرکے یہ کہتا السلام علیک یا ابن رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ اور لوٹ آتا ایک روز حسب عادت معہودہ کوفہ سے باہر نکلا اتفاقاً ایک آدمی کو دیکھا
کہ ایک اونٹ پر سوار ہے غیر معروف راستہ سے کوفہ کی طرف آرہا ہے جب مختارؒ نے اسکو تیز رفتار دیکھا

حکم دیا اس سوار کو میرے پاس لاؤ وہ سوار مختار کے پاس حاضر کیا گیا مختارؓ نے کہا ای عرب کہاں سے
آتا ہے اور کس جگہ کا قصد ہے وہ مرد مارے خوف کے کانپنے لگا کچھ جواب نہ دیسکا مختارؓ نے کہا کہ اے شخص
تجھکو کیا ہوا جو کلام بھی نہیں کرسکتا اُسنے کہا اے سردار میں اپنے قبیلہ سے آتا ہوں کوفہ میں میرے دوست اور
قرابت مند بہت ہیں اُنسے ملونگا مختارؓ نے مسکرا کر کہا سچ سچ بیان کر ورنہ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ تیری گردن ماری
جائے وہ بولا کہ اے سردار میں بنی قبیلہ ازد سے عراقی ہوں عبدالملک پسر مروان نے عامر بن ربیعہ کو ستر ہزار
سوار دیکر تمہارے ساتھ لڑنیکو بھیجا ہے اور وہ کوفہ سے دس فرسنگ پر قیام پذیر ہے اس لشکر میں بزرگان بنی
ازد سے طلحہ نامی ایک شخص ہے اُسنے مجھکو اُن ازدیوں کے پاس بھیجا ہے جو تمہارے لشکر میں ملازم ہیں تم ہشیار
ہو جاؤ کیونکہ عبدالملک پسر مروان نے حکم دیا ہے کہ کسی پر بنی ازد سے رحم نکیجیو مختار نے جب یہ سُنا تو کہا کہ
اے شخص میرے لشکر میں کوئی ازدی نہیں پھر نقیبوں کو طلب فرماکر دریافت کیا کہ میرے لشکر میں کوئی ازدی ہے اُنہوں
نے عرض کیا کہ ایک شخص ہے مختارؓ نے اُسیوقت کسیکو بھیجکر اسکو طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا کہ اے شخص کیا
تیرا نام میرے دفتر میں لکھا ہوا ہے اُسنے عرض کی نہیں پھر فرمایا کہ میں نے کبھی تجھکو کسی معرکہ میں بھیجا ہے جواب دیا
کہ میں کبھی نہیں گیا مختارؓ نے کہا تو اپنے گھر جاکر بیٹھ اور جس جگہ تیرا دل چاہے چلا جا کیونکہ میرا تجھ سے کچھ
تعلق نہیں اور اُس شتر سوار ازدی کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کرکے فرمایا اب کیا ارادہ ہے اُس نے کہا
کہ میں اب اپنے لشکر کو واپس جاتا ہوں اور طلحہ سے کہتا ہوں کہ مختار کے لشکر میں صرف ایک مرد ازدی تھا
اسکو میرے روبرو علیحدہ کردیا کہ اسکی طرف سے بھی بیفکر ہو جائے پھر مختار نے کہا کہ اگر عامر پسر ربیعہ تجھ سے
دریافت کرے کہ مختارؓ کے پاس کسقدر سوار ہیں اُسوقت تو کیا جواب دیگا اس نے کہا میں ایک لاکھ بتلاؤنگا
مختارؓ نے کہا ہرگز ہرگز جھوٹ نہ بولنا کیونکہ راستی میں نجات ہے جھوٹ بولنا خائن کا کام ہے اس نے
کہا پھر کیا کہوں مختارؓ نے کہا کہ تیس ہزار سوار موجود ہیں منجملہ اسکے چودہ ہزار ابراہیم کے سپرد ہیں
اور سولہ ہزار خاص مختار کی سپردگی میں اعرابی نے کہا ایسا ہی کہونگا یہ کہکر لوٹ گیا اور عامر کے لشکر میں پہنچا
عامر نے کسیکو بھیجکر اُس کو بلایا کہا کہ سپاہ عراق کی کیا خبر ہے اعرابی نے کہا جب میں کوفہ
پہنچا تو مختار کو دیکھا کہ اسکے پاس تیس ہزار سوار ہیں اُن میں سے چودہ ہزار ابراہیمؒ کو

کو دے رکھے ہیں اور سولہ ہزار اپنے لئے مخصوص کر رکھے ہیں مجھکو لوگ گرفتار کر کے مختار کے پاس لیگئے
اور وہ سب سرگذشت بیان کی جو مختار میں اور اسمیں گفتگو ہوئی تھی اور یہ بھی عرض کیا کہ ایک
مرد ازدی مختار کی سپاہ میں تھا اسکو علیحدہ کر دیا عامر نے کہا کہ چودہ نفر ازدیوں نے جو ہمنشین
مختارؓ ہیں میرے پاس پوشیدہ خط بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ لڑائی کے روز ہم مختار کو گرفتار کر کے
تمہارے سپرد کرینگے کیونکہ اُس نے ہمارے چچا زاد بھائی کو قتل کیا اگرچہ ہم بظاہر یہاں ہیں لیکن
فی الباطن ہم تمہارے ہی طرفدار ہیں از انجملہ کثیر بن نافع و ربیعہ بن قیس و عمر بن مسافر بن ہلال
وغیرہ سب کا نام لیا اور کہا یہ چودہ آدمی بزرگان لشکر مختارؓ و دشمنان علیؑ ابن ابیطالبؑ
میں سے ہیں اور ہمیشہ مختارؓ کے مار ڈالنے کی فکر میں رہتے ہیں لیکن موقع نہیں ملتا جس روز ہمارا
لشکر یہاں اُترا اسی روز چودہ سرداروں نے پوشیدہ خط بھیجے تھے اور لکھا تھا کہ ہم لڑائی کے روز مختار
کو گرفتار کر کے تمہارے پاس لائیں گے اسکے بعد عامر نے کہا کہ تجھ سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو خط میں تجھکو
دوں مختار کے لشکر میں جا کر ان چودہ ازدیوں کو پہنچا دے اعرابی نے کہا میں بیشک پہنچا سکتا ہوں
مجھکو اپنے مرنے کا کچھ غم نہیں مگر کسی طرح تمہاری مُراد حاصل ہو جائے البتہ ایک بات کا اندیشہ پیدا ہو
گیا ہے کہ مختار کو تمہارے آنے کی خبر مل چکی ہے وہ مستعد جنگ و پیکار ہے روز مرّہ کوفہ سے نکلکر گشت
کرتا ہے اور جا بجا پہرہ لگا ہوا ہے مجکو اندیشہ ہے کہ مختار کے لوگ مجھکو پکڑ کر لے جائیں اور دریافت
کریں کہ تیرے یہاں آنے کی کیا وجہ ہے البتہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک کام کو آیا ہوں اگر تلاشی میں یہ خط میرے
پاس سے نکل آیا تو میرا اور میری قوم کے لوگوں کا بھیجا نکال ڈالینگے عامر نے کہا تو اندیشہ مت کر
میں تجھکو ایک مکر سکھلاتا ہوں تو مجھ سے ایکہزار دینا ر اور بارہ درہم لے اور اپنے لئے کسی جگہ رکھ لے اور
پھٹے پرانے کپڑے پہنکر اونٹ پر سوار ہولے جب کوفہ کے نزدیک پہنچے تو اونٹ کو کسی کے سپرد کر دینا
اور سر و پا برہنہ چلنا شروع کر دینا جب راستوں کے چوکیدار تجکو پکڑ کر مختار کے پاس لیجائیں وہ تجھسے پوچھیگا
کہ کیا معاملہ پیش آیا جو ایسی جلدی لوٹ آیا تو کہدیجو کہ جب عامر نے مجکو آپکی خلعت عطیہ پہنے ہوئے دیکھا تو
نہایت ہی غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ او رافضی تو نے کسلئے رافضی کی دی ہوئی خلعت کو پہنا اگر تو اُس کا

مذہب نہ اختیار کرتا، وہ ہرگز تجکو خلعت نہ دیتا لہذا جو کچھ تم نے مجھکو دیا ہے لے لو وہ میرے قتل کا حکم دیتا تھا لیکن قوم بنی انبار نے میری مدد کی تب اُس نے مجکو عفو کیا ہے وہاں سے بھاگ کر تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تیری خدمت میں رہوں پھر یہ مخفی خط اُن چودہ آدمیوں کو پہنچا دینا دوسرے روز وہ مختار کا کام تمام کردیں گے میں تجکو دولت سے مالا مال کردونگا اس نے کہا آپنے خوب تدبیر سمجھائی عامر نے ایک خط ان چودہ ملعونوں کے نام لکھا جو مختار کے پاس ملازم تھے اس خط کا یہ مضمون تھا کہ تمہاری عورتیں میری پناہ میں ہیں لیکن تم کو لازم ہے کہ جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ آپڑے مختار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور میرے پاس چلے آنا میں تم کو خلعت اور روپیہ اور ولایت مروان سے دلادونگا اور جب مختار مارا جائیگا تمام خزانہ کا روپیہ وغیرہ جو کچھ اسکی ذات سے متعلق ہے وہ سب تم کو دیا جائے گا، خط کے خاتمہ پر مُہر کی اور اس اعرابی کو دیا اعرابی نے پُرانے کپڑے پہنے اور اونٹ پر بیٹھکر چلدیا کوفہ کے پاس پہنچ کر اونٹ کو ایک جگہ ٹھہرادیا اور خود اسیطرح پیادہ کوفہ کی طرف چلا مختار حسب عادت معہودہ گشت کے لئے شہر کے باہر آیا ہوا تھا دُور سے ایک سپاہی کو دیکھتے ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تحقیق تو کرو یہ کون ہے جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی اعرابی ہے کہ پہلی دفعہ مختار کے سامنے پیش ہوا تھا دوبارہ پھر لاکر پیش کیا ملازموں نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جسکو حضور نے خلعت سے ممتاز فرمایا تھا مختار اعرابی کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ تجہپر کیا آفت آئی جو اس حال سے لوٹکر آیا اعرابی نے وہ سب سرگذشت جو عامر اسکو تلقین کی تھی مختار سے عرض کی مختار نے فرمایا تو بے فکر رہ میں اُن نامردوں میں سے نہیں کہ جو اُمیدواروں کو نا اُمید کرتے ہیں پھر حکم دیا کہ پندرہ ہزار دینار پانچ ہزار درہم اور بیس جوڑے کے دیئے جائیں بعد عطائے خلعت وزرار شاد کیا کہ خواہ تو میرے پاس رہ یا اور کسی جگہ جہاں دل چاہے چلا جا اعرابی نے جب اسقدر احسان مختار کا دیکھا اپنے دل میں سوچا کہ یہ جہان فانی ہے اور اُس جہان کو ہمیشہ کیلئے بقا ہے مجکو بالکل یقین ہوگیا کہ یہ مومنوں کی سپاہ ہے اور وہ منافقوں کی فوج کیونکہ اس لشکر میں نماز و روزہ اور توحید باری کا ذکر پاتا ہوں، وہ سب کے سب خدا و پیغمبر اور دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم علیہم السلام کے قائل ہیں سپاہیوں میں

سوائے شراب پینے اور زناکاری کے نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزہ کا چرچا پھر کس لئے مختار سے قریب کرنا چاہیے
پہلے وہ کچھ میرے ساتھ عنایت کی دوبارہ حاضر ہو تو اسقدر عنایات سے مالا مال کیا پس آگے بڑھ کر
مختار سے عرض کی کہ اے امیر میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں حکم دیا اچھا کہو اعرابی نے جو کچھ عامر کی زبانی
ابتدا سے انتہا تک سنا تھا سب مفصل و مشرح کہہ سنایا اور یہ بھی گذارش کیا کہ میں نے یہ سب حقیقت ذ
ہی کیلئے نہیں عرض کی بلکہ ثواب آخرت میرا مقصود ہے پھر عامر کے خطوط نکالکر پیش کئے مختار نے
انکو پڑھا اور اعرابی کو دعائیں دیں گھوڑے سے نیچے اتر کر جناب باری کا شکریہ ادا کیا جو کچھ اعرابی سے
سنا تھا سب ابراہیم سے کہا اور کل خط دکھا دیئے اسنے سر ہلایا پھر دونوں اپنی نشستگاہ کو تشریف لیگئے
اور چودہ منافق بھی مختار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انکا یہ قاعدہ تھا کہ جب مختار کسی جگہ چلتا تو وہ بھی
ساتھ ساتھ جاتے اور جب وہ کھڑا ہوتا تو یہ بھی کھڑے ہو جاتے مختار کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ یہ آزمائش
کرنی چاہیئے کہ جو کچھ میں نے سنا ہے وہ بات ان کے دل میں ہے یا نہیں مختار نے پہلے اپنی ہتھیار اتارے اور صرف ایک
لباس سے کھڑا ہو گیا ابراہیم کو حکم دیا کہ تم بھی اپنے ہتھیار علیحدہ کرو اسنے بھی ویسا ہی کیا لیکن وہ چودہ
آدمی جان گئے کہ اس حرکت سے مختار کی کیا مراد ہے پھر سپاہ کو حکم دیا کہ اپنے ہتھیار رکھدو سب نے تعمیل
حکم کی مگر ان چودہ آدمیوں نے ہتھیار نہ اتارے مختار نے یہ سب کچھ اسلئے کیا تھا کہ وہ بات کھلجائے کہ
فی الحقیقت یہ چودہ آدمی ایسے ہی ہیں اور انکے خون کا مظلمہ گردن پر نہ ہے جب بخوبی دیکھ لیا کہ یہ مطیع و
فرمانبردار نہیں اسوقت ایک حربہ جو اسکے ہاتھ میں تھا ہلایا مختار کے ہوا خواہ جان گئے کہ یہ ان دس لوگوں کو
قتل کریگا مختار نے منجملہ ان چودہ آدمیوں کے ایک مرد کے سینہ پر نیزہ مارا کہ اسکی پیٹھ سے نکل گیا اسی
طرح اوروں کو قتل کیا سپاہ پر نہ کھلا کہ کس لئے ایسا کیا گیا ابراہیم چونکہ ایک مرد پرہیزگار تھا اس نے
کہا اے امیر جبتک انکا گناہ ثابت نہ ہو لیتا انکا قتل واجب نہ تھا مختار ابراہیم کا ہاتھ پکڑکر ایک شخص کے
پاس لایا جو ان میں سے زندہ تھا اور کہا کہ اب مختار اپنی حرکت سے نہایت پشیمان ہے تو سچ سچ کہہ کہ یہ کیا
بات ہے اس نے کہا پشیمان ہو یا نہ ہو ہمارا قطعی ارادہ تھا کہ مختار کو قتل کریں لیکن اسنے پیشدستی کی اپنی
جان کو سلامت رکھا ابراہیم نے کہا کہ اسکا کیا سبب تھا وہ مردود بولا کہ ہم سب کے سب علیؑ اور

اسکی اولاد کے دشمن ہیں ابراہیم نے یہ سنتے ہی خنجر کھینچا اور اسکو واصل جہنم کیا مختار ابراہیمؓ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اے جان برادر تم نے سن لیا میں نے انکو ناحق نہیں قتل کیا یہ کہکر خدائے عزوجل کا شکر ادا کیا اعرابی کو اپنے پاس بلا لیا سپاہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے جوانمردو جو تم میں سے میرا دوست ہے لازم ہے کہ جو کچھ جس سے بن آوے اس اعرابی کو دے پہلے سب سے ابراہیمؒ نے سبقت کی دو ہزار دینار اور دو ہزار درہم دیئے اور ہر ایک شخص نے جس قدر اس سپاہ میں بلا زم تھے جو کچھ جس کسی سے ہوسکا دیا حتیٰ کہ وہ مرد ازدی کپڑوں اور روپیوں کی ڈھیر میں چھپگیا: مختار نے کہا کہ اے بھائی جان اسکو لے لیجئے اور جس طرف آپکا دل چاہے تشریف لیجایئے اعرابی نے کہا کہ اے سردار مجھکو شہید کربلا کی قسم میں اس مال سے ایک حبہ بھی نہ لونگا یہ سب مدینہ منورہ کو حضرت امام حسینؑ کی اولاد کے پاس بھیجدیجئے میرے لئے اسیقدر عطیہ کافی ہے. جو پہلے آپ نے مجکو دیا تھا اور یہ بھی عرض کیا کہ میری ایک اور بھی حاجت ہے بشرطیکہ آپ اسکو قبول فرمائیں مختار نے فرمایا کہو کیا حاجت ہے کہا میری یہ آرزو ہے کہ میں عامر کو گرفتار کرکے آپکے سپرد کردوں مختار نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے اُس نے کہا آپ میرے ساتھ اس ملعون کے لشکر تک تشریف لے چلیں اور ایک تیر کے فاصلہ پر اسکے لشکر سے قیام فرمائیں میں تنہا جاکر اس سے کہونگا کہ جس جماعت کے نام تم نے عریضہ بھیجا تھا وہ خط میں نے اس گروہ کو پہنچایا اُنہوں نے منجملہ اپنے زمرہ کے ایک آدمی میرے ساتھ کردیا ہے کہ تو اسکے سامنے عہد و پیمان مستحکم کرکے حلف اٹھالے کہ میں تجھسے عہد شکنی کرونگا اور نہ بے وفائی سے پیش آؤنگا اور جب مختار کو ہم قتل کردالیں اپنے عہد کو پورا کردیجو وہ آدمی لشکر سے باہر کھڑا ہے یہاں نہیں آسکتا بلکہ اسکی یہ خواہش ہے کہ آپ اسکے پاس چلیں اس حیلہ سے آپکے پاس لے آؤنگا اب جو آپ کی رائے ہو مختار نے کہا کہ تو نے بات تو ٹھکانے کی کہی ولیکن میرے نزدیک قرین مصلحت نہیں کہ تیرے ساتھ چلوں کیونکہ ان کا طلایہ ہر شب یہاں پھرتا رہتا ہے اور تمام عراق اور شام کے لوگ مجھکو پہچانتے ہیں ممکن نہیں کہ مجھ سے لڑائی نہو اعرابی نے کہا اے امیر تعجب کی بات ہے میں نے تو یہ امر بعد اخلاص کیا اور آپکے نزدیک وہ قرین مصلحت نہیں مختار نے اسکو دعا دی اور شہر کوفہ میں داخل

ہوا ابراہیم اس مرد ازدی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لیگیا حکم دیا کہ کھانا لاؤ جب کھانا نوش کر لیا باہم باتیں ہونے لگیں جب نماز شب سے فارغ ہوئے کہا کہ اے برادر مختار سے جو تم نے بات کہی تھی اس کا سرانجام ہونا آسان نہیں وہ لشکر نہیں جا سکتا میں تیرے ساتھ چلتا ہوں جو کچھ تم ان کے ساتھ کرتے وہ میرے ساتھ کیجیو اعرابی نے کہا اچھا چلئے تیار ہوتے دیکھ تو سہی میں کیسا مکر پھیلاتا ہوں ابراہیم اٹھا اور ازدیوں کا سا لباس پہنا تلوار گلے میں ڈالی اور اونٹ پر سوار ہو کر شہر سے باہر نکلے شامیوں کا لشکر جا لیا ازدی نے کہا تم یہیں ٹھیر جاؤ میں عامر کو تمہارے پاس لاتا ہوں ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں طلایہ کی ایک جماعت ان کے پاس آئی پوچھا کہ تم کون ہو ازدی ان کے پاس گیا اور کہا کہ میں تمہارے رفیقوں میں سے ہوں مجھکو قاصد کر کے بھیجا تھا انہوں نے اسکو پہچان لیا پھر جماعت طلایہ نے سوال کیا کہ دوسرا آدمی کون ہے اسنے کہا کہ یہ میرا چچا زاد بھائی ہے کوفہ سے میرے ساتھ آیا ہے جماعت طلایہ نے کہا تو ہم کو تو ہمارے سردار کا یہ حکم ہے کہ اگر تم کسی اعرابی کو دیکھو اسکو ہمارے پاس لے آؤ پس ہم امیر سے یہ امر پوشیدہ نہیں رکھ سکتے دونو کو عامر کے پاس لے گئے اور عرض کیا اے سردار یہ مرد جو کوفہ گیا تھا لوٹ کر آیا ہے اور ایک اور شخص کو اپنے ہمراہ لایا ہے لیکن ہم نہیں پہچانتے کہ وہ کون آدمی ہے عامر نے کہا دونو کو پیش کرو بموجب حکم کے پیش کئے گئے ابراہیم رضہ نے دعا کی کہ خداوندا تجھکو ہر ایک کی نیت کا حال معلوم ہے تو بخوبی جانتا ہے کہ میرا مقصد یہاں آنے سے کیا ہے میں اپنے تئیں تیرے سپرد کرتا ہوں یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین عامر ظالم نے جب اسکو دیکھا پہچان لیا اور عمامہ اسکے سر سے اتار کر کہنے لگا کہ اے پسر اشتر اب تو میرے دام میں آ پھنسا اور اس مرد ازدی نے تجھکو بغرض قتل پیش کیا ابراہیم رضہ نے کہا میں تیرے قتل کیلئے آیا ہوں اور پروردگار عالم سے امیدوار ہوں کہ وہ میری حاجت کو روا کریگا عامر نے کہا کہ میں پہلے اس سے کہ تو میرے قتل کا ارادہ کرے تجکو ذبح کرونگا پھر اسیوقت جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ ان دونو کے سر اوڑا دو جلاد نے پوچھا پہلے کس کی گردن ماروں عامر نے کہا کہ ابھی ابراہیم کی ابھی اثنا میں عامر کا ایک ہمنشین آنکلا اور جلاد کی طرف دیکھکر چیخا کہ او جلاد ہاتھ کو ٹھیرا لے میں

ابراہیم کے بارہ میں کچھ بات کہنا چاہتا ہوں عامر جلادؔ سے بولا ذرا صبر کریں سناؤں کہ یہ کیا کہتا ہے اسکے
ہمنشین نے کہا اے سردار ابراہیمؒ ایک مرد زبردست و دلاور عراق اور شام کے درمیان کمال شہرت
رکھتا ہے آج کی شب اسکا مارنا مناسب نہیں اگر آج کی شب تو اُسے قتل کریگا تو کوئی اس بات کو معلوم
نکریگا کہ تو نے ابراہیمؓ بن مالک اشترؓ کو قتل کیا اگر حکم ہو تو آج کی شب اسکو زیر حوالات رکھیں دن چڑھے جب
تمام لشکر اسلام حاضر ہوگا اُسوقت ابراہیم کے قتل کا حکم دینا فوراً قتل کیا جائیگا اگر مناسب ہوگا تو ازدی کے
لئے بھی حکم قتل دینا پھر خوب شادیانے بجانا اور سر عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجدینا جب مختار
اور اُسکا لشکر سُنے گا سب کے حوصلے پست ہو جائینگے عامر نے سُنکر کہا تیری رائے مناسب ہے پھر
ایک دربان کو جو ہزار سوار کا سردار تھا طلب کیا اور ابراہیم اور ازدی کو اسکے سپرد کیا اور حکم دیا کہ ان
دونو کی اچھی طرح حفاظت رکھنا اسنے کہا میں نے آپکا ارشاد سُنا اور اطاعت قبول کی ایسا ہی ہوگا
جیسا آپ نے فرمایا عامر نے ابراہیمؓ سے کہا کہ اے پسر اشترؓ تیری عمر میں ایک رات باقی رہگئی ہے ابراہیم نے
کچھ بھی جواب نہ دیا دربان دونو کو اپنے خیمہ میں لیگیا اور آٹھ میخیں آہنی گڑوا کر دونو کو خوب مستحکم باندھ دیا
اور طوق اور بیڑی پاؤں اور گردن میں پہنادی اور ہزار جوان پہرہ کیلئے مامور کیا تاکہ انکی محافظت کریں
جب ایک گھڑی گذری سب کے سب سو گئے ابراہیمؓ قرآن خوانی میں مصروف تھا اور مرد ازدی کو رونے
سے فرصت نہ تھی ابراہیمؓ نے کہا مرد ہوکر روتا ہے اپنے خدا کو یاد کر تو نے تو میرا دل جلا دیا خدا تعالےٰ سے
ناامید مت ہو اگر ہماری زندگی میں سے کچھ حصہ باقی ہے ہم ضرور چھٹیں گے اگر باقی نہیں تو شہید ہوکر درجہ شہادت
پائینگے مرد ازدی نے کہا البتہ نااُمید تو نہ ہونا چاہیئے اور دُعا مانگنے لگا ابراہیمؒ سورۂ ہل اتیٰ پڑھنے لگا بعد ازاں
ازدی سو رہا لیکن صرف گھڑی بھر سویا ہوگا کہ یکایک چونک پڑا اُسوقت اسکی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ
(آپ کی بدولت) تین بار یہی کلام ازدی کی زبان سے نکلا ابراہیم اُسوقت بیدار تھے اُنہوں نے جب یہ کلمات
سُنے تو حیران ہوکر پوچھا کہ بھائی یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو ازدی نے جواب دیا کہ حضرت امام انام جناب سید الشہداؑ سے
میں نے یہ کلمات عرض کئے تھے اسوقت جب میں سو گیا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان آدمی جو بڑے خوبصورت
ہیں عمدہ اور پاکیزہ لباس پہنے میرے پاس تشریف لائے ہیں اور اُنہوں نے مجھسے ارشاد فرمایا کہ ازدی بھائی تو نے

دل میں کچھ غم نہ کہا اور ابراہیم کو میری جانب سے سلام کہنا اور یہ کہدینا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ میں تم کو
قید سے نجات و رہائی دلواؤں لیکن جلد تم کو خلاص نصیب ہوگی اور میں حسینؑ بن علیؑ شہید کربلا ہوں
یہ ارشاد فیض بنیاد سنکر میں نے اسی عالم خواب میں ان سے عرض کیا کہ یا ابن رسولؐ آپ کی بدولت) اور
اسکے بعد میری آنکھ کھلگئی اس خواب کا حال سنکر ابراہیمؓ نہایت خوش و خرم ہوئے اور کہنے لگے کہ ای بھائی
امام نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے اتفاقاً جو شخص انکا نگراں اور محافظ تھا وہ بھی اسوقت
جاگ رہا تھا ابراہیم اور ازدی کی مابین جو گفتگو ہوئی تھی وہ مفصل سنے بھی سنی تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا
کہ مجھپر تف ہے اور افسوس ہے کل کے روز جب قیامت برپا ہوگی اور خدا اور اس کا رسولؐ و حضرت
علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام گویا میری مدعی ہونگے تو میں انکو کیا جواب دونگا اگر حضرات
موصوفین مجھسے یہ سوال کرینگے کہ ہم نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی کہ تو نے ہمارے دشمنوں کی اعانت
کی اور انکو ہمارے ایذا رسانی میں مدد پہنچائی اور ہمارے دوستوں کی خونریزی اختیار کی اسوقت میں کیا عذر پیش
کر سکتا ہوں اس خیال نے اسکے دل و دماغ میں ایک عجیب طور سے گردش کی اور جوش لی اور انقلاب
قلب کے ساتھ وہ شخص حاجب کھڑا ہوگیا اور ان دونو نظر بندان کے پاس آنکے خیمہ میں جاکر ابراہیم سے کہنے
لگا کہ اے سردار اسوقت سے قبل میں تم سے زیادہ بروئے دنیا پر کسیکو اپنا دشمن نہیں رکھتا تھا یعنی آپکی برابر
کسی سے مجھے اس سے پہلے دشمنی نہ تھی اور اب آپ سے زیادہ عالم میں اور کسیکو میں عزیز نہیں رکھتا ہوں میں
خوف خدا سے سخت ترساں اور لرزاں ہوں اور میں نے یہ مصمم قصد اور عزم کر لیا ہے کہ میں تم کو رہا کردوں
کہ جہاں تمہارا جی چاہے بلا دغدغہ یہاں سے چلے جاؤ لیکن اور نگہبان اور محافظ جو یہاں سو رہے ہیں
ان سے مجھے اندیشہ ہے اور میں انسے ڈرتا ہوں ابراہیم نے جواب دیا کہ ای بھائی تم ہمکو رہائی دیدو اور اس فعل کے
[illegible] یقین ہے کہ تمہارا یہ عمل تمہارے گناہان سابق کا کفارہ ہوجائے کیونکہ خداوند کریم غفور الرحیم ہے اور تم کو کوئی
اندیشہ یا کسی بات کا غم اور خوف نکرنا چاہیے یہ سنکر اس محافظ حاجب نے زمین سے میخیں جسمیں انکی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں
نکال لیں اور طوق و زنجیر انکے بدن سے اتار کر انکو علیحدہ علیحدہ ہتھیار دیئے اور یہ کہنے لگا کہ اب تم نہایت جلد یہاں سے چلے جاؤ
اور اسوقت یہاں سے رخصت ہو تاکہ میں نے جو کچھ تدبیر اسباب میں [illegible] اسکا عملدرآمد شروع کردوں ابراہیم نے آزاد ہو کر

تہ دل سے دعا دی اور یہ کہا کہ بھائی یہ تکلیف جو تم نے ہم لوگوں کیواسطے گوارا کی ہے ہرگز ضائع نہ جائیگی اسکا ثمرہ ور نتیجہ
دنیا و آخرت میں ضرور ملیگا ابراہیم اس دعا اور گفتگو کے بعد ازدی کا ہاتھ میں ہاتھ لیکر دشمن کے لشکر سے باہر نکلا
اور وہاں سے بھاگنا شروع کیا ادھر جب اس حاجب کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ لوگ دس بارہ کوس نکلگئے ہونگے تو اس نے
غل مچا دیا کہ اے اہل شام ہمارے قیدی خدا جانے ایسی بڑی حراست اور نگرانی اور نظر بندی میں سے کسطرح بھاگ گئے
اک ذرا ہشیار ہوکر انکو تلاش تو کرو حاجب کے اس غل سے اور سپاہی جو ابراہیم اور ازدی کے محافظ اور نگران تھے
وہ بھی بھاگ گئے اور عامر کے تمام لشکر میں غلغلہ پڑ گیا کہ ابراہیم رضا اور اسکا رفیق ازدی چالاکی کرکے ایسی قید تشدید سے
صاف نکلگئے اسوقت تمام لشکر میں ایک حیرت پیدا ہوگئی تھی اور ہر طرف انکی گرفتاری کیواسطے لوگ دوڑ پڑے
خود عامر سوار ہوکر حاجب کے دروازہ پر آیا اور اس سے استفسار کرنے لگا کہ یہ لوگ کسطرح بھاگ گئے حاجب نے کہا کہ
یا امیر کیا عرض کیا جائے یہ دونو قیدی رات بھر تو روتے رہے تھے کیونکہ انکی مشکیں اور بند میں نے نہایت سخت
کس دیئے تھے لیکن خدا جانے پھر کیا سبب ہوا کہ یہ روتے روتے چپ ہوگئے مجھے خیال ہوا کہ شاید اب انکو نیند آگئی ہوگی
لیکن میں اچھا لگا انکی حالت دریافت کرنے کیواسطے جو خیمہ کے اندر گیا تو ان کا نام و نشان بھی نہ پایا مجھے اس
واقعہ سے سخت حیرت ہوئی اور اسوجہ سے زیادہ تعجب تھا کہ انکی بند جو اسقدر سخت میں نے باندھے تھے کس نے
کھولدئیے اس تقریر کے بعد حاجب نے عامر کو یہ خیال دلایا کہ حضور ہو یا نہو یہ کام اسی آپکے مصاحب خاص ندیم کا
ہے کہ جس نے کل آپکو ان کے قتل کرنے سے باز رکھا تھا اگر وہ مار ڈالے جاتے تو ہمکو سب خدشوں اور
خطروں سے نجات حاصل ہوجاتی عامر نے حاجب کی اس تقریر پر کہا کہ بیشک تیرا یہ خیال بہت صحیح ہے اس
ندیم کا سارا کام ہے اور پھر ندیم کو بلاکر اس سے کہنے لگا کہ اے شخص تو نے ہم لوگوں سے فریب اور دغابازی
کی اور علیؑ کے دوستوں کا تو دوست معلوم ہوتا ہے ادھر آکر سب حال سچ سچ بیان کرکہ تو ان
دونوں کو کہاں لے گیا اور ہماری قید سے چھڑاکر ان کو تو نے کس جگہ پہنچا دیا ہے عامر کے اس
استفسار پر اس ندیم نے ہرچند سخت قسمیں کھائیں اور ہر طرح عامر کو یہ یقین دلایا کہ نہ تو مجکو واقعہ
دیروزہ سے بالکل اطلاع ہے اور نہ ان دونو کا ذرا بھی حال مجکو معلوم ہے لیکن یہ جواب بالکل بیفائدہ تھا
کیونکہ عامر کو کسی طرح اسکی بات کا یقین نہ آیا اور فوراً اس ندیم کی گردن ماریگئی اور اسوقت عامر اپنی کل

فوج کو ہمراہ لیکر اس صحرا کو روانہ ہوا، ادھر ایک موقع پر ابراہیم کی تلاش میں بہت بڑی سرگردانی اور
کوشش اس نے ظاہر کی، ادھر ابراہیم کا حال سُنئے کہ وہ ازدی کو اپنے ہمراہ لئے اپنے لشکر کو جا رہا تھا اتفاق
سے اسی اثنا میں اُنہوں نے دُور سے کچھ گرد و غبار اُٹھتا ہوا دیکھا، قرینہ سے اُنہوں نے خیال کیا کہ عامر کا لشکر
ہماری تلاش میں اور تعاقب میں آرہا ہے ازدی نے ابراہیم سے کہا کہ میں تو بادیہ کی راہ سے جاتا ہوں ابراہیمؒ نے
اس سے کہا کہ میری رائے میں بادیہ کی طرف جانا حماقت ہے لیکن ازدی نے نہ مانا اور آخر دونوں نے ایک
دوسرے کو الوداع کیا اور علیحدہ علیحدہ راستہ پر پڑ لئے اتنے میں ابراہیمؒ نے اپنے پیچھے سے سواروں کے
ٹاپوں کی قریب سے آواز سُنی تو اُنہوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کیا خدا کی قدرت سے ابراہیمؒ کے پاؤں میں
اسقدر اسوقت قوت پیدا ہو گئی تھی کہ رات بھر وہ اسیطرح دوڑتے ہوئے صبح تک راستہ قطع کرتے
رہے کہ اتنے میں انکو دُور سے ایک عظیم الشان درخت دکھائی دیا کہ اسکا سایہ وسیع تھا ابراہیم اُس
درخت پر چڑھکر اور نہایت بلندی پر جا کر اسکے پتوں میں چھپ گئے اور عامر کی فوج کو بنظر غور دیکھنے لگے
کہ اتنے میں کچھ سوار سامنے سے نظر آئے اسوقت آفتاب خُوب بلند ہو گیا تھا اور تمام صحرا میں دھوپ
پھیل گئی تھی اور گرمی بھی شدت سے ہو گئی تھی یہ سوار ادھر اُدھر ابراہیمؒ کی تلاش کرتے ہوئے اُس درخت کو
غور سے دیکھنے لگے لیکن قدرت خُدا سے ابراہیمؒ پر انکی نظر نہ پڑی آخر یہ سب سوار پریشان ہو کر
وہاں سے لوٹ گئے، اتنے میں ایک اور سوار اکیلا اس درخت کی طرف آیا اور اسکے نیچے ٹھہر کر فریاد و آہ
کے ساتھ کہنے لگا کہ افسوس بوترابیوں کا بڑا سردار میرے ہاتھ سے نکل گیا ابراہیمؒ نے اس سوار کو دیکھ کر
خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ یہ خود عامر تھا جو اسوقت تنہا ابراہیمؒ کی تلاش میں ادھر لشکر سے الگ ہو کر آ نکلا تھا
ابراہیم نے چاروں طرف نظر ڈالکر جنگل کی طرف خوب دیکھا معلوم ہوا کہ سوائے اس شخص کے اور کوئی نہیں
ہے فوراً اُس درخت سے آہستہ نیچے اُترا اور پیچھے سے اس ملعون کی گردن پکڑ کر گھوڑے سے اُتار لیا اور
زمین پر دے پٹکا، عامر نے یکایک اس مصیبت میں اپنے پھنس جانے پر ایک چیخ ماری اور ابراہیم سے پوچھنے
لگا تو کون ہے ابراہیمؒ نے کہا کہ میں ابراہیم ابن مالک اشتر ہوں، تیری نیت اور ارادہ میرے قتل اور
ہلاکت کا تھا اور اب میں تجھکو مار ڈالوں گا اور یہ کہکر ایسی تلوار اسکی گردن پر ماری کہ اسکا سر چار قدم

پر جا کر گرا اور اسکے بعد ابراہیمؒ نے اسکے ہتھیار آپ لگائے سر اس کا توبرہ میں ڈال لیا اور اُسی کے
گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی راہ لی، اتفاق سے اس راہ میں ابراہیم کو کچھ اور لوگ فوج شام کے آتے ہوئے
نظر آئے، ان لوگوں نے ابراہیمؒ کو جو دور سے دیکھا تو سمجھا کہ عامر بن ربیعہ ہے اور اس شبہ میں اسکو آواز دینے
لگے اور یہ کہنے لگے کہ یا امیر اب واپس چلنا چاہیئے کیونکہ اسوقت گرمی بہت پڑنے لگی ہے اور دھوپ بھی
بہت سخت ہوگئی ہے ہم کو تو تمام دوستان علیؑ سے تمہارا ایک بال بھی بڑھکر ہے لیکن ابراہیمؒ نے ان کی
اس تقریر کا کوئی جواب نہیں دیا اور اسیطرح جاتے جاتے اُن کی نگاہ سے غائب ہوگئے اسطرف مختار کا حال سنئے
کہ یہاں جب اچھی طرح صبح ہوگئی اور دن نکل آیا تو مختار نے ابراہیمؒ کو حسب معمول بلایا معلوم ہوا کہ وہ رات
سے لشکر میں نہیں ہیں بلکہ اس ازدی آدمی کو ہمراہ لیکر کہیں چلے گئے ہیں اور ابتک لوٹکر نہیں آئے ہیں مختار نے ہاتھ
پر ہاتھ مار کر حکم دیا کہ طبل جنگی بجایا جائے اور خود سوار ہو کر ابراہیمؒ کی تلاش کے واسطے شہر کوفہ سے باہر نکلا
اُسوقت اسکے پاس کوفہ کے اکثر سرغنہ اور سرداران قوم جمع ہوگئے تھے اور مختار سے یہ عرض کرنے لگے کہ یا
امیر ابراہیمؒ کا بھی کچھ پتہ ہے وہ کہاں چلے گئے ہیں مختار نے جواب دیا کہ اے یارو اس ازدی آدمی نے مجھ
سے یہ کہا تھا کہ اگر تم میرے ہمراہ چلے چلو تو میں تمہارے ہاتھ سے عامر بن ربیعہ کو گرفتار کرادونگا لیکن میں نے
اسکی اس گفتگو پر عمل نہیں کیا تھا اور اسکے ہمراہ عامر کے لشکر میں نہیں گیا، تو وہ ابراہیمؒ کو لے گیا مجھکو
اب ابراہیمؒ کی جان کا خوف ہے اسوقت اہل فوج نے مختار سے عرض کیا کہ یا امیر اب تم سوار ہو اور ہم
آپ کے ہمراہ چلکر عامر کے لشکر پر حملہ کرینگے اور ابراہیمؒ کو اُس سے چھین لینگے اسکے جواب میں مختار نے ان
سے کہا کہ اسقدر عجلت اس کام میں نہیں چاہیئے بلکہ ذرا توقف کرو، اول یہ امر دریافت کرلو کہ ابراہیمؒ کس
مقام پر گئے ہیں اگر یہ امر صحیح طور سے معلوم ہوجائے تو اسطرف چلنا چاہیئے اور سخت پریشانی تھی
کہ اگر تلاش بھی کیا جائے تو کہاں اودھر مختار کو بھی زیادہ تشویش تھی کہ ابراہیم ہیں کہاں بہرحال بہت
بڑی کوشش ابراہیمؒ کے دریافت حال کی بابت کیگئی، لیکن اس رات دن میں انکا کوئی نشان مختار اور
لشکریان مختار کو معلوم نہوا کہ زمین کھا گئی یا آسمان نگلگیا یا کسی ملک و شہر کی جانب وہ چلے گئے تمام کوفہ
اور لشکر مختار میں اس حادثہ سخت سے افسوس اور رنج پھیلا ہوا تھا اور ہر ایک اہل لشکر ابراہیم کے حال

پر آبدیدہ اور اشکبار رہا، بہر حال ایک بڑے انتظار کے بعد مختار نے مصمم ارادہ کیا کہ اب ابراہیم کی تلاش
میں روانہ ہونا چاہیئے اور اسنے اپنا خیال اہل لشکر سے ظاہر کیا اور ان سب نے بھی مختار کی رائے سے اتفاق
کیا ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گوشۂ صحرا سے ایک سوار نمودار ہوا جو اسطرف آرہا تھا بہر حال جب وہ
سوار قریب پہنچگیا تو ہم لوگوں نے پہچانا کہ خود ابراہیم رح ہیں عامر بن ربیعہ کا سر اُنکے ہاتھ میں ہے اور اس شان
وشوکت خداداد سے اسطرف آرہے ہیں اور اہل لشکر کو آواز دے رہے ہیں جب ان لوگوں کو اچھی طرح
ثابت ہو گیا کہ یہ ابراہیم ہی ہیں تو سب نے بآواز بلند کہا کہ یا آل ثارة الحسینؑ بن علیؑ ابراہیم رح نے اہل لشکر سے
کہا کہ اے یارو تم کو بشارت اور مژدہ ہو کہ خداوند کریم نے مجکو دشمنان دین پر غلبہ اور نصرت عنایت فرمائی
اور اسکے بعد عامر بن ربیعہ کا سر مختار کے سامنے رکھدیا مختار نے اس کیفیت سے واقف ہو کر ابراہیم کو مثل
جان عزیز گلے سے لگا لیا اور ان کے سر وچشم پر بوسہ دیا اور اسوقت فتح کے نقارے اور شادیانے بجنے
لگے تمام اہل لشکر نے اس فتح کی بڑی خوشی منائی ابراہیم سے لوگ یہ پوچھنے لگے کہ ای سردار آخر
آپ کیونکر اور کس وقت لشکر دشمن میں پہنچے اور یہ واقعہ کس طرح انجام پایا، ابراہیم رح نے ان لوگوں سے
اپنا سب حال مفصل کہہ سنایا اور جو کچھ ابراہیم رح پر گذرا تھا وہ سب اُنکے سامنے دوہرایا اسوقت ایک
اور عجیب اتفاق ہوا، کہ ایک دوسرا سوار سامنے سے لوگوں نے آتے ہوئے دیکھا اسکے ہاتھ میں بھی ایک
کٹا ہوا سر تھا اور اس شخص کی زبان سے نعرہ یا آل ثارة الحسینؑ بن علی صلوات اللہ علیہم بلند تھا بہر حال
اس شخص نے قریب پہنچکر وہ سر بریدہ جو ہاتھ میں تھا مختار کے سامنے رکھدیا ابراہیم نے اس سر کو
بغور دیکھکر فوراً پہچان لیا کہ یہ عامر بن ربیعہ کی جلاّد کا سر تھا کہ جس نے ابراہیم رح کی گردن مارنے اور قتل کرنے پر جلاد کو
نہایت ہی ترغیب وتحریص دی تھی کہتے ہیں کہ اس لعین نے ستر بنی فاطمہؑ اور اکثر دوستان علیؑ کو شہید کیا تھا
ابراہیم رح نے اُسوقت مختار سے عرض کیا کہ یہ سر عامر بن ربیعہ کے جلاّد کا ہے اور اسکا نام اموی تھا خدا تعالیٰ نے
اس مومن کے ہاتھ سے اُسکو قتل کرا دیا اسکے بعد ابراہیم نے مختار سے کہا کہ اب ہمکو لازم ہے کہ اس شخص کی تلاش
اور تفحص میں سرگرم ہوں جسکی کوشش اور توجہ سے ہم نے عامر بن ربیعہ کی بند قید سے نجات پائی تھی اس سے ابراہیم کا
مطلب اس حاجب سے تھا جس نے انکو نہایت خلوص دلی کے ساتھ بلا خوف وباک رہائی دیدی تھی ابھی ابراہیم

مختار سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ سامنے سے ایک اور سوار نظر آیا اور اسکے پاس بھی ایک کٹا ہوا سر تھا چونکہ
مختار نے اُس شخص کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لہذا مختار ابراہیمؓ سے پوچھنے لگے کہ یہ کون شخص ہے اور
اسکے ہاتھ میں یہ کس کا سر ہے ابراہیمؓ نے عرض کیا کہ یہی شخص حاجب ہے جسنے ہمکو قید عامر سے رہائی دلا کر مخلصی دی
تھی اور یہ سر جو اسکے ہاتھ میں ہے تام تو ام ازدی کے افسر اور سر غنہ کا ہے اسکے بعد ابراہیم نے اس شخص کو اپنے
سینہ سے لگا لیا اور اسکے سر و چشم پر بوسہ دیا اور اسکو بہت کچھ تحسین و آفرین کی اور یہ دریافت کیا کہ اس
شخص کو کس طرح سے تم نے قتل کیا لیکن اول ازدی نے اپنا واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ یا امیر جسوقت میں ابراہیمؓ
سے رستہ میں علیحدہ ہوکر ایک طرف روانہ ہوا تو میں تھوڑی دور تو دوڑ کر اپنا راستہ قطع کرتا اور کبھی معمولی طرح
چلتا تھا غرضیکہ اسیطرح جاتے جاتے سپیدۂ سحری نمودار ہوگیا اور میں اسیطرح اس کفدست میدان میں
چلا جا رہا تھا یہانتک کہ زوال کا وقت پہنچ گیا اسوقت گرمی کی شدت اور دھوپ کی سختی سے مجبور ہوکر
میں اس بیابان کی ایک گوشہ سایہ دار میں اسوقت تک دم لینے کیواسطے ٹھہر گیا کہ شام ہو تو میں کسیطرف کو
اپنا راستہ لوں کہ اتنے میں سامنے سے میں نے دیکھا کہ ایک سوار چلا آتا ہے یہاں تک کہ وہ سوار میرے بہت
نزدیک پہنچ گیا تو میں نے اسکو بخوبی پہچان لیا کہ یہ عامر کا جلاد ہے گو اُسنے مجکو بالکل شناخت نہیں کیا
اسکا گھوڑا بہت ماندہ ہوگیا تھا اور خود بھی پیاس کی شدت سے ابتر حال ہو رہا تھا بہر حال اس شخص نے اشارہ سے
مجھ سے پانی طلب کیا اسکی حالت اسوقت اسقدر غیر ہو رہی تھی کہ زبان سے بات نہیں نکل سکتی تھی میں نے
یہ حال جب دیکھا تو دوڑ کر اسکو گھوڑے سے نیچے کھینچکر گرا دیا اور اسکا سر کاٹ لیا اور اسکے بعد اسکے
گھوڑے پر سوار ہوکر یہاں پہنچ گیا جب یہ ازدی اپنا قصہ مختار سے عرض کر چکا تھا تو مختار حاجب کی طرف
متوجہ ہوا اور اس سے دریافت کرنے لگا کہ ای برادر تم نے اس شخص کو کیونکر قتل کیا اور یہ ظالم تمہارے قابو
میں کسطرح آگیا تھا حاجب نے عرض کیا کہ یا امیر کل رات جب میں نے ابراہیم اور ازدی کو بند قید سے رہائی دی
تو عامر نے بعد کسیقدر تفحص و تلاش کی مجھے اس ازدیوں کے سردار کو یہ کہکر سپرد کر دیا کہ اگر ابراہیم میرے ہاتھ لگ گیا تب تو
تجکو نجات ملسکتی ہے ورنہ میں تجھکو ضرور قتل کرونگا تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو اور اس قسم کی نمکحرامی انسے سرزد نہو اور ہمیشہ
وہ مجرموں اور قیدیوں کی نگہداشت اور حفاظت میں نہایت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ مصروف رہیں اسکے بعد جو

عامر سوار ہو کر کسی طرف روانہ ہو گیا تھا جب صبح ہو گئی تو میں نے بعد غور کے دیکھا تمام لشکر میں کسی آدمی کا نام
ونشان بھی نہیں ہے بلکہ ایک بچہ کا بھی پتہ نہیں ہے فقط میں اور یہ شخص جسکی قید اور تفویض میں عامر بن ربیعہ مجھکو
چھوڑ گیا تھا اور کوئی بھی نہیں تھا میں نے موقع پاکر ایک تلوار پر قبضہ کر لیا اور اسکو میان سے نکالکر اپنے محافظ پر
حملہ کیا اور ایک ہی وار میں اسکی گردن اڑا دی اور اسیکے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اسکا سر لیکر آپکی خدمت
میں حاضر ہوا خیر یہ تو میرا واقعہ تھا لیکن اگر میرے مشورہ اور صلاح کو آپ مانتے ہیں تو اسوقت بڑا موقع ہے کہ دشمنوں پر حملہ
کر دیا جائے کیونکہ یہ لوگ اپنے سردار کے مارے جانیسے سخت پریشان اور بیدل ہو رہے ہیں ہمارے ایک حملہ کی تاب بھی
نہ لا سکینگے بھاگ کھڑے ہونگے اور ہم کو مفت میں یہ فتح میسر ہو جائے گی مختار نے اس عمدہ رائے کو پسند کیا اور اس
شخص سے کہا کہ میں بھی اسی فکر میں تھا تم سچ کہتے ہو اور پھر اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہا کہ ہاں ہاں جوانو آمادہ
اور مستعد ہو جاؤ کہ اب ہم دشمن پر حملہ کرنیکے واسطے روانہ ہوتے ہیں چنانچہ لشکر مختار رض اسیوقت تیار ہو گیا یہ سب
۳۰ ہزار سوار تھے جنہوں نے بڑی سرگرمی اور جوش کے ساتھ عامر کے لشکر پر حملہ کرنیکا رخ کیا تھا خلاصہ یہ کہ جب
یہ سواران خونخوار و جرّار لشکر شام کے قریب پہنچ گئے تو وہ بھی انکے مقابلہ میں صف آرا ہوا اور نہایت
جوش و خروش سے لڑائی شروع ہو گئی اور مختار کے ۳۰ ہزار جانباز سرفروش دشمن کی جانگذاری میں
مصروف تھے اور اسطرف لشکر شام جسمیں ستّر ہزار سوار پیادے تھے اپنے سردار کے انتقام کیلئے انکے مقابلہ
میں جی توڑ کر لڑنے لگا بڑی سخت لڑائی ہوئی لشکر شام کا تو یہ نعرہ تھا کہ عبدالملک ابن مروان کی فتح
ہو اور مختار کی فوج میں یہ آواز بصد رعب و جلال تھی کہ النبی محمدؐ والوصی علیؑ اسوقت ایسی جنگ ہو
رہی تھی کہ بہرام خون آشام فلک بھی مختار کے دلیران جنگی کی دستبرد اور مردانگی دیکھکر انگشت بدندان تھا
ایک شخص کو دوسرے کی بالکل خبر نہیں تھی میدان معرکہ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور ہر طرف خون کا دریا
بہہ رہا تھا سرداران فوج مختار یعنی ابراہیم بن مالک اشتر اور عبداللہ کامل اور احمر شمیط اور زید بن انس نے ایسے ایسے
دلیرانہ ہاتھ اس روز دکھائے کہ اگر رستم دستان زندہ ہوتا تو انکی جلادت اور شمشیر زنی کی داد دیتا اور اسفندیار روئین تن
ان دلاوران میدان ہیجا کو تہ دل سے تحسین و مرحبا کہتا یہ دلیران سرفروش یہ فدائیان مذہب حقہ ناجیہ اثنا
عشریہ اپنی فوج سے آگے آگے دشمنوں پر بڑے جوش و خروش سے حملہ میں مصروف تھے اور انکے عقب میں انکی سپا

شامیوں کے استیصال اور خونریزی میں مشغول تھی آخر بفضل الٰہی دوستان اہلبیت اور طالبان خون حسین نے فتح پائی اور فوج شام کے پاؤں اُکھڑ گئے اور دشمنوں کے گروہ میں ایک بھاگڑ پڑ گئی، اُسوقت غنیم بے تحاشا بھاگا چلا جاتا تھا اور نصرت مند گروہ انکی قتل و خونریزی میں مصروف تھا رات بھر ان کے قتل و غارت کا ہنگامہ گرم رہا کہتے ہیں کہ اس رات دن میں چھبیس ہزار شامی فوج مختار سے قتل کئے تھے اور اسکے علاوہ ایک مقدار کثیر ان لوگونکی بادیہ کی طرف بھاگ گئی تھی جو وہاں پیاس کی شدت سے ہلاک ہوگئی، خلاصہ یہ کہ بڑی خرابی اور تباہی کے بعد اتنے بڑے لشکر میں سے صرف دس ہزار آدمی زندہ بچکر دمشق پہنچے تھے مختار مظفر و منصور اپنے خیمہ گاہ کو واپس ہوا، دشمنونکی کل دولت اور مال اور خیمہ و خرگاہ پر اس کا قبضہ ہوگیا، اسکے بعد مختار بڑے طمطراق اور شان و شکوہ سے مظفر و منصور کوفہ میں داخل ہوا، اور دار الامارہ میں پہنچکر اسنے اول حاجب عامر بن ربیعہ کو جس نے ابراہیم کو اس ظالم کی قید و بند سے نجات دی تھی ایکہزار درہم عطا فرمائے اور علی ہذا ایکہزار درہم اس مرد اذدی کو عنایت کئے، اور ان دونوں کو اپنے مصاحبان خاص میں داخل کرلیا، مختار نے ہزاروں سجدے شکرانۂ الٰہی کے ادا کئے اور اسکے بعد وہ اس فکر میں ہوا، کہ ان لوگوں کو کسطرح قتل و برباد کرے جو خون امام حسینؑ میں شریک تھے اور اسوقت کوفہ میں مقیم تھے اس عرصہ میں مختار کو خبر پہنچی کہ عبد الملک ابن مروان نے ایک بہت بڑی فوج عبد اللہ ابن زیاد کی ماتحتی میں موصل کی طرف اس غرض سے بھیجی ہے کہ مختار پر حملہ کرے اور اس سے صف آرا ہو،

محاربہ ورقاء عازب سردار مختار با ابن ربیعہ سردار لشکر شام

کہتے ہیں کہ مختار نامدار اس عظیم الشان لشکر شام کو نیست و نابود کرکے جبکا سردار عامر بن ربیعہ تھا کوفہ میں داخل ہوا تو روز بروز اسکی حشمت و دولت اور قوت فوجی ترقی پر تھی اور اسکے رُتبہ بڑھتے جاتے تھے اسوقت میں وہ حضرت امام ہمام مقتدائے انام جناب امام حسینؑ کی قاتلوں کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں اور اس خیال میں تھا کہ کس طرح ان لوگوں سے جناب سید الشہدا کے خون کا انتقام لیا جائے ابراہیم کو مختار کے جب اس خیال اور نیت سے آگاہی و اطلاع ہوئی تو اُس نے مختار سے کہا کہ یا امیر خبردار ابھی آپ ان لوگوں پر ہرگز ہرگز ہاتھ نہ ڈالئے گا، کیونکہ ابھی اسکا وقت نہیں آیا ہے کچھ دنوں اور صبر اور

تامل سے کیجئے ایک ذرا بھی اسوقت تم نے انپر کوئی دست اندازی کی تو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ ہمارے معاملات
میں بڑی خرابی پڑ جائیگی کیونکہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں سے ہم جناب سیدالشہداء کا انتقام لینا چاہتے
ہیں وہ سب کے سب کوفہ کے عمائد اور سرغنہ اشخاص ہیں اگر ابھی انپر کچھ بھی دباؤ ڈالا گیا تو یہ اندیشہ ہے
کہ ایک دفعہ ہی لوگ تم سے بگڑکر پرخاش پر آمادہ ہو جائینگے اور اسوقت ہماری کی کرائی محنت بالکل
ضائع ہو جائیگی، تب مختار نے ابراہیم سے پوچھا کہ آخر اس منصوبہ کے پورے ہونے کی کیا تدبیر ہے ابراہیم نے
جواب دیا کہ میری رائے میں سردست یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ تم قاتلان حسینؑ کو علیحدہ علیحدہ اپنے پاس بلاؤ
اور اُن سے بظاہر بہ نہایت خاطر داری اور تملق اور مدارا سے پیش آؤ، اور خلعت و انعام بھی انکی حسب
مراتب عطا کرو اور اُن کے دل میں یہ بات خاطر نشین کردو اور اچھی طرح انکو یقین دلادو کہ جو کچھ ہم نے ابتک
کیا ہے اور معرکۂ جنگ و پیکار جو اہل شام سے گرم کیا تھا اس سے میری غرض صرف ممالک مسخرہ اہل اسلام پر
قبضہ کرنیکی تھی اور خون حسینؑ کی طلب صرف ایک حیلہ اور بہانہ تھا اور آپ لوگ یہ خوب اطمینان رکھیں کہ
اگر مجھکو ایک روٹی بھی ملیگی تو تمہارے بغیر ہرگز نکھاؤنگا واضح ہو کہ ابراہیمؒ نے دلاور جو یہ رائے ظاہر کی تھی تو
اس سے ابراہیم کا یہ مطلب تھا کہ ابھی دشمنان اہلبیتؑ کی طاقت میں کچھ بہت کمی نہیں ہوئی ہے اسوقت عبداللہ ابن
زیاد اگرچہ تمام عراق میں خصوصاً ان لوگوں میں سب سے زیادہ اثر اور طاقت رکھتا تھا جو خون سیدالشہداءؑ میں شریک
ہوئے تھے لیکن اسکے بعد انمیں سربرآوردہ شخص محمد ابن اشعث تھا جو نہایت چالاک اور مدبر اور جلد درجہ
خاندان بنی فاطمہؑ کا دشمن تھا اور اس زمانہ میں کہ مختار ایسے فتوحات حاصل کر رہا تھا یہ شخص نطاکیہ یعنی
موصل وغیرہ پر فرمانروائی کرتا تھا اور چار ہزار مردان جنگی اسکے ماتحت اور اسکے ہر طرح شریک تھے پس ابراہیم کو
یہ اندیشہ پیدا ہوا جو صحیح بھی تھا کہ اگر ابھی انپر جو قاتلان امام حسینؑ ہیں اور کوفہ میں مقیم ہیں کوئی سختی اور
زیادتی کی جائیگی تو یہ لوگ فوراً محمد اشعث کے پاس جاکر شریک ہو جائینگے اور ایسی حالت میں ہمارا مطلب اصلی
بالکل مفقود ہو جائیگا ان لوگوں کے ہاتھ سے نکلجانیکے علاوہ ایک فساد عظیم اور فتنہ سخت تمام ان حصص ملک
میں برپا ہو جائیگا جو مختار کی تدبیر و دلیری اور ابراہیم کی بُرش شمشیر سے حال ہی میں محبان بنی فاطمہؑ کے قبضہ میں
آگئے تھے اور اسکی وجہ سے ایک ایسا نتیجہ اور خرابی تسلط ملک کیلئے پیدا ہو جائیگی جو ہر آئینہ لا علاج

ہوگی لہذا اسکے نزدیک اس ظاہرداری اور نیز تملق و آشتی سے جسکی نسبت مختار کو انکے ساتھ برتاؤ
کرنے کی ابراہیم نے رائے دی تھی یہ فائدہ مترتب تھا کہ وہ لوگ کسیطرح محمد ابن اشعث اور عبید اللہ ابن زیاد
کے پاس نجا سکینگے، اور پھر بتدریج وہ قتل اور نیست و نابود کئے جا سکتے ہیں، بہر حال مختار نامدار نے
ابراہیم شیر شکار کے اس مشورہ کو بدل و جان پسند کیا اور اسیوقت محمد ابن اشعث کے بیٹے عبد الرحمن ابن اشعث
کو جو اس زمانہ میں کوفہ میں مقیم و موجود تھا کسی شخص کی معرفت بلا بھیجا اور جب وہ حاضر ہوا تو اسکی
بہت خاطر و مدارت کی اور نہایت بیش قیمت خلعت اسکو عطا کیا، اس کارروائی کے بعد ابراہیم نے مختار کو
یہ رائے دی کہ میں یہ کہہ چکا ہوں کہ عبید اللہ ابن زیاد کے بعد اسوقت تمام قلمرو عراق میں محمد اشعث سے
زیادہ صاحب اثر اور کوئی شخص نہیں ہے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اسکے نام اپنی طرف سے ایک نامہ
روانہ کرو اور اسمیں اسکی لیاقت اور قابلیت کی تعریف بخوبی لکھی جائے اور نیز یہ تحریر کیجئے کہ میرا
ارادہ ہے کہ ملک مدائن وغیرہ تم کو تفویض کردوں لہذا تم یہاں چلے آؤ، اسکے بعد مختار نے محمد اشعث
کے بیٹے کو اسیوقت اپنے پاس بلا کر بہت مرحمت و مہربانی اسکے حال پر ظاہر کی، اور یہ کہا کہ اے
بھائی ہمارا یہ خط اپنے باپ کے پاس لیجاؤ، اور اسکو مفصل اس امر سے اطلاع دیدو کہ میں نے فوج شام پر فتح
پائی، اور تمام ولایت عراق پر میرا قبضہ ہو گیا ہے اور اس سے یہ بھی کہنا کہ تمہارے واسطے ہم نے ایک لاکھ دینار
امانتاً رکھ دیئے ہیں جب تم یہاں آجاؤ گے تو یہ رقم تم کو دیجائیگی اور باقی مدائن کی حکمرانی بھی انکے تفویض
کیجائیگی خلاصہ یہ کہ عبد الرحمن اس نامۂ مختار کو لیکر موصل کو روانہ ہوا عمر ابن ہانی شاکری جو اسکے ساتھ اس
سفر میں گیا تھا کہتا ہے کہ جب ہم لوگ موصل میں داخل ہوئے اور محمد ابن اشعث ملعون کے پاس پہنچے تو میں نے
دیکھا کہ بد نابکار محمد اشعث ایک طلائی کرسی پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے اسنے ہمکو ایک نظر اٹھا کر ضرور دیکھا،
لیکن بوجہ اپنے خلقی غرور اور ذاتی رعونت کے اسنے کوئی کلام مجھ سے نہیں کیا اتنے میں اسکا بیٹا عبد الرحمن آگے
بڑھا اور اس زمانہ کے دستور کی موافق اس فرش بساط کو جسپر محمد اشعث کرسی رکھے ہوئے تھا اسنے بوسہ دیا محمد اشعث
نے ایک حاجب کو حکم دیا کہ عبد الرحمن کو آگے بلاؤ جب وہ محمد اشعث کے قریب گیا تو محمد اشعث نے اس سے
دریافت کیا کہ تو میری اجازت کے بغیر کوفہ سے یہاں کیوں چلا آیا عبد الرحمن نے اسکا جواب عرض کیا کہ میں اسوقت

آپکے پاس ایک شخص کا سفیر اور ایلچی بنکر حاضر ہوا ہوں محمد اشعث نے کہا کس کیطرف سے ایلچی ہوکر آیا ہے عبدالرحمن نے جواب دیا کہ مختار کی طرف سے محمد اشعث عبدالرحمن کی اس تقریر کو سنکر نہایت غضبناک ہوا اور بتہر و عتاب اس سے کہنے لگا کہ مختار کی کیا حقیقت اور ہستی ہے کہ تجھ جیسے شخص کو ایلچی بنا کر بھیجے، عبدالرحمن نے اسکے جواب میں کہا کہ یا امیر تم غلطی پر ہو مختار اب وہ مختار نہیں رہا، بلکہ اب اسکے کاروبار اس درجہ سے گذر گئے ہیں کہ جو تمہارے ذہن اور تصور اور خیال میں نہیں اس نے تمام صوبہ عراق پر قبضہ کر لیا ہے بصرہ میں مصعب ابن زبیر کی برائے نام حکومت رہگئی ہے رفقاء مختار نے مصر اور شام کے لشکروں کو ایسی شکست دی ہے کہ وہ زاویہ نینتی کے قریب پہنچگئے ہیں، خلاصہ یہ کہ اسوقت مختار کا کوئی مد مقابل اور ہمسر اس جوار میں نہیں ہے محمد اشعث نے کہا کہ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ محمد حنفیہؓ نے کوئی تحریک یا اس قسم کا کام مختار کو تفویض و سپرد نہیں کیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ مختار ایک عالی حوصلہ اور مدبر آدمی ہے آخر اس گفتگو اور تقریر کے بعد عبدالرحمن نے مختار کا نامہ اپنے باپ کو دیا محمد اشعث نے اس خط کو پڑھکر عبدالرحمن سے کہا کہ مختار لکھتا ہے کہ اگر میں اسکے پاس چلا جاؤں تو وہ مجھے ایک لاکھ دینار نقد اور مداین کی حکومت دیگا عبدالرحمن نے بھی اس بات کا اقبال کیا اور اپنے باپ سے کہا کہ مختار نے میرے سامنے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ جو کچھ اس خط میں تجھکو لکھا ہے وہ اسکو ضرور پورا کریگا یہ سنکر محمد ابن اشعث نے جواب دیا کہ اے فرزند دشمن جانی کسی حال میں دوست اور اپنا ہوا خواہ نہیں ہو سکتا ہے کاش مختار مشرق میں مقیم ہوتا اور میں مغرب میں تو بھی ظاہر ہے کہ محمد ابن اشعث کو بنی فاطمہؑ سے عداوت اور سخت دشمنی ہے اور مختار ان کا دلی اور جانی دوست ہے بس ناممکن ہے کہ میرے اور اسکے درمیان اتفاق اور محبت اور اتحاد پیدا ہو عبدالرحمن نے اپنے باپ کی یہ طول و طویل تقریر سنکر اس سے کہا کہ یا امیر شاید یہ امر تمکو معلوم نہیں ہو کہ مختار نے امام حسینؑ کے قاتلوں کے حال پر بڑی توجہ کی ہے اور انکو انعام و اکرام اور خلعت عنایت فرمائے ہیں اور اُسنے قسم کھائی ہے کہ عمر بن حجاج اور عبدالرحمن بن سعد اور عمر سعد اور سنان بن انس اور شمر ذی الجوشن اور خولی بن اصبحی کی ساتھ جو عراق میں اسوقت مقیم ہیں ہرگز کوئی برائی نکریگا اور ان کو کوئی ضرر پہنچائیگا لیکن یہ اندیشہ تو ہی ہو کہ جب تم وہاں نجاؤ گے

تو مختار مجکو قتل کر ڈالے گا اور اسکے بعد عبدالرحمن نے اس تقریر کو اسطرح شروع کیا کہ مختار کی مراد
اس لشکر کشی سے صرف یہ ہے کہ ملک پر اسکا قبضہ ہوجائے سو یہ مطلب اسکا حاصل ہوگیا اور اسکے
سوا اور کسی بات سے اسکو سروکار نہیں معلوم ہوتا ہے محمد اشعث نے اپنے بیٹے کی تقریر مذکور کو بغور سنکر
اپنے وزیر کو جس کا نام عبداللہ ازدی تھا بلایا اور اس سے اس معاملہ میں صلاح و مشورہ کیا اور یہ پوچھا کہ تم
اسکی بابت کیا رائے دیتے ہو وزیر مذکور نے محمد اشعث سے کہا کہ یہ ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن زیاد کو تیرے
سے سخت عداوت ہے اور اس باعث سے اسکے پاس تو جا نہیں سکتا اور خراسان کے لوگ بھی آجکل
تیرے دشمن ہورہے ہیں لہذا مجھے بھی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ تم کوفہ کو چلے جاؤ اور مختار سے عہد و پیمان
سخت کرو اور آرام سے محفوظ ہو کر وہاں خانہ نشین ہوجاؤ اور صوبہ مداین اور اسکے مضافات کی
حکومت اس سے لیلو یہ سنکر محمد اشعث نے اپنے وزیر کو جواب دیا کہ اگرچہ میں مختار اور ابراہیم سے نہایت
اندیشناک ہوں اور کسی حال میں ان سے مطمئن نہیں ہوں لیکن خیر میں مختار کے پاس ضرور جاتا ہوں تاکہ
دیکھوں کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور معاملات کی کیا حالت ہے خلاصہ یہ کہ محمد اشعث نے روانگی کوفہ کی تیاری
شروع کردی اور ابھی وہ پورے طور سے سامان سفر درست نکرسکا تھا کہ اتنے میں موصل کی بہت سے
آدمی اسکے دروازے پر جمع ہوگئے اور اس سے کہنے لگے کہ ہم سے جو خراج تو وصول کرچکا ہے وہ ہمکو
واپس دیدے کیونکہ اگر کل کوئی اور شخص تیری جگہ پر آگیا تو وہ ہم سے خراج مانگیگا اہل موصل کی اس تقریر کو سنکر
محمد اشعث کو نہایت غصہ آیا اور اسحالت میں ان لوگوں سے وہ کہنے لگا کہ ابھی تو ایک سال کا خراج اور
میں تم سے وصول کرنا چاہتا ہوں جب باشندگان موصل نے محمد اشعث سے یہ جملہ سنا تو وہ بھی
یکدل ہو کر تقریباً تیس ہزار اسکے دروازہ پر جمع ہوگئے اور ان سب نے محمد اشعث کو گھیر لیا اسوقت
محمد اشعث کے ساتھ صرف چار ہزار سپاہی تھے بہرحال اسنے جسقدر روپیہ اور پیسہ موصل کی بیت المال میں
اسوقت موجود تھا اسکو خزانہ سے نکالکر اونٹوں پر لادنا شروع کیا اور اسطرف باشندگان موصل محمد اشعث
پر لعنت بھیج رہے تھے اور یہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ تو قاتل فرزند رسول ہے آخر محمد اشعث نے اپنے
ان چار ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہوں نے بہئیت مجموعی اہل موصل پر حملہ کیا اس حال کو دیکھکر موصلی بھی

آمادۂ رزم و پیکار ہوگئے، اور انہوں نے بھی نہایت دلیری سے محمد اشعث کے سپاہیوں کو گھیر لیا غرضکہ
خوب تلوار چلنے لگی بڑی دیر تک لڑائی ہوئی آخرکار بڑی سخت خونریزی کے بعد موصلی لوگ کامیاب
ہوئے محمد اشعث کو شکست فاش ہوئی اور اسکے چارسو آدمی مارے گئے، اور تمام خیمہ و خرگاہ اور خزانہ
اور مال اسباب اس کا موصلیوں نے لوٹ لیا اور خود محمد اشعث وہاں سے بھاگ کر کسی محفوظ مقام میں
پناہگزین ہوا اور وہاں سے اسنے ایک شخص کو مختار کے پاس بھیجکر سب واقعہ کہلا بھیجا جب مختار نے اسکے
خط کو دیکھا تو اپنے تمام سرداران دولت کو محمد اشعث کے استقبال کیواسطے بھیجا اور وہ بڑے
احترام کے ساتھ کوفہ میں لایا گیا اول وہ سیدھا اپنے مکان کو گیا اور وہاں سے مختار کی ملاقات کے
واسطے آیا مختار اسکو دیکھکر تعظیم کیواسطے کھڑا ہوگیا اور اس سے معانقہ کرکے اپنی دہنی جانب کرسی پر
بٹھایا محمد اشعث نے اسوقت جو باتیں مختار سے کہیں وہ یہ ہیں کہ یا امیر خدا کا شکر ہے کہ اس نے
تجھے اس ملک پر حکمران اور مظفر و منصور کیا اور مسلمانوں کی عزت و وقعت تیری درگاہ میں جاگزین
کردی اور بداطوار لوگوں کو تیرا مقہور کیا مختار نے اسکو جواب دیا کہ اے بھائی جو کچھ میرے دل میں ہے
اس سے خدا تعالی عز اسمہ خوب واقف اور آگاہ ہے، بہرحال اس قدر ملاقات کے بعد محمد اشعث
مختار کو سلام کرکے رخصت ہوا اور اپنے مکان کو واپس چلا آیا چونکہ اسکو اپنی شکست اور
موصلیوں کی فتح کا زیادہ صدمہ تھا یہ انتقام کی جستجو میں تھا اسکے جانیکے بعد ابراہیم نے مختار سے کہا
کہ میری رائے میں اب زید بن انس کو کہ ایک نہایت زاہد اور دلیر شخص ہے موصل کی حکمرانی کیواسطے بھیجدینا
چاہیئے مختار نے کہا کہ اے ابراہیم دلاور و اے برادر بجان برابر میں اسکو موصل نہیں بھیج سکتا کیونکہ
میں اس سے ایک بڑا ہی ضروری کام لینے والا ہوں بلکہ موصل پر حکومت کے واسطے میں ایسے کسی
دشمن کو بھیجونگا کہ اگر اس نے صوبہ موصل پر قبضہ کرلیا تو گویا میرا ایک مطلب دلی حاصل ہوا اور اگر مارا گیا
تو میں سمجھونگا کہ ایک دشمن ہی کم ہوا ابراہیم نے بھی مختار کی اس تجویز کو پسند کیا، اس تقریر کے بعد مختار
نے عبدالرحمن بن اسعد الہمدانی کو بلاکر اسکو خلعت دیا اور ہزار جوان اسکے ساتھ کئے اور موصل کی
روانگی کا اسکو حکم دیا کہ وہاں جاکر اپنا قبضہ اور تسلط کرلے اور نیز یہ کہا کہ میں نے سنا تجھ کو وہاں کا

حکمراں مقرر کیا ہے خلاصہ یہ کہ عبدالرحمٰن جب موصل میں داخل ہوا تو وہاں کے باشندوں نے بخلوص دل سے
اسکی اطاعت قبول کی اور اسکو اپنا امیر مقرر کیا کہتے ہیں کہ ابھی اسکو سترہ روز موصل میں حکومت کرتے نگذرے
تھے کہ اسکی خبر عبیداللہ بن زیاد کو پہنچی اور اسکو اطلاع ہوئی کہ مختار کا قائم مقام اور کارپرداز مع فوج
کے موصل میں پہنچگیا ہے اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی دوستی و محبّت کی ترغیب دے رہا ہے اور انسے
دشمنی کرنیکی ممانعت کرتا ہے اور اس نے اس ملک پر بخوبی قبضہ کرلیا ہے اس اطلاع پر ابن زیاد نے حصین ابن نمیر
مشہور دشمن بنی فاطمہؑ کو دو ہزار سوار جرّار دیکر موصل کو روانہ کیا اور اس سے یہ کہدیا کہ تو جاکر موصل پر قبضہ
کرلے اور مختار کی کارپرداز کو قتل کرڈال جب عبداللہ کی اس فوجکشی اور حصین بن نمیر کی مع اس فوج کے
روانگی کی عبدالرحمٰن عامل مختار کو خبر ہوئی تو اسنے موصل کو چھوڑ دیا اور وہاں سے فوج لیکر مقام تکریب میں چلا
آیا اور اس مقام سے مختار کے پاس اس مضمون کا ایک مراسلہ بھیجا کہ میں نے موصل پہنچکر کامل طور سے اسپر قبضہ اور
تسلّط حاصل کرلیا تھا اور تمام اہل موصل نے میری اطاعت و فرمانبرداری بخوشی خاطر قبول کی تھی اور سترہ
روز بہ امن و امان مجھکو یہاں حکومت کرتے گذرے تھے کہ عبیداللہ ابن زیاد کو اس امر سے اطلاع ہوئی اور
اسنے حصین ابن نمیر کو دو ہزار آدمیونکی جمعیت سے موصل پر قبضہ کرنے اور میرے قتل و اخراج کے
واسطے روانہ کیا ہے یقین ہے کہ عنقریب وہ موصل میں داخل ہوجائے، اور چونکہ میں بوجہ کمی فوج
وغیرہ اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا ہوں اسلئے میرا قیام موصل میں دشوار اور ناممکن تھا مجبور وہاں سے مقام
تکریب کو چلا آیا ہوں پس اگر حکم ہو اور کچھ مدد میرے واسطے بھیجی جائے تو میں موصل پر قبضہ کرلوں اور
اگر میری واپسی کوفہ کو مناسب ہو تو تمہارے پاس لوٹکر چلا آؤں مختار نے اس خط کے مضمون سے آگاہ
ہوکر زید بن انس ایک سردار اسلام کو بلایا اور اس سے یہ کہا کہ اے بھائی تم اسیوقت مقام موصل کو روانہ
ہوجاؤ اور حصین ابن نمیر عبیداللہ زیاد کی طرف سے وہاں آیا ہوا ہے اس سے جنگ اور مقابلہ کرکے مقام مذکور
پر قبضہ کرلو اور وہاں قیام اور حکومت کرو میں نے اسوقت سے تم کو وہاں کا حکمران مقرر کیا ہے زید نے مختار کی
تقریر کا یہ جواب دیا کہ مجکو امارت اور حکومت درکار نہیں ہے لیکن میں بنظر ثواب جس غرض سے تم موصل مجکو بھیجتے
ہو ضرور روانہ ہونگا مختار زید کے اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اسکے حق میں دعا خیر کی اور اسیوقت

اپنے چیدہ چیدہ ہزار سپاہی اسکے ماتحت کیئے اور اپنا علم سفید اسکے ہمراہ کرکے موصل کو روانہ کیا اور اسکے ساتھ ایک نہایت دلیر اور نامور سردار ورقا ابن عازب کو موصل کا حاکم مقرر کرکے بھیجا اسکے علاوہ عبدالرحمن کے نام بھی اس مضمون کا خط بھیجا کہ جسوقت تیرا خط میرے پاس پہنچا تو میں نے ابن انس کو اسیوقت حصین ابن نمیر کے مقابلہ کیواسطے روانہ کردیا ہے یہ تجھکو اختیار ہے کہ خود اسکی رفاقت میں رہ اور یا ہزار سپاہی جو میں نے تیرے ماتحت کرکے روانہ کیئے تھے وہ زید کی ماتحتی میں دیکر یہاں واپس آ کہتے ہیں کہ جب زید کوفہ سے بقصد موصل روانہ ہونے لگا تو مختار اور ابراہیم دونوں مع سرداران فوج اور اکثر عمائد شہر کے اسکی مشایعت کے واسطے آبادی کے باہر تک آئے اور یہاں پہنچکر مختار نے زید کو وداع کیا۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ زید کو تمام شیعہ دل سے عزیز اور دوست رکھتے تھے اسکی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ وہ بڑا عابد زاہد اور نمازی آدمی تھا اور اسکے علاوہ بہت بڑا فیاض اور عالی حوصلہ شخص تھا اور شہر کے اکثر لوگوں کو اسکی ذات سے فائدہ پہنچا رہتا تھا لیکن ایک عجیب اتفاق تقدیر ملاحظہ ہو کہ جسوقت زید وہاں سے روانہ ہوکر مقام ساباط میں پہنچا تو اسکو بخار آگیا اور یہانتک اسکی شدت ہوئی کہ وہ صاحب فراش ہو گیا زید کی علالت نے اسکی فوج اور لشکر کو انتہا درجہ کا افسردہ خاطر کردیا تھا بہرحال سرداران فوج زید کو ساباط سے لیکر عسکریہ پہنچے یہاں اسکی تپ بہت بڑھ گئی اور پہلی حالت سے اور زیادہ اسکا حال خراب ہوگیا تاہم اسکے لشکر نے اس مقام پر تین روز قیام کیا چوتھے روز زید نے اپنے کل سرداران فوج کو اپنے پاس بلایا اور اُنسے کہا کہ کل رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے جسکو میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں سب نے پوچھا کہ تم نے کیا خواب دیکھا ہے جواب دیا کہ میں نے خواب میں یہ واقعہ دیکھا ہے کہ میں گویا بہشت میں بیٹھا ہوں اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں اور حضرت امیرالمومنینؑ داہنے ہاتھ کی طرف اور حضرت امام حسینؑ دست چپ کی طرف اور حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؑ اور حضرت مسلم بن عقیلؑ اور سب اہلبیت آنحضرتؐ کے گرد وپیش جمع ہیں میں آنحضرتؐ کے آگے گیا اور ان حضرات کو سلام کیا اسپر سب نے جواب سلام دیا اور میرا حال دریافت فرمایا اور پھر حضرت رسولخدا نے مجھسے یہ ارشاد فرمایا کہ اے زید تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری آل واولاد کو ساتھ امت گمراہ نے کیا کیا خدا کی قسم قیامت کے روز میں انکا دشمن ہونگا اور تیرا

اور اُن لوگوں کا شفیع ہونگا، جو تیری مانند ہونگے، زید کے اس خواب کو سُنکر سب حاضرین رونے لگے اور دشمنان
اہلبیت سے انتقام لینے اور اُنسے مقابلہ کیواسطے انکی حرص اور ان کا جوش بڑھگیا، بہرحال اس گفتگو اور واقعہ
کے بعد زید مع لشکر عسکریہ سے ساباط آگئے ساباط پہنچکر زید کی علالت کو اور ترقی ہوگئی تو اُسنے
دوبارہ اپنے اہل فوج کو بلایا اور اُنسے کہنے لگا کہ بھائیو میں نے کل پھر ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر
ماہتاب مع سب ستاروں کے استادہ ہے، اور جسطرح میں کھڑا ہوجاتا ہوں، وہ ستارے بھی استادہ
ہوجاتے ہیں آخر جس وقت میں مقام خدلشیہ میں پہنچا ہوں تو وہ چاند بالکل سیاہ ہوگیا لیکن جو ستارے
اس چاند کے ساتھ تھے وہ بدستور اپنی حالت پر رہیں زید نے اپنا یہ خواب اپنے رفقا سے بیان کرکے
کہا کہ یارو میں نے اپنے طور پر اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی ہے کہ وہ چاند میں ہوں اور ستارے جو اس کے
ساتھ ہیں وہ تم سب لوگ ہو اور چاند کا سیاہ ہوجانا یہ ہے کہ میں مقام خدلشیہ میں قتل ہوکر مرونگا اور
تم سب کے واسطے سلامتی اور بہتری شامل حال رہیگی جب اہل فوج نے زید سے اسکے خواب کی یہ تعبیر سُنی
تو بہت روئے اور اس سے کہنے لگے کہ انشاء اللہ تعالے انجام بخیر ہے، اور تم صحیح وسلامت اور خوش وخرم
رہوگے خلاصہ یہ کہ زید وہاں سے کوچ کرکے مقام بیہ میں پہنچا یہاں عبدالرحمن نے دو ہزار فوج کی جمعیت کے ساتھ
شہر سے باہر نکلکر اس کا استقبال کیا زید نے یہاں سے بھی کوچ کیا اور اسیطرح منزل بمنزل چلا جاتا
تھا کہ منزل خدلشیہ آگئی اور اس مقام پر زید کی علالت اور اسکا مرض بہت اشتداد اور ترقی پر ہوگیا یہاں
تک کہ اس سے نماز کیواسطے بھی نہیں کھڑا ہوا جاتا تھا اس فوج کی آمد کی خبر عبیداللہ ابن زیاد کو پہنچی
اور جاسوسوں نے اسکو اطلاع دی کہ مختار نے زید ابن انس کو ایک لشکر جرّار کے ساتھ موصل پر قبضہ کرنے
کے واسطے بھیجا ہے اور یہ سب فوج اسوقت خدلشیہ میں فروکش ہوئی ہے عبیداللہ ابن زیاد نے اس
فوج مختار کے مقابلہ کیواسطے اسیوقت ایک شامی سردار ربیعہ کی ماتحتی میں چار ہزار سواروں کی فوج
موصل کی طرف روانہ کی اور اسکو یہ حکم دیا کہ اس سے قبل کہ حصین ابن نمیر موصل میں پہنچے تو اس فوج کو لیکر
اسطرف روانہ ہو اور اس باب میں کوشش بلیغ تجھکو کرنی چاہیئے کہ جسقدر رو تبرائی شیعیان علیؑ ہیں انکے سر
کاٹکر میرے پاس بھیجدے اور اسیوقت اسنے ایک نامہ حصین ابن نمیر کے نام بھی روانہ کیا اور ایک خط عبداللہ کے نام

اس مضمون کا بھیجا کہ تم دونو کو ربیعہ ابن محارق کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیئے کیونکہ اسکو تمہارا
افسر اور حاکم مقرر کیا گیا ہے، بہرحال جب ربیعہ موصل میں داخل ہوا تو اُسوقت بیس ہزار سواروں کی
جمعیت اسکے پاس فراہم ہوگئی تھی اور وہ اُسی کثرت لشکر اور شان و شکوہ سے موصل سے بقصد
محاربہ زید بن انس کارپرداز مختار خدا لشکر کو روانہ ہوا اور جب منزل مذکورہ سے دو فرسخ رہگئی تو اس نے
وہاں قیام کیا اور ایک سفیر زید کے پاس روانہ کیا جب یہ سفیر زید کے پاس پہنچا تو اس نے ربیعہ کی طرف
سے یہ پیام ادا کیا کہ اے زید مجکو ربیعہ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ سرزمین عراق کو چھوڑ کر تم یہاں کس
واسطے آئے اگر اس سبب سے تمہاری یہ غرض اور مطلب ہے کہ موصل پر تم قابض ہو جاؤ اور اس مقام پر اپنا
خطبہ جاری کرو اور خطبہ سابق کو بدل دو، یا حضرت علیؑ کو جو برا کہا جاتا ہے اس رسم کو بنسبت فی زمانہ
اور موقوف کردو تو یہ طمع اپنے دل سے دور رکھنی چاہیئے کیونکہ یہ ایک خیال خام بلکہ تمنائے محال ہے پس
تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہاں سے مع فوج کوفہ کو واپس چلے جاؤ قبل اسکے کہ تم قتل کردیئے جاؤ ورنہ
یہ خوب یاد رکھو کہ تمہاری حالت سلیمان صرد خزاعی سے زیادہ خراب اور افسوسناک کردیجائیگی زید نے
ربیعہ کے ایلچی کو یہ جوابدیا کہ تو یہاں سے لوٹ جا اور اس شقی کو یہ جوابدینا کہ میں ملک و مال کی طمع
میں یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ میں اسطرف صرف اس مطلب اور غرض سے آیا ہوں کہ تمہارے وجود
ناپاک سے روئے زمین کو صاف کردوں، ایلچی مذکور نے زید کی اس بات کا یہ جوابدیا کہ تم طلب خون
حسینؑ کی غرض سے یہاں آئے ہو اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتے ہو تو ہمارے لشکر میں اس
قسم کا کوئی شخص نہیں بلکہ وہ خود عراق و کوفہ ہی میں موجود اور مقیم ہیں اسپر زید نے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد
سے بڑھکر اور کون شخص ہوگا وہ تو گویا تمام قاتلان حسینؑ کا سردار اور افسر ہے اور ایک حصین بن نمیر ہے
کہ جس نے مدینہ پر فوجکشی کی اور اسکو تباہ اور ویران کردیا تھا اس باعث اس سے مقابلہ اور لڑائی کرنا
ہم پر واجب و فرض ہی خلاصہ یہ کہ ربیعہ کا ایلچی زید سے یہ جواب سنکر اپنے لشکر کو واپس گیا اور وہاں جاکر ربیعہ سے
ماجرائے گزشتہ بیان کیا اور جو کچھ زید نے جوابدیا تھا وہ ربیعہ کو کہہ سنایا جسکو سنکر ربیعہ نے کہا کہ اب لڑائی کے
بغیر اور کوئی علاج اور چارہ نہیں ہے چنانچہ رات بھر لڑائی کی تیاریاں ہوتی رہیں علی الصباح دونو لشکر طبل جنگ بجانے

ہوئے میدان معرکہ میں صف آراہوئے، صفوں کی درستی اور آراستگی کے بعد اول لشکر مختار سے شامیوں کی سرکوبی کے
واسطے ورقا ابن عازب اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر میدان جنگ میں آیا اسوقت خود یزید ابن انس سردار لشکر
مختار بھی صفوف جنگ کے ملاحظہ کیواسطے لڑائی کے میدان میں آیا تھا، ورقا نے دیکھا کہ چند سپاہیوں نے اسکو
بدقت گھوڑے پر سوار کرادیا ہے اور اسکو تھامے ہوئے نہایت حفاظت میں لائے ہیں یہ حال دیکھکر ورقا لشکر میں پھر
واپس آیا اور یزید کو یہ سنکر اسکے آرامگاہ میں پہنچا دیا اور خود اسکی جگہ صف لشکر میں کھڑا ہوگیا اور اسکے
بعد دشمن پر بڑے جوش وخروش سے حملہ کیا گیا بڑی سخت لڑائی ہوئی ہزارہا سپاہی طرفین کر قتل ہوگئے یہاں
تک کہ آفتاب نصف النہار پر آگیا اور ہوا میں شدت کی گرمی ہوگئی اسوقت جنگ مغلوبہ موقوف ہوئی اور
مبارزطلبی شروع ہوگئی اس موقع پر ورقا بن عازب نے خود میدان جانیکا قصد کیا اور یہ ارادہ کیا کہ دشمنوں پر حملہ آور
ہوں کہ راستہ میں ایک اور اسکے سردار عبداللہ حمزہ نے ورقا سے کہا کہ تم اسوقت دشمن کے مقابلہ میں خود نجاؤ
بلکہ اور کسی کو حکم دو کہ وہ جاکر بدخواہوں سے معرکہ آراہو ورقا نے اس شخص سے کہا کہ میں جو لڑائی کے
واسطے جاتا ہوں تو اس سے میری غرض طمع ملک ومال نہیں ہے اور نہ یہاں کی حکومت کے خیال سے
یہ کارروائی کرنا چاہتا ہوں بلکہ میرا مطلب اس رزم وپیکار سے صرف ایصال ثواب ہے، اور پھر یہ آیہ
کریمہ پڑھی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربہم یرزقون
اور نہ گمان کریں انکو جو راہ خدا میں قتل ہوئے کہ وہ مرگئے ہیں بلکہ وہ اپنے خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور روزی
پاتے ہیں عبداللہ نے ورقا کو جوابدیا کہ خدا تمہارے اس ارادہ میں برکت دے اور اسکا بدلہ اور اجر عنایت فرمائے
خلاصہ یہ کہ ورقا میدان جنگ میں گئے اور یہ نعرہ کیا کہ ای شامیو تم میں سے جو شخص جانتا ہے وہ جانتا ہے
اور جو واقف وآگاہ نہیں ہے وہ خبردار ہوجائے کہ میں ورقا بن عازب علی ابن ابیطالب علیہم السلام کا
غلام اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں، تم لوگوں میں سے کون ہے جو میرے مقابلہ کو آئے اور مجھ
سے ہم نبرد ہو یہ کلمہ سنکر ایک شامی جوان مقابلہ ورقا کو میسرہ سے نکلا یہ شخص لوہے کے
ہتھیاروں میں غرق تھا اور ہر طرح لڑائی کیواسطے تیار تھا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ شخص ورقا
کے قریب پہنچا تو ورقا دلاور صف شکن نے اس سے دریافت کیا کہ ای شخص تو کون ہے

اور تیرا کیا نام ہے اس شخص نے اپنا نام عمر بن مسلم بتایا ورقا نے کہا خوب معلوم ہوا کہ یحییٰ بن عبداللہ
جعفری کا قاتل تو ہی شخص ہے اور عبداللہ زید کو بھی تو نے ہی ہلاک کیا تھا عمر نے کہا کہ یہ بات
تو نے سچ کہی اور اب تجھکو بھی قتل کرونگا یہ جواب سُنکر ورقا دلاور کو نہایت غصہ اور طیش آیا اور
اس حال میں اسنے عمر پر حملہ کیا اور ایک ایسا نیزہ کوہ شگاف اس شامی کی ناف پر مارا کہ پیٹ توڑکر
باہر نکل گیا اور ایک سخت تکان کھاکر وہ گھوڑے سے گرکر جہنم واصل ہوا ورقا کی اس دشمن کُشی اور فتح
نمایاں پر لشکر اسلام میں آواز تکبیر بلند ہوئی، عمر کے قتل کے بعد ورقا نے آگے بڑھکر لشکر دشمن سے اپنا
دوسرا ہم نبرد طلب کیا صف حریف سے اُسوقت ایک شخص جو اکثر لڑائیاں لڑا تھا اور جسکا نام
قیس ابن عمر تھا اسکے مقابلے کو بڑے طمطراق سے نکلا، ورقا نے اس شخص سے بھی نام دریافت کیا
معلوم ہوا کہ قیس ابن عمر ہے، ورقا نے کہا کہ تو ہی معاویہ کے منشی کا بیٹا ہے کہ صفین کی لڑائی میں
تیرے ہاتھ سے سات جوان حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر کے مارے گئے تھے اور حضرت علیؑ نے تیری ہی گردن
پر ایک ایسا گھونسہ مارا تھا کہ تیری گردن ٹوٹ گئی تھی اسنے اس واقعہ کا اقرار کیا اور اسکے بعد ورقا
نے اسپر حملہ کیا کچھ دیر تک اُنمیں نیزہ بازی ہوا کی آخر ورقا نے ایک ہاتھ تلوار کا جو مارا تو قیس کا
بازو کندھے سے کٹ کر دُور جا پڑا، اور پھر دوسرا ہاتھ جو پڑا تو اسکے دو ٹکڑے ہو گئے اور مرکر
گھوڑے سے گر پڑا، غلام ورقا نے فوراً اُسکے گھوڑے پر قبضہ کر لیا اتنے میں ایک اور سوار جسکا
نام حارث تھا ورقا کے مقابلہ کو آیا یہ شخص ورقا کا جان پہچان تھا اور ایک زمانہ میں معاویہ نے اسکو
حضرت علیؑ کے حضور میں بھیجا تھا تو شخص مذکور ورقا ہی کے مکان میں فروکش ہوا، چنانچہ اُس سے
ورقا نے کہا کہ میں تجھپر اپنا حق نمک رکھتا ہوں حارث نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے مگر اس زمانہ میں تجھپر
لعنت کرنا واجب نہ تھا، اور اب تجھپر واجب ہوگیا ہے کیونکہ تو علیؑ کا دوست ہے ورقا نے
اسکے جواب میں کہا کہ اے ملعون لعنت خدا تجھپر اور یہ کہکر ایک ایسی تلوار اسکے سر پر لگائی کہ ناف
تک اسکے دو ٹکڑے ہو گئے اسکے مقابلہ اور قتل کے بعد ورقا نے گھوڑا آگے بڑھایا اور پھر
مبارز طلب کیا اسوقت ربیعہ بن محاق خود فوج سے باہر نکلا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون

جوانمرد ہے جو مقابلہ کو ہمارے لشکر کے جوانوں کو بُلا رہا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ورقہ ابن عازب ہے
ربیعہ نے اُسوقت کہا کہ میں سمجھا تھا کہ خود یہ مالک اشتر رضؓ ہے اسپر لوگوں نے یہ جواب دیا کہ مالک اشتر رضؓ
کا حال نہ پوچھو اور ان کا نام نہ لیجیئے وہ تو بڑی بلا ہیں آخر ربیعہ بن مخارقہ نے عبداللہ ابن جملہ کو اسوقت طلب
کیا اور اس سے کہنے لگا کہ تو یہاں کیوں کھڑا ہے مع اپنے گروہ کے جاکر ورقا سے مقابلہ کر اور اسکو قتل
کر ڈال چنانچہ عبداللہ ملعون نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ورقا پر حملہ کیا اور یہ لوگ جنہوں نے حملہ کیا تھا
تعداد شمار میں ایکہزار آدمی تھے اور نہایت مردان جنگی اور کار آزمودہ میدان نبرد لوگ تھے ورقا کو
اسوقت تک اس بات سے بالکل اطلاع اور آگاہی نہیں تھی کہ مجھپر یکایک ایکہزار سوار سے حملہ کیا
جائیگا پس ورقا اس خبر سے واقف ہونے پر آگے بڑھا اور بلا خوف و باک اس جمعیت کثیر پر شیر غضبناک
کی طرح اس مرد دلاور نے حملہ کیا اور ایک دم میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ایسی شمشیر زنی اور مردانگی
اس معرکہ میں ظاہر کی کہ دشمن و دوست حیران تھا اسوقت بڑے زور و شور سے لڑائی ہو رہی تھی
اور دشمنوں کی ایک جمعیت کثیر نے ہر طرف سے ہجوم کر کے ورقاء دلاور کو گھیر لیا تھا اور اس کوشش
میں یہ سب سرگرم تھے کہ کسی طرح ورقا قتل ہو جائے مگر جب شعر ابن علی شعر سردار مختار نے یہ
دُور سے دیکھا کہ دشمنوں نے ورقاء عازب کو چار طرف سے گھیر لیا ہے تو اس مرد دلاور نے اپنی گروہ کے
ساتھ حریف پر جسکی تعداد ہزار آدمی سے زیادہ ہوگی بڑی مردانگی سے حملہ کیا اور آخرکار وہ لوگ ورقا
کے سامنے سے بھاگ گئے اور انکی ایکسو ستر آدمی اس لڑائی میں مارے گئے شام کے وقت لڑائی موقوف
ہوئی اور دونوں لشکروں میں طبل بازگشت بجگیا اس معرکہ سے اہل شام کے دلونپر لشکر مختار کا سخت
خوف اور رعب بیٹھ گیا تھا آخر دوسرے روز ربیعہ نے زید کے پاس ایک ایلچی بھیجا یہ ایلچی جب زید کے
پاس پہنچا تو اسوقت زید کی حالت نہایت افسوسناک تھی انکو ضعف شدت سے تھا اور ناتوانی کی یہ
حالت تھی کہ اُنسے بات بھی نہیں ہو سکتی تھی یہ حال دیکھکر اس سفیر نے کہا کہ مجکو ربیعہ نے ایک پیام دیکر بھیجا ہے
وہ پیام اب میں کس سے بیان کروں، ورقا نے اس ایلچی سے کہا کہ کیا پیام لایا ہے مجھسے بیان کر اس سفیر نے کہا
کہ ربیعہ نے یہ پیام بھیجا ہے کہ میری یہ بات تمکو سمجھنا اور سننا چاہیئے کہ اب بھی تم یہاں سے واپس چلے جاؤ

ورنہ میں نے عبید اللہ ابن زیاد سے اپنی کمک کیواسطے تین ہزار آدمی اور طلب کیئے یہ سنکر ورقا نے جوابدیا
کہ تو جاکر ربیعہ سے یہ بیان کردے کہ ہم لوگ موت سے بالکل نہیں ڈرتے ہیں ہم میں سے جبتک ایک آدمی بھی
زندہ ہے تم سے لڑائی کیواسطے تیار ہیں اور جبتک ایک ایک آدمی لڑکر نہ مرجائیگا میدان جنگ سے منہ نہ
پھیریگا اور یوں یہاں سے واپس جانا تو ناممکن ہے اس سفیر نے واپس آکر جو کچھ ورقا نے جوابدیا تھا وہ
ربیعہ سے بیان کیا آخر کوئی صورت مصالحت نہ پیدا ہوئی اور دونو لشکروں میں رات بھر طبل جنگی بجتا رہا
اور صبح سے پھر میدان میں صف آرائی ہوئی بعد درستی صفوف ایک مرد جنگی لشکر شام سے باہر نکلا اور
اسنے پکار کر کہا کہ اے شیعیان علیؑ اگر کوئی میرا ہم نبرد ہو تو وہ میرے مقابلہ کو آئیگا اور میرا سامنا کرے
حریف کی اس مبارز طلبی پر لشکر مختار سے فوراً شعر ابن شعر نہایت دلیرانہ اور مردانہ گھوڑا کداتا ہوا
اسکے مقابل ہوا اور شامی مذکور سے اسکا نام دریافت کیا معلوم ہوا کہ عمر بن زید ابن قاسم بن قیس
ہیدی اسکا نام ہے شعر ابن شعر نے کہا کہ اے سگ تجھے اسکے سوا کہ دشمن خدا و رسولؐ ہے اور نیز
جنگ نہروان میں تیرے باپ نے حضرت امیر المومنینؑ سے مقابلہ کیا تھا اور آخر جہنم واصل ہوا اور کیا
امتیاز حاصل ہے یہ کہکر نہایت طیش اور دلیری سے انہوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا کہتے ہیں کہ اس عرصہ میں
شامی نے پیشدستی کرکے شعر ابن شعر پر ایک ضربت شمشیر لگائی تھی لیکن وہ شعر پر کارگر نہوئی بلکہ اسکی
تلوار قبضہ کے پاس سے ٹوٹ گئی شعر نے اسکے جوابمیں ایک ایسا ہاتھ تلوار کا اس ملعون کے سر پر مارا کہ
ناف تک اسکے دو ٹکڑے ہوگئے اور اسیوقت گھوڑے سے گر گیا ربیعہ نے جب یہ واقعہ دیکھا تو اس نے
عبد اللہ سے جو اسکے پاس کھڑا تھا کہا کہ تو کھڑا ہوا بھلا کیا دیکھ رہا ہے شعر سے جاکر کیوں نہیں مقابلہ
کرتا ہے کیونکہ اس لشکر میں تو ایک نامی جنگ آور ہے اور تو اس فوج کی سپہ سالاری بھی چاہتا ہے یہ
سنکر اسیوقت عبد اللہ میدان جنگ کو روانہ ہوا اسوقت دونو لشکروں کی نگاہیں ان دونو جوانوں پر جمی ہوئی
تھیں کیونکہ یہ دونو اپنی فوج میں بڑے سردار بلکہ سپہ سالار تھے شعر نے اسکو دیکھکر یہ کہا کہ کیوں
او ملعون حضرت رسول خدا نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی کہ اب تو انکی اولاد کا اسقدر دشمن ہوگیا ہے
عبد اللہ نے جوابدیا کہ آل رسول علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نہیں ہیں اور اس شخص کے نزدیک یہ لوگ پارسا بھی

نہیں ہیں شمر کو عبد اللہ کی اس بیہودہ گوئی اور زباندرازی پر سخت غصہ آیا اور نہایت دلیری سے اسپر حملہ کیا کچھ دیر تک باہم نیزہ بازی ہوا کی لیکن کسیکو غلبہ حاصل نہیں ہوا آخر نوبت بشمشیر پہنچی اس دفعہ شمر ذی الجوشن نے بہت سبقت کر کے عبد اللہ کے شانہ پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا بغل تک کاٹ دیا اس ضرب سے عبد اللہ اسیوقت دو ٹکڑے ہو کر گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا اس نمایاں فتح پانے شمر سے لشکر مختار میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور شامیوں کو سخت صدمہ اور رنج اس حادثہ سے ہوا، اور عبد اللہ کے اہل لشکر میں تو ایک ماتم برپا ہوگیا اُنہوں نے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے ادھر مختار کے لشکریوں نے عبد اللہ کا سر نیزہ پر رکھکر تمام لشکر میں پھرایا ربیعہ نے لشکر مختار کی اس کارروائی اور کامیابی کو نہایت ہراس اور تعجب کی نظر سے دیکھا اور اپنے دل میں یہ یقین کیا کہ میری فوج پر اس واقعہ سے ایک رُعب بیٹھ گیا ہے اور اسنے بھی یہ غور کیا کہ اسکی فوج میں جو مقابلہ کا جوش موجود تھا اسمیں بہ کمی اور سستی پائی جاتی ہے اگر مختار کے لشکر نے اس عرصہ میں دوسرا حملہ کر دیا تو ایک منٹ بھی لوگ نہ ٹھہر ینگے اور شکست فاش مجھکو نصیب ہوگی پس اسنے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میری سواری کیواسطے فلاں گھوڑا یہاں لا کہ میں اسپر سوار ہونگا پس غلام نے اسکے حکم کی تعمیل کی اور ربیعہ ملعون اسپ مذکور پر سوار ہو کر میدان جنگ کا عازم ہوا اور چلتے وقت اپنی فوج سے یہ خطاب کیا کہ اے اہل لشکر میں خود دشمن کے مقابلہ کیواسطے اسوقت جاتا ہوں، اور جو کچھ مجھ سے ممکن ہوگا مقابلہ میں کمی اٹھا نہ رکھونگا لیکن تم کو یہ امر ضروری ہے کہ اپنے ننگ و ناموس کیواسطے ایسی ہی کوشش کرو غرض ربیعہ یہ گفتگو اپنی فوج سے کر کے گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان جنگ میں پہنچا اور بعد خوف دلانے کے چلّا کر فوج مختار کو یہ صدا دی کہ اے اہل عراق تم میں کون بہادر ہے کہ جو میرے مقابلہ کو اسوقت آئیگا لشکر مختار سے ورقا نے اسکو پہچانا اور اسیوقت وہ نیزہ ہاتھ میں اٹھا کر ربیعہ کے برابر پہنچے ربیعہ نے ورقا سے کہا کہ اے کوفی تو مجکو پہچانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں، ورقا نے جوابدیا کہ خوب پہچانتا ہوں تو خدا و رسول کا دشمن ہے ربیعہ کو ورقا کے اس جواب پر بڑا غصہ آیا، اور ورقا سے لڑائی شروع کر دی اور بڑے جوش سے حملہ پر حملہ کرتا رہا، ربیعہ کے طریقۂ جنگ سے ورقا کو ثابت ہوا کہ بیشک لشکر شام میں یہ شخص بڑا ہشیار اور فنون جنگ سے واقف اور ایک مرد مردانہ ہے اور اس باعث سے وہ

معرکہ آرائی میں نہایت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا ربیعہ نے ایک
نیزہ ورقا کی کمر میں مارا لیکن وہ کارگر نہوا لہذا ربیعہ چاہتا تھا کہ دوسرا وار کرے لیکن ورقا نے حملہ دوم
کی اسکو مہلت لینے ندی اور ایک ایسا نیزہ انکی ناف پر ورقا نے مارا کہ پشت سے پار نکلگیا اور ربیعہ
ایک چیخ مارکر گھوڑے سے گر پڑا اسوقت ورقا کے غلام نے گھوڑے سے اترکر اسکا سر کاٹ لیا ربیعہ کے
لشکر میں ورقہ کی اس ظفر مندی سے ایک حیرت اور سخت تعجب پھیلگیا تھا اور ہر طرف سے اسکو خوف اور
اندیشہ نے گھیر لیا تھا ورقا کو یہ بات ثابت ہوگئی کہ ربیعہ کے قتل ہوجانے سے دشمن پر سخت ہراس
اور خوف غالب ہے، لہذا اُسنے اپنے اہل لشکر کو حکم دیا کہ ان ملعونوں پر حملہ کرو اور کسی کو ان میں سے
زندہ نچھوڑنا چاہیے یہ کہکر خود ورقا نے لشکر دشمن پر حملہ کیا اور اسکے ساتھ اس کا لشکر بھی حملہ آور
ہوا اور شامیوں کو قتل کرنا شروع کیا آخر شامیونکو شکست فاش ہوئی، اور میدان سے انکے پاؤں اکھڑ
گئے سپاہ ربیعہ نے انکا تعاقب کیا اور جس شامی کو پایا اسکو قتل کردیا لکھا ہے کہ اسطرح آٹھ ہزار ایک سو
اسّی جوان اُن کے قتل ہوئے اور بارہ سو سے زیادہ اہل شام گرفتار کرلئے گئے ورقا اُن اسیروں کو اپنے ہمراہ
لیکر واپس ہوا اُنمیں سے اُن قیدیوں کو تحقیق کرنا شروع کیا جو معرکۂ جمل و صفین اور کربلا میں شریک تھے
اسکو ورقا فوراً قتل کرڈالتا تھا اور ان کے سوا جو لوگ تھے انکو چھوڑ دیتا تھا پھر ورقا نے اس فتح
نمایاں پر شکر خدا ادا کیا لیکن شام کی نماز کے بعد اسنے اپنے لشکر سے رونے پیٹنے کی آواز سنی تو لوگوں سے
اسکا سبب پوچھا اہل لشکر نے عرض کیا کہ یا امیر زید ابن انس نے انتقال کیا، ورقا نے یہ سُنکر
کہا کہ رحمۃ اللہ علیہ اور نیز یہ بھی کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون، اور دیر تک روتا رہا اسکے بعد ورقا خیمہ
زید کے خیمہ میں گیا یہاں سب شیعہ جمع تھے اور زید کے مرنے پر رو رہے تھے ورقا نے کہا کہ ای برادر
خدا تجھکو اجر کامل اور جزائے خیر عنایت فرمائے اور تیری مغفرت فرمائیگے کیونکہ اس دنیا میں تو ایک مرد زاہد
اور عابد تھا اور ہمیشہ تو نے اہلبیت رسولؐ سے وفاداری اور جاں نثاری کا برتاؤ رکھا، اور اسی حال
میں تو نے دُنیا سے انتقال کیا آخر بعد اس گریہ وزاری کے زید کو غسل دیکر کفن دیا اور اسجگہ دفن کردیا
پھر ورقا نے حاضرین سے پوچھا کہ زید مرحوم نے مرتے وقت کچھ وصیت بھی کی تھی لوگوں نے عرض کی

کہ ان اس نے اپنا گھوڑا اور ہتھیار راہ خدا میں دیدیئے اسکے علاوہ پچیس ہزار دینار نقد چھوڑے ہیں اور انکی نسبت یہ کہدیا ہے کہ سب فقیر اور مساکین کو دیدیئے جائیں، بہرحال یہ دن اسی حال میں بسر ہوا اور اسی روز رئیس موصل کا یہ خط پہنچا، کہ مجھے تمہاری فتحیابی کا حال سنکر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ تمکو خداوندکریم نے فتحمند فرمایا لیکن تم کو ابھی نئی خبر سے اطلاع دی جاتی ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ایک لاکھ مرد جنگی کے ساتھ موصل میں پہنچ گیا ہے تم کو ہشیار رہنا اور اسلئے مستعد جنگ و پیکار رہنا چاہیئے، ورقا نے امرائے موصل کا یہ خط اور سرداران لشکر کو بھی پڑھکر سنایا اور اُن سے اسطرح تقریر کی بھائیو خدائے برتر و بزرگ نے تمکو دشمنوں پر فتح و نصرت عنایت فرمائی لیکن حال میں یہ خبر آئی ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ایک لاکھ سوار و پیادہ کی جمعیت سے ہمارے مقابلہ کے قصد سے موصل میں پہنچ گیا ہے اب جو کچھ تم سب کی صلاح ہو وہ کیا جائے اس تقریر پر سرداران لشکر کی یہ رائے ہوئی کہ بالفعل ہم سب کو کوفہ واپس چلنا چاہیئے اور وہاں پہنچ کر جو کچھ تجویز ہوگی اسپر کاربندی کی جائیگی ورقا نے بھی اپنے رفقا کی اس رائے کو پسند کیا اور مع کل فوج کے کوفہ کو اسوقت کوچ کردیا،

واقعہ یازدہم ابراہیم ابن مالک اشتر کی حملہ آوری عبیداللہ ابن زیاد پر

تاریخ میں لکھا ہے کہ ورقا ابن عازب تو ادہر ربیعہ سے معرکہ آرا تھا اور خداوندکریم نے اپنے فضل و کرم سے اسکو فتح نمایاں عطا فرمائی تھی اور جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے دشمنان مختار کو شکست فاش اس لڑائی میں نصیب ہوئی تھی لیکن کوفہ میں اسکے برعکس خبریں مشہور ہوگئی تھیں یعنی لشکر شام کو فوج مختار پر فتح حاصل ہوئی اور دونو سرداران مختار زید ابن انس اور ورقا بن عازب ہنگام محاربہ قتل ہوگئے اور لشکر شیعیان کو شکست ہوگئی مختار ان غلط خبروں سے نہایت اندوہناک ہوا اور اسکو سخت صدمہ اور رنج اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کا حال سنکر ہوتا تھا آخر اُس نے ابراہیم دلاور کو اپنی پاس بلایا اور اس سے کہا کہ اے برادر لشکر شام سے ہماری فوج نے شکست کھائی اور لوگ کہتے ہیں کہ زید ابن انس اور ورقا عازب ہمارے سرداران لشکر اس معرکہ میں مارے گئے اور اب عبیداللہ ابن زیاد ایک لاکھ سوار پیدل کی جمعیت سے ہمارے مقابلہ کے ارادہ پر روانہ ہوا ہے لہذا اب تم کو مناسب ہے کہ اس جنگ و پیکار کیواسطے روانہ ہوجاؤ اور مجھے یقین ہے کہ عبیداللہ زیاد

تیرے ہاتھ سے ضرور مارا جائیگا ابراہیم نے مختار سے کہا کہ یا امیر اتنا صبر کرو کہ ہمارے فریق لشکر کے لوگ یہاں آجائیں اور اُنسے ان حالات کی تحقیق خبر معلوم ہو جائے جو یہاں مشہور ہو رہی ہیں اسکے بعد میں خود جاؤنگا اور تجھکو اس رنج وصدمے جو خبر مذکور سے عارض حال ہوا ہے انشاء اللہ تعالی نجات اور مخلصی دلاؤنگا مختار نے بھی ابراہیمؑ کی اس رائے کو پسند کیا خلاصہ یہ کہ سات روز تک اس خبر شکست وقتل زید کا انتظار کیا آخر آٹھویں روز ورقا مع لشکر دشمنوں کے سر نیزوں پر لئے اور مال اور غنیمت اونٹوں پر لدا ہوا شہر کوفہ کے قریب پہنچا جب ورقا کی آمد کی خبر مختارؒ کو پہنچی تو وہ کل سرداران حکومت اور عمائد شہر کے ورقا کے استقبال کو شہر سے باہر آیا اور بڑی توقیر اور احترام سے اسکو کوفہ میں لائے مختار نے جب زید ابن انس کے انتقال کا واقعہ سُنا تو اسکو سخت رنج ہوا، اور دیر تک مختار اور ابراہیم دونوں اسکی وفات پر روتے رہے بعد اسکے ورقا نے لڑائی کے واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ مختار سے بیان کیا اور اثنائے تقریر میں یہ بھی ورقا نے مختار سے دریافت کیا کہ یا امیر رؤسائے موصل نے مجھے اس مضمون کا خط بھیجا ہے کہ عبید اللہ زیاد ایک لاکھ سوار و پیادہ کی جمعیت سے تسخیر موصل کے واسطے آرہا ہے مختار نے شکر الہی ورقا کے کامیاب ہوکر واپس آنے پر ادا کیا اور ابراہیمؓ سے کہا کہ برادر تم ابن زیاد کے مقابلہ اور محاربہ کیواسطے اب موصل کو روانہ ہو جاؤ چنانچہ اسوقت فوج کا شمار کیا گیا تو اُسوقت دس ہزار سپاہی موجود تھے، اور باقی فوج اطراف ملک میں امن وامان قائم کرنے میں مصروف تھی مختارؒ نے ابراہیمؒ سے کہا کہ اس فوج سے ایکہزار آدمی میرے اور شہر کی حفاظت کے واسطے کافی ہیں وہ یہاں رہیں اور نو ہزار سپاہیوں کو تم اپنے ہمراہ لیکر اسکے مقابلہ کو روانہ ہو جاؤ اور اس صورت میں خدا کی ذات سے اُمید کامل ہے کہ تمہارے ہاتھ سے اسکا قتل وقمع ضرور ہو جائیگا ابراہیم صف شکن نے مختار کو جواب دیا کہ یا امیر تمہارے واسطے اور نیز حفاظت کوفہ کیلئے صرف ایکہزار آدمی کافی نہونگے کیونکہ دشمنوں کی کثرت ہے اور سب قاتلان حسینؑ ہیں جو کوفہ کے عمائدین میں سے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو تم سے کس قدر سخت عداوت وبغض ہے اگر میں یہاں سے روانہ ہو گیا تو یہ ضرور ہے کہ اشخاص مذکور اپنے دل کا بخار نکالنے کیواسطے تمپر یورش کرینگے اور تمہارے مقابلہ اور قتل کیواسطے آمادہ ہو جائینگے۔

مختار نے بھی ابراہیم کے اس خیال کی تصدیق کی لیکن آخر ابراہیم کی روانگی عبید اللہ زیاد کے مقابلہ کے واسطے قطعی قرار پائی، چنانچہ ابراہیمؒ مع فوج مذکور اور اپنے خیمہ و خرگاہ کے کوفہ سے ابھی اور باہر ٹھیرے اور تیاری سامان سفر اور فراہمی ساز و اسباب جنگ میں مصروف ہوئے، دوسرے روز مختار بھی ان کے الوداع کیواسطے مع کل سرداران فوج کے آیا اور اس سے بغلگیر ہوکر خدا حافظ کہکر مصاف و معرکہ آرائی عبید اللہ زیاد کیواسطے رخصت کیا، خلاصہ یہ کہ ابراہیمؒ اپنی سخت سفر کی منزلیں قطع کرتے ہوئے مقام تکریت میں وارد ہوئے یہاں کے باشندے دوستدار خاندان نبوت تھے لیکن ابراہیم کو جو مشکل اول میں پیش آئی وہ عجیب و غریب تھی کیونکہ تکریب کی دیواروں کے نیچے جب ابراہیم کا لشکر پہنچا، تو اہل تکریب نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور کھانے پینے اور رسد کا جو کچھ ذخیرہ انکے پاس تھا وہ شہر میں جابجا پوشیدہ کر دیا اسکی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو عبید اللہ ابن زیاد کے لشکر کا دھوکا ہوا تھا بہرحال جب ابراہیمؒ نے دروازہ کھولنے کو ان لوگوں سے کہا تو انہوں نے یہ دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو اور یہاں کس لئے آئے ہو جبپر ابراہیم نے خود پکار کر انکو مطلع کیا کہ میں ہوں ابراہیم بن مالک اشتر نخعیؓ پس ابراہیم کا نام سنتے ہی شہر تکریت کا دروازہ کھولدیا گیا اور وہاں کے باشندے نعرہ واحسیناہ واحسیناہ بلند کرتے ہوئے باہر نکل آئے اور ہر قسم کے تحفے و تحائف ابراہیم کی خدمت میں لاکر پیش کئے اور ابراہیم دلاور بصد جاہ و جلال دروازہ شہر مذکور پر خیمہ زن ہوا شہر کے جس قدر معظم آدمی تھے انہوں نے ابراہیم کی بہت خاطر و تعریف کی اور اس سے کہا کہ یا امیر اس شہر میں جوان آدمی قابل جنگ بکثرت ہیں جس قدر تم کو ضرورت ہو اپنے لشکر میں بھرتی کر لو کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ دشمنوں کا ہجوم اور تعداد لشکر بہت زیادہ ہے یہ سنکر ابراہیم نے ان کو دعا دی اور یہ کہا کہ کچھ پروا کی بات نہیں ہے گو دشمن کی فوج زیادہ ہے اگر فضل الٰہی شامل حال ہے اور توفیق پروردگار میرے ساتھ ہے تو ان سب کو قتل کرونگا آپ لوگوں سے امید ہے کہ مجھکو دعا سے فراموش نکرینگے، بہرحال ابراہیمؒ نے ایک روز وہاں قیام کیا اور دوسرے روز وہاں سے آگے روانہ ہوئے یہانتک کہ بعد طے مراحل و قطع منازل مقام موصل کے قریب پہنچے یہاں کے لوگوں کو جب یہ دریافت ہوا کہ ایک لشکر گراں

اُن کے شہر پر قبضہ کرنے کیواسطے شہر کے قریب پہنچ گیا ہے تو وہ عبید اللہ ابن زیاد کے دھوکہ میں بیس ہزار کی جمعیت سے مسلح ہو کر شہر کے باہر نکل آئے اور ان سب نے متفق ہو کر ابراہیم کے لشکر کا رُخ کیا اور جب اس فوج کے قریب پہنچے تو بآواز بلند اُنھوں نے لشکر عراق سے دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو اور کدھر کا قصد ہے یہ سُنکر ابراہیم رح دلاور نے جواب دیا کہ ہم مختار کے لشکر کے لوگ ہیں اور خونِ حضرت امام حسینؑ کے طالب اور اُن کے قاتلوں کی تلاش میں اس طرف آئے ہیں اور میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں جب اہل موصل نے ابراہیم کا نام سُنا تو اپنی حرکت سے نہایت نادم اور پشیمان ہوئے کیونکہ وہ بہمہ وجوہ مسلح ہو کر جنگ کے واسطے آئے تھے، اور اگر ذرا بھی اسطرف سے اشارہ ہوتا تو سخت لڑائی ہو جاتی، بہرحال ابراہیم نے بآواز بلند اُن لوگوں سے کہا کہ درحالیکہ تم کو اس امر سے اطلاع ہوگئی کہ ہم کون لوگ ہیں تو پھر اسطرح مسلح ہمارے پاس کیوں آئے ہو اگر درحقیقت ہمارا عمل عدل و انصاف پر اور ہمارا خیال عام کی آسائش پہنچانے کی طرف نہوتا تو ہمارے سامنے سے تم لوگوں میں سے کوئی شخص یہاں سے زندہ بچکر نجاتا بس خیر اور تمہارے واسطے اسی میں بہتری ہے کہ فوراً یہاں سے اپنے مکانات کو چلے جاؤ، اور میں نے تمہارے اس قصور کو معاف کیا، ابراہیم کی اس عتاب آمیز آواز کو سُنکر اس گروہ موصل میں سے جو لوگ عمائد اور سرغنہ شہر تھے جو کچھ رسد انکے پاس تھی اسکو ہمراہ لیکر انکی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ عرض کیا، کہ ہم کو تمہارے آنے سے بالکل اطلاع نہیں تھی بلکہ ہم کو عبید اللہ زیاد کا دھوکہ ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ عذر معذرت ابراہیم رح سے ان لوگوں نے کی، بہرحال ابراہیم رض نے اُن کے قصور سے درگذر کی، اور جو تحفے تحائف وہ لوگ لائے تھے اسکو قبول کیا دو روز تک اُنھوں نے وہاں قیام کیا اور تیسرے روز ابراہیم موصل سے روانہ ہوئے اور چند روز رستہ قطع کرنے کے بعد منزل وادی الاعلام پر پہنچے یہاں خیمے ڈیرے نصب ہونے لگے ابراہیم رح نے گھوڑے سے اُتر کر نماز سے فراغت حاصل کی اور ابھی تسبیح پڑھ رہے تھے کہ ایک ضعیفہ عورت انکے خیمہ کے دروازے پر آکر کھڑی ہوئی ابراہیم رح نے اسکو دیکھکر خیال کیا کہ شاید یہ عورت محتاج ہے اور کچھ مانگتی ہے لہذا اُنھوں نے اپنے غلام کو بُلاکر حکم دیا کہ اس عورت کو کچھ دیدو غلام ابراہیم نے اس ضعیفہ کو

اُسیوقت ایکہزار درہم لاکر دیئے، لیکن اُس زن معمرہ نے ابراہیمؒ سے کہا کہ یا امیر میں ان درہموں کے مانگنے کی غرض سے آپکے حضور میں نہیں حاضر ہوئی تھی بلکہ میں ایک صاحبِ واقعہ ہوں اور چاہتی ہوں کہ وہ واقعہ آپکے سامنے مفصّل عرض کروں یہ سُنکر ابراہیمؒ نے اسکو اپنے قریب بُلایا تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے اور بالوں کے کپڑے پہنے ہوئے ہے، خلاصہ یہ کہ ابراہیمؒ نے اُس بڑھیا سے پوچھا کہ بیان کرو کیا کہنا چاہتی ہے ضعیفہ نے کہا کہ یا امیر آپکو واضح ہو کہ میں ایک لکڑہارے کی بی بی ہوں میرے شوہر کا یہ پیشہ اور قاعدہ تھا کہ ہر روز جنگل کو جاتا تھا اور وہاں سے لکڑیوں کا بوجھ لاکر بازار میں فروخت کرتا تھا اور اس کی قیمت سے بسر اوقات ہوتی تھی اتفاق سے ایک روز بادل گھر آیا اور نہایت شدت سے مینہ برسنے لگا اسوجہ سے اُسروز میرا شوہر جنگل کو لکڑیوں کے لانے کیواسطے نہ جا سکا جس سے تمام دن ہم لوگوں کو فاقہ سے گذرا مجھے اگرچہ اسکا بہت بڑا رنج ہوا، لیکن چارہ کیا تھا آخر میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہم کو صبر اختیار کرنا چاہیئے، کیونکہ خدائے رازق العباد صابروں کو دوست رکھتا ہے اگر ہماری زندگی باقی ہے تو وہ ضرور ہم کو رزق و روزی عطا فرمائے گا، بہرحال اسوقت شدت سے بارش ہو رہی تھی، اتفاق تقدیر سے میرے مکان کے صحن میں پانی کے زور نے ایک مقام پر مٹی کو دھو دیا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس مقام پر ایک بڑا پتھر زمین میں جما ہوا ہے اس پتھر کو دیکھکر میرے دل میں اُسوقت یہ خیال و اعتقاد پیدا ہوا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری بسر اوقات کیواسطے اس پتھر کو اسوقت نمایاں کیا ہے لاؤ اس پتھر کو فروخت کرکے اسکے داموں سے کھانے پینے کیواسطے کچھ منگاؤں، یہ خیال کرکے ہم دونوں نے متفق ہو کر اُس پتھر کو اپنے مقام سے سرکایا تو عجب قدرت خدا نظر آئی، یعنی اس مقام پر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک دروازہ لگا ہوا ہے کہ وہ بھی پتھر کا ہے اور اسمیں ایک قفل پڑا ہوا ہے، بہرحال ہم دونوں نے ملکر اس قفل کو توڑ ڈالا اور اس دروازہ کو کھولا تو معلوم ہوا کہ ایک تہ خانہ ہے لیکن اسمیں بالکل اندھیرا تھا اسلیئے ہم دونوں چراغ ہاتھ میں لیکر تہ خانہ میں گئے تو دیکھا کہ بے انتہا خزانہ اشرفیاں اور جواہرات کا اسمیں بھرا جمع ہے بہرحال میں نے اس خزانہ میں سے اسوقت ایک دینار اُٹھا لیا اور پھر وہاں سے نکلکر اُس دروازہ کو ویسا ہی بند کر دیا اور اس دینار کو میرا شوہر بازار میں لیگیا اور اُسے کچھ جنس اور مختلف کھانے پینے کی اشیا مول

لے لیکن اس دینار او خزانہ کا حال ہم نے کسی اور سے نہیں بیان کیا اسیطرح عرصۂ دراز تک جب
مجھے ضرورت ہوتی تو اسمیں سے چند دینار نکالکر اپنی ضروریات پوری کرتی رہی اس عرصہ میں میرے شوہر نے
انتقال کیا اسوقت میں نے اپنے دل میں یہ تصور کیا کہ میرا زمانہ پیرانہ سالی ہے نہ میرے کوئی فرزند ہے
اور نہ کوئی بھائی بہن اور نہ کوئی عزیز و قرابتدار ہے پس اسقدر کثیر المقدار مال اور دولت جو خدا نے
مجھکو عطا فرمایا ہے کس کے نصیب کا ہے غرضیکہ اسی فکر و خیال میں ایک روز میں سو رہی تھی کہ میں نے
خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے بڑھیا اس خزانہ کے بارہ میں تجھکو کیا سوچ بچار ہے واضح
ہو کہ یہ سب گنج دولت حضرت امام حسینؑ اور انکی فوج اور ان لوگوں کا ہے کہ جو عنقریب اس امام شہید و مظلوم
کے طلب خون میں اس شہر میں وارد ہونگے تو اب اٹھ کھڑی ہو اور ابراہیمؒ کے پاس جاکر اس خزانہ کے
حال سے اطلاع دے کہ یہ خزانہ انکی ملک ہے اور دوسروں پر اسکا تصرف حرام ہے یہ سنکر بڑھیا نے
کہا کہ اب میں نے اس حال سے تجھکو مفصل اطلاع دیدی اور اپنے حق سے بری الذمہ ہوگئی۔ راوی لکھتا
ہے کہ اس خبر کو سنکر ابراہیم نہایت خوش اور شادمان ہوا اور تمام سرداران شیعہ کو ہمراہ لیکر اس
زن ضعیفہ کے مکان پر گیا اور اسیوقت حکم دیا کہ روشنی لائی جائے چنانچہ بکثرت شمعیں روشن کر کے اس
خزانہ کے اندر یہ لوگ گئے اور جس قدر مال و دولت اس تہہ خانہ میں جمع تھا وہ سب اسکے اندر سے نکال کر
باہر لایا گیا اور جس قدر آدمی ابراہیمؒ کے ساتھ اسوقت گئے تھے انمیں سے ہر ایک کو ایک ایک ہزار دینار
ابراہیم نے عطا کئے اور اسکے بعد میں چالیس خروار شتر یہ خزانہ بچ رہا تو اسکو کوفہ بھیجدیا اور مختار کو
ایک خط میں یہ سب حال جو زن ضعیفہ مذکورہ کا تھا لکھ بھیجا اور اس ضعیفہ کو بھی پانچہزار دینار عطا
کئے بہرحال جب مختار کے پاس وہ زر و مال پہنچا تو وہ ازحد فرحناک ہوا اور خدا کا سجدۂ شکر ادا کیا اور
نہایت فراخدلی کے ساتھ اس عطیۂ خداداد میں سے لوگوں کو عطا کرنا شروع کیا انمیں سے بیس ہزار دینار
اس نے مکہ کو حضرت محمد ابن حنفیہؓ کے پاس بھیجے اور بیس ہزار دینار حضرت زین العابدینؑ کے حضور میں
بطور پیشکش کے مدینہ منورہ کو روانہ کئے تھے اب ابراہیمؓ کا حال سنئے کہ اسنے خزانہ کی دستیابی کے بعد صرف
ایک روز اس مقام پر قیام کیا اور دوسرے روز وہاں سے اور آگے کی طرف روانہ ہوگئے اور جب پانچ

فرسخ راستہ قطع کیا تو مقام نصیبین میں پہنچے اس مقام کا جو حکمران تھا اُسکا نام حنظلہ ابن عمارۃ ثعلبی تھا
دس ہزار آدمی اسکے ملازم تھے کہتے ہیں کہ یہ شخص کسی کا ماتحت نہیں تھا، بہرحال ابراہیم نے اس شہر کے
قریب پہنچکر اپنے لشکر کو اُتارا اور ایک خط اس مضمون کا حنظلہ کے نام لکھا کہ اے حنظلہ تجھکو خوب معلوم ہے
کہ اہلبیتؑ نبوت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصًا امام حسینؑ اور انکی اہلحرم و عترت پر ان ظالموں نے کسقدر
شدید ظلم و ستم کیا ہے میں کہ ابراہیم ابن مالک اشترؒ ہوں استیصال عبیداللہ زیاد کیواسطے بحکم مختار
جا رہا ہوں، اور اس ملعون سے حضرت امام حسینؑ کے خون کا طلبگار رہونگا، پس دروازہ شہر کا تو میرے واسطے
کھولدے اور مجھے رستہ دیدے کہ اس دشمن خدا کے مقابلہ کیواسطے روانہ ہوں اور جب یہ نامہ تمام ہوا تو
آخر میں ابراہیم نے اپنی مہر کرکے ایک شخص کے ہاتھ حنظلہ کے پاس بھیجدیا اتفاق سے نصیبین سے دس پندرہ
کوس کے فاصلے پر عبیداللہ ابن زیاد بھی ایک لاکھ کی جمعیت سے اُترا ہوا تھا جسکی خبر ابراہیم کو بالکل نہ تھی اور
نہ خود عبیداللہ کو ابراہیم کے اسطرف آنیکی اطلاع تھی بہرحال ابن زیاد نے بھی ایک نامہ حنظلہ کو بھیجا تھا اور
اسمیں یہ تہدیدًا لکھا تھا کہ ہم ابراہیم ابن مالک اشترؒ کے ساتھ لڑنے کیواسطے جاتے ہیں لہذا تجکو مناسب ہے کہ
دروازہ شہر کا کھولدے اور فورًا ہی میرے حکم کی تعمیل کر اگر ذرا توقف ہوا تو ہمارا بیحد نقصان ہوگا خوب یاد رکھنا،
اور اگر تو میرے حکم کی تعمیل نکریگا اور دروازہ میرے لشکر کے گذرنیکے واسطے نہ کھولدیگا تو یاد رکھ کہ
میں شہر کو جلادونگا، اب سنئے کہ اتفاق سے یہ دونو ایلچی ایک ہی وقت میں شہر نصیبین کے دروازہ پر
پہنچے تو دربانوں نے اُنسے حال دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو اور کس واسطے آئے ہو اُن دونو
نے اپنا حال اور جہاں سے پیام لیکر آئے تھے اُنسے بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ ہم دونو شخص اپنے
آقاؤں کے پاس سے خط لیکر آئے ہیں درگوسالار یعنی دربانوں کے افسر نے اسیوقت جاکر اپنے امیر
حنظلہ کو اطلاع دی، کہ دو سفیر آئے ہیں انمیں سے ایک ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی کا نامہ لایا ہے اور
دوسرا عبیداللہ ابن زیاد کے پاس سے کوئی تحریر لایا ہے حنظلہ نے انکو اپنے سامنے حاضر کرنیکا حکم دیا
بہرحال دونو سفیر اُسکے حضور میں حاضر ہوئے اور اسکو سلام کیا، حنظلہ نے ابراہیم کے ایلچی کی بہت
خاطر تواضع کی اور اسکو اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا اور اس سے ابراہیمؒ کا نامہ لیکر اول آنکھوں سے

لگایا اور اسکے بعد کھولکر پڑھنے لگا اور جب اسکی نظر حضرت سیدالشہداءؑ کے اسم مبارک پر پڑی تو وہ بے اختیار ڈھاریں مارکر رونے لگا اور اپنے ہاتھ سینہ پر مارتا تھا اور واحسیناہ وا سیداہ اسکی زبان پر جاری تھا آخر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں بھی دشمنان حسینؑ ابن علیؑ سے جہاد کرونگا، جب اس حال سے اسکو فراغت ہوئی تو اسوقت عبیداللہ ابن زیاد کے سفیر کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے نامہ عبیداللہ ابن زیاد لیکر پھاڑا اور پھر اسکو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکدیا اور اسکے بعد تلوار منگاکر اپنے ہاتھ سے اسکے ایلچی کو مار ڈالا، اور ابراہیمؒ کے ایلچی کو بڑا قیمتی خلعت دیا اور اس سے کہا کہ تو جاکر ابراہیم کو میری طرف سے یہ جواب عرض کر دینا امیر تم نہایت جلد یہاں چلے آؤ میں ہر طرح تمہارا مطیع اور تابع فرمان ہوں اور اپنی فوج کو لیکر دشمنوں سے جہاد کرونگا چنانچہ اس سفیر نے ابراہیمؒ سے جاکر کل واقعہ عرض کیا جسکو سنکر ابراہیم نہایت خوش و خورم ہوا اور اسیوقت وہاں سے کوچ کر دیا، اور جب تھوڑا راستہ قطع کرلنے کے بعد دروازہ نصیبین پر پہنچا تو حنظلہ نامدار اسکی آمد کی خبر سنکر مع اپنی کل فوج اور فرزندوں کے ابراہیمؒ کے استقبال کو شہر سے باہر نکلا اور اپنے ہمراہ ہر قسم کے تحفے وہدایا کی مقدار کثیر ابراہیمؒ کیواسطے لیگیا تھا خلاصہ یہ کہ اسنے ابراہیم سے نہایت تپاک اور گرمجوشی کے ساتھ ملاقات کی ابراہیم نے اس خزانہ کے ملنے کا تمام قصہ حنظلہؓ کو سنایا اور تمام واقعات گذشتہ اسنے ذکر کیے اسکے بعد امر نصب العین کی بابت مشورہ اور صلاح دونوں میں بہت دیر تک ہوا کی، کہتے ہیں کہ ادھر ابن زیاد کو جب ابراہیمؒ اور حنظلہ کے اس اتحاد اور واقعات گذشتہ کی خبر پہنچی تو اسکو بڑا صدمہ ہوا اور ایک نہایت سخت ہیبت طاری ہوئی اور اسکے دل میں یہ خوف بیٹھ گیا کہ دیکھیے کیا انجام ہو اور اس اندیشہ اور خیال میں وہ اپنے مقام سے تین منزل اسطرف ہٹکر چلا گیا بہر حال ابراہیم نے تین دن نصیبین میں قیام کیا اسکے تمام لشکر میں سیر چشمی اور دولتمندی نظر آتی تھی اور دروازہ بخشش و عطا ہر کس و ناکس کیواسطے برابر کھلا ہوا تھا خلاصہ یہ کہ اس جاہ و حشم کے ساتھ ابراہیم یہاں سے عبیداللہ ابن زیاد کے مقابلہ اور سرکوبی کیواسطے روانہ ہوا اور حنظلہ اپنے چھ ہزار جوانوں کے ساتھ اس سے آگے روانہ ہونے کیلئے آمادہ ہوا ابراہیم نے یہ حال دیکھکر حنظلہ سے کہا کہ اب تم لوٹ جاؤ اور تمہاری خدمات جو کچھ ابتک ہو چکی ہیں وہ کافی ہیں ابراہیم کے اس کہنے

پر حنظلہ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں جو تم نے اسوقت کہا یہ بالکل صحیح و درست ہے لیکن مجکو اب بغیر لڑائی اور
جنگ کے اور نیز تمہارے ساتھ ہو کر دشمنوں سے جہاد کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے خلاصہ یہ کہ حنظلہ اس
سے آگے آگے اور لشکر ابراہیمؒ اسکے پیچھے تھا اور برابر راستہ قطع کرتے چلے جاتے تھے یہانتک کہ قلعہ
ماوری کے قریب پہنچے جو اس جوار میں ایک نہایت مستحکم و مضبوط مقام تھا اور حنظلہ کی ملک حکومت میں
داخل تھا، چنانچہ ابراہیمؓ کی فوج اسکے قریب خیمہ زن ہوئی اور باہم مشورہ کرنے لگے، آخر حنظلہ نے کسی
آدمی کے ہاتھ اس مقام کے کوتوال کو جو حنظلہ کا ملازم تھا بلا بھیجا، اور جب کوتوال مذکور حاضر ہوا تو حنظلہ
نے اس سے کہا کہ تجھے معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ فوج ہمارے آقا کی ہے اور امیر ابن اشترؓ اسکے سپہ سالار ہیں
جو عبید اللہ ابن زیاد سے خون حسینؑ ابن علیؑ کے طلب میں جاتے ہیں اور سب واقعہ اس سے مفصل بیان کیا
کوتوال نے ان سب حالات کو سنکر حنظلہ کو جوابدیا کہ افسوس اگر ایک روز بھی پہلے تم دونوں یہاں آجاتے تو میں
نہایت آسانی کیساتھ عبید اللہ ابن زیاد کو تمہارے ہاتھ گرفتار کرا دیتا، ابراہیم نے کہا کہ کسطرح تم اسکو میرے ہاتھ
گرفتار کراتے تو کوتوال نے کہا کہ تمہارے آنے سے کچھ دن پہلے خود عبید اللہ ابن زیاد یہاں آیا ہوا تھا اسنے اپنے
زن و فرزند اور ایک کثیر مقدار مال و اسباب کی جسمیں صرف چار خروار زر نقد کے ہیں میرے سپرد کر دیئے ہیں اور
مجھسے کہہ گیا ہے کہ ان کے تحفظ اور نگہداشت میں کوشش بلیغ کرنا چاہیئے اور میں نے بھی اس سے وعدہ کر لیا
ہے کہ میں حتی الامکان انکی حفاظت کرونگا اور اب آجکل وہ یہاں سے قریب کسی مقام پر اترا ہوا ہے ابراہیم اس
خبر کو سنکر بہت خوش ہوئے اور اس کوتوال سے اسطرح کہنے لگے کہ اے برادر خدا تجکو جزائے خیر دے کہ میرا تو نے دلشاد کر دیا
یہ بتا کہ اب اسکے وہ زن و فرزند کہاں ہیں کوتوال نے کہا کہ میرے یہاں ہیں، ابراہیم نے کہا کہ ابھی تم یہاں سے
جاؤ اور ان سب کو اپنے ہمراہ لیکر میرے پاس آجاؤ کوتوال نے کہا کہ میں اس حکم کی بسر و چشم تعمیل کرونگا، چنانچہ کوتوال
اپنے مکان کو واپس گیا اور اسیوقت زن و فرزند اور مال و اسباب عبید اللہ ابن زیاد ملعون کا تمام و کمال ابراہیمؓ
کے سامنے حاضر کیا اس گروہ میں ابن زیاد کی تین بیٹیاں تھیں اور ایک بیٹا تھا اور ایک سو بیس خدمتگار و غلام
ملازم تھے جب ابراہیمؓ کی نظر اس گروہ پر پڑی تو وہ اسوقت نہایت آبدیدہ ہوا اور کہنے لگا لاحول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم اور اسکے بعد اپنے رفقا کیطرف متوجہ ہو کر بولا کہ اے اہل عراق یہ اطفال اور مستورات اس ملعون کے

ہیں کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں تین روز کا بھوکا پیاسا شہید کیا تھا اور ان کے اطفال اور اہل حرم کو اسیر کرکے شام کے ہر گاؤں میں پھراتے ہوئے دمشق تک لیگیا تھا، اس خدائے برتر کی قسم ہے جسکے اختیار میں میری جان ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے انکا کینہ میرے دل سے نہ نکلے گا اور اسکا انتقام لئے بغیر ہرگز نہ مانونگا اور واپس نجاؤنگا، پس تم بھی وہی کرو، جو میں اسوقت کرتا ہوں یہ کہکر ابراہیم نے اپنی تلوار اٹھائی اور ابن عبیداللہ ابن زیاد کا سر کاٹ ڈالا، اسیطرح اور لوگ بھی قتل کئے جاتے تھے، یہاں تک کہ سب متعلقین عبیداللہ ابن زیاد کو تہ تیغ بیدریغ کردیا ایک شخص بھی انمیں سے زندہ باقی نہ بچا اسکے بعد ابراہیم نے عبیداللہ کے مال و اسباب میں سے دو خروار زر نقد حنظلہ کو دیئے اور ایک خروار زر نقد اُس کوتوال کو دیا، اور ایک خروار جو باقی رہا اسنے اپنے آدمیوں پر تقسیم کردیا، کوتوال نے ابراہیم کو اس عطیہ کے بہت کچھ دعا دی اور یہ کہا کہ میں اس سے بھی بڑھکر ایک کارروائی کرنا چاہتا ہوں، ابراہیم نے جواب دیا کہ اس سے بڑھکر اور کونسا کام ہے جسکو تم انجام دینے کے واسطے کہتے ہو کوتوال نے کہا کہ میری نیت میں اب یہ امر ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد کو زندہ گرفتار کرادوں ابراہیم نے کوتوال سے دریافت کیا کہ یہ تم کس طرح کرسکتے ہو اور کیونکر عبیداللہ کو گرفتار کراسکتے ہو کوتوال نے کہا کہ اسکی تدبیر یہ ہے کہ تم میرے فرزندوں کے کپڑے پہنکر میرے ہمراہ ان لوگوں میں چلو یقین ہے کہ اس صورت میں تم کو کوئی شخص پہچان نہ سکے گا، لیکن ہم کو یہ کارروائی اس سے پہلے کرنا چاہیئے کہ اسکو اپنی عیال و اطفال کی گذشتہ تباہی و بربادی سے آگاہی اور اطلاع ہو، بہرحال جب ہم سب انکے لشکر کے قریب پہنچ جائیں تو وہیں اپنا خیمہ نصب کردیں اور اسوقت میں اپنے لڑکے کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس یہ پیام دیکر بھیجونگا کہ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ امیر نصیبین نے ابراہیم رض سے بیعت کرلی اور اب اس کا ارادہ تیرے مقابلہ کے واسطے روانہ ہونے کا ہے اور یہ بخوبی واقف ہے کہ یہ قلعہ و مقام کہ جو میری تحت حکومت میں ہے، حنظلہ کا ہے اور میں اُس کا غلام و ملازم ہوں، چونکہ تیری عیال و اطفال وہاں مقیم ہیں لہذا مجھے اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ کوئی اس حال سے حنظلہ اور ابراہیم کو اطلاع نہ دیدے اور پھر کوئی علاج ان کی رہائی کے واسطے ناممکن ہوئے پس مناسب ہے کہ اسیوقت تو تنہا میرے پاس چلا آتا کہ تجھ سے

اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے اور اسمیں یہ مصلحت ہے کہ ہماری اس صلاح و مشورہ سے سوائے میرے اور
اس لڑکے کے اور کسیکو اطلاع نہو گی کیونکہ مجھکو اسپر کامل اعتماد اور وثوق ہی اور جو علانیہ طور سے میں
تمہارے پاس آیا اور اسبارہ میں کوئی گفتگو تم سے میں نے کی تو مجھے اپنی ہلاک ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے
یقین ہے کہ جسوقت اسکو میرے پیام پہنچیگا تو اپنے اہل وعیال کے خوف سے فوراً میرے پاس چلا آئیگا اور میرے
خیمہ میں اگر قیام کریگا اُسوقت تم کو اختیار ہوگا، کہ جو چاہو اس کے ساتھ کر سکتے ہو اور میں اس
کارروائی کا ثمرہ پیشگاہ جناب الٰہی سے حاصل کرنے کا اُمیدوار ہوں، اور یہ بھی واضح ہو کہ جسوقت
اسکے قتل کی خبر اُسکے اہل لشکر کو پہنچے گی، تو پھر وہ یہاں ایک لمحہ نہ ٹھہریں گے اور سب تمہارے
سامنے سے بھاگتے نظر آئینگے، اور اس صورت میں تم کو مفت کامل فتح دشمنان اہلبیتؑ پر حاصل
ہو جائیگی، ابراہیمؓ نے کوتوال سے جب یہ رائے سُنی تو اس مشورہ کو بہت پسند کیا، اور اسکو جواب
دیا کہ بیشک تمہارا مشورہ نہایت ٹھیک اور قرین عقل صواب اندیش ہے اور میں تو سب سے
مقدم عبید اللہ ابن زیاد کا قتل ہونا ہی اولیٰ سمجھتا ہوں یہاں تک کہ تمام دُنیا اگر مجکو مل جائے
تو بھی اسکو قتل کے مقابلہ میں اسکے ملنے سے مجھے اسقدر خوشی حاصل نہو گی، خلاصہ یہ کہ کوتوال
اسیوقت مع اپنے عیال واطفال کے ابراہیم کو ساتھ لیکر اس منصوبہ کے پورا کرنے کی غرض
سے عبید اللہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوا، اور ابراہیمؓ نے اپنی جس قدر فوج تھی وہ حنظلہ کی تفویض
کر دی تھی بہرحال ایک تھوڑے عرصہ میں یہ گروہ عبید اللہ زیاد کے لشکر سے ایک فرسخ کے قریب
پہنچ گیا، یہاں کوتوال اور ابراہیم نے اپنے خیمہ نصب کر دئیے اور حسب مشورہ سابق کوتوال نے
اپنے ایک فرزند کو بُلا کر اُس سے یہ کہا کہ اے فرزند تم اُسوقت ابن زیاد ملعون کے پاس چلے جاؤ
اور جو کچھ ذکر ہو چکا ہے اس کا اعادہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون سے جا کر بطریق احسن
کر دو۔ چنانچہ کوتوال کا فرزند اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کیواسطے ابن زیاد کے پاس گیا اور
جب ابن زیاد نے اُسکو دیکھا تو پہچانکر کہا کہ تم یہاں کس ضرورت کے لئے آئے ہو اس شخص
نے اپنے باپ کا جو کچھ پیام تھا وہ عبید اللہ ابن زیاد سے بیان کیا ابن زیاد ملعون نے جب یہ

یہ سُنا تو اس کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہوگئی اور اسیوقت سوار ہوکر تنہا کوتوال کے خیامگاہ کی طرف روانہ ہوا اور اپنے حاجب سے یہ کہہ گیا کہ میرے ساتھ کوئی شخص نہ آئے لیکن یہ ضرور ہے کہ میرے واپس آنے تک تم لوگ ہر طرح ہوشیار اور مستعد رہنا خلاصہ یہ کہ اس تقریر کے بعد وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا کوتوال کے خیمے تک پہنچا جب کوتوال کو ابن زیاد کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ مع اپنے فرزندوں اور ابراہیم کے خیمہ سے باہر نکل آئے اور اسکے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اسکو بڑے وقار اور احترام سے لاکر اپنے خیمہ میں بٹھایا، اسوقت ابن زیاد کی یہ صورت تھی کہ وہ ہر طرف چوکنّا دیکھ رہا تھا، بالخصوص اسکی نظر ابراہیم کی طرف تھی، اور ننگی تلوار اسکے زانو پر رکھی ہوئی تھی جب ابن زیاد اطمینان سے خیمہ میں بیٹھ چکا کوتوال نے حالات مذکورہ اس سے بیان کئے اور یہ بھی کہا کہ امیر آگاہ ہو کہ ابراہیم اشتر رح پندرہ ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت سے میرے قلعہ کے قریب اُترا ہے اور حنظلہ نے اس سے بیعت کر لی ہے اور ہر طرح اسکی اطاعت میں سرگرم و مصروف ہے اسلئے میں تیری پاس آیا ہوں کہ اب کیا کرنا چاہیئے، اور اسی قسم کی سلسلہ وار تقریر میں کوتوال عبید اللہ کو مشغول کئے ہوئے تھا کہ ابراہیم رح کو اسکے قتل کا بخوبی موقع ملجائے اور وہ اٹھکر اسکو قتل کر ڈالے، لیکن ابراہیم نے اسوقت کوئی کارروائی اس قسم کی نہ کی اور نہ اپنی نشستگاہ سے ذرہ بھر حرکت کی، آخر طویل گفتگو کے بعد ابن زیاد اٹھ کھڑا ہوا، اور کوتوال کے خیمہ سے نکلکر اپنی قیامگاہ کا رستہ لیا اور جسوقت وہ خیمہ سے باہر نکلا، تو اس نے کوتوال سے یہ بات کہی کہ اے بھائی کوئی اندیشہ کا مقام نہیں ہے، اگر ابراہیم رح کے پاس پندرہ ہزار سوار ہیں میرے پاس ایک لاکھ کی جمعیت موجود ہے جنکو میں اسیوقت حکم دیتا ہوں، کہ طبل جنگ بجاکر تمام لشکر عراق کو قتل کر ڈالیں اور تجھکو اس رنج و اندیشہ سے نجات بھی دلائینگے یہ کہکر سوار ہوگیا، جب ابن زیاد کوتوال کے خیمہ سے چلا گیا، تو کوتوال نے ابراہیم سے یہ کہا کہ یہ کارروائی کس طرح کی تھی جو تم سے اسوقت ظاہر ہوئی اور تم نے عبث ایسے موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا اور عبید اللہ کو زندہ جانے دیا، ابراہیم رح نے کوتوال کو جواب دیا کہ اسوقت عبید اللہ کے قتل نکرنیکی تین وجہیں تھیں اوّل تو یہ بات تھی کہ میں ایک دراز قد آدمی ہوں اور علیٰ ہذا میری تلوار بھی بہت لمبی ہے اور یہ خیمہ نہایت تنگ اور چھوٹا ہے، اگر کھڑے ہوکر میں اسپر تلوار چلاتا تو خیمہ میں اٹک جاتی

اور مجھے گمان بھی نہ ہوا کہ ایسا شخص مجھ پر میری تلوار ڈالے ... جس ہی شمشیر کرتے اور عبید اللہ صاف زخم سے بچ جائے دوسری
وجہ یہ کہ اسنے اپنی تلوار میان سے نکالکر زانو پر رکھ لی تھی تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ چونکہ کوتوال قریب
بیٹھا ہے مبادا میری تلوار کھینچنے سے پہلے یہ تم کو قتل کر ڈالے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ تم کو وہ ضرور ہی قتل کر
ڈالتا کیونکہ تم اسکے بہت ہی قریب بیٹھے ہوئے تھے تیسری یہ وجہ ہے کہ اگر یہ خبر کہ عبید اللہ پر حملہ کیا گیا ہے اسکے
لشکر میں اسوقت پہنچ جاتی تو وہ فوراً تم کو گھیر لیتے اور تمہارے سب اہل وعیال کو قتل کر ڈالتے پس میں نے
اس بات کو نا پسند کیا کہ میری وجہ سے کوئی نقصان تم کو پہنچے کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ نیکی کی ہے یہ سنکر
کوتوال نے ابراہیم سے کہا کہ میری مثل اسوقت بالکل ہانی ابن عروہ کی سی ہے جو حضرت مسلم ابن عقیل کے بابت
پیش آگئی تھی یعنی ہانی نے اپنے کو بیمار بنا لیا اور مسلم سے یہ کہا تھا کہ ابن زیاد میرے دیکھنے کیواسطے میری
علالت کا حال سنکر ضرور آئیگا پس جسوقت وہ آجائے تو تم اسکو قتل کر ڈالنا لیکن عجب اتفاق ہوا کہ جسوقت
ابن زیاد ہانی ابن عروہ کے مکان پر جیسا کہ سمجھا گیا عیادت کیواسطے آیا تو مسلم اپنے مقام سے نکلکر باہر نہ آئے اسکی یہ وجہ
بیان کیجاتی ہے کہ ہانی کی بی بی نے حضرت مسلم کو قسم دیدی تھی کہ میرے مکان کے اندر عبید اللہ ابن زیاد کو قتل نہ کرنا
کہ اسمیں ہماری بڑی بدنامی ہے اور آخر کو عبید اللہ ابن زیاد زندہ سلامت ہانی کے گھر سے بھی چلا گیا تھا
ابراہیم یہ سنکر ہنسا اور کوتوال سے کہنے لگا کہ اے بھائی تم اطمینان رکھو وہ ضرور میرے ہاتھ سے
قتل ہوگا انشاء اللہ تعالے اور میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ بخلاف حیلہ و بہانہ کے اسکو میدان
جنگ میں قتل کروں تاکہ تمام عالم میں میرا نام ہو کہ میں نے مردانگی سے اسکو قتل کیا اسکے بعد کوتوال
نے ابراہیم سے یہ دریافت کیا کہ آخر اب کیا کرنا چاہیئے ابراہیم نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عبید اللہ
ابن زیاد یہاں سے قریب جو دریا ہے اس سے بذریعہ کشتیوں کے عبور کرنے والا ہے اے عزیز دیکھ میرے
نزدیک یہ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کل فوج اس دریا کی طرف لئے جاتا ہوں اور ایک موقع پر
پانچہزار آدمی کمینگاہ میں بٹھائے دیتا ہوں اور پانچ ہزار آدمی دریا کے دست راست اور پانچہزار
آدمی راستہ کے دوسری طرف متعین کئے دیتا ہوں اور پانچہزار آدمی اپنے ہمراہ لیکر اسکے مقابل میں رہونگا
جسوقت مجھے یہ امر معلوم ہوجائیگا کہ ابن زیاد نے دریا سے عبور کرلیا تو ہم سب ایکبار ملکر چار طرف سے دفعتاً

پڑھیں یا ثارات آل یا ثارات الحسین بن علی کہتے ہوئے اُنپر حملہ کریں اور جو ہر چند سپاہ کمینگاہوں میں بٹھا دیئے جائینگے
گی وہ دیکھیگا کہ اسکی فوج پر حملہ آور ہوا اور اسطرح غالباً اُسکو شکست فاش ہو جائیگی اور اُسکا سب لشکر بھی
قتل و غارت ہو جائیگا کو تو ال نے جواب دیا کہ بیشک تمہاری یہ رائے بہت قرین صواب ہے کیونکہ عبیداللہ
ابن زیاد بخوبی جانتا ہے کہ ابراہیم کو میرے یہاں آنیکی اطلاع نہیں ہے اور اسی اطمینان پر وہ آج اس دریا
سے عبور کریگا خلاصہ یہ کہ ابراہیم اپنے لشکر کو واپس آیا اور حنظلہ سے یہ کہا کہ اے برادر تم ذرا اسی جگہ قیام
کرو اور خود پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے روانہ ہوا اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے پانچہزار آدمیوں کو تو
کمینگاہ میں بٹھا دیا اور خود دریا کے کنارے اُتر پڑا اور اہل کمینگاہ سے یہ کہدیا کہ جب تم نعرۂ یا آل
ثارات الحسین بن علی سنو سب کمینگاہ سے نکلکر اور تلواریں کھینچکر ان ملعونوں پر حملہ کر دینا اور ہرگز کسی بات سے
خوف اور اندیشہ نکرنا کیونکہ خداوند کریم ہمارا مددگار ہے الغرض اس قسم کی فہمائش کر کے ابراہیم دریا کے کنارے
پر کھڑا ہوا عبیداللہ ابن زیاد کا انتظار کر رہا تھا اور ہر طرف نگاہ ڈال رہا تھا کہ اتنے میں عبیداللہ ابن
زیاد دریا کے کنارے پر پہنچ گیا تو اس نے اپنے لشکر کو کشتیوں پر سوار کرانا شروع کرایا اس دریا کو رود
جاودان کہتے ہیں بیان ہے کہ یہ دریا موصل کے کنارے گذرتا ہوا چلا گیا ہے، یہ رات کا وقت تھا جبکہ
عبیداللہ اور اسکے لشکر نے اس دریا کو عبور کیا تھا اُسوقت ہزارہا شمعیں اور مشعلیں دریا کے کنارہ
روشن تھیں کہ دریا میں دور تک اندھیرے کا نام بھی نتھا ساحل اور دور تک زمین پر دن ہی دن نظر
آتا تھا خلاصہ یہ کہ اہتمام کے ساتھ تقریباً بیس ہزار آدمیوں نے اس دریا سے عبور کیا اُسوقت عبیداللہ
ابن زیاد نے یہ ارادہ کیا اور اُسکو یہ خیال ہوا کہ کسی طرح میں ابراہیم کے لشکر میں اسکے اور اسکے لشکر کو بیدار
ہونے سے قبل پہنچ جاؤں، تو اسوقت میں بخوبی ان سب کو گھیر کر قتل کر سکتا ہوں، پھر اُسنے اپنے دل میں اندیشہ
کیا کہ ایسا نہو ابراہیم اور اسکے رفقا کمین میں بیٹھے ہوں اور جب میں اس دریا سے عبور کر جاؤں تو راہ میں مجھپر حملہ
کر کے مجھکو ہلاک کر ڈالیں پس اُس نے اپنے ایک حاجب کو کہ جو بہت ہوشیار اور بڑا ہی فطرتی اور چالاک تھا
اور اس ملعون نے بنی ہاشم کے چالیس آدمی قتل کئے تھے اپنی سواری پر بٹھا دیا اور خود کسی دوسری سواری
میں سوار ہو کر روانہ ہوا پس جو کوئی شخص اس حاجب کی سواری کے قریب سے گذرتا تھا تو یہی

یقین کرتا تھا کہ ابن زیاد اس میں سوار ہے ابراہیمؒ کو عبید اللہ ملعون کی اس کارستانی اور چالاکی سے
بالکل اطلاع نہ تھی اسکو بھی عام لوگوں کی طرح حاجب کی سواری پر عبید اللہ زیاد کی سواری کا گمان ہوا
بہرحال ابراہیمؒ کو سواری عبید اللہ ابن زیاد دیکھکر نہایت خوشی ہوئی اور فوراً اسکے قتل کرنے کی نیت سے
اسکی طرف متوجہ ہوا، اور جب اسکے قریب پہنچا تو خدام وغیرہ جو سواری کے گرد و اطراف میں تھے
انہوں نے غل مچایا اور یہ چلّا چلّا کر کہنے لگے کہ اے بے ادب اس سواری کے پاس سے الگ رہ، ابراہیمؒ
نے ان لوگوں سے کہا کہ اے لوگو مجھے یہاں سے نہ ہٹاؤ میں دراصل ایک مرد ستمدیدہ اور مصیبت
رسیدہ ہوں اور ایک شخص کے ظلم سے تنگ آکر امیر کے حضور میں حاضر ہوا ہوں اور انصاف چاہتا ہوں
پس ابراہیم ان خدام سے یہ باتیں کرتے ہوئے سواری عبید اللہ تک پہنچ گئے اور وہاں یہ بات پکار کر کہی کہ یا
امیر میری دو باتیں سن لیجئے اور میری فریاد کو پہنچئے، حاجب نے اس آواز پر اپنی عماری کا پردہ اٹھایا اور
سر نکالکر دیکھنے لگا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے کہ ابراہیم نے جھٹ اسکا ہاتھ پکڑ کر اونٹ سے نیچے کھینچ
لیا اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ اسکی کمر پر مارا کہ دو ٹکڑے ہوگیا اور اسیوقت یہ آواز ابراہیم کے منہ سے
نکلی کہ یا آل ثاراۃ الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما اس آواز پر وہ بارہ
ہزار سوار جو کمینگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے نکل کر لشکر عبید اللہ ابن زیاد پر حملہ آور ہوئے اور بڑی
سخت لڑائی ہوئی، ابراہیم نے اول حاجب کو عبید اللہ ابن زیاد سمجھکر قتل کیا تھا لیکن جب معلوم
ہوا کہ یہ ایک فریب دیا گیا تھا یہ عبید اللہ ابن زیاد نہ تھا بلکہ اس کا حاجب اور دربان تھا اور عبید اللہ
نے چالاکی کرکے اسکو اپنی جگہ بغرض حفظ نفس بٹھا دیا تھا تو ابراہیم رضؓ کو سخت افسوس اور
ایک قسم کا انفعال ہوا، اور وہ کہنے لگے کہ درحقیقت عبید اللہ نے میرے ساتھ بڑی چالاکی کی،
اور عجیب دھوکا دیا، شاید ابھی اسکی موت کا وقت نہیں آیا ہے کہ دوبارہ میرے ہاتھ
سے یہ زندہ نکل گیا، بہرحال یہ ملعون بھی جسے میں نے قتل کیا ہے عبید اللہ سے شقاوت اور ملاعنت
خطائی میں کچھ کم نہ تھا، اسکے بعد اس نے خود بھی نہایت زور شور سے اور جوش و خروش سے
لشکر عبید اللہ زیاد پر حملہ کر دیا، یہ شامی فوج تیس ہزار آدمیوں کی تھی کہ جو دریا سے اس طرف

عبور کر آئی تھی لیکن جس وقت اس فوج نے ابراہیم رضہ کا نام اور آواز سُنی اور نیز لشکر مختار رضہ کی حملہ آوری دیکھی تو اُن میں ڈر اور ہراس پیدا ہو گیا اور وہ دفعتہً مقابلہ سے بھاگنے لگے، لیکن بھاگ کر کہاں جا سکتے تھے کیونکہ دریا تو اُن کے آگے تھا اور لشکر ابراہیم کی تلوار اُنکے پیچھے تھی، بہرحال سوائے مارے جانیکے کوئی چارہ نہ تھا آخر اس تیس ہزار میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا، بہت بڑی جمعیت کثیر دریا میں ڈوب گئی ابراہیم رضہ نے اُسوقت اپنے سرداروں سے یہ کہا کہ اے بہادرو اگرچہ اس قدر کثیر تعداد دشمنوں کی قتل و غارت ہو گئی لیکن اسپر بھی ہماری مُراد حاصل نہوئی، کیونکہ عبیداللہ ابن زیاد ابھی تک زندہ ہے اور ہمارے ہاتھ سے صاف جان بچا کر نکل گیا، لیکن یہ خوب جان لینا چاہیئے، کہ مجھکو اس کے قتل کئے بغیر چین نہ پڑے گا، یہ کہکر اُسیوقت دریا سے عبور کر کے جو فوج عبیداللہ ابن زیاد کی اُس طرف تھی اسپر بھی بڑے زور سے حملہ کر دیا، اور غلغلہ **یا ال ثارات الحسین بن علی صلوٰۃ اللہ علیہما** حملہ آور فوج میں بلند تھا اسی عرصہ میں حنظلہ نے بھی ابراہیم رضہ کے پاس پہنچ کر حملہ کیا اور لڑائی میں شریک ہو گیا، چنانچہ ایک طرف سے حنظلہ شامیوں پر حملہ کرتا تھا اور ایک طرف سے ابراہیم رضہ نہایت سعی اور کوشش لڑائی میں کر رہا تھا اُسکو خوب یقین ہو گیا تھا کہ خداوند تعالےٰ نے شامیوں کو بالکل مسخ اور بے تاب کر دیا ہے، کہ اُن سے ابراہیم رضہ اور اسکے لشکر کے مقابلہ میں کچھ بن نہیں آتا تھا اور بہت بے دلی سے شامی لوگ لڑ رہے تھے آخر ابراہیم رضہ کے لشکر کی شمشیر خون آشام کے آگے یہ لوگ نہ ٹھہر سکے، اور بہت جلد لشکر عراق کے سامنے سے بھاگتے نظر آئے۔ اس معرکہ میں سے بھی عبیداللہ زیاد صاف زندہ کسی طرف کو نکل گیا، اور دو منزل تک بھاگتا چلا گیا، اور اسکے تعاقب میں ابراہیم اور اسکے لشکر بلا عذر کو برابر قتل کرتے چلے جاتے تھے کہتے ہیں کہ یہاں تک سیاہ شام قتل ہوئی کہ بانتہا آدمی بے سر زمین پر پڑے نظر آتے تھے آخر خدا کے فضل و کرم سے ابراہیم رضہ کو کامل فتح نصیب ہوئی اور وہ مظفر و منصور مع مال بیحد و حساب اور غنیمت بشمار کے اپنی قیامگاہ کو واپس گئے اور یہاں سے سرداران لشکر شام کے سر مختار رضہ کی خدمت میں بھیجے، اور ایک خط بھی اس مضمون کا لکھا کہ اب ہم لوگ کوفہ میں تمہارے پاس واپس چلے آئیں یا عبیداللہ زیاد کے مقابلہ کو روانہ ہوں، اور اس کا سر کاٹ کر تمہارے

پاس بھیج دیں، اس نامہ کے پہنچنے کے بعد ابراہیم رحمۃ اللہ نے اپنی توجہ سرداران لشکر کو انعام و اکرام عطا کرنے کی طرف متوجہ کی، اور اس کوتوال کو بہت سا مال و دولت عطا کی، اور اسکی عزت و احترام بہت کچھ ملحوظ رکھا گیا تاریخ میں ہے کہ جب عبید اللہ زیاد اس مقام سے ابراہیم کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگا تو چند روز کے بعد ایک مقام امن پر جاکر فروکش ہوا، اور وہاں اُسوقت تک ٹھہرا رہا کہ اسکے سب منتشر سپاہی اور اہل لشکر اسکے پاس جمع ہو گئے جسوقت اس مقام پر لشکر کے جمع ہونے کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ شام کی ایک جمعیت کثیر اس معرکہ میں قتل و غارت ہو گئی تو اسکی آنکھوں میں تمام عالم سیاہ ہو گیا اور اسیوقت اسنے ایک نامہ عبد الملک ابن مروان حاکم شام کے نام اس مضمون کا روانہ کیا جس میں مفصل حال اس لڑائی کا تحریر تھا اور نیز اسکو لکھا کہ تجکو مناسب ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی میری مدد کیواسطے تازہ فوج روانہ کر اور اسکے بعد پھر سب طرح سے مستعد اور تیار ہوکر موصل کی طرف روانہ ہو اور ابراہیم رض نے مختار کے پاس وہ سب غنیمت روانہ کر دی تھی اور ایک فتحنامہ بھی اسکی خدمت میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے بھیجدیا تھا چنانچہ وہ خط جسوقت کہ مختار کے پاس پہنچا اور نیز ابراہیم نے جو کچھ مال غنیمت روانہ کیا تھا وہ بھی اسکو موصول ہوا اسکو از حد خوشی اور مسرت ہوئی اور اُسنے اپنے منشی کو اُسیوقت بُلا کر ابراہیم کو یہ جواب بھیجا کہ میں اس خبر کو سنکر نہایت خوش اور مسرور ہوا، لیکن اب یہاں ایک مہم سخت پیش آئی ہے تمکو مناسب ہے کہ جسوقت یہ خط تمہارے پاس پہنچے فوراً اسطرف روانہ ہو انشاء اللہ جب اس مہم سے ہم کو فرصت اور فراغت حاصل ہو جائے گی، تو پھر ابن زیاد کا معاملہ فیصل کیا جائے گا خلاصہ یہ کہ جس وقت یہ نامہ مختار ابراہیم شیر شکار کے پاس پہنچا تو اُس نے حنظلہ کو بُلا کر یہ حال بیان کیا اور اس سے معذرت کی اور یہ کہا کہ تم اپنے مقام پر جاؤ اور کہیں پوشیدہ ہو رہو جس وقت ابن زیاد لڑائی کا قصد کرے اور عبد الملک ابن مروان اسکی مدد کیواسطے لشکر روانہ کرے تو مجھکو فوراً تم اطلاع دینا کہ میں اسی وقت اس طرف روانہ ہوں گا، اور خدا کے فضل و رحمت سے اُسکو واصل جہنم کروں گا، یہ کہہ کر کوتوال کو وداع کر کے کوفہ کی طرف متوجہ ہوا، خلاصہ یہ کہ شب و روز ابراہیم رفتہ رفتہ منزل بمنزل چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ کوفہ کے قریب بخیریت پہنچ گئے، اور مختار رض اپنے سرداران

امارت اور فوج کے ساتھ شہر سے اُن کے استقبال کو باہر نکلا اور ابراہیم کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ اپنے ہمراہ شہر میں لے گیا۔

واقعہ دوازدہم امیر مختار کا قاتلان امام مظلوم کو قتل کرنا

روایت ہے کہ جب ابراہیم داخل کوفہ ہوئے اور عبیداللہ ابن زیاد کا جو کچھ واقعہ تھا شرح و بسط کیساتھ مختار کے سامنے بیان کیا تو مختار کو نہایت مسرت ہوئی اور نہ صرف مختار بلکہ کل شیعیان حیدر کرار کو اس فتح نمایاں کی خبر سنکر بیحد مسرت اور شادمانی ہوئی کچھ دنوں رہکر دونوں سرداران تہور شعار نے معاملات کو جو ضروری تھے فیصل کیا یہاں کے کاروبار سے فراغت حاصل نہ ہونے پائی تھی کہ دفعتہً جاسوسوں کی معرفت مختار کو یہ خبر ملی کہ عبیداللہ ابن زیاد ایک عظیم الشان لشکر لیکر کوفہ کی تسخیر کے ارادہ سے چلا آتا ہے تو اسیوقت انہوں نے ابراہیم کو اپنے پاس بلوایا اور یہ حال بیان کیا کہ اس وقت ایک جاسوس میرے پاس آیا ہے اور اسکی زبانی دریافت ہوا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد جمعیت کے ساتھ ہمارے مقابلہ کے واسطے کوفہ کی طرف روانہ ہوا ہے، پس اس حال میں ہم کو یہ امر نہایت مضرتناک معلوم ہوتا ہے، کہ ہم اپنے حال میں غافل رہیں اور وہ یکایک عراق پر حملہ آور ہو، پس تم کو لازم ہے کہ معقول اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ عبیداللہ کی طرف روانہ ہو اور ہم لوگوں کو اس غم و بلا سے نجات دو، ابراہیم رض نے اُسوقت مختار سے کہا کہ اگرچہ عبیداللہ ابن زیاد کے مقابلہ کیواسطے مجھے روانہ ہونے میں کوئی عذر و انکار نہیں ہے لیکن اس امر کا خیال ہے اور ایک سخت ہراس اور اندیشہ کی بات ہے کہ میں جس وقت یہاں سے چلا گیا تو ایسا نہو کہ قاتلان حضرت امام حسینؑ تم پر خروج کرنے لگیں اور پھر تم ایک سخت اور لاعلاج مصیبت اور دشواری میں پھنس جاؤ اس دفعہ بھی جب میں یہاں سے روانہ ہوا تھا تو مجھکو سخت خوف و اندیشہ اسبات کا تھا، پس اب یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ کوفہ کے جس قدر شرفاء اور سرداران ہیں انکو تم اپنے حضور میں بلاؤ چنانچہ مختار نے ان لوگوں کو اپنے سامنے طلب کیا اُسوقت مختار نے اُن سب سے یہ تقریر کی کہ اے بزرگان ملت و قوم میں عنقریب ابراہیم رض کو ابن زیاد کے مقابلہ کیواسطے روانہ کرنا چاہتا ہوں اور چونکہ

تمام اہل شام میرے معاند اور دشمن ہیں پس بغیر ایک معقول فوج کے میں یہاں کس طرح قیام کر سکتا ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری ذات سے تم کو کوئی تکلیف یا نقصان عائد ہو مگر میں صرف تم سے چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے جسکے پاس کوئی شاگرد یا غلام یا ملازم ہو وہ مع ہتھیاروں کے چند روز کے واسطے مستعار مجھے دیدے، اور میں وعدہ کرتا ہوں، کہ جس وقت دشمن کی سرکوبی سے مجھے فراغت اور فرصت حاصل ہوگئی، تو میں یہ سب لوگ تم کو واپس دیدونگا، چنانچہ مختار کی اس استدعا پر عمر سعد نے اپنے پاس سے تیس غلام اور بیس ملازم حاضر کئے اور اسحاق ابن اشعث نے چوبیس غلام پیش کئے اور سنان ابن انس نے دس غلام اپنی طرف سے مختار کی خدمت میں حاضر کئے، خلاصہ یہ کہ اسی طرح ہر ایک رئیس کوفہ نے حسب مقدور غلام اور نوکر خدمت مختارؒ کے واسطے پیش کئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد پانچ سو کے قریب پہنچ گئی کہ یہ سب مسلح تھے اور پھر ابراہیم رضؓ نے ایک مہینے کے اندر اپنے کل سامان جنگ وغیرہ کو درست وفراہم کر لیا، اور جب مہینہ ختم ہوا، تو مع فوج ولشکر کوفہ سے نکلکر باہر مقیم ہوا، اُسوقت کوفہ کے سب چھوٹے بڑے اس مقام پر حاضر و موجود تھے اور مختارؒ نے حضرت امیر المومنینؑ کی ایک کرسی کو جو چوب ساج کی بنائی گئی تھی، اُسوقت ابراہیم رضؓ کے لشکر کے ایک اونٹ پر رکھوادیا تھا لوگ کہتے ہیں کہ جب مختار رضؓ نامدار نے کوفہ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا تو اس نے اُس شہر میں کرسی مذکور کو بہت ڈھونڈوایا اور آخرکار بڑی تلاش کے بعد ایک قصاب کے یہاں سے وہ کرسی دستیاب ہوئی تھی، اور مختار نے کرسی مذکور کو اس سے ہزار درم قیمت دیکر خرید کیا تھا اور اس کرسی کا نام لوگوں نے سکینہ مشہور کردیا تھا، بہرحال کرسی مذکور مختار رضؓ نے بنظر برکت اسوقت ابراہیم رضؓ کے ہمراہ کردی تھی، تمام مخلوق اُس کرسی کو دیکھکر روتی تھی اور مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کو یاد کرتی تھی، بہرحال مختار رضؓ نے ابراہیم کو اُسوقت گلے سے لگایا اور نہایت خوشدلی اور تپاک کے ساتھ بغلگیر ہوا اور کہنے لگا کہ اے ابراہیم رضؓ مجھے کامل امید ہے کہ خداوند کریم کے فضل سے تم کو دشمنان دین پر نصرت اور فتح وظفر حاصل ہوگی اور میرا تمہارا جانا نہایت خوشی کے ساتھ ہوگا اور وہاں سے واپسی فیروزی اور

فتحمندی کے ساتھ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ مختارؓ نے اس احترام اور وقار کے ساتھ چھ کوس تک ابراہیمؓ کی
مشایعت کی، اور پھر وہاں سے واپس ہوکر کوفہ میں داخل ہوگیا، اس واقعہ کے دوسرے روز جیسا کہ
ابراہیمؓ کا خیال تھا اسی کا ظہور قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے ہونا شروع ہوا، یعنی اسی
روز شیث بن ربعی ملعون عمر سعد کے پاس آیا اور اس ملعون سے یہ کہنے لگا کہ اسوقت بڑا اچھا
موقع ہے کیونکہ ابراہیم مع فوج و لشکر یہاں سے چلا گیا ہے اور مختار تنہا کوفہ میں مقیم ہے پس اب
یہ ضرور ہے کہ جس طرح ممکن ہو اس کا کام تمام کردینا چاہیئے، اور یہ ظاہر ہے کہ اسکو اسوقت صرف
ہمارے ہی ملازموں اور غلاموں کا بھروسہ اور انہی پر اعتماد ہے اس صورت میں اگر ہم اسکو گرفتار بھی
کرلیں تو کچھ مشکل و دشوار نہیں ہے، یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے، کہ اگر اسوقت ابراہیمؓ نے ابن زیاد پر غلبہ
حاصل کرلیا تو وہ جس قدر امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہیں ان کے ساتھ کوئی دقیقہ برائی اور بدسلوکی کا
اٹھا نہ رکھے گا، اور ایسا بدلہ لیگا کہ جو صفحہ روزگار پر ہمیشہ یادگار رہیگا، عمر سعد نے شیث کی اس
تقریر کو سنکر اس سے کہا کہ بیشک یہ سب تو سچ کہتا ہے اسلیئے ضرور اسکی کوئی تدبیر کرنا چاہیئے چنانچہ
اس نے اپنے کچھ آدمی بھیجکر اپنے گھر میں تمام قاتلان امام حسین علیہ السلام کو جمع کیا، اور ان سے اسطرح
تقریر کی کہ یارو مختار ہم پر حکومت کرتا ہے جو ہر طرح ناگوار اور خطرناک ہے اس پر شیث ملعون اٹھ
کھڑا ہوا اور ان سے یہ بات کہی کہ اسوقت سب ملکر محمد اشعث کے مکان پر چلو کہ وہاں چل کر
کوئی تدبیر اس بات کی سوچی جائے گی، اور اس قسم کی کارروائی کی نسبت کوئی امر تجویز کیا جائیگا
جس سے آئندہ کے خطرات و خدشات مہلک سے ہم کو نجات اور مخلصی حاصل ہو چنانچہ شیث کی
یہ رائے سب کو پسند آئی، اور یہ ملعون بہ حیثیت مجموعی محمد اشعث کے مکان پر گئے اور اس سے
اس خیال اور منصوبہ کو مفصل بیان کیا، ابن اشعث نے بھی ان کی رائے سے اگرچہ اتفاق اور اکثر
مناسب تجویزیں اس منصوبہ کے پورے ہونیکے واسطے ان لوگوں سے بیان کیں لیکن اسکے ساتھ ہی ان
سے یہ بھی کہا کہ یہ تم لوگوں کا ارادہ نہایت خطرناک ہے اور اندیشہ سے خالی نہیں ہے ہمارے جس قدر
غلام اور ملازم ہیں یہ سب مختار کی خدمت میں مصروف ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ مختار ایک نہایت

ہوشیار اور دانشمند شخص ہیں ممکن ہے کہ وہ ہمارے سب منصوبوں کو نیست و نابود کر دے، اگرچہ اسکے ابھی بہت سے دشمن مثل عبید اللہ ابن زیاد اور عبد اللہ ابن زبیر اور مصعب ابن زبیر اور عبد الملک ابن مروان کے موجود ہیں یقین ہے کہ یہ سب لوگ خود اسکو تباہ و برباد اور اسکی فوج کو قتل و غارت کر دیں گے پس تم کو مناسب ہے کہ اس خیال خام اور وہم ناقص اور ایسے منصوبوں اور وسوسوں سے قطعاً باز آؤ اور ترک کر دو کہ جس سے تم لوگوں کو کچھ مضرت نہ پہنچے محمد اشعث کی اس رائے اور نصیحت کا لوگوں پر بہت اثر ہوا اور اسیوقت اپنے خیال باطل سے باز آکر اپنے اپنے مقامات پر پراگندہ اور متفرق ہو گئے لیکن دوسرے روز پھر یہ لوگ عمر سعد کے مکان پر جمع ہوئے اور اُس سے اس خیال کو مکرر ظاہر کیا، آخر عمر سعد نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایک شخص کو مختار کے پاس اسوقت کہلا بھیجنا چاہیئے کہ کوفہ کے جس قدر باشندے ہیں وہ سب متفق ہو گئے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم کوفہ کی امارت اور کسی کو دیں گے، اور تجھ سے یہ سب لوگ سخت ناراض ہیں اور ہرگز کوئی تمہاری حکمرانی کو پسند اور منظور نہیں کرتے دیکھیئے کہ وہ اس پیام کا کیا جواب بھیجتے ہیں، اگر اس نے جواب سخت ہم کو بھیجا تو اُسکے مقابلہ اور لڑائی کے واسطے ہرگز ارادہ اور خیال نکرنا چاہیئے، اور اگر اُس نے نرمی سے جواب دیا تو آج ہی ہم مختار کو قتل کر سکتے ہیں چنانچہ سب ملعونوں نے عمر سعد کی اس رائے کو نہایت پسند کیا، اور اسیوقت اُن سب نے شیث ربعی کو مختار کے پاس بھیجا اور اسکی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ عمائد کوفہ کہتے ہیں کہ تم ہم پر جو حکمران اور امیر بن گئے ہو تو بغیر اس امر کے کہ تم کو کوئی امیر مقرر کرے خود اپنی رائے سے امیر ہو گئے ہو، اور واضح ہو کہ ہم سب تو عبد اللہ ابن زبیر کے مطیع فرمان ہیں پس اگر تو دعوے امارت کو ترک کر دے اور نیز اہلبیت پیغمبر سے بیزاری اختیار کرے، تو خیریت ہے ورنہ ہم سب تجھپر خروج کریں گے، اور بلوہ کر کے تجھکو قتل کر ڈالیں گے، جب مختار نے اس پیام کو شیث ربعی ملعون سے سُنا تو اُس نے یہ جواب دیا کہ میری ذات سے تم کو کیا نقصان اور کس قسم کی بُرائی یا تکلیف اور اذیت پہنچی ہے، اگر تم لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو تو تم کہہ سکتے ہو کہ جب سے کوفہ کی بنیاد قائم ہوئی ہے سوائے حضرت امیر المومنین کے اور کس حکمران نے اس معدلت شعاری اور انتظام کے ساتھ فرمانروائی کی ہے جیسے کہ آجکل میں حکومت کر رہا ہوں،

اسکے بعد شیث ابن ربعی نے مختار رض سے یہ کہا کہ اہل کوفہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیرے پیچھے نماز درست نہیں ہے
کیونکہ تونے ابن زبیر پر خروج کیا ہے اور ابن زبیر سے صرف تمہارے امام علیؑ ابن الحسینؑ افضل ہیں یعنی انکا
منصب اس حکومت کا ہے اور اسکے علاوہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے غلام ہم سے لے لئے
ہیں وہ ہم کو واپس دیدو، مختار رض نے جب شیث کی اس تقریر کو سُنا تو اُسنے کہا کہ معاذ اللہ میں انکے غلاموں
کا محتاج نہیں ہوں جسوقت ابراہیم رض اس مہم سے فارغ ہو کر آئیگا تو اُن غلاموں کو میں واپس بھیجدونگا مختار
کے اس جواب کو سُنکر شیث ملعون اپنی جمعیت میں واپس آیا اور جو کچھ مختار سے سُنا تھا حرف بحرف
عمر سعد اور اپنے یار دوستوں سے مفصل بیان کیا اودھر مختار نے اُسیوقت ایک خط ابراہیم رض کے نام اس مضمون کا
روانہ کیا کہ اے برادر جیسا تم نے کہا تھا، وہ حرف بحرف صحیح ہوا یعنی قاتلان امام حسینؑ میرے قتل و ہلاکت پر
مستعد اور آمادہ ہو گئے ہیں اور میں سخت پریشانی اور مصیبت میں ہوں پس تم کو لازم و مناسب ہے کہ جسوقت
یہ خط تمہارے پاس پہنچے ،تین روز کی راہ ایک دن میں قطع کر کے یہاں واپس چلے آؤ، کیونکہ ضرور ہے کہ
اس عرصہ میں مجھ سے اور ان لوگوں سے ہنگامہ اور لڑائی شروع ہو جائے گی، مختار جب یہ نامہ تمام کر چکے
تو اُنہوں نے اسکو اپنے غلام مسمّی فتح نام کے حوالہ کیا اور ایک نہایت تیز رو اونٹنی پر اسکو سوار کرا کر
ابراہیم کے پاس روانہ کیا، چنانچہ فتح غلام نہایت عجلت و تیزی کے ساتھ ابراہیم کے پاس وہ نامہ
لئے جاتا تھا، اور جو کوئی اُس سے پوچھتا تھا کہ تو کہاں جاتا ہے تو فتح مذکور اُن سے ادھر اُدھر کی
باتیں بناتا ہوا چلا جاتا تھا اسطرف دوسرے روز باغی لوگوں نے مختار پر خروج کیا، اُسوقت مختار رض نے
بھی اُن کے غلاموں سے جو مستعار مانگ لئے تھے یہ کہا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو اپنے مالکوں کے پاس
یہاں سے اسیوقت واپس چلے جاؤ، اور اگر تمہاری خوشی ہو تو یہاں میرے پاس قیام کرو، اُن
سب غلاموں نے متفق اللفظ ہو کر یہ جواب دیا کہ ہم ہرگز تم کو یہاں تنہا نہ چھوڑینگے بلکہ تم پر اپنی جان
قربان کردینگے، مختار نے اس جواب وفا شعاری بیان کو خوش ہو کر تہ دل سے دُعا دی یہ ابھی اسی گفتگو
میں تھے، کہ کسی شخص نے آکر مختار سے یہ کہا کہ یا امیر تم کیا بیخبر بیٹھے ہو دشمنوں نے تمہارے مسند کو گھیر لیا
ہے، یہ سُنکر مختار نے کہا کہ ہم بھی اسوقت وہی کہتے ہیں جو یاران آنحضرتؐ نے کہا تھا، حسبنا اللہ

ونعم الوکیل اس عرصہ میں محمد اشعث مع اُن باغیوں کی جمعیت کے مختار کے مکان کے دروازہ پر پہنچ گیا
اسوقت دوستداران مختار نے مختار کو یہ رائے دی کہ یا امیر اب مصلحت یہی ہے کہ ہم اس محل کے کسی بُرج حصین میں
ٹھہریں اور اسکو ہر طرح خوب مستحکم کرلیں اور ابراہیمؓ کے آنے تک وہاں قیام کریں اپنے رفقا کی اس تقریر پر
مختار نے اُن لوگوں سے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ ہتھیار لگا کر اسیوقت سوار ہو کر چلو اور اُن سے مقابلہ کرو
چنانچہ مختار کے حکم کی اُنہوں نے بخوشی تعمیل کی اور ان لوگوں نے سوار ہو کر باغیوں سے لڑائی شروع کردی
کہتے ہیں کہ محمد اشعث کے بہت سے ملازم اس لڑائی میں قتل ہو گئے محمد اشعث نے ایک بڑی کارروائی یہ کی تھی کہ تمام رستوں
پر اپنے آدمی تعینات کردیئے تھے اور یہ لوگ ہر طرح اپنے کام پر ہوشیار تھے کہ کوئی شخص مختار کی مدد کو پہنچنے نہ پائے
لیکن جب محمد اشعث نے اسطرح رفقائے مختار کو مشغول رزم و پیکار دیکھا تو اپنے غلاموں اور ملازموں کو جو رستوں کو
روکے ہوئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ تم اب میرے پاس چلے آؤ کیونکہ یہاں لڑائی چھڑ گئی ہے، چنانچہ وہ لوگ سب محمد اشعث کے پاس
آکر جمع ہوگئے، اس صورت میں راستے کھلگئے اور جو لوگ مختار کے دوست تھے انکو بخوبی مختار کے پاس جانیکا موقع ملگیا
چنانچہ دو حصّہ آبادی کوفہ کے لوگ مختار کے شریک ہوگئے اور چار حصّہ باشندگان شہر محمد اشعث کے پاس جمع ہوگئے
تھے اور مختار سے خوب سخت لڑائی ہونے لگی یہانتک کہ صبح سے شام تک یہی ہنگامہ گرم رہا بہت سے آدمی باغیوں
کے ہلاک ہوئے، ادھر کا حال سُنئے کہ مختار کا غلام فتح نام سرپٹ اونٹنی بھگائے ہوئے چلا جاتا تھا آدھی رات
جسوقت گذر گئی تو وہ ابراہیم کے پاس پہنچ گیا اور اُس نے اسیوقت مختار کا خط ابراہیم کے سامنے پیش
کیا، اور ابراہیم نے جس وقت اس مراسلہ کو پڑھا تو سخت افسوس کیا اور یہ کہنے لگا کہ میں اس انجام کار کو پہلے
ہی سے سمجھے ہوئے تھا اور اسیوقت مع لشکر نہایت عجلت اور سرعت کے ساتھ مختار کی طرف روانہ ہوا کہتے ہیں
کہ ابراہیم نے یہ راہ اس قدر تیزی سے قطع کی تھی کہ تین روز کی راہ ایک شب میں طے کی یہانتک کہ کوفہ سے
چھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئے اُسوقت نماز ظہر کا وقت آگیا تھا، ابراہیم نے دیکھا کہ کچھ فوج اس مقام پر مقیم
ہے، اس فوج کا سردار یزید ابن حارث شیبانی تھا جو ہزار سوار سے اسکے راستہ کی نگہداشت کیلئے سے
دشمنان مختار نے اپنی طرف سے متعین کر رکھا تھا، بہر حال جب یزید نے یہ دیکھا کہ ایک عظیم الشان فوج سامنے
سے چلی آتی ہے تو وہ آگے بڑھا اور اس نے ابراہیم کی فوج کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو،

اور کہاں جاتے ہو، ابراہیم نے آگے بڑھکر اسکو جوابدیا کہ میں ہوں ابراہیم ابن مالک اشتر یہ جواب
سُنکر یزید سخت حیرت اور تعجب میں ہوا کہ ابھی تین دن ہوئے ابراہیم عبید اللہ ابن زیاد کے مقابلہ کیلئے
کوفہ سے روانہ ہوا تھا اور آج کس طرح واپس آگیا، بہر حال اسنے ابراہیم سے یہ کہا کہ ابراہیم تجکو شاید معلوم
نہیں کہ کوفہ کے لوگ مختار سے باغی ہوکر اسکے قتل و استیصال کیواسطے جمع ہوگئے ہیں اس موقع پر تم کس
لئے دخل دیتے ہو تم بھی اپنا راستہ لو اور یہاں سے کسی طرف واپس چلے جاؤ، یہ سُنکر ابراہیم بہت
ہنسا اور یزید سے کہنے لگا کہ اے حرامزادے تو کسی وقت میں بھی ہمارا دوست اور ہوا خواہ نہیں ہوا
ہے اور یہ کہکر اپنے رفقا کو اشارہ کیا کہ حملہ کرو اور پھر تلوار کھینچکر اپنے ہاتھ سے یزید کو ایک ہی وار میں
قتل کرڈالا، اور صدائے بزن اور بکش اسکی فوج میں بلند ہوگئی، آخر اس ہزار سپاہیوں میں سے یزید حارث
کے چار سو سپاہی مارے گئے، اور باقی بھاگ گئے اور یہاں سے ابراہیم مختار کی طرف چلا جس مقام پر وہ
خود لڑ رہا تھا اور لوگوں کو نہایت دلیری سے قتل کرتا جاتا تھا اتنے میں مختار کے رفقا نے اس سے عرض
کیا کہ یا امیر ہمارے پیچھے سے ایک اور لشکر کی آواز آرہی ہے، مختار نے جب پھر کر دیکھا تو ابراہیم کے لشکر
کے علم نظر آئے جس سے وہ بہت خوش اور مسرور ہوا اور باواز بلند یہ کہا کہ یا آل ثارات الحسین بن
علی صلوات اللہ علیہم رفقائے مختار بھی نہایت خوش ہوگئے اس عرصہ میں ابراہیم مختار کے پاس پہنچ گئے
اور اس نے یہ عرض کیا کہ یا امیر میں آپکو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ میں نے یزید ابن حارث شیبانی کو عین
معرکہ میں قتل کرڈالا مختار نے اس خوشخبری پر اسکو بہت تحسین و آفرین کی اور اسیوقت یہ حکم دیا کہ ایک
نہایت اعلیٰ درجہ کا تنومند گھوڑا ابراہیم کی سواری کیواسطے لایا جاوے کیونکہ تکان سفر کے باعث
ابراہیم کا گھوڑا بہت ماندہ ہوگیا تھا بہرحال ابراہیم اس نئے گھوڑے پر سوار ہوکر میدان جنگ کو
روانہ ہوا، اور وہاں پہنچکر اپنے مقابلہ کیواسطے مبارز طلب کیا باغیوں کیطرف سے ایک شخص عبدالرحمن
نام اسکے مقابلہ کو نکلا اور جب ابراہیم کا سامنا ہوا، تو ابراہیم نے یہ کہا کہ اے حرامزادے تیری حقیقت کیا
اور ہستی ہے جو میرے مقابلہ کیواسطے آیا ہے عبدالرحمن نے جوابدیا کہ اے ابراہیم تو نے میرے باپ
سے کونسی برائی دیکھی تھی کہ جو مجکو تو حرامزادہ کہتا ہے ابراہیم نے اس سے کہا کہ میں نے یہ طعن تیرے باپ پر

نہیں کیا، کیونکہ وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ناصر و یاور تھا بلکہ میں نے یہ طعنہ تیری ماں پر کیا ہے
کہ تجھ جیسا نطفۂ حرام اس نے جنا ہے، میں یہ نہیں سمجھا کہ تجھکو خاندان نبوت کے ساتھ اسقدر عداوت
اور دشمنی کس وجہ سے ہے، یہ جملہ کہکر اُسپر حملہ کیا اور ارادہ کیا کہ ایک ضرب شمشیر کا وار اُسپر کریں کہ اُسنے
ابراہیم کو حضرت امیرالمومنین کی قسم دی کہ تو تلوار سے مجھے نہ مار اور مجھے اسوقت چھوڑ دے ابراہیم نے
جب حضرت امیرالمومنینؑ کی قسم اُس سے سُنی تو اُسسے مُنہ پھیر لیا چنانچہ وہ وہاں سے ہٹ کر اپنے
مکان کو چلا گیا اور پھر لڑائی اور مقابلہ کیواسطے کہیں نہیں نکلا ابراہیمؓ نے پھر دوسرا مبارز مقابلہ کیواسطے
طلب کیا چنانچہ ایک شخص جنید ابن قیس میدان میں آیا اور جب وہ ابراہیم کے برابر پہنچا تو ابراہیمؓ نے پوچھا
کہ کیا بات ہوئی جو تو راہ راست سے پھر گیا ہے اسنے کہا کہ میں راہ راست سے نہیں پھرا ہوں لیکن ان
لوگوں نے مجھکو زر و مال بکثرت دیا اور اسوجہ سے میں بغاوت پر کمربستہ ہوگیا آخر ابراہیم نے
اُسپر حملہ کیا اور ایک ایسی تلوار اُسکے لگائی کہ اسکا ہاتھ شانہ سے جدا ہوگیا اسکے بعد اسکا سر کاٹ
لیا اسوقت محمد اشعث نے ایک اور شخص کو ابراہیم کی مقابلہ کیواسطے بہت کچھ تحریص و ترغیب کے
بھیجا یہ شخص وہ تھا جو میدان کربلا میں موجود تھا اور جسنے حضرت علی اکبر ابن سید الشہدا علیہم السلام
کو شہید کیا تھا، اس شخص نے محمد اشعث کو یہ جواب دیا کہ میں نے ابراہیمؓ سے مقابلہ کرنے کی قسم کھائی ہے
اور میں اس سے لڑنے کے واسطے نہیں جاؤنگا اسکے بعد حکم بن عقیل کو محمد اشعث نے ابراہیم کے
مقابلہ کے واسطے حکم دیا اسنے محمد اشعث سے یہ کہا کہ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو میں بیشک اسکے ساتھ
لڑنے کیواسطے جاتا لیکن میں نے مدت دراز تک ابراہیم کے ساتھ نان و نمک کھایا ہے اسکے مقابلہ کو
نہ جاؤنگا آخر اُسنے ایک تیسرے آدمی سے کہا جسکا نام بشیر ابن لوط تھا کہ تو ابراہیم کا مقابلہ جاکر کر
لیکن بشیر نے اسکو یہ جواب دیا کہ وہ شخص کون نہیں ابراہیم کے مقابلہ کو جاتا ہے جسکو دعوائے امارت
ہے، آخر محمد اشعث نے خود ابراہیم سے مقابلہ کا قصد کیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر ابراہیمؓ کے
مقابل آیا یہ شخص ایک گندمی رنگ کا آدمی تھا اور بڑا قوی ہیکل اور تمام عراق میں مشہور تھا اور
ابراہیم نے اسکو دیکھ کر اسی وقت پہچان لیا اور اس سے یہ کہا کہ کیوں اے ملعون ایسا ہی عہد و پیمان

کرتے ہیں کہ جیسا تو نے مختار سے قسم کھائی تھی کہ کبھی اس سے دشمنی نکرونگا اور اسکی مخالفت مجکو گوارا نہوگی محمد اشعث نے اس بات کا ابراہیم کو یہ جوابدیا کہ بیشک میں نے یہ سب کچھ کہا تھا اور معاہدہ بھی کیا تھا، لیکن اب جو میں نے کیا ہے تو اپنی قسم کا کفارہ دیدیا یعنی حضرت علیؑ پر معاذ اللہ لعن بھیجونگا، ابراہیم کو محمد اشعث کے اس جواب پر سخت غصہ آیا، اور اسپر بڑی طیش میں حملہ آور ہوا اور پہلی ہی ضرب میں ایک مہلک زخم اسکے کندھے پر پہنچا چنانچہ محمد اشعث نے اس صدمہ پر ایک چیخ ماری اور میدان جنگ اور ابراہیم کے مقابلہ سے بے اختیار فرار ہوا ابراہیم نے پھر اسکا تعاقب کیا مختار نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے رفقا کو حکمدیا کہ ہاں جوانو نہایت دلیری کے ساتھ اب دشمن پر حملہ کرو چنانچہ بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا گیا آخر محمد اشعث اور اسکا بیٹا مع اپنے ساتھیوں کے وہاں سے بھاگا مختار انکے تعاقب میں چلا آتا تھا، اور سامنے جو کوئی آجاتا تھا قتل ہو جاتا تھا اور تین سو آدمیوں سے زیادہ محمد اشعث کے رفقا میں ظاہر ہوئے تھے اسکے بعد مختار مظفر و منصور واپس آیا اور اپنے ایوان قیام میں داخل ہوا، اور وہاں جاکر عبداللہ کامل کو اپنے پاس بلایا اور اُسے یہ حکمدیا کہ تم جاکر شہر کے سب راستے اور کوچے بند کردو، کہ کوئی شخص قاتلان امام حسینؑ سے زندہ نکلکر نجانے پائے اور اسکے بعد اسنے کوفہ کے دارالامارۃ پر ایک علم نصب کیا اور تمام شہر میں یہ منادی کردیگئی کہ جو شخص اس علم کے نیچے آکر ٹھہر یگا صرف اُسکو قتل سے امان دیجائیگی محمد اشعث کا حال سُنئے کہ وہ زنانہ بھیس بناکر شہر سے نکلگیا اور کسی طرف فرار ہوگیا اسوقت اس خبر کو سُنکر مختار نے حکمدیا کہ اسکا گھر کھُدوا دیا جائے اور اسمیں آگ لگا دیجائے اور اس کا مال و اسباب جو اس مکان میں موجود ہے وہ لوٹ لیا جائے دوسرے روز مومنین مختار کے دربار میں حاضر ہوئے، اور اُسکو اس فتح بزرگ کی مبارکباد دی، اور ادھر اُدھر کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ابو عمر جو مختار کا حاجب تھا، وہ حاضر ہوا، اور اُس نے مختار سے عرض کیا کہ یا امیر بڑی خوشی کی بات ہے کہ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام میں سے دو شخص یعنی ایک عبداللہ بن اسد اور دوسرا مالک ابن نسر گرفتار ہو گئے ہیں، مختار نے انکی نسبت یہ حکمدیا کہ قید خانہ میں نہایت حفاظت کے ساتھ بند

کروئیے جائیں، اور دوسرے روز جب مختار نے اپنے دربار میں اجلاس کیا، اور تمام بزرگان شہر اور ہر قسم کے
طبقے کے لوگ جمع تھے تو اُسوقت مختار نے حکم دیا کہ کل جو دو قیدی گرفتار ہوئے ہیں اسوقت انکو یہاں لاؤ
تاکہ میں بھی دیکھوں کہ انمیں حضرت امام حسینؑ کا قاتل کون ہے، چنانچہ اُن کو مختار کے سامنے پیش کیا گیا،
اسوقت مختار نے عبداللہ بن اسلد کی طرف رُخ کر کے کہا کہ بتا تو سہی تو فرزند رسولِ خدا کے مقابلہ کے
لئے کس لئے گیا تھا، اُس نے جواب دیا کہ میں خود نہیں گیا تھا بلکہ مجھکو زبردستی لے گئے تھے تو مختار نے
نے کہا کہ تجھکو کون لے گیا تھا اور تو نے خیمہ امام حسین علیہ السلام کو آگ کیوں لگا دی تھی، اس ملعون
نے مختار کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا، پس مختار نے حکم دیا کہ اسکی گردن ماردو گردن مار
دیگئی، اور ایک پرچہ کاغذ پر نام لکھکر اُسکے کان میں ڈالدیا اور ایک عام قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ
حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے جو شخص قتل کیا جائے اسکے کان میں اسیطرح اسکے نام کا ایک کاغذ لکھکر ڈالا
دیا جائے، بہر حال عبداللہ ابن اسد کے بعد مختار کے سامنے مالک ابن بشیر کو لائے اور یہ شخص مختار کے
ہمسایہ میں رہتا تھا مختار نے اس شخص سے پوچھا کہ کیوں ای ملعون بدبخت حضرت امام حسینؑ کی کیا تقصیر
تھی کہ تو اُن کے قتل کیواسطے گیا تھا مالک نے کہا کہ بدنصیبی کے باعث یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی تھی
لیکن اب توبہ کرتا ہوں مختار نے اسپر جواب دیا کہ اگر تو میری مقابلہ کیواسطے گیا تھا میں تیرا قصور معاف
کر دیتا لیکن اگر تو امام حسینؑ کی ساتھ جنگ اور مقابلہ کے واسطے گیا ہوتا تو تجھکو رہائی نہیں مل سکتی
ہے، مالک بن بشیر نے ایک غلام مختار سے جسکا نام خیر تھا یہ کہا کہ تو میری تقصیر معاف
کرادے، خیر مختار کے پاس آیا اور اُس سے یہ بات کہی کہ اے آقا مجھے اس ملعون کی
گردن مارنے کی اجازت بخش دیجئے، چنانچہ مختار نے اجازت دیدی، اور اسکے بعد خیر نے اسکا سر
کاٹ ڈالا اور اُسکا نام بھی ایک پرچہ کاغذ پر لکھکر اسکے کان میں ڈال دیا اسکے بعد غلام مختار
نے یہ خوشخبری آکر سنائی کہ نافع ابن ہلال گرفتار ہو گیا مختار نے کہا اللہ اکبر میری بہت بڑی خواہش
اور ارادہ تھا کہ کسی طرح اس ملعون کو گرفتار کروں یا قتل کروں کیونکہ اس ملعون نے حضرت عباسؑ
ابن علیؑ پر پانی روک دیا تھا چنانچہ اس ملعون کو مختار کے حضور میں حاضر کیا گیا تو اس نے نافع سے

یہ دریافت کیا کہ کیوں اے خارجی تو نے حضرت عباسؑ پر پانی کیوں بند کر دیا تھا، نافع نے جوابدیا
کہ میں ایک شخص کا تابعدار اور نوکر تھا اس وجہ سے جو حکم اسنے دیا اسکی تعمیل کی، مختار نے اس جواب پر
فرمایا کہ اے سگِ نجس حُر ریاحی کی طرح تو کیوں امام معصوم کے حضور میں نہ چلا گیا پس حکم دیا کہ اس ملعون
کی گردن بھی ماری جائے، اور اسکے بعد مختار عبداللہ کامل سے بڑی تاکید کرتا تھا اور اسے برابر یہ
حکم دیتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو اور جہاں تک کوشش ہو سکے قاتلان حسینؑ کو تلاش و تفحص کر کے
لاؤ، عبداللہ کاملؒ نے عرض کیا کہ یا امیر جس قدر راستے ہیں اُن کا انتظام بخوبی کر دیا گیا ہے کہ یہ لوگ
کہیں بھاگ نہیں سکتے، اور یہ سب اسوقت تک کوفہ میں مختلف مقامات میں پوشیدہ ہیں اس عرصہ میں
اتفاق سے ایک ضعیفہ نہایت مضطرب و سراسیمہ برابر چلی جاتی تھی، عبداللہ کامل کی نظر بھی اس
عورت پر پڑی، اُس نے فوراً اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ تو اس عورت کو سیدھے راستہ پر ڈالدے چنانچہ
اس غلام نے اس ضعیفہ عورت کا ہاتھ پکڑ کر راستہ پر لگا دیا، اُس عورت نے غلام سے پوچھا کہ اے
شخص تو کون ہے، غلام نے جوابدیا کہ میں امیر مختار کا غلام ہوں اُسپر عورت نے جوابدیا کہ مجکو امیر مختار کے
پاس لے چلو مجھے اسوقت امیر سے ایک ضروری بات عرض کرنی ہے چنانچہ غلام اس عورت کو اپنے ہمراہ مختار
کے حضور میں لایا، مختار نے عورت مذکور سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتی ہے عورت نے جوابدیا کہ اسوقت
میرے گھر میں چار شخص منجملہ قاتلان حضرت امام حسینؑ موجود ہیں، اُنمیں سے ایک شخص نے مجھکو کچھ
دینار دیکر کھانا خرید نے کیواسطے بھیجا تھا لیکن انکو یہہ امر بالکل نہیں معلوم تھا کہ میں شیعیان علیؑ
سے ہوں مختار کو جب اس واقعہ سے خبر ہوئی تو اُسنے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس زن ضعیفہ کو
دس ہزار دینار اسیوقت دیدو اور ابو عمر کو حکم دیا کہ پچاس سپاہی اپنے ہمراہ لیکر ان چاروں قاتلان
حسینؑ کو جو اس ضعیفہ کے گھر میں ہیں گرفتار کر لاؤ چنانچہ ابو عمر اسیوقت روانہ ہوا اور جب وہ بازار میں
سے جمعیت کے ساتھ گذرنے لگا تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص قاتلان حسینؑ کو گرفتار کرنیکے واسطے جاتا
ہے چنانچہ ایک خلقت کثیر اسکے پیچھے ہو گئی بہر حال ابو عمر نے اس زن ضعیفہ کے مکان پر پہنچکر تمام مکان کو
چار طرف سے گھیر لیا اور مکان کے اندر گھسکر ان چاروں آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور بعد گرفتاری انکو مختار

کے حضور میں حاضر کیا، یہ چاروں حارث ابن بشیر اور قاسم ابن جادہ اور حارث ابن نوفل اور عمر ابن عبید اللہ تھے
ان چاروں آدمیوں کو دیکھکر مختار نے عمر ابن عبید اللہ کی طرف رُخ کرکے اُس سے پوچھا کہ کیوں اے ملعون دنیا
کی کونسی برائی ایسی ہے جو تیری ذات میں موجود نہیں ہے شراب خواری اور زناکاری تیرا خاص مشغلہ ہے ان سب
پر طرّہ یہ ہے کہ تو نے فرزند حضرت رسولخدا کو شہید کیا، پس بموجب حکم مختارؒ اس ملعون کے ہاتھ کاٹے گئے
اور اسکو اندھا کر دیا گیا، اور اسکے بعد اسکی گردن ماری گئی، پھر مختار حارث کی طرف متوجہ ہوا، اور اُس سے
کہنے لگا کہ کیوں اے ملعون تو نے حضرت اُم کلثومؑ کے تازیانہ کیوں مارا تھا، مختار کے اس سوال پر اس مردود
نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا، مختارؒ نے حکم دیا کہ اسکے تازیانہ لگاؤ چنانچہ اسکے اسقدر تازیانے
لگائے گئے کہ اسی سزا میں وہ جہنم واصل ہو گیا، اور اسی عذاب سخت سے تیسرے شخص کو بھی قتل کیا
گیا، پھر مختار کے سامنے قاسم ابن جادہ کو لایا گیا اُس نے مختار سے کہا کہ یا امیر میں معرکہ کربلا میں
شریک نہ تھا، میں اسکی قسم کھاتا ہوں اور گواہ پیش کر سکتا ہوں مختار نے کہا کہ اچھا اگر دو شیعہ اس
بات کی گواہی دیں کہ تو جنگ کربلا میں موجود نہ تھا تو میں تجھکو رہا کر دونگا اسکے بعد دو شخص شیعہ حاضر
ہوئے اور اُنھوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص واقعۂ کربلا کے روز بے شک شریک نہ تھا، اور اسنے اپنے
آپ کو بیمار ڈالدیا تھا، اور کسی جگہ پر آیا گیا نہیں تھا یہ سُنکر مختار نے اسکو رہا کر دیا ادھر عبد اللہ
کامل خولی اصبحی کی تلاش نہایت سخت سرگرمی سے کر رہا تھا، اور ہر جگہ اسکو ڈھونڈتا پھر رہا تھا اس
عرصہ میں کسی نے یہ خبر دی کہ وہ اسوقت اپنے گھر میں روپوش ہے یہ سُنتے ہی عبد اللہ کامل نے اسکا مکان
گھیر لیا اور تمام گھر اسکا ڈھونڈ ڈالا لیکن کہیں اُس کا پتہ نہ لگا اب سُنئے کہ اس ملعون کے دو بیبیاں تھیں
جنمیں سے ایک کوفی تھی اور ایک شام کی رہنے والی تھی زن شامیہ نہایت سخت دشمن خاندان نبوت تھی
عبد اللہ کامل نے اسکو گرفتار کرکے پوچھا کہ سچ بتا تیرا شوہر کہاں گیا ہے اس ملعونہ نے قسم شدید کھائی
کہ مجھے اسکا حال نہیں معلوم ہے بلکہ ایک ماہ سے زیادہ ہوا کہ اسکی صورت بھی میں نے نہیں دیکھی ہے خولی کی
دوسری بیبی جو ساکن کوفہ تھی وہ اُسوقت اپنے ہمسایہ کی یہاں گئی ہوئی تھی اُسنے اپنے مکان پر جب ہنگامہ
اور ہجوم دیکھا تو مکان پر دوڑی آئی اور کیا دیکھتی ہے کہ خولی کی شامیہ بی بی پر خوب کوڑا پڑ رہا ہے اس عورت

سے بھی عبداللہ کامل نے پوچھا کہ کیا تو بھی خولی کی بی بی ہے اسنے کہا ہاں میں اسکی بی بی ہوں تب اسنے اس سے
پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں گیا ہے اس نے تہ خانہ کی طرف اشارہ کیا اور اس حال سے سوائے اس عورت کے
اور کوئی واقف بھی نہ تھا، چنانچہ اس عورت کے اشارہ پر سپاہی لوگ تہ خانہ میں گھس پڑے اور خولی
بدذات کو گرفتار کر کے اس تہ خانہ سے باہر نکالا، اسوقت اس کوفی عورت نے عبداللہ سے یہ کہا کہ یہ عورت
جو شامیہ ہے اپنے شوہر سے ہزار درجہ زیادہ دشمن اہلبیتؑ ہے عبداللہ نے یہ سنکر حکم دیا کہ اس زن شامیہ کو
بھی گرفتار کرلو خولی نے جب دیکھا کہ کسی طرح مخلصی نہیں ہوسکتی، تو اس نے عبداللہ سے یہ کہا کہ اگر تو
مجھکو رہا کردے تو میں دس ہزار دینار تجھکو دیتا ہوں، عبداللہ نے اس بات کو سنکر خولی سے کہا کہ
اے ملعون تو مجھکو طمع دیتا ہے اگر کوئی شخص تیری گرفتاری کیواسطے دس ہزار درہم و دینار مجھ سے
بطور اجرت طلب کرتا تو میں خود اسکو دیدیتا اسکے بعد عبداللہ نے اس کوفی عورت سے کہا کہ اے
خواہر تو بھی ہم لوگوں کے ساتھ چلی آ، چنانچہ وہ بھی مقنعہ و چادر اور موزہ سے درست ہوکر انکے ہمراہ روانہ
ہوئی، اور عبداللہ نے ان سب کو مختار کے حضور میں پیش کیا، مختار نے اسوقت خولی کی نسبت یہ
حکم صادر کیا کہ اسکو نہایت احتیاط سے لیجاکر حوالات کردو، اور اسکی ان دونوں بیبیوں کو اپنے
سامنے بلاکر اس زن مومنہ سے دریافت کیا کہ اب تم ذرا اس عورت شامی کا مفصل حال بیان
کرو، زن کوفیہ نے مختارؓ کی دعا و ثنا کے بعد اس حال کو اسطرح بیان کیا کہ یا امیر میں وہ ہوں کہ جو
حضرت علیؑ اور انکے فرزندوں کی محب ہوں، اور انکے دشمنوں سے بیزار ہوں اور یہ عورت شامیہ بڑی ملعونہ
اور دشمن اہلبیتؑ ہے جس وقت کہ خولی ملعون حضرت امام حسینؑ کے سر مبارک کو لایا تھا تو اسنے اس سر مبارک کو ایک
گڑھے میں دفن کردیا تھا، اور میں اسوقت اپنے ہمسایہ میں کسی کام کو گئی ہوئی تھی اور اس واقعہ سے مجھکو بالکل
خبر اور اطلاع نہ تھی جس وقت میں اپنے مکان کو واپس آئی تو یہ ملعون سر و سینہ پیٹتا ہوا میرے پاس آیا
اور یہ کہنے لگا کہ اے کوفیہ میں تجھکو ایک ایسی خبر سناتا ہوں جس سے تو سخت غمگین ہوگی، آگاہ ہو کہ یہ سر اس
شخص کا ہے جسے تو اپنا پیشوا اور امام یقین کرتی ہے اور ہم لوگ اس باعث سے خوش ہیں کہ خدا
تعالے نے فرزندان ابوتراب پر یزید ابن معاویہ کو منصور و فتحمند فرمایا تو میں نے نہایت غیرت اور حمیت سے کر

اس ملعون کو یہ جواب اور بددعا دیتی تھی کہ خدا تجھکو ذلیل و رسوا کرے اور تجھپر کسی بادشاہ بے رحم کو تسلط کردے جو تیری زبان کھینچ لے اور تیرے ہاتھ پاؤں بھی قطع کردے خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اُس دن اس قدر غمگین اور اندوہناک ہوئی تھی کہ جبتک میں زندہ رہونگی یہ غم میرے دل سے کسی طرح نہ نکلیگا اسکے علاوہ اس ملعون نے ایک اور حرمزدگی یہ کی تھی، کہ مجھ سے کہا تو جا کر اس سر کو دیکھ لے جو اس گڑھے میں رکھا ہوا ہے چنانچہ میں نے جو اُسکو جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سبط پیغمبرؐ کا سر مبارک ہے اُسکو دیکھکر میں بے اختیار چیخیں مار کر رونے لگی اور سخت اندوہگین تھی اور میرے سوا اور جو لوگ اس محلہ میں موجود تھے وہ بھی گریہ وزاری میں مصروف تھے یہ واقعہ دردناک سُنکر مختارؓ نے اس عورت کو جواب دیا کہ اے خواہر خداوند کریم نے تیری دُعا قبول فرمائی اسکے بعد مختارؒ نے اس زن شامیہ کو بلایا اور اس سے یہ کہا کہ یزید کی بابت تیرا کیا عقیدہ ہے عورت مذکور نے جواب دیا کہ وہ امام بحق ہے اور حضرت امام حسینؑ کے حق میں اُس ملعونہ نے یہ کہا کہ وہ گو ایک نیک آدمی تھے لیکن آخر کو معاذ اللہ خارجی ہو گئے تھے جسکی یہ سزا ہے یہ سُنکر مختار نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس ملعونہ کی زبان اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے، اور اسکے بعد اس ملعونہ کی گردن ماردیگئی مختار نامدار نے اس مومنہ کو دس ہزار درہم عطا کئے، اور مختار کے غلام مسمّی خیر نے پانسو درہم اُسکو دیئے اور اسیطرح سب مومنین نے اسکے ساتھ بہت احسان اور سلوک کیا مختار نے دوسرے روز یہ فرمایا کہ خولی کو حاضر کرو چنانچہ اس ملعون کو خدمت مختار میں حاضر کیا گیا، مختار نے اُسوقت اس ملعون سے سوال کیا، یہ تو بتا کہ تو مسلمان ہے خولی نے جواب دیا کہ بیشک میں مسلمان ہوں اُسوقت مختار نے پُوچھا کہ تو کیسا مسلمان ہے کہ تو نے فرزند رسولخداؐ کو شہید کیا تھا اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر رکھکر تمام شہر میں پھرایا تھا خولی نے مختار کی اس بات کا یہ جواب دیا کہ مجھی پر یہ امر موقوف نہیں ہے اور بھی ہزاروں آدمی اس کام میں شریک اور موجود تھے یہ سُنکر مختار نے کہا کہ ہرگز تو مسلمان نہیں اور نہ جنکا تو حوالہ دیتا ہے اُنمیں سے کوئی شخص مسلمان تھا اور اسکے بعد بحکم مختار اس ملعون کا بند بند قطع کر دیا گیا، اور پھر اسکی گردن ماری گئی خولی کی قتل کے بعد حارث بشیر ابن لوط کو مختار کے حضور میں حاضر کیا گیا یہ ملعون کربلا میں حاضر و موجود تھا اور

اس شیطان نے حضرت امِ کلثومؑ کے سر سے مقنعہ اُتارا تھا اور اہلبیت پیغمبرؐ کو دُشنام دی تھی اور انکی
نسبت بدزبانی کی تھی، یہ شخص ایسے قبیلۂ نامور سے تھا کہ جس سے بڑھکر کوفہ میں اور کوئی قبیلہ نہ تھا
مختار نے اُسکو بھی قتل کرا دیا، اور یہ کہا کہ مجھکو اس قبیلے سے کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہے میں انشاء اللہ
تعالیٰ جس قدر حضرت امام حسینؑ کے قاتل ہیں انکے وجود ناپاک سے روئے زمین کو پاک وصاف کردونگا
جن اشخاص نے کہ حضرت صالحؑ کے ناقہ کو پے کیا تھا وہ آٹھ شخص تھے، خداوندکریم نے اُس ناقہ کے
انتقام کے واسطے اُن ملاعنہ پر ایک قوم کو مسلط کردیا تھا اور آخر اس قوم نے اُن ملعونوں کو ہلاک کر
قتل کرڈالا تھا، پس مجھکو خدا تعالےٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے قاتل میرے ہاتھ سے قتل و
برباد ہونگے، اسبات کو ایک گھنٹہ بھی نگزرا تھا، کہ ابو عمر نے حاضر ہوکر مختار سے کہا کہ اے امیر ایک
اور خوشخبری سنئے کہ عثمان مرادی بھی گرفتار ہو گیا اور یہ ملعون حضرت عبدالرحمن ابن مسلم کا قاتل ہے
مختار نے پوچھا کہ یہ کیونکر گرفتار ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ اسکو شعیر ابن شمر نے دروازۂ بصرے پر
سے گرفتار کرکے بھیجا ہے اُسوقت بموجب حکم امیر مختار وہ ملعون پیش کیا گیا، درحالیکہ عبدالرحمن
ابن مسلم کا گھوڑا اسکے زیر ران تھا جب اہل کوفہ نے اس گھوڑے کو دیکھا تو نہایت رنج واندوہ کے
ساتھ رونے لگے، اور تمام حاضرین میں ایک جوش وخروش پیدا ہوگیا، آخر عثمان کو جب مختار
کے سامنے مع اُس گھوڑے کے لایا گیا، تو مختار بھی اُس گھوڑے کو دیکھکر ازحد روئے اور تمام
حاضرین دربار پر بھی بڑی رقّت طاری ہوئی، اس عرصہ میں عمر ابن حجاج نے ایک لڑکے کو لیکر
مختار کے حضور میں حاضر کیا کہ ایک نور اُس صاحبزادے کے چہرۂ مبارک سے تاباں تھا اور دو گیسوئے
مشکیں اسکے دونو طرف پڑے ہوئے تھے اُسوقت عمر ابن حجاج شدت گریہ سے بیتاب تھا اور وہ
صاحبزادہ بھی بہت روتا تھا ابو عمر نے اپنی رقّت تھام کر مختار سے عرض کیا کہ یہ لڑکا حضرت عبدالرحمن
ابن مسلم کا صاحبزادہ ہے، مختار یہ سنکر فوراً تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا، اور مسند سے اُترکر اسکو گلے سے لگایا، اور
آنسو اسیطرح اسکی آنکھوں سے جاری تھے آخر مختار نے حاضرین سے کہا کہ یارو تم نے دیکھا، کہ
خاندان نبوت پر کس قدر ظلم وستم کیا گیا ہے وہ لڑکا بھی اسوقت بہت اشکبار تھا، آخر مختار نے

اس لڑکے سے دریافت کیا کہ اے نور نظر محمدؐ و علیؑ تم کوفہ میں کب سے آئے ہو اس لڑکے نے کہا کہ بارہ روز سے یہاں آئے ہیں، امیر مختار نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم تنہا آئے ہو اس صاحبزادے نے کہا کہ نہیں میری والدہ معظمہ اور تین ہمشیریں ہمراہ ہیں، مختارؓ نے پھر پوچھا کہ یا سیّد مدینہ منورہ چھوڑنے اور یہاں آنے کی کیا وجہ ہوئی اس صاحبزادے نے فرمایا کہ بے زری اور تہیدستی اسکا سبب ہوا یعنی تیس روز ہوئے دشمنوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے ہم لوگ بالکل بیوارث اور سخت محتاج اور پریشان ہوگئے ہیں پس ہم کو جسوقت یہ خبر معلوم ہوئی کہ عراق میں مختار آجکل حکمران اور امیر ہوا ہے تو ہم اپنے وطن سے نکلکر ایک غیر معلوم راہ سے یہاں پہنچ گئے ہیں شاید یہ ممکن ہو کہ یہاں رہکر ہم اچھی طرح سے اپنی زندگی بسر کر سکیں آج میں نے سنا تھا کہ میرے والد کا قاتل پکڑا گیا ہے اسلئے میں یہاں آیا ہوں، اور تجھ سے درخواست ہے کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالہ کر دیجئے کہ میں اس سے اپنے باپ کے خون کا انتقام لوں اور اپنے ہاتھ سے اسکو قتل کروں مختار نے اُسوقت اُس صاحبزادے سے کہا کہ اے صاحبزادے وہ قاتل یہ موجود ہے میں اسکا اختیار تم کو دیتا ہوں اسکے ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو اسکے بعد مختار نے تلوار منگائی لیکن اسوقت ابو عمرہ نے ایک چھری اُس صاحبزادے کو دی اُس لڑکے کا نام قاسم تھا چنانچہ قاسم نے آستین چڑھا کر وہ چھری اُس لعین کے پیٹ میں گھسیڑ دی اور اسکو جہنم واصل کیا اسکے بعد مختار نے پانچہزار درہم اسکو عنایت فرمائے اور ان کی ماں بہنوں کو علیحدہ کچھ ہدیہ اور تحفہ بھیجا اور ابراہیمؒ نامدار نے اپنے پاس سے ایکہزار درہم عطا کئے اور ایک خلعت بھی انکو دیا اور ہر غلام مختار نے حسب مقدور انکی خدمت کی اور اس صاحبزادے نے کوفہ میں قیام فرمایا اسکے بعد ایک اور لڑکا دربار مختارؓ میں حاضر ہوا اور اس نے عبداللہ کامل سے یہ عرض کیا کہ میں تم سے تخلیہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں چنانچہ عبداللہ نے اس مقام پر تخلیہ کر دیا اور اُس لڑکے نے عبداللہ کامل سے کہا کہ میں ہارون ابن مغیرہ کا لڑکا ہوں میرا باپ خاندان نبوت کا دشمن ہے اور اُسکا یہ عقیدہ ہے کہ بنی اُمیہ بنی ہاشم سے افضل ہیں، خیر یہ تو اور بات ہے اسوقت میرے گھر میں حضرت امام حسینؑ کے چار قاتل روپوش ہیں اور میرے باپ نے ان کو اپنے مکان کے تہخانہ میں چھپا دیا ہے اتنا کہکر وہ لڑکا اس مقام سے چلا گیا، عبداللہ کامل چند سپاہی لیکر

اُس کے مکان کی طرف روانہ ہوا، اور اُسکا مکان گھیر لیا اور اندر جا کر اُس تہ خانہ کی تلاش کرنے لگا، لیکن مکان مذکور کے تہ خانہ کا کہیں پتہ اور نشان نہیں ملتا تھا اُسوقت اس لڑکے نے فراست سے یہ سمجھا کہ جو نشان میں نے عبد اللہ کامل کو بتایا تھا وہ اسکو بھول گیا ہے وہ طفل مذکور آگے بڑھکر خود اس سرداب کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا، اور آنکھ سے عبد اللہ کو اشارہ کیا عبد اللہ بھی اس اشارہ کو سمجھ گئے اور انہوں نے حکم دیا کہ اس مقام پر دروازہ ہے اسکو کھولو، چنانچہ دروازہ کھولا اور جیسا کہ اس لڑکے نے کہا تھا چار شخص اس تہ خانہ میں سے نکال لئے اُنمیں سے ایک شخص زیاد بن مالک تھا جس نے غلام حمزہ ابن عبد المطلب کو شہید کیا تھا، دوسرا آدمی یزید ابن ظہیر تھا جس نے حبیب ابن مظاہرؓ کو شہید کیا اور یہ وہی حبیب ابن مظاہرؓ ہیں جنہوں نے بروز عاشورا میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیات میں انکے سامنے لشکر شام سے نہایت سخت اور دلیرانہ جنگ کی تھی اور بہت سے آدمی اُنکے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے تیسرا شخص حارث ابن عمران قاتل شاکری تھا اور چوتھا عبد اللہ ابن اسودی قاتل عمر وابن مطاع تھا، چنانچہ یہ چاروں مختار کے سامنے حاضر کیئے گئے، اور مختار کے حکم سے سب کی گردن مار دیگئی، اور ایک ایک پرچہ پر ان کا نام لکھکر اُن کے کانوں میں ڈال دیا گیا، اسکے بعد یہ خبر مختار کے پاس آئی، کہ مرّہ ابن منقذ ملعون راہ چلتے گرفتار ہوا، یہ شخص قتل حضرت علی اکبرؑ میں شریک تھا، اور اسکو بھی شعر ابن ابی شعر نے گرفتار کیا تھا، اسکی گرفتاری کی خبر سے تمام کوفہ میں ایک شور مچگیا اور لوگ جوق جوق اسکے دیکھنے کیواسطے راہ میں جمع ہو گئے تھے چنانچہ جب اس شخص کو ملازمان مختار گرفتار کیئے ہوئے بازار میں سے لیکر نکلے، تو لوگوں نے ملعون مذکور کو دیکھکر اُسپر لعنت بھی شروع کی اور اسپر ہر طرف سے لوگ تھوکتے تھے یہانتک کہ اسیصورت سے اسکو مختار کے روبرو لیگئے مختار نے اس ملعون سے پوچھا کہ حضرت علی اکبر شہید کا قاتل کیا تو ہی ہے مختار کے اس سوال پر وہ ملعون خاموش ہو گیا، جب پھر دوبارہ مختار نے اس سے سوال کیا تو اس ملعون نے کہا کہ میں تنہا ہی اس معرکہ میں نہ تھا، ہزاروں آدمی انکے شہید کرنے میں شریک تھے مختار نے کہا کہ بیشک تو سچ کہتا ہے تجھ سے ہزاروں سگ ہائے ناپاک کے حملوں سے اُنکی شہادت ہوئی ہے اتنے میں مختار سے عبد اللہ کاملؓ نے

عرض کیا کہ عاشورہ کے روز جسوقت حضرت علی اکبرؑ نے اپنے مخالفوں کی ایک جمعیت کثیر کو داخل جہنم کیا اُسوقت ان کا پیاس سے یہ حال تھا کہ انکا مُنہ بالکل خشک ہوگیا تھا، آپ میدان جنگ سے واپس ہوکر اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ پیاس کی شدت سے مجھے اب طاقت ضبط وصبر باقی نہیں رہی اُسوقت حضرت امام حسینؑ نے اپنی زبان مبارک اُنکی دہان شریف میں دیدی جس سے کسی قدر اُس شاہزادہ عالیمقدار کو تسکین ہوئی، اور پھر آپ کفار کی مقابلہ کیواسطے میدان جنگ میں تشریف لائے اور آپ نے ایکہزار ملعونوں پر حملہ کیا، اور ایسی دلیری سے ان میں شمشیر زنی کی، کہ وہ ملعون سب کے سب ان کے سامنے سے بھاگ گئے کہ اس عرصہ میں ناگاہ اس شقی ازلی اور ملعون ابدی نے عقب سے ایک نیزہ حضرت علی اکبرؑ کی پشت مبارک پر مارا اُسکا زخم اسقدر سخت تھا کہ وہ شہزادہ گھوڑے سے گر پڑا، عبداللہ کامل نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو مختار نہایت شدت سے رونے لگا اور تمام حاضرین میں شور گریہ وبکا بلند ہوگیا، آخرش اسکے بعد مختار کے حکم سے اس ملعون کے کان کاٹ دئے گئے اور اسکی آنکھیں نکال لی گئیں اور ہونٹ بھی ملعون کے کاٹ ڈالے، اور اسکے بعد اس شیطان کی گردن ماردیگئی اور پھر اسکے جسدِ ناپاک کو آگ میں جلادیا، اس واقعہ کے دوسرے روز مختار کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ زیاد ابن رفاہ یا یزید ابن وقادہ کو بھی گرفتار کرلیا ہے، چنانچہ مختار نے اُس ملعون کو اپنے سامنے بلایا اور یہ دریافت کیا کہ تو نے حضرت عباس علی کو کس طرح قتل کیا تھا، اس ملعون نے جوابدیا کہ میں نے ایک تیر اُن کے مارا تھا جو آنکھ پر لگ کر پار نکلگیا تھا یہ سُنکر مختارؓ نے اپنا تیر وکمان طلب کیا اور یہ کہکر کہ میں یہ تیر راہ خدا میں مارتا ہوں اس ملعون کے ایک تیر مارا اتفاق سے مختار کا تیر بھی اس ملعون کی آنکھ پر لگا، اور پار نکل گیا، لوگوں نے اس خبر کو سُنکر کہا کہ قدرت خدا سے خوب بدلا ملگیا اتنے میں پھر خبر آئی کہ عمر بن حجاج ملعون گرفتار ہوگیا اور یہ وہ شقی ازلی تھا کہ جس نے حضرت امام حسینؑ پر تلوار چلائی تھی، جب اس شخص کو کوفہ میں لایا گیا تو شہر کے لوگ اُسپر تھوکتے تھے اور لعنت کرتے تھے بہرحال اسطرح وہ مختار کے دربار میں لایا گیا تو مختار کے حکم سے اسکی گردن ماردیگئی اسکے بعد مختار نے کہا یہ کیا بات ہے جو تم ادنیٰ قسم کے لوگوں کو اور ضعفا کو گرفتار کرکے لاتے ہو خود قاتلان حسینؑ امام ہمام جو مخفی ہیں وہ

کیوں نہیں گرفتار ہوتے یہ تو بتاؤ حضرت امیرالمومنینؑ کے فرزندوں کے قاتل اور نیز حضرت جعفر طیار کے
بیٹوں کے شہید کرنے والے کہاں ہیں، عبداللہ کامل اور ابو عمرو بن حاجب نے مختار سے عرض کیا کہ یا
امیر آپ سے کیا عرض کیا جائے، ہم حد درجہ کی تلاش اور تفحص میں ان ملعونوں کے ہیں اور خداوند کریم
کے فضل سے اُمید ہے کہ ان ملعونوں میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہیگا اور اسکے بعد ان دونوں
نے عرض کیا کہ حضرت عباس علیؑ کا قاتل حکم ابن طفیل ہے اور وہ اپنے مکان میں پوشیدہ ہے
اور عدی ابن حاتم طائی اسکی حمایت کرتا ہے اور یہ عدی ایک نہایت بزرگ اور محترم آدمی تھا اور
آنحضرت صلعم کی خدمت میں بہت دنوں تک رہا تھا اور جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنینؑ کے ہمراہ
ہوکر شامیوں سے لڑا تھا، مختار نے یہ سُنکر اُسوقت یہ حکم دیا، کہ اسیوقت جاؤ اور بلا توقف قاتل
حکم ابن طفیل کو پکڑ لاؤ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل کیگئی اور ملازمان مختار نے جاکر حکم بن طفیل کی مشکیں
باندھ لیں اسکی کنیزوں نے یہ حال دیکھکر غل مچایا اور اس واقعہ کی عدی بن حاتم طائی کو بھی خبر کی کہ
تیرے داماد کو لوگوں نے گرفتار کرلیا ہے چنانچہ عدی اس حال کو سُنکر فوراً سوار ہوا اور عبداللہ
کامل سے آکر اسطرح کہنے لگا کہ اے نائب امیر مختار اس شخص کو تو مجکو بخش دے، اور اسکے خون سے
تیری حرمت کے باعث درگزر، عبداللہ کامل نے کہا کہ میں اسکو ہرگز نہیں چھوڑونگا کیونکہ حضرت
عباس ابن علیؑ کا قاتل ہے، یہ سُنکر عدی نے کہا کہ میں تیری نافرمانی کی شکایت مختار سے ضرور کرونگا
عبداللہ نے کہا کہ جس شخص سے جی چاہے تو میری شکایت کر لیکن میں اس شخص کو ہرگز نہ چھوڑونگا اس
وقت عدی کو غصہ آگیا اور اُس نے عبداللہ سے کہا کہ اگر میں یہ اپنی خواہش خود مختار سے ظاہر کرتا تو وہ
بھی مان لیتا، عبداللہ نے اسکا جوابدیا کہ خدا کی قسم یہ تو نے بالکل مجھ سے غلط کہا وہ تو اگر اسکے
ہاتھ سے محمد حنفیہؓ کا بھی ایک غلام قتل ہوا ہوتا، تو کبھی اسکے خون سے درگزر نکرتا، اب یہ شخص تو خود
حضرت عباس علی محمد حنفیہؓ کے بھائی کا قاتل ہے اسکے خون سے کسطرح درگذر کریگا، البتہ یہ
محال عقل ہے آخر عدی عبداللہ سے یہ باتیں سُنکر مختار کے پاس اسیوقت گیا عبداللہ نے جو یہ حال
دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ اس دشمن خدا کو اسی جگہ اور ابھی قتل کر ڈالنا چاہیئے کیونکہ شاید عدی کی

بہت احترام اور عزت کرتا ہے کہ اسکی سفارش سے مختار حکم کو چھوڑ دیگا، پس یہ خیال کر کے ملازانکا اکو اسی مقام پر حکم کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے، اسطرف جسوقت عدی مختار کی خدمت میں پہنچے تو مختار انکو دیکھکر تعظیماً کھڑا ہوگیا، اور اسکو اپنے برابر مصلے پر بٹھایا، اُسوقت عدی نے دیکھا کہ بہت شخص قید میں بند ہوئے بیٹھے ہیں، عدی نے پوچھا، کہ یہ کون لوگ ہیں مختار نے جواب دیا کہ حال کی لڑائی میں ان لوگوں نے میرا مقابلہ کیا تھا اور محمد اشعث کے رفقا میں سے یہ لوگ ہیں، عدی نے کہا کہ اب ان کے ساتھ کیا کروگے، مختار نے کہا کہ میں نے لوہار کو بلایا ہے، میں ان کی بیڑیاں کٹوا کر رہا کردونگا، کیونکہ میں نے ایک عام اشتہار دیدیا ہے کہ جس شخص نے مجھ سے مقابلہ کیا ہے اسکو میں ہرگز کوئی سزا نہ دونگا البتہ جو شخص حضرت امام حسینؑ سے لڑا ہوگا اسکو ضرور قتل کرونگا، عدی نے کہا کہ میں ایک خاص مطلب اور ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں، مختار نے یہ سُنکر جواب دیا کہ ضرور کہئے جو کچھ کہوگے، میں اسکی فوراً تعمیل کرونگا، اسوقت عدی نے یہ درخواست کی کہ حکم ابن طفیل کو مجھے بخشدو، مختار نے عدی کا یہ سوال سُنکر جوابدیا کہ اے عدی تم ایک مرد عالم و فاضل اور ہمیشہ حضرت رسولخدا کی خدمت سراپا برکت میں حاضر رہے ہو تم کو اس بات کا پاس اور شرم نہیں ہے کہ مجھ سے آنحضرت کے فرزندوں کے قاتل کی رہائی چاہتے ہو بلکہ تم کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کرڈالنا چاہیئے اسپر پھر عدی نے مختار سے درخواست کی کہ بہرحال میری اس درخواست کو ضرور پورا کردینا چاہیئے تھا، مختار نے کہا کہ یا شیخ اگر کوئی اور حاجت ہو تو وہ ظاہر کیجئے کہ میں اسکی تعمیل کیواسطے موجود ہوں لیکن اُمید ہے کہ اس خواہش سے تو تم ضرور خود درگذر کروگے، عدی نے پھر مختار سے کہا کہ یا امیر میری یہی حاجت اور درخواست بہت بڑی اور ضروری ہے جسکا میں نے تم سے سوال کیا ہے، مختار نے عدی کی اس درخواست پر سر جھکالیا اور یہ کہنے لگا کہ میں سخت حیرت میں ہوں یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ تمہاری درخواست پوری نکروں اور یہ بھی مشکل ہے کہ حضرت عباسؑ ابن علیؑ کے قاتل کو چھوڑ دوں، اچھا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسکو رہا کردوں تو اس شرط سے میں اسکو قبول کرتا ہوں، کہ وہ اس وقت سے پھر کوفہ میں نہ قیام کرے، ورنہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں

شہدائے کربلا کے ہرگز کسی قاتل کو زندہ نہ چھوڑونگا، اور نیز یہ بھی قسم کھائی کہ اسکے بعد پھر کوفہ میں ہرگز نہ آئیگا، بلکہ عراق میں بھی قدم نہ رکھے گا، عدی نے اس بات کو قبول کرلیا اور یہ بھی کہا کہ جیسا تم نے کہا ویسا ہی ہوگا، اُس اثنا میں عبداللہ کامل دربار مختار میں پہنچا مختار نے اس سے پوچھا کہ کہہ تو نے کیا کارروائی کی اور حکیم ابن طفیل کے ساتھ کیا کیا، عبداللہ نے جواب دیا کہ یا امیر اس کی گرفتاری کی خبر تمام کوفہ میں پھیل گئی تھی جس وقت میں اسکو گرفتار کرکے لے چلا تو مردمان کوفہ نے غل مچایا کہ یہ حضرت عباسؑ ابن علیؑ کا قاتل ہے، لہذا اسکو ہمارے حوالہ کردو کہ ہم خود اسکو قتل کرڈالیں ہرچند میں نے اُن سے چھڑانا چاہا لیکن اُنہوں نے کسی طرح میرا کہنا نہ سُنا اور مجھ سے اسکو چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا، یہ اس کا سر موجود ہے جسے میں لیکر حاضر ہوا ہوں عدی نے یہ قصہ سُنکر عبداللہ سے کہا کہ تو یہ بالکل غلط کہتا ہے، چونکہ تجھکو یہ امر معلوم تھا کہ میں امیر کے پاس اسکی سفارش کے واسطے جاتا ہوں، اور وہ ضرور میری خاطر سے اسے میرے حوالہ کردیگا اسلئے تو نے اسکو مار ڈالا، عبداللہ نے عدی کو یہ جوابدیا کہ جب تو یہ کہتا ہے کہ میں نے اسکو مارا تو میں نے ہی اسکو قتل کیا سہی وہ ایک شرابی اور فاسق و فاجر تھا، اسکو قتل کرڈالا تو کیا بُرائی کی یہ حضرت عباسؑ بن علیؑ کا قاتل تھا مجھے خدا تعالےٰ اسکا ثواب اور اجر عظیم عنایت فرمائیگا، مختار کو جب حکیم کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو اسنے سجدہ شکر الٰہی ادا کیا اور یہ کہا کہ جب اسنے امام حسینؑ کی خونریزی کی تھی تو کیا مضائقہ ہے کہ حکیم کو قتل کرڈالا گیا، عدی کو اسوقت نہایت غصہ آیا اور اس نے مختار سے تو کچھ نہ کہا لیکن عبداللہ کامل سے بگڑ کر کہا کہ اگر اسوقت حرمت میر مختار مانع نہوتی تو اس کارروائی کا ایسا نتیجہ دکھاتا کہ مدت دراز تک مخلوق کی زبان پر اسکا ذکر موجود رہتا پس اتنا کہکر عدی اسی غصہ اور ناراضی کی حالت میں مختار کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور چلتے وقت عدی کہنے لگا کہ مجھے خدائے کریم سے امید ہے کہ وہ کبھی تیرا محتاج مجھکو نکریگا جب شہر میں یہ خبر عام طور سے مشہور ہوگئی کہ مختار نے قاتلان امام حسینؑ کے معاملہ میں عدی جیسے بزرگ محترم کا پاس نہیں کیا اور اسکے داماد کو قتل کرڈالا تو لوگوں میں اسکا سخت خوف پھیل گیا اور اکثر معززین کوفہ جو خون امام حسینؑ میں شریک تھے سب کے سب باہم صلاح و

مشورہ کر کے شہر کے مختلف مقامات میں جہاں جسکو موقع ملا روپوش ہو گئی مخاصکر انہیں شمر ذی الجوشن اور سنان ابن انس اور اسحاق ابن اشعث اور زید ابن محارب اور فرد بن عبد الصمد شامل تھے انکے علاوہ اور لوگ بھی اس جگہ مجتمع ہوئے اسوقت شمر ذی الجوشن ملعون نے ان سب لوگوں سے یہ کہا یارو اب میرا قیام کوفہ میں صلاح وقت نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ مناسب ہے کہ ہم متفق ہو کر بصرہ کو رات کے وقت نکل چلیں اور شمر نے یہ بھی کہا کہ میں تو اب جاتا ہوں یہ سُنکر دس ملعون اسکے ساتھ ہوئے اور بنفر آدھی رات میں بھاگ گئے، ایک شخص حارث نام جو شمر کا خانہ زاد بھائی تھا اُسنے بھی بہت ہی خوشامد درآمد ان لوگوں سے جو بصرے جاتے تھے کی تھی کہ مجھکو بھی اپنے ہمراہ لیتے چلو کہ میں تم کو اس راستے کے علاوہ جو شارع عام ہے کسی نامعلوم راہ سے بصرہ پہنچا دونگا چنانچہ یہ سب لوگ بصرہ روانہ ہوئے، اتفاق سے اس محلہ کے لوگوں نے انکو دیکھ لیا تھا وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ لوگ بھاگے جاتے ہیں چنانچہ اُنہوں نے دوڑ کر عبد اللہ کامل کو اس حال کی خبر کی کہ کچھ لوگ اسوقت بصرے بھاگے جاتے ہیں انمیں ایک شخص کہ جس کا نام حارث ہے ہم نے پہچان بھی لیا ہے، عبد اللہؒ نے یہ سُنکر کہا کہ ضرور ان فراریوں میں شمر بھی شریک ہوگا، خیر غلام مختار کو بھی اس واقعہ کی خبر ہوئی اُسنے عبد اللہ کامل سے کہا کہ تم لوٹ جاؤ اور میں ان کے گرفتار کرنے کیواسطے جاتا ہوں چنانچہ خیر مع اپنے رفیقوں کے ان لوگوں کی تلاش میں روانہ ہوا، جس وقت اُن لوگوں کے قریب پہنچا، شمر نے پہچانا کہ یہ خیر ہے اس نے غلام کو لیکر خیر پر حملہ کیا ادھر خیر نے بھی شمر پر حملہ کیا شمر نے بھی ایک تلوار خیر کے سر پر لگائی لیکن خالی گئی، اسکے بعد اس نے اور ایک غلام پر جو خیر کے ہمراہ تھا حملہ کیا اور اسکو مار کر گرا دیا، آخر غلامان مختار کو شکست ہوئی اور شمر اپنے ساتھیوں کے ساتھ صاف نکلگیا، جب دن نکل آیا اور اس واقعہ کی اطلاع مختار کو ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور خیر سے کہنے لگا، کہ تو کیوں رات کیوقت ان لوگوں کی تلاش میں گیا تھا اور دو غلام تو نے قتل کرا دیئے، خیر نے مختار کو جوابدیا، کہ یا امیر مجھ سے عبد اللہ کامل نے یہ کہا تھا کہ شمر دس آدمیوں کے ساتھ کوفہ سے بھاگا جاتا ہے چونکہ میں شمر سے زیادہ دُنیا میں کسی کو دشمن نہیں رکھتا ہوں لہذا اسکے گرفتار کرنے کی غرض سے اس اُمید پر روانہ ہوا تھا، کہ اگر وہ میرے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو خداوند کریم

اُسکا اجر مجھے عنایت فرمائیگا لیکن ابھی اس ناپاک کا پیمانۂ عمر لبریز نہیں ہوا ہے کہ میرے ہاتھ سے بچکر نکل گیا پھر مختار نے یہ خیر سے پوچھا کہ تیرا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے تو اُسنے جواب دیا کہ ان دونوں مظلوموں کے قتل کا مجکو سخت صدمہ ہوا ہے جب مختار نے یہ واقعہ سُنا اور اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا کہ خیر کا رنگ بالکل متغیر ہے تو مختار اُسکو بہت دوست رکھتا تھا اور اُس سے بڑی محبت رکھتا تھا کیونکہ بچپن سے فرزندوں کی مثل اسکو پرورش کیا تھا آخر کہنے لگا کہ لعنت ہے شمر پر کہ جسکے باعث ہم کو یہ سب تکلیفیں پہنچ رہی ہیں اسکے بعد عبداللہ کامل اور ابو عمرو ابن حاجب کو مع اُنکے رفقا کے شمر کی تلاش میں روانہ کیا، شمر اور اسکے ساتھی وہاں سے چلکر منجملہ کوفہ کے موضعات کے کسی گاؤں میں کہ اس کا نام کلتانیہ تھا فروکش ہوگئے تھے اور اپنے میں سے ایک شخص کو ایک بلندی پر اُس گاؤں کی متصل بطور دربان اور محافظ کے بٹھا دیا تھا کہ جسوقت عبداللہ کامل اور عمر ابن حاجب اپنے گروہ کی ساتھ شمر کی تلاش میں اس گاؤں کے قریب پہنچے، بلکہ اس سے بڑھکر دو فرسنخ اس گاؤں سے آگے ایک مقام پر یہ دونو بھی فروکش ہوگئے مسلم ابن عمر جو شمر کے ساتھ تھا یہ بیان کرتا ہے کہ مجکو شمر نے موضع کلتانیہ میں اسی غرض سے بھیجا تھا کہ میں اس گاؤں کے مؤذن اور امام مسجد کو بلا لاؤں، جب میں اُنکو ہمراہ لیکر شمر کے پاس واپس آیا تو اُس نے اُنکو اپنے پاس بٹھایا اور یہ کہنے لگا کہ مجکو اس قسم کے دو آدمیوں کی ضرورت ہے کہ جو شارع عام کے علاوہ کسی دوسری راہ سے ہمکو بصرہ پہنچا دیں پس ایسے دو آدمیوں کو تم اپنے ہمراہ لے آؤ چنانچہ وہ لوگ اسیوقت چلے گئے، اور تھوڑی دیر کے بعد دو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر آئے جس میں ایک جوان آدمی تھا اور ایک ادھیڑ شخص تھا اور یہ لوگ کہنے لگے کہ انمیں سے ایک شخص جو ضعیف آدمی ہے مرد مسلمان ہے اور تمام راہوں سے خوب واقف ہے اور دوسرا شخص یہودی ہے لیکن یہ چلنے والا بہت اچھا ہے شمر نے اسوقت اس امام کو پانچ دینار اور پانچ دینار مؤذن کو دیے کہ اب تم مکان چلے جاؤ اور امام سے قلم دوات اور کاغذ منگا کر ایک خط مصعب ابن زبیر کے نام لکھا اور اُسکو اپنے واقعہ سے مفصل اطلاع دی، اور اس نامہ پر مُہر کرکے اس یہودی کو دیا اور ایک ہولا اپنے گرز کی اسکی پشت میں مارکر یہودی سے کہنے لگا کہ اس نامہ کو مصعب ابن زبیر کے پاس پہنچا دو اور ایک

پیسہ بھی اُجرت کا اس شخص کو اس شقی ازلی نے نہ دیا، خلاصہ یہ کہ یہودی وہاں سے روانہ ہوا۔ چلتے چلتے
جاتے دو تین کوس وہ یہودی گیا ہوگا کہ ایک دوراہ سامنے سے نظر آیا اس شخص کو دل میں یہ خیال آیا کہ
اس راہ سے چلنا چاہیئے کہ جس میں عبداللہ کامل اور ابوعمرو حاجب شمر کی تلاش میں ٹھہرے ہوئے
ہیں، خلاصہ یہ کہ جب یہ قاصد عبداللہؒ کے لشکر کے قریب سے گذرا تو اسکو لوگوں نے گرفتار کرکے
عبداللہؒ کے سامنے حاضر کردیا، عبداللہؒ نے پوچھا کہ تو کون شخص ہے اور کہاں جاتا ہے یہودی نے جواب دیا
کہ میں موضع کلتانیہ سے آتا ہوں ایک شامی بدصورت آدمی نے جو بڑا ظالم معلوم ہوتا ہے مجکو بصرہ
بھیجا ہے، عبداللہ کاملؒ نے پوچھا اسکا کیا نام ہے یہودی نے کہا کہ اسکا نام تو میں نہیں جانتا،
لیکن وہ ہمارے گاؤں میں اترا ہوا ہے اس نے کلتانیہ کے موذن اور امام کی معرفت دو روپیہ دلوا
کے واسطے کہا تھا کہ ہم کو غیر معروف راستہ سے بصرہ پہنچا دیں، عبداللہؓ نے پھر پوچھا کہ وہ شخص
کیسا اور اسکی صورت کیسی ہے یہودی نے یہ اسکا حلیہ بیان کیا کہ اس شخص نے جسنے مجھے بھیجا ہے
ناک چپٹی اور چلبٹی ہے آنکھیں پتلی ہیں، اور ڈاڑھی گندہ اور منہ میں سے بدبو آتی ہے، عبداللہ انار
نے اسقدر حال اور اسکے چہرہ کی کیفیت سنکر فوراً سمجھ لیا کہ وہ شخص شمر ہے پس وہ خط اس یہودی
سے لیلیا، یہودی نے عبداللہؓ سے پوچھا کہ اب تم کیا کروگے عبداللہؓ نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ چلے آؤ اور
دیکھنا کہ ہم اس شخص کے ساتھ کیا کرتے ہیں یہودی نے کہا کہ اچھا تم مجکو اپنے ہمراہ لے چلو چنانچہ
عبداللہؓ کے حکم سے اسکو بھی گھوڑے پر سوار کرالیا، اور اپنے ساتھ لیکر یہ لوگ روانہ ہوئے، راوی کہتا ہے
کہ شمر نے ایک نگہبان اپنی فرودگاہ سے کسی قدر فاصلہ پر بٹھا دیا تھا، اور اسکے قریب ایک
کرسی بچھا کر خود بیٹھا ہوا تھا، اور بصرہ کا حال اس نگہبان سے پوچھتا جاتا تھا اور مسلم ابن عمرو
اس گروہ کے ساتھ تھا، بیان کرتا ہے کہ میں اسوقت خیمہ سے باہر گیا اور پیادہ پھر رہا تھا کہ میں نے
ایک کسان کو دیکھا کہ وہ اپنی زمین جوت رہا ہے اس کھیت کے قریب ایک بڑا درخت تھا میں نے
اس درخت کے نیچے اپنا کمل بچھا لیا اور اسپر سو رہا تھا کہ اتنے میں آدمیوں کے آنیکی آواز میرے کان میں آئی تو میری آنکھ
کھلگئی کیا دیکھتا ہوں کہ عبداللہ کامل اپنی فوج کے ساتھ چلا آتا ہے یہ دیکھ کر میں نے اپنی تلوار کسی مقام

پر پوشیدہ کر دی اور اس کمل کو اوڑھ لیا اور اس کسان کی ٹوپی مانگ کر انہوں نے اپنے سر پر رکھ لی اور
دیکھنے لگا کہ اب کیا ہوتا ہے کہ اتنے میں شمر پہلے اپنی خیمہ سے نکلا اور اسکے بعد حارث بن قرہ باہر آیا
جب ان دونوں کی نگاہ عبداللہ کاملؒ کے لشکر پر پڑی تو پکار کر اُن دونوں نے اپنے سپاہیوں سے یہ کہا
کہ اے جوانو اٹھ کھڑے ہو کیونکہ دشمن کی فوج ہمارے سر پر پہنچ گئی شمر کو اسوقت اس قدر بھی مہلت اور
فرصت نہ مل سکی کہ کپڑے پہن کر ہتھیار لگا لے صرف معمولی کپڑے پہنے ہوئے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے
عبداللہ کاملؒ کی فوج پر حملہ آور ہوا، اس ملعون نے نعرہ مار کر ایک شعر بھی اسوقت پڑھا کہتے ہیں کہ شمر ملعون
کی آواز اس قدر کرخت اور بڑی تھی کہ جیسے گنبد کے اندر سے آواز آتی ہی بس اُسنے ایک ہاتھ تلوار کا کسی
شخص پر مارا کہ وہ اسی جگہ ٹھنڈا ہو گیا، اتنے میں سنان ابن انس بھی ننگی تلوار لیے آ گیا، اور اسنے شمر کی مدد کا
ارادہ کیا جب ابو عمر حاجب نے یہ دیکھا کہ شمر نے ایک شخص کو جان سے مار ڈالا تو وہ اُس ملعون کی طرف متوجہ
ہوا اور ایک نعرہ کر کے اسپر دلیرانہ حملہ کیا، اور ایک ایسی ضرب تلوار کی لگائی کہ شمر ملعون کی پیشانی تک
کاٹ گئی اسکے بعد ابو عمرؒ نے تکبیر کہی ادھر عبداللہ کے رفقا نے حملہ کیا اور سب کو قتل کر ڈالا مگر مسلم ابن عمر
بچ گیا کیونکہ وہ پہلے ہی بھاگ کر ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا، اور حارث بن قرہ اور سنان بن انس
گرفتار کر لئے گئے، اور یہاں سے عبداللہؓ موضع کلنا منہ کو روانہ ہوا، اور اس مقام پر ٹھہر کر اس گاؤں کے آدمیوں کو
بلایا، اور یہاں اُن سے کہنے لگا کہ اے لوگو ہم یہاں پہنچ گئے ہیں اور شمر اس گاؤں کے قریب اترا ہوا تھا تم نے
اسکو کیوں نہ دریافت کیا، اُن لوگوں نے جواب دیا کہ وہ ملعون گاؤں کے باہر اترا ہوا تھا ہمکو بالکل اس
کے حال سے اطلاع نہیں تھی، اگر وہ یہاں یعنی گاؤں کے اندر اترتا اور ہم خبر نہ کرتے تو البتہ ہم پر تمہارا الزام
عائد ہو سکتا تھا، ابھی عبداللہؒ اس گاؤں کے لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ وہ شخص شمر ملعون تھا لیکن مجھ سے
انہوں نے اس بات کو پوشیدہ رکھا کیونکہ اس گاؤں کے سب چھوٹے بڑے دشمن آل محمدؐ ہیں اور بنی اُمیہ کے
دوست اور ہوا خواہ ہیں، عبداللہؒ اسوقت ہنسا اور اسنے کہنے لگا کہ اے شخص تو کیا دوستدار و محب اہلبیتؑ
ہے اس آدمی نے جواب دیا کہ جو محب خاندان نبوت نہیں ہے وہ شخص مسلمان کب ہے، عبداللہ کاملؒ نے
پوچھا تو پھر تو ان لوگوں میں کس طرح زندگی بسر کرتا ہے اُس شخص نے جواب دیا کہ نہایت ظاہر داری اور خوشامد

کے ساتھ رہتا ہوں اور بڑی تکلیف سے اِن لوگوں کے ساتھ اپنے دن گذارتا ہوں یہ لوگ اگر خوشی کی کوئی مجلس برپا کرتے ہیں تو مجکو اسکی خبر نہیں کرتے اور اگر میں کہیں چلا جاتا ہوں تو مجھ سے میرے پُرساں حال نہیں ہوتے اور میرے سلام کا جواب نہیں دیتے ہیں عبداللہ نے اُن گاؤں والوں سے کہا کہ یہ شخص تم لوگوں میں قیام رکھتا ہے میں خدا و رسولؐ کی قسم کھاکر تم کو مطلع کرتا ہوں کہ اگر اس شخص کو تم ذرہ برابر بھی ستاؤگے یا کسی قسم کی ایذا دوگے تو اسکی عوض میں تم سب کو قتل کر ڈالونگا اور تم سب کو جلا دونگا سب نے یہ جوابدیا کہ ہم تمہارے تابعدار ہیں اسکے بعد عبداللہؓ نے اپنی پگڑی اُتار کر اُس شخص کے سر پر رکھدی اور اُس سے یہ کہا کہ اسکو اسیوقت قبول کرو اور جب میں کوفہ میں پہنچونگا تو تمہارے واسطے ہدیہ بھیجونگا پھر وہاں سے عبداللہ کامل کوفہ روانہ ہوا اس عرصہ میں یہ خبر تمام کوفہ میں مشہور ہوگئی تھی کہ عبداللہ کامل شمر ملعون کا سر لاتا ہے اس خبر سے کوفہ کے تمام زن و مرد شمر کا سر دیکھنے کی غرض سے راستہ میں جمع ہوگئے مختار اور ابراہیم بھی یہ دونو شہر سے باہر گئے اُنھوں نے شمر کا سر دیکھکر نہایت مسرت ظاہر کی اور اُس ملعون کے منھ پر تھوکتے تھے اور اُسپر لعنت کرتے تھے اور اُسکے سر کو سولی پر چڑھا دیا اور حارث بن مرّہ اور سنان ابن انس کو زندان میں بھیجدیا اور لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے لشکر بھی اپنی جگہ پر فروکش ہوا اس واقعہ کے دوسرے روز مختار نے ان دونوں کو اپنے روبرو بلایا مختار نے اُسوقت حارث بن مرّہ سے کہا کہ کیوں اے ملعون اے دشمن خدا و رسولؐ تم لوگوں کو گمان تھا کہ یہ دولت دُنیا ہمیشہ تمہارے پاس رہیگی حارث نے جوابدیا کہ میں دشمن خدا و رسولؐ نہیں ہوں بلکہ میں شیعہ ہوں اور ان لوگوں سے بیزار اور ناراض ہوں جنھوں نے حضرت امام حسینؑ کو شہید کیا تھا۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کربلا میں موجود تھا اور جس روز مجکو کہ عبیداللہ ابن زیاد اور عمر سعد حضرت امام حسینؑ سے لڑائی کیواسطے بھیجتے تھے تو میں نے اُسروز اپنا دروازہ بند کرلیا تھا اور میں زار زار روتا تھا اور خداوندکریم سے خواستگار تھا کہ وہ حضرت امام حسینؑ کو فتحیاب فرمائے اور جب میں نے اُنکی شہادت کی خبر سُنی تو مجھے اسقدر اس خبر سے صدمہ ہوا کہ اپنی جان تلف ہوجانیکا اندیشہ ہوا تھا بیشک یہ شمر ملعون جو میری خالہ کا بیٹا ہے میں اسکے ساتھ بخوف کے

باعث چلا گیا، کہ کہیں ایسا نہو کہ اُسکا عزیز سمجھکر لوگ مجھکو قتل کر ڈالیں حارث کے اس بیان پر اہل کوفہ
نے بھی گواہی دی اور اُسکے قول کی تصدیق بھی کی کہ یہ سچ کہتا ہی اور بیشک یہ محب اہلبیت ہے یہ سنکر
مختار نے اُسکو چھوڑ دیا اسکے بعد سنان ابن انس کو سامنے بلایا اور یہ کہا کہ ای ملعون لعنت خدا تجھپر کہ
فرزند رسولخدا اور جگر گوشۂ علی مرتضیٰؑ کے قتل کرنے پر تو فخر و مباہات کرتا تھا، مختار ابھی سنان ابن
انس سے یہ گفتگو کر رہا تھا، کہ اس نے ایک غل سنا اسکے دریافت کرنے کیلئے ایوان سے باہر نکل آیا دیکھا
کہ اسکے مکان کے گرد تمام کوفہ کی مخلوق جمع ہے اور یہ درخواست کرتی ہے کہ، ای امیر سنان ابن انس کو
ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اسکو قتل کریں، چنانچہ مختار نے انکی درخواست قبول کی، اور سنان ابن انس
کو اُن کے حوالے کر دیا ان لوگوں نے اسیوقت تلواروں سے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بڑے عذاب
سے اسکو قتل کیا کہتے ہیں کہ جب شمر اور سنان اسطرح قتل ہوگئے، تو اسحاق ابن اشعث کے بدن میں
خوف سے لرزہ پڑ گیا اسحاق وہ ملعون ہے کہ جس نے بعد شہادت امام حسینؑ کے جسم اطہر پر گھوڑا
دوڑایا تھا، یہ شخص عبداللہ کامل کا سالا تھا آخر وہ ایک دن رات کے وقت عبداللہ کامل کے
مکان پر آیا، اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، عبداللہ کاملؒ نے پوچھا کہ کون شخص ہے، اسکی بی بی نے
کہا کہ معلوم ہوتا ہے میرا بھائی ہے، پس وہ دروازہ پر گئی اور اسحق کو اپنے ہمراہ لیکر مکان کے اندر گئی
اور نہایت روتی ہوئی اسکا ہاتھ پکڑکر عبداللہ کاملؒ کے سامنے لیگئی عبداللہ کاملؒ اپنی بی بی سے بہت
محبت رکھتا تھا، جسوقت اُسنے اسحاق کی صورت دیکھی تو وہ اسحق سے کہنے لگا، کہ تو نے بہت برا
کیا جو تو ہمارے گھر میں چلا آیا بلکہ تجھکو لازم تھا کہ تو اپنے کو مجھ سے پوشیدہ رکھتا کیونکہ تجھکو خوب
معلوم ہے کہ مختار قاتلان حضرت امام حسینؑ میں سے کسی کو امان نہیں دیتا ہے، پس تو کس واسطے اپنے
ہاتھوں سے قبر میں چلا آیا اور اپنے کو ہلاک کرایا، اسحق نے عبداللہ کو یہ جواب دیا، کہ اگر تو چاہے تو میں
صاف چھوٹ سکتا ہوں اور تجھپر مختار کوئی الزام بھی نہیں دے سکتا ہے یعنی جسوقت مختار تجھ سے مجھکو
طلب کرے تو تو اُس سے یہ کہدینا کہ عمر ابن سعد جو تیرا بہنوئی ہے وہ امن کے ساتھ خانہ نشین ہے
اور اسحق بھی میری بی بی کا بھائی ہے لہذا میں تجھ سے اسکے واسطے امان مانگتا ہوں عبداللہ نے

اس بات کو سنکر اسحٰق سے کہا کہ میں اس بات کی کوشش کرونگا، شاید وہ تجکو نہ بلائے خلاصہ یہ کہ اس گفتگو کے دوسرے روز عبداللہ حسب دستور مختار کے حضور میں حاضر ہوا، اور اُسنے یہ عرض کیا کہ یا امیر میں ایک کام کیواسطے اسوقت آپکی خدمت میں آیا ہوں، میری ایک خاص حاجت آپ سے ہے مختار نے کہا کہ جو تمہاری حاجت اور ضرورت ہو وہ مجھ سے بیان کرو، عبداللہ رحؒ نے کہا کہ اسحٰق بن اشعث کو مجھے بخش دیجئے جس طرح کہ عمر سعد کو تم نے امان دیدی مختار نے جب یہ جملہ عبداللہ سے سُنا تو اس نے تجھکا لیا اور یہ جواب دیا کہ واللہ میں نے عمر سعد کو ہرگز امان نہیں دی ہے لیکن ایک وجہ خاص سے میں نے اسکو سر دست مہلت دیدی ہے، کیونکہ وہ نہ صرف قاتلان حسینؑ سے ہے بلکہ تمام قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کا سردار ہے اسکے سوا اور بھی بہت سے اشخاص ان قاتلوں میں سے باقی ہیں لیکن پھر عبداللہ رحؒ نے اصرار کیا کہ یا امیر براہ مرحمت اسحٰق کو تو مجھے عنایت فرمادیجئے باقی اشخاص کا تم کو اختیار ہے مختار نے کہا کہ بہتر ہے میں نے اس تمہاری درخواست کو منظور کیا، لیکن مختار نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اسحٰق کو امان دی اور اب اس سے کوئی بازپرس نکرونگا یہ سُنکر عبداللہ بہت خوش ہوا کہ مختارؒ نے اسکی عرض پوری کی لیکن مختار ادھر اور ہی فکر میں تھا اور اسحٰق کے قتل کرنے کی تدبیر سوچ رہا تھا اس عرصہ میں مختار اسکی انگوٹھی کو بغور دیکھنے لگا، جو عبداللہ بن کامل رحؒ پہنے ہوئے تھا، آخر عبداللہ سے وہ کہنے لگا کہ اس انگوٹھی کا کیا اچھا اور پرآب وتاب نگینہ ہے ذرا لاؤ میں تو دیکھوں عبداللہ کامل رحؒ نے مختار کو اسیوقت انگوٹھی اُتار کر دیدی مختار نے خوب اچھی طرح سے اسکو دیکھ کر یہ کہا کہ کیسی اچھی انگوٹھی ہے اور وہ واقعی بڑا کامل اُستاد تھا جس نے اس انگوٹھی کو بنایا تھا، اگر یہ نگ عقیق کا ہوتا تو میں یہ انگوٹھی ہرگز واپس ندیتا یہ سُنکر عبداللہ نے مختار سے کہا کہ جب تک آپ اسکو اپنے پاس رکھیں رکھیں کہ میں اس سے بہتر کوئی انگوٹھی آپ کیواسطے تیار کرادوں، اتنے میں مختار نے عبداللہ سے کہا کہ ایک ذرا اسوقت تم محلّہ بنی کندہ میں چلے جاؤ، اور جاکر تلاش کرو کہ وہاں شاید کوئی قاتل امام حسینؑ مل جائے، اسکو گرفتار کر لے آؤ، چنانچہ عبداللہ کامل حسب الحکم مختار نامدار قاتلان سیدالشہدا علیہ السلام کی تلاش وتفحص میں محلّہ بنی کندہ کی طرف روانہ ہوا، اُس طرف مختار جان نثار

عبداللہ کریز نے اپنے غلام خیر کو اپنے پاس بلایا، اور عبداللہ کی انگوٹھی جو مختار کے پاس اُسوقت تھی
وہ اس خیر کو دی اور یہ فرمایا کہ اے خیر باوفا تو ابھی عبداللہ کامل کے مکان پر چلا جا، اور اس سے
جاکر یہ پیام عبداللہ کا بیان کرنا کہ عبداللہ نے یہ انگوٹھی دی ہے بطور نشانی کے اور یہ کہا ہے
کہ تو اپنے بھائی کو ذرا اسوقت میرے پاس بھیجدے کیونکہ میں نے بہت بڑی کوشش اور سفارش
سے اسکا سب معاملہ روبراہ کرالیا ہے اور اُمید ہے کہ اُسکو یہاں ہمیشہ آرام سے زندگی بسر کرنا
نصیب ہو، خیر نے مختار اپنے آقائے نامدار کے اس حکم کی فوراً تعمیل کی، اور اسیوقت عبداللہ کامل کے
مکان پر روانہ ہوا، اور وہاں پہنچکر دروازہ کھٹکھٹایا، چنانچہ عبداللہ کی زوجہ پردہ سے دروازہ
تک آئی اور یہ پوچھا کہ تو کون شخص ہے اور کیا چاہتا ہی خیر نے اُسے جوابدیا کہ میں ہوں خیر غلام
مختار اور عبداللہ کامل نے مجھکو بھیجا ہے اور انگوٹھی نشانی دی ہے اور تجھ سے یہ کہا ہے کہ تو اسوقت
اپنے بھائی یعنی اسحٰق ابن اشعث کو میرے پاس بھیجدے کیونکہ میں نے حق عزیزداری کا اسکی نسبت
ادا کردیا ہے، اور جو کچھ میری زبان نے یاری دی میں نے امیر سے اسکے واسطے سعی اور سفارش
کی ہے کہ امیر اُسکے خون سے درگذرے اور اُسکو معاف کردے چنانچہ امیر نے میری سفارش کو
دل سے منظور کرلیا ہے اور اُسکے خون سے باز آیا، پس مناسب ہے کہ تو اسیوقت اسحٰق اپنے
بھائی کو میرے ہمراہ کردے، خیر نے جب یہ پیام زوجۂ عبداللہ کامل سے مفصل بیان کیا تو اُس
وقت اسحٰق بھی وہاں موجود تھا اُس نے بھی اس گفتگو کو سُنا، اس طلب پر اُسوقت اس
ملعون کے بدن میں لرزہ پڑ گیا اور اپنی بہن سے کہا کہ میں اس طلب بیوقت سے سخت ہراساں ہوں
کیونکہ اس ملعون کے دل میں یہ خوب یقین تھا کہ مختار قاتلان امام حسینؑ میں سے کسیکو ہرگز زندہ وسلامت
نچھوڑیگا اور مجھے تو یہ خیال بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ معاف کردے جب اُسکی بہن نے اسحٰق کو اس قسم
کے پس وپیش میں دیکھا تو اُسکو تسلی اور تشفی دیکر یہ کہنے لگی کہ تجھکو ہرگز کسی طرح کا خوف وہراس
نکرنا چاہیئے اور بلا تکلف امیر کے پاس چلا جا، کیونکہ یہ میں خوب جانتی ہوں، کہ یہ انگوٹھی جو خیر نے
اسوقت مجھکو لاکر دی ہی عبداللہ کامل کی ہی اور اسکا یہ قاعدہ ہے کہ جب کبھی اُسکو کسی چیز یا روپیہ

پیسے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ یہی انگشتری میرے پاس بھیجدیتا ہے، خیر بھی دروازہ میں کھڑا ہوا ان
بھائی بہن کی تقریر بخوبی سن رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ اسحٰق پس وپیش جانے میں اسوقت کرتا ہے
تو خود اس نے پکار کر یہ جملہ اسحٰق کو سنایا کہ یہ تیرا گمان غلط ہے، کہ امیر سے تجھکو کوئی نقصان پہنچے
گا، کیونکہ اگر امیر کی نیت تیرے ساتھ کسی قسم کی اذیت کی ہوتی یا کسی فساد کا ارادہ ہوتا تو وہ تیری
لانے کے واسطے اسطرح خالی ہاتھ مجکو نہ بھیجتا، بلکہ کسی اور شخص کو گرفتار کنندوں کے ہمراہ بھیجدیتا
کہ تجکو خواہ بخوشی خواہ بجبر یہاں سے لیجایئے، اسحٰق خیر کے اس فقرہ سے کسی قدر مطمئن ہوا، اور اسکو
خوشی بھی ہوئی، اور فوراً اٹھکر مختار کے گھر کو روانہ ہوا، جب دارالامارۃ پر پہنچا، تو خیر نے اس کو
دروازہ پر بٹھا دیا، اور اندر جاکر مختار سے مفصل واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ میں اسحٰق کو یہاں لے آیا
ہوں، اور وہ دروازہ دارالامارۃ پر بیٹھا ہوا ہے، مختار غلام حیدر کرار نے اس حال کو خیر سے ارشاد فرمایا
کہ اے خیر یہاں یعنی میرے سامنے اسکو ہرگز نہ لانا بلکہ وہیں جاکر اسکی گردن ماردے کہ تجکو اسکا ثواب اور
اجر عظیم بارگاہ کبریائی سے حاصل ہوگا خیر مختار کا یہ حکم سنکر مختار کے پاس سے روانہ ہوکر دارالامارۃ کے
دروازہ کے باہر نکلا، اور آستین چڑھاکر اور دامن کمر سے باندھکر اسکے قتل پر آمادہ ہوگیا، اسوقت اسحٰق
نے خیر سے کہا کہ تو نے تو مجھ سے کہا تھا کہ امیر نے تیرا خون معاف کردیا ہے اور تجکو امان دیدی ہے خیر
نے یہ جواب اسکو دیا کہ اے خرنا مشخص تجھکو کیا یہ بات نہیں معلوم ہی اور اس بات سے تو آگاہ نہیں
ہے کہ امام حسینؑ کے خونیں جس قدر لوگ شریک ہیں مختار ان میں سے ایک کو بھی امان نہ دیگا، اور کسی کا
بھی جرم معاف نکریگا جب اسحٰق کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ ضرور میں قتل کیا جاؤنگا تو
اس نے خیر سے کہا کہ اگر مجھے قتل نکریں تو میرے پاس نقد ۳۰ ہزار درہم ہیں اور دو سو اونٹ اور ہزار
گھوسفند ہیں اور تیس تلواریں یہ سب قیمتی چیزیں ہیں انکی نذر کرونگا لیکن میری جان بخشی کردیں یہ سنکر خیر نے
کہا کہ امیر نے مجکو تیرے قتل کا حکم دیا ہے اگر تجکو قتل نکروں اور اسیطرح امیر کے پاس لیجاؤں تو اسکی ناراضی
ہوگی اور امیر کا مجھپر عتاب ہوگا لیکن جا جب سے میں کہتا ہوں کہ وہ تیری اس التماس کو عرض کرکے امیر کا منشا
معلوم کرلی اسحٰق نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر تو کوئی ایسی کارروائی کردے کہ مجکو نجات مل جائے تو میں تم کو

دولتِ دُنیا سے مستغنی کردوں گا، ابو عمر حاجب نے خیر سے کہا کہ تجکو جو کچھ تیری مالک نے حکم دیا ہے
اسکی تعمیل کر امیر اسکے قتل کو نہایت ضروری سمجھتا ہے، خیر نے یہ جواب دیا کہ اے ابو عمر تم سچ کہتی
ہو، اچھا اسکو امیر کے پاس لے تو چلو، چنانچہ حاجب نے اسحق کا ہاتھ پکڑ لیا، اور اسنے کہا کہ چل میں
تجکو امیر کے پاس لے چلوں، یہ سُنکر وہ اُٹھا اور اسکے ساتھ چلنے لگا کہ پیچھے سے خیر نے اسکی گردن
پر تلوار لگائی، کہ اُسکا سر دُور جا پڑا، اور اسیوقت ایک پرزہ پر نام لکھکر اسکے کان میں ڈالدیا یہاں
یہ واقعہ ہوا، اور اس طرف عبداللہ ابن کامل محلہ بنی کندہ سے واپس آیا، اور مختار سے عرض کرنیلگا کہ
یا امیر میں نے تمام محلوں میں اسوقت گشت لگائی لیکن کوئی بھی قاتل امام حسینؑ نہیں ملا، آخر لوٹکر چلا
آیا، یہ سُنکر مختار نے حکم دیا کہ اسحق کا سر لاؤ، چنانچہ اُسکا سر عبداللہ کے سامنے رکھا گیا، عبداللہ نے جسوقت
اسحق کے سر کو دیکھا تو یہ کہنے لگا کہ شکر خدا اس غم اور فکر کو تم نے میرے دل سے دُور کیا اور پھر اس
سر کیطرف مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا کہ اے پسر اشعث تو نے چونکہ اہلبیتؑ جناب رسولِ خداؐ سے عداوت پر
کمر باندھی تھی لہذا میں تیرا خون حلال سمجھتا تھا لیکن اسقدر مہلت مُفت جو میں نے تجکو دیدی تھی وہ صرف
تیری بہن کی وجہ سے چاپلوسی تھی لیکن یہ ضرور ہے کہ جو شخص کسی سے کوئی برائی کریگا تو اسکا عوض اسکو
بُرا ہی حاصل ہوگا خصوصاً آل رسولؐ سے برائی کرنیوالا تو کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا، یہ کہکر وہاں سے
اُٹھکر مکان کو گیا، اور اُسوقت دس ہزار دینار جو اپنی بی بی کی مہر کے تھے، اُسکو اسوقت ادا کر کے طلاق
دیدی، اور مختار نامدار کے پاس واپس چلا آیا۔ جب مختارؒ نے سُنا کہ عبداللہ کاملؓ نے اپنی بی بی کو طلاق دے
دی تو وہ اُٹھکر اس سے بغلگیر ہوا اور کہنے لگا اے برادر خدا تجکو جزائے خیر دے، اے عبداللہ آج میں نے
اس شخص کو قتل کیا ہے جو تیرا عزیز و قریب تھا اور کل اُس شخص کو میں قتل کرونگا جو میرا عزیز و قریب
ہے، واضح ہو کہ عمر سعد مختار کا بہنوئی تھا، جسوقت اُسکو یہ خبر پہنچی کہ مختار نے عبداللہ کامل سے
آج اس قسم کی باتیں کی ہیں تو اسکو اپنی جان کا نہایت خوف پیدا ہوا، چنانچہ یہ سمجھکر کہ شاید کوئی صورت
نجات پیدا ہو وہ یحییٰ ابن جعفر کی خدمت میں گیا، یہ حضرت امیر المومنینؑ کی بھلجے تھے عمر سعد کو انکی خدمت
میں حاضر ہونے سے پہلے اُمید تھی کہ شاید یحییٰ کی سفارش سے مختار اسکے خون سے درگذر کرے لیکن

اسکا یہ خیال خام تھا، کیونکہ جسوقت یحییٰ نے اسکو آتے ہوئے دیکھا تو اُس سے بدرشتی یہ کہا تو ہمارے
مکان پر کیوں آتا ہے، خدا یتعالیٰ تیری صورت کبھی نہ دکھلائے کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت
سے قبل عمر سعد اور یحییٰ کی بڑی دوستی تھی، جب عمر سعد ملعون نے اس امام معصوم کو شہید کیا تو اُس روز
سے پھر یحییٰ نے کبھی اسکی صورت نہ دیکھی چنانچہ اسوقت عمر سعد انکے مکان پر گیا تو اسکو فوراً اپنے گھر سے
نکالدیا اور یہ ملعون نہایت اندوہناک اور غمگین ہوکر اپنے مکان میں لوٹ گیا، اور سخت حیران تھا کہ اپنی
اس آفت اور مصیبت کا جو اسکی جان کیواسطے پیش آنیوالی تھی کیا علاج کرے، عمر سعد کی اس کارروائی کے
دوسرے روز مختار نے عبداللہ کامل رح کو حکم دیا کہ تم اسیوقت عمر سعد کے مکان پر جاؤ اور اسکو اپنے ہمراہ لے
آؤ اور اگر سیدھی طرح نہ آئے تو گرفتار کرکے لے آنا، اور اپنے غلام خیر کو بھی اسکے ساتھ کیا، چنانچہ یہ دونو
عمر سعد کے مکان پر روانہ ہوئے، اور اُس سے ملاقات کرکے یہ کہا کہ امیر مختار نے تجھکو بلایا ہے ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ وہ تجھکو کسی مہم پر بطور سفیر مکہ معظمہ روانہ کریگا، عمر سعد ایک آہ کھینچکر کہنے لگا کہ آجتک میرے
مجھسے کسی مہم کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور نہ کسی کام کیواسطے مجھ سے کہا ہے اسکو مجھپر اعتماد ہی نہیں ہے یہ سُنکر
خیر نے کہا کہ امیر تجھکو ہرگز کسی قسم کا آزار نہیں پہنچائیگا اور اگر یہ امر ہوتا تو وہ تجھکو کبھی امان نہ دیتا
تجھکو لازم ہے کہ اس قسم کا خیال دل سے رفع کرڈال، سوائے بہتری کے اور کچھ ہونیوالا نہیں ہے عمر سعد نے
اُنکو یہ جوابدیا کہ یارو مجھپر رحم کرو، اور مجھے چھوڑ دو، شاید میں آج بھاگ کر نکل جا سکوں اور جو کچھ مال و زر میرے
پاس ہے یہ سب تم لیلو میں تم کو دیدیا، عبداللہ ابن کامل رض نے عمر سعد کی یہ تقریر سُنکر اُس سے کہا کہ یہ
بدگمانی جو تم کو ہے اچھی نہیں ہے اس قسم کے سب وسوسوں کو اپنے دل سے نکالڈالو اگر امیر کا قصد تمہارے
قتل کا ہوتا تو وہ اس سے پہلے ہی تجھکو قتل کرڈالتا، اور ہرگز تجھکو امان نہ دیتا غرض یہ کہ یہ سب ملکر اس
قسم کی باتیں تسلی آمیز اُس سے کرنے لگے کہ اُسکا دل خوش ہوگیا، پس عمر سعد نے اپنے کپڑے پہنے اور عصا
ہاتھ میں لیکر پیادہ مختار کے پاس روانہ ہوا، راستہ میں لوگوں نے جو اسکو جاتے دیکھا تو یہ سب
کہنے لگے کہ ہم کو یقین اور اُمید ہے کہ امیر اسکو ضرور قتل کریگا کیونکہ اسنے اہلبیت پیغمبرؐ پر بڑا ظلم و ستم کیا
ہے خلاصہ یہ کہ جب عمر سعد اور عبداللہ وغیرہ مختار کے دروازہ پر پہنچے تو حاجب نے عمر سعد سے کہا کہ تو یہاں

ٹھیر جا اور اُسوقت تک انتظار کر کہ امیر تیری واسطے کوئی حکم بھیجے چنانچہ عمر سعد اس مقام پر ٹھہر گیا اور جب مختار کو یہ اطلاع دیگئی، کہ عمر سعد کو لائے ہیں تو مختار نے خیر سے کہا کہ تو میرے پاس کیوں لایا اور مجھ سے اسکی اطلاع کس لئے کی، پس جلد جا کر اُسکا سر کاٹ ڈال کہ اسکا ثواب بھی خدا تجھ کو عطا کریگا یہ سُنکر خیر یہاں سے باہر نکلا اور اپنی آستینیں اُلٹ کر تلوار کھینچکر عمر سعد سے یہ کہا کہ اے ملعون تو نے فرزند پیغمبرؐ کو صرف ایک ملعون کے کہنے سے قتل کیا ہے خدا کی قسم اگر محمد حنفیہؓ کی ایک بلی بھی تیری ہاتھ سے مرگئی ہوتی تو مختار اس کا عوض تجھ سے لیتا اور حضرت امام حسین تو جناب رسول خدا کے لخت جگر تھے جنکو تو نے اس ظلم وستم سے قتل و شہید کیا ہے ای عمر تجھکو ذرا شرم نہ آئی کہ تو نے فرزند رسولؐ پر پانی بند کر دیا، اور کسیطرح ایک گھونٹ تک پانی انکو نہ لینے دیا کتے اور سور گدھے اور سب جانوروں تک کو تو نے پانی سے نہ روکا لیکن فرزند رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تو نے پانی سے منع کیا، اور اُن پر تیر برسائے اور اُسکے فرزندان عالیجاہ پر طرح طرح کے ظلم وستم تو نے کئے اور مطلق تجھکو اُن پر رحم نہ آیا، سب تجھ سے کہتے رہے کہ ملک رے کی طمع میں تو بہشت کو ہاتھ سے کھوئے دیتا ہے لیکن تو نے کسی کا کہنا نہ سُنا بلکہ جواب یا تو یہ دیا کہ جو بڑی کنجشک زمین پر ہے وہ اس کلنگ سے بہتر ہے کہ جو آسمان پر پرواز کر رہا ہے اور اس بابت تو نے یہ دو شعر تصنیف کئے تھے ؎

یعنوا منکرا املاک الرے ——— او رح تدموا بقتل حسینؑ

افی قتلہ النار التی لیس دونہ ——— وملک الرے قرۃ عینی

پھر خیر نے کہا کہ ای عمر ناپاک نہ ملک رے تیری پاس باقی رہا اور نہ کچھ مال دُنیا ہی کا نشان ہے آخر تو خسر الدنیا والآخرۃ ہوگیا اور ذالک ھو الخسران المبین یعنی یہ نقصان سب سے زیادہ سخت ہے اتنا کہکر اُس نے ایک شمشیر آبدار عمر سعد کی گردن پر لگائی کہ اُسکا سر کٹ گیا، اور اسیوقت وہ ملعون جہنم واصل ہوگیا، فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں کہ عمر سعد کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام حفص تھا اور دوسرے کو عمر کہتے تھے ان دونوں کو بھی مختار کے حضور میں حاضر کیا گیا، مختار نے اول حفص اس کے بڑے بیٹے کو اپنے سامنے بلایا اور اس سے یہ کہا کہ کیوں تو نے اس سر کو پہچانا

حفص نے جو اپنے باپ کا سر دیکھا، تو ایک چیخ ماری اور ڈھاڑیں مار کر رونے لگا اُسوقت مختار نے اس سے پوچھا کہ سچ سچ کہنا کہ جس دن تیرا باپ امام حسینؑ کو شہید کر کے انکا سر لایا تھا تو تو اس روز بھی کچھ رویا تھا، حفص نے یہ جواب دیا کہ نہیں امام حسینؑ کا سر جب آیا تھا تو میں نہیں رویا تھا یہ سنکر اس سے مختار نے کہا کہ اگر تو اسوقت مجھ سے صرف یہ اقرار کر لیتا کہ ہاں میں امام حسینؑ پر رویا تھا تو میں تیرا قتل کبھی نہ قبول کرتا لیکن اب تیرا قتل روا ہے، پس مختار نے اسیوقت حکم دیا اور اسکی بھی گردن ماری گئی، اور اسکے بعد مختار نے عمر سعد کی دوسرے بیٹے کو بلایا جب وہ حاضر ہوا، تو اس سے مختار نے یہ دریافت کیا کہ تو ان سروں کو پہچانتا ہے، اُس لڑکے نے جواب دیا کہ ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ اور بھائی کا سر ہے، اور میں نے اکثر اپنے باپ کو سمجھایا، اور بارہا اُس سے کہا کہ اے باپ ایسا کام تجکو ہرگز نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ دُنیا چند روزہ ہے بلکہ اس بات کی کوشش اور سعی میں مصروف ہو کہ عقبیٰ تجھے حاصل ہو اور تیری آخرت درست ہو جائے، لیکن اُسنے کسی طرح میرا کہنا نہ سُنا، آخر اسکی یہ سزا پائی، عمر سعد کے چھوٹے بیٹے کی اس تقریر کو سُنکر مختار نے کہا کہ تو دل خوش رکھ اور کچھ غم نہ کھا، اور اسکے ساتھ مناسب سلوک مختار نے کیا اور اسکے بعد عمر سعد کا جسم ناپاک وہاں سے اُٹھا کر باہر پھینکدیا، اور یہ بھی ہوا کہ تھوڑی ہی دیر میں اسمیں کیڑے پڑ گئے اور وہ سوج پھولکر جا بجا سے شق ہو گیا، لوگ جو اس طرف سے گذرتے تھے تو اسکے حال کو دیکھکر عبرت پکڑتے اور اسپر لعنت کرتے تھے خلاصہ یہ کہ مختارؓ عمر سعد کے قتل سے نہایت خوش تھا دوسرے روز مختار نامدار نے شکار کا ارادہ کیا چنانچہ ابراہیم کو کوفہ کا کاروبار تفویض کر کے تفریح و شکار کو روانہ ہوئے، اتفاق سے اُسروز ایک اور شخص کو لوگ گرفتار کر کے ابراہیم ابن مالک اشترؓ کی خدمت میں لائے اور ابراہیم سے عرض کیا کہ یہ شخص شاعر یزید پلید ہے اور حضرت امام حسینؑ کی قاتلوں میں سے ہے لیکن جب اس ملزم سے دریافت کیا گیا تو اس نے صاف انکار کیا بلکہ یہ کہا کہ یا امیر میں تو کربلا میں موجود ہی نہ تھا بلکہ جنگ مختار میں شریک تھا، ابراہیمؓ نے کہا بہتر ہے اگر درحقیقت تو معرکۂ کربلا میں نہیں گیا تو میں تجھکو رہائی دونگا، اور جو تیرا یہ قول غلط ثابت ہوا، تو میں تجھکو ہرگز نہ چھوڑونگا

اس شاعر نے اسوقت یہ ایک شعر موزوں کرکے ابراہیمؒ کو سنایا ؎

انی سئلت بحق محمد بھم الیک وسیلتی ❊ وعلم بابک من طلب طاعتی ولا من تولی سارتی

ابراہیمؒ نے اس شاعر سے پوچھا کہ تیرا سارتی کون ہے تو شاعر مذکور نے جواب دیا کہ حسینؑ ابن علی صلوات اللہ علیہم ابراہیمؒ نے کہا تو سچ کہتا ہے، اچھا یہ تو بتا کہ ابن زیاد کی رفاقت پھر تو نے کیوں اختیار کی تھی اور اسکے پاس سے کیوں نہیں چلا گیا اسپر اس شاعر نے جواب دیا کہ میں جو ابن زیاد کی خدمت میں حاضر رہا تو صرف اپنی اوقات بسری کیواسطے اور معاش کیلئے میری ایک عمدہ صورت اسکے یہاں تھی کیونکہ میں نے اکثر مسلمانوں کو یہ دیکھا ہے کہ اوقات بسری کیواسطے یہودیوں کی نوکری بھی اختیار کر لیتے ہیں، اور اس صورت میں اگر وہ یہودیوں کی جو خدا کے بندے ہیں کوئی ادب و تعظیم کرتے ہیں تو ایسا ان سے صرف ظاہری اور زبانی ہی ہوتا ہے، دل سے وہ خدا کی پرستش کرتے ہیں اسیطرح میں بھی زبان سے تو عبید اللہ کی تعریف کرتا تھا، لیکن دل سے اسپر لعنت بھیجتا تھا، ابراہیمؒ نے کہا بیشک یہ تیرا عذر اور جواب قابل قبول ہے اور صحیح ہے کہ اکثر آدمی پیٹ کیواسطے اسطرح کی نوکریاں کرتے ہیں، لیکن اسکے ساتھ ہی میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا، کہ در اصل تیرے دل میں کیا ہے، اور سوائے خدائے علام الغیوب کے کوئی کسی کا راز نہیں جان سکتا ہے، بہرحال ابراہیم نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس شاعر کو دو سو درہم عطا کئے جائیں اور ابراہیم نے اس شخص سے یہ فرمایا کہ جبتک امیر مختارؓ لشکر سے یہاں واپس آئے تو اسجگہ قیام کر اور یہ درہم جو تجھکو دیئے گئے ہیں اسی اپنے صرف میں لا، امیر جسوقت یہاں آ گئے تو تیرے ساتھ بہت کچھ سلوک کرینگے، لیکن شاعر مذکور نے ابراہیمؒ سے یہ عرض کیا کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام درپیش ہے اسلئے میں اب مکان کو جاؤنگا ابراہیمؓ نے اس سے کہا کہ یہیں امیر کی واپسی تک تجھکو صبر کرنا چاہیئے، مگر شاعر نے پھر یہ جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے یہی میرے واسطے کافی ہے، اب مجھے اجازت دیجائے کیونکہ میرے اہل و عیال سخت پریشان میں مشوش ہو نگے اسوقت ابراہیمؒ نے اس شاعر سے یہ کہا کہ تو نے اکثر دنیا کے انتفاع کیلئے دشمن خدا کی خدمت اور فرمانبرداری کی ہے اور جہاں کہیں وہ جاتا تھا تو اسکے ساتھ ہوتا تھا، لیکن اسکی وجہ نہیں معلوم

ہوتی کہ تو اپنے برادران ایمانی کی خدمت سے کیوں بھاگتا ہے یہ عقلمندی کا کام نہیں ہے خدا
جس قدر ابراہیم اسکو گھر جانے سے منع کرتا تھا اتنا ہی وہ شاعر بد حواس ہوکر اپنے واپس جانیکی
جلدی کرتا تھا ابراہیم نے جب اسکی اسقدر بیتابی دیکھی تو یہ کہنے لگے کہ اس شخص کو بڑی بیتابی پیدا
ہوگئی ہے اس شاعر نے ابراہیم سے عرض کیا کہ میں سچ سچ کہدوں کہ یہ میری بیتابی اور اسقدر عجلت
اپنے مکان جانے کے واسطے کس وجہ سے ہے اصل یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے عبداللہ بن
کامل کی ہجو کی تھی اور مجھے یہ حال بالکل معلوم نہ تھا کہ یہانتک میری نوبت پہنچیگی اور یہ بھی نہیں معلوم
تھا کہ ایک زمانہ میں عبداللہ امیر مختار کا قائم مقام نائب ہو جائیگا اور دوسرے یہ کہ مجھے اس کے
مذہب کا حال بھی معلوم نہ تھا اب مجھے اندیشہ ہے کہ اگر عبداللہ مجھکو دیکھیگا تو ضرور کوئی نکوئی
ایذا مجھکو پہنچائیگا کیونکہ مشہور ہے کہ زبان کا زخم تلوار و خنجر کے زخم سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور
میری تو یہ آرزو ہمیشہ رہی ہے اور خداوند کریم سے یہ دعا رہتی ہے کہ امرائے عظام اور سرداران
عالیمقام کی خدمت میں حاضر رہوں ابراہیم نے شاعر مذکور کی یہ فکر آمیز تقریر سنکر اسکو جواب دیا کہ
تو کسی طرح خوف نہ کھا اور کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے کیونکہ شاعر لوگ کسی کی مدح کریں یا
جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کی زبان کون پکڑ سکتا ہے میں نے یہ سنا ہے کہ مروان کے باپ حکم نے
حضرت رسولخدا کی ہجو میں ستر اشعار تصنیف کئے تھے لیکن حضرت نے کچھ اس سے مواخذہ نہیں فرمایا
بلکہ اسکو معاف کردیا پس نہ تو مروان سے تو بدتر ہے اور نہ عبداللہ کامل حضرت رسولخدا سے افضل ہے
اسکے علاوہ ابراہیم نے اس شخص سے یہ بھی کہا کہ میں خود مختار سے تجکو مانگ لونگا چونکہ شاعر مذکور کو
ابراہیم کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا تو خاموش ہو رہا لیکن اسکے چہرہ کی رنگت زرد
پڑ گئی تھی اس عرصہ میں ابراہیم نے اس شاعر سے یہ کہا کہ اے شخص اگر تو نے حضرت امیرالمومنین کی تعریف و
منقبت میں کچھ تصنیف کیا ہو تو اسوقت ہمکو سناؤ ہر چند اسنے کوشش کی اور ارادہ کیا کہ کوئی
شعر سنائے لیکن ممکن نہو سکا اسکی وجہ ظاہر ہے کہ اسنے نہ ایسے اشعار کسی سے سنے تھے اور نہ کبھی خود
اسنے تصنیف کئے تھے چونکہ وہ خود بنی امیہ میں سے تھا اور محب اہلبیت نہ تھا تو اہلبیت اطہار کی مدح میں

ندہ کیونکر لکھتا اور اسکے علاوہ اسوقت شاعر مذکور نہایت پریشان بھی تھا کیونکہ اسکو عبد اللہ کا
اسوقت از حد خوف تھا کیونکہ عبد اللہ اس شخص کے حال سے بخوبی واقف تھا آخر وہ ابراہیم سے کہنے
لگا کہ اے امیر اسوقت میری طبیعت پریشان ہے اور کوئی ایسا شعر یاد نہیں آتا ہے ابراہیم اس جواب پر
بہت ہنسا اور یہ انکو یقین ہوگیا کہ یہ شخص بالضرور دشمن خاندان نبوت ہے خلاصہ یہ کہ ابھی یہ
دونوں اس گفتگو میں تھے کہ اتنے میں مختار بھی واپس آگئے عبد اللہ کامل کی نظر جو اس شاعر پر
پڑی اسکو بہت تعجب ہوا کیونکہ وہ شب و روز اس شاعر کی تلاش میں تھا اور کسیطرح یہ شخص
عبد اللہ کے ہاتھ نہیں آتا تھا آخر عبد اللہ نے اس شخص کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تو تو ابو الخلیعی بن حبیب
بن امیہ راشی شاعر ہے اور بنی امیہ کا مداح ہے کہ جو محمد و آل محمد کے دشمن تھے عبد اللہ کی اس تقریر کا
جواب اس شاعر نے کچھ نہ دیا آخر دوبارہ عبد اللہ نے اس سے پوچھا کہ جواب کیوں نہیں دیتا کیا ابو الخلیعی تیرا
نام ہے اسوقت شاعر مذکور نے جواب دیا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر عبد اللہ نے اس شاعر سے پوچھا
کہ تو وہی تو ہے کہ عاشور کے روز معرکہ کربلا میں عمر سعد نے تجھکو حکم دیا تھا کہ تو میرے پاس بیٹھ جا
اور جو شخص ابو طالب کی اولاد میں سے مارا جاوے نیزہ سے یا تلوار سے تو اس کا نام لکھتا جا اور تو
خود بھی صف جنگ میں جا کر یہ ندا کرتا تھا کہ ای جوانو کوشش کرکے ان خارجیوں کا نام صفحہ ہستی سے
مٹا دو اور تو اسوقت اہلبیت پیغمبر کو گالیاں دیتا تھا اور چلا چلا کر نا سزا کہتا تھا اور جسوقت امام
حسین شہید ہوگئے اور انکا سر مبارک نیزہ پر رکھا گیا تھا تو سر مبارک کے آگے آگے حضرت امام حسین کی
مذمت و ہجو کرتا جاتا تھا اور انگلی سے سر مبارک کی طرف اشارہ کرتا جاتا تھا اتنا کہکر عبد اللہ نے
مختار کی طرف رخ کیا اور اس سے عرض کرنے لگا کہ یا امیر اس سگ ملعون کو تمام حال قاتلان امام حسین کا معلوم
ہے اور یہ انکے نام بخوبی جانتا ہے اور اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کوفہ میں یہ لوگ کہاں کہاں روپوش
ہیں اور جو شخص یہاں سے بھاگ گیا ہے اسکا حال بھی اس شخص کو معلوم ہے کیونکہ اسنے سب کے نام اپنے
قلم سے لکھے تھے اور معرکۂ کربلا میں یہ ان لوگوں کو لڑائی کی تحریص و ترغیب دیتا تھا اصل تو
یہ ہے کہ جو کچھ اہلبیت اور آل رسول کے ساتھ اسنے کیا ہے کسی نے بھی ایسی برائی نہیں کی ہے یہ جاہل

سنکر ابراہیمؒ نے بہت ہنسے اور شاعر مذکور سے یہ کہا کہ ای ملعون ابھی تونے یہ کہا تھا کہ میں شیعہ علیؑ ہوں لعنت خدا تجھپر اور اُس شخص پر جو تیری مثل ہو اب میں تجھ سے واقف ہو گیا اور مجھپر واجب ہوئے گیا کہ جو کچھ میں نے تجکو عطا کیا وہ تجھسے چھین لوں چنانچہ جو کچھ ابراہیم رض نے اسکو عطا کیا تھا وہ اس سے چھین لیا اور کچھ بات مختار کی کانمیں کہی کہ اتنے میں مختار نے شاعر مذکور کیطرف مخاطب ہوکر کہا اے ابو الخلیعی کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تجکو قتل کیا جائے اسنے کہا ہاں میں یہ چاہتا ہوں تو مختار نے اُس شخص سے کہا کہ اچھا میں جو تجھ سے پوچھوں وہ مجکو سچ سچ بتادے تو میں تجکو چھوڑ دونگا اس شخص نے مختار سے کہا کہ آپ مجھ سے جو دریافت کیجئیگا فوراً آپکو بتا دونگا پھر مختار نے اس سے کہا کہ مجکو ان لوگوں کے نام صاف صاف اور صحیح صحیح بتادے جو حضرت امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھے اس تفصیل سے کہ کس شخص کے ہاتھ سے حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے تھے اور کس نے ان کے بدن پر زخم لگائے تھے یہ سُنکر ابو الخلیعی نے کہا کہ اس حال سے میں بخوبی واقف ہوں اور ان سب لوگوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور سب کا حال بتادونگا بشرطیکہ تم مجھکو رہا کر دو، مختار نے اسکی اس درخواست کو قبول کیا اور یہ جواب دیا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہوگا اسکے بعد مختار نے اس شخص سے دریافت کیا کہ پہلے تو یہ مجکو بتا کہ حضرت امام حسینؑ پر نیزہ کس شخص نے لگایا تھا اُس شخص نے جواب دیا کہ وآلی نے پھر مختار نے پوچھا کہ تلوار کس شخص نے حضرت کے لگائی تھی شاعر مذکور نے جواب دیا کہ اول ذراعہ بن شریک نے اسکے بعد خولی اصبحی نے اور پھر بشیر ابن شوط نے اور پھر عبداللہ ابن سلمہ نے اور اسکے بعد سنان بن انس اور پھر ابجر بن کعب نے تلواریں ماری تھیں یہ سُنکر مختار نے کہا الحمد للہ انمیں سے اکثر کو میں قتل کر چکا ہوں اور اسیطرح باقی کو بھی قتل کرونگا پھر مختار نے دریافت کیا کہ وہ کون کون لوگ تھے جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کی جسد اطہر پر گھوڑے دوڑائے تھے ابو الخلیعی نے کہا کہ انمیں سب سے پہلے اسحٰق بن خضرمی تھا اور پھر تبشیر بن یزید اور علقمہ بن سالم اور اسحٰق ابن اشعث نے ان کی نعش پر گھوڑے دوڑائے تھے مختار نے کہا کہ ان میں سے بھی اکثر لوگ میرے ہاتھ سے قتل ہو چکے ہیں اچھا علی اکبرؑ کو کس نے شہید کیا تھا تو ابو الخلیعی نے جواب دیا

حکم بن طفیل نے حضرت علی اکبرؑ کو شہید کیا تھا پھر مختار نے اُس شخص سے یہ دریافت کیا کہ حضرت جعفرؑ
ابن علیؑ کو کس شخص نے شہید کیا تھا تو اُس نے جواب دیا کہ خولی ابن نوفل نے مختار نے پھر پوچھا
کہ عبداللہ ابن علیؑ کا قاتل کون ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ جب عبداللہؑ نے اٹھارہ رفقا
عمرسعد کو میدان کربلا میں قتل کرڈالا تو اسوقت ایک بڑی جماعت نوج نے انکو اپنے نرغہ میں گھیر لیا
اور چار طرف سے اُن پر حملہ ہوتا رہا، آخروہ ثابت ابن خضرمی کے ہاتھ سے شہید ہوگئے، یہ واقعہ
سُنکر مختار اور سب حاضرین دربار رونے لگے، پھر مختار نے پوچھا کہ ابوبکر ابن علیؑ کو کس نے شہید کیا
تو اُس شخص نے کہا کہ اُن کے قاتل خالد و عمال ہیں کہتے ہیں کہ روز عاشورا معرکۂ کربلا میں حضرت
امیر المومنین علی علیہ السلام کے سات صاحبزادے شہید ہوئے تھے پھر مختار نے پوچھا کہ حضرت قاسمؑ
ابن الحسنؑ کو کس شخص نے شہید کیا تھا اُس شخص نے جواب دیا کہ عتقیۃ المقتوی نے انکو درجۂ شہادت
پر پہنچایا، پھر مختار نے پوچھا کہ محمد بن علیؑ ابن جعفر ابن عقیلؓ کس کے ہاتھ سے مارے گئے تو جواب دیا کہ
عروہ ابن عبداللہ نخعی اُن کا قاتل ہے، اور پھر مختار نے دریافت کیا کہ ہمیان غلام حضرت حمزہؓ کو کس
نے شہید کیا جواب دیا کہ دو آدمیوں نے انکو شہید کیا تھا یعنی مرّہ بن عبدالصمد الباہلی اور ایک شخص کا
عمر بن قطب نام تھا اسکے بعد مختارؓ نے ابوالخلیعی سے یہ فرمایا کہ میں نے تیرا قصور معاف کیا اب تو
یہاں سے اپنے مکان کو روانہ ہو اور آئندہ سے توبہ کر اور آج سے پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھانا
اور نہ میرے پاس آنا یہ سُنکر ابوالخلیعی وہاں سے اُٹھکر باہر روانہ ہوا کہ اپنے مکان کو جائے لیکن
عبداللہ نے ادہر غلامان مختار کو آنکھ سے اشارہ کردیا تھا کہ اُسکو قتل کرڈالو، چنانچہ جب ابوالخلیعی
دارالامارۃ سے باہر نکلا تو مختار کے غلاموں نے اسکو گھیر کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا، اور اسکا سر کاٹکر
اور ایک ہمزہ کا غذ پر اسکا نام لکھکر اسکے کان میں ڈالدیا، مختار کو بھی اس بات کی اطلاع ہوئی
کہ ابوالخلیعی کو قتل کردیا گیا تو وہ ہنسا اور عبداللہ سے کہا اے عبداللہ ان لوگوں کو گرفتار کرنے میں
تم سخت کوشش کرو اور آج میرا دل گواہی دیتا ہے کہ کوئی شخص ان لوگوں میں سے گرفتار ہوگا، خلاصہ
یہ کہ عبداللہ مختار سے رخصت ہوکر فی الفور بصد خوشی قاتلان حضرت امام حسین السلام

کی تلاش میں روانہ ہوا راہ میں اتفاق سے ایک شخص آیا اور اس نے عبداللہ سے سلام کے بعد کہا
کہ میرا نام حیم ابن سلیمان ہے اور میں حضرت علیؓ کا دوست ہوں یہ شخص بڑا زاہد و متقی تھا
بہر حال اسنے عبداللہ سے کہا کہ مجھے مختار کے پاس اسوقت لیچلو کیونکہ تخلیہ میں کچھ عرض کرنا ہے
چنانچہ عبداللہ نے مختار سے اس شخص کا حال عرض کیا مختار نے اسیوقت تخلیہ کیا اور اس شخص کو
بلاکر اپنے پاس بٹھایا اور یہ دریافت کیا کہ تم کو مجھ سے کیا کہنا ہے اس شخص نے مودبانہ گذارش کیا کہ
ایک شخص جو بنی امیہ کا مذہب رکھتا ہے میرے ہمسایہ میں رہتا ہے اسکی ایک کنیز ہے جو مجھ سے محبت
کرتی ہے اور اکثر میرے پاس آتی جاتی رہتی ہے آج جو میں بازار کی طرف سے گذرا تو میں نے یہ
دیکھا کہ اس کنیز کے مالک نے نانبائی سے بہت سی روٹیاں سالن مول لیا ہے میں نے اسکی کنیز سے
دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے جو آج تمہارے آقا نے اسقدر روٹیاں اور سالن مول لیا ہے کیا کوئی
مہمان تمہارے یہاں آیا ہے تو کنیز نے اس بات کو مجھ سے چھپانا چاہا اور کچھ مجھے نہ بتایا یہی کہا کہ
میرے گھر میں تو سوائے میرے آقا کی اور کوئی بھی نہیں ہے لیکن میں نے پھر اس سے اصرار کیا اور یہ طمع
بھی اسکو دی کہ اگر تو اس راز کو مجھ سے سچ سچ بتادیگی تو تیری مراد مجھ سے حاصل ہو جائیگی اور
میں تجکو اپنی بی بی بنا لونگا اسوقت کنیز مذکور نے یہ کہا کہ اگر تو اس بات کا وعدہ کرے کہ اس راز
کو کسی شخص سے ذکر نکرونگا تو میں تجکو بتاتی ہوں کیونکہ میرے آقا نے مجکو قسم دیدی ہے کہ یہ حال
میں کسی سے بیان نکروں میں نے اس سے اقرار کیا تو اس کنیز نے کہا کہ آگاہ ہو میرے مکان میں ۲۰ آدمی اس
وقت مقیم ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہیں اور ان لوگونکی یہ نیت وارادہ
ہے کہ آج کی رات یہ سب لوگ کوفہ سے بصرے چلے جائیں میں نے جب اس کنیز سے یہ حال سنا
تو میں اسیوقت یہاں چلا آیا اور تم سے اس حال کی اطلاع دیدی اس خبر کو سنکر مختار بہت
خوش ہوا اور اسیوقت حکم دیا کہ تین ہزار درہم حیم کو دیئے جائیں مگر وہ ان درہموں کے
قبول کرنے سے انکار کرتا تھا مختار نے یہ کہا کہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تجکو اسکی حاجت
نہیں ہے لیکن اب اسکو قبول کرلو اور اس کی عوض میں اس عورت کو خرید لینا اور پھر عبداللہ

کامل سے کہا کہ بیس آدمی جو امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہیں فلاں شخص کے گھر میں موجود ہیں اور
تم کو اس کی بالکل خبر نہیں ہے خیر تم اسی وقت عمرو حاجب کو ہمراہ لیکر اور نیز فتح اور خیر اور شعر ابن
ابی شعر کو بھی کسی قدر فوج اور پیادہ اور سوار دیکر اس مکان کو گھیر لو اور ان لوگوں کو فوراً گرفتار
کر لاؤ خبردار ان میں سے ایک شخص بھی زندہ بچکر نہ جانے پائے اور ان لوگوں میں سے بعض کے نام
یہ تھے ایک ثابت خضرمی تھا جس نے حضرت عبداللہ ابن حضرت علی علیہ السلام کو شہید کیا تھا
اور دوسرا شخص عبداللہ ابن حسنؑ کا قاتل تھا اور ایک شخص سعد بن محمود بن العود تھا کہ جسنے
حضرت قاسم بن حسنؑ کو شہید کیا تھا اور سعد بن عمر بن تقیل تھا جو قاتل عبداللہ بن حسین علیہم السلام
تھا پانچواں شخص نمیں عروہ ابن عبداللہ ہے اور یہ سب لوگ قاتلان آل رسولؐ ہیں یہ حکم سنکر
عبداللہ اسیوقت ایک مضبوط جمعیت کے ساتھ ان لوگوں کے گرفتار کرنیکو روانہ ہوا اور جیم ان سب
کے آگے آگے تھا اور ننگی تلوار اسکے ہاتھ میں تھی اتفاق سے یہ لوگ جسوقت اس مکان کے دروازہ
پر پہنچے تو وہ کنیز کھڑی ہوئی تھی ان لوگوں کو آتے دیکھکر اور نیز یہ دیکھکر کہ جیم ان سب کے
آگے آگے آرہا ہے فوراً سمجھ گئی کہ یہ لوگ اس مکان کے محاصرہ کی غرض سے آرہے ہیں اس نے
یہ ارادہ کیا کہ مکان میں جاکر اپنے مالک کو اس حال کی اطلاع کرے لیکن جیم بھی کنیز کو دیکھکر
اسکے ارادہ کو سمجھ گیا تھا اس نے دوڑکر اس کنیز کو اول پکڑ لیا اور سپاہیوں کے حوالہ کر دیا اور
پھر جسقدر سپاہی تھے ان میں سے بعض نے اسکے مکان کا محاصرہ کر لیا اور کچھ مکان کے اندر گھس
گئے ادہر جب ان لوگوں کو یہ اطلاع ہوئی اور آگاہی ہوئی تو انکو یہ گمان ہوا کہ مالک خانہ نے
ہمارے حال کی اطلاع مختار کو پہنچا دی چنانچہ اس گمان پر ان لوگوں نے تلواریں کھینچ لیں اول تو
مالک خانہ کو انہوں نے ملکر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور پھر اسیطرح مسلح یہ لوگ باہر نکلے اور بڑی سخت
لڑائی ہوئی یہاں تک کہ فوج مختار نے شکست کھائی عبداللہ کامل نے جو یہ حال دیکھا کہ
اسکے ساتھیوں نے شکست کھائی یہ بھی تلوار لیکر پیادہ ہو گیا اور ان لوگوں پر حملہ کیا اور
ایسی دلیرانہ شمشیر زنی کی کہ یہ لوگ مقابلہ سے بھاگنے لگے اور ادہر جوانان مختار جو اس مکان

کی چھت پر چڑھ گئے تھے وہ بھی حملہ آور ہوئے اور چار طرف سے انکو گھیر لیا اور آخر بڑی لڑائی کے بعد یہ سب
کے سب قتل کر دیئے گئے اور انکے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھا دیئے گئے اور اس واقعہ کے ختم ہونے کے بعد انکے سر
بازار میں سے بنظر عبرت نکالے گئے تاکہ لوگوں کو عبرت اور اطلاع ہو باشندگان شہر کو جب اس واقعہ کی
اطلاع ہوئی، تو وہ جوق جوق گلی کوچوں میں ان سروں کے دیکھنے کیواسطے جمع ہو جاتے تھے اور نہایت خوش
اور بشاش تھے مختار بھی اس خبر کو سُنکر بہت خوش ہوا، اور حکم دیا کہ ان کے نام ایک پرچہ کاغذ پر لکھکر اُن کے
کانوں میں علیحدہ علیحدہ ڈال دیئے جائیں اتنے میں مختار کو یہ اطلاع ہوئی کہ ایک شخص فیض بن حیض عورتوں کے
کپڑے پہنکر اور ایک خر مصری پر سوار ہو کر کوفہ سے فرار ہو گیا، یہ سُنکر مختار نے عبد اللہ کاملؓ کو اسیوقت
اس شخص کی گرفتاری کیواسطے بھیجا چنانچہ عبد اللہ نے اُسے بہت جلد راستہ میں جا کر گرفتار کر لیا اور اسیطرح
عورتوں کے لباس میں جو وہ پہنے ہوئے بھاگا تھا اُسکو لئے ہوئے آیا بازار میں جو دیکھتا تھا وہ اُسپر لعنت کرتا تھا
خلاصہ یہ کہ اُسکو مختارؒ کے حضور میں لائے اور مختارؒ نے اسکی نسبت یہ حکم دیا کہ اس ملعون کو اُلٹا لٹکا دیا جائے
چنانچہ وہیں دار الامارۃ میں اُسکو سرنگوں لٹکا دیا اس سزا سے مختار کا رعب تمام باشندگان کوفہ میں بیٹھ
گیا تھا اور اسکی حکومت کو ایک قوت حاصل ہو گئی تھی، اور اُسوقت سے یہ حال ہو گیا کہ جہاں کہیں حضرت
امام حسینؑ کے قاتل کو پایا فوراً قتل کر دیا گیا چنانچہ اسیطرح بہت سے ملاعنہ قتل ہو گئے مگر چند اشخاص جو
بے حقیقت تھے اور وہ شہر کے مختلف مقامات میں پوشیدہ ہو گئے تھے وہ بچ گئے، اسکے بعد مختار نے تمام
عراق پر کامل طور سے قبضہ کر لیا اور ہر طرف اس ملک میں امن وامان قائم ہو گئی ٭ ٭ ٭

واقعہ سیزدہم آغاز محاربات مختار بہ عبد اللہ ابن زبیر

کہتے ہیں کہ جب مختار نامدار حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں سے پورے پورے طور سے انتقام لے چکا
اور ہر طرف امن وامان ملک عراق میں قائم ہو گیا تو اُسکو ایک اور فکر پیدا ہوئی یعنی اسکو یہ خوف
ہوا کہ ایسا نہو کہ عبد اللہ زبیر سے ہنگامہ آرائی ہو جائے اور وہ اپنی فوج میرے مقابلہ کیواسطے روانہ
کرے اس خیال میں اسکی غرض خاص یہ تھی کہ عبد اللہ ابن زبیر کیطرف جمعیت کثیر ہے ایسا نہو کہ اس
معرکہ میں مجھکو شکست حاصل ہو یہ ظاہر ہے کہ مکہ کی تمام لوگوں نے سوائے بنی ہاشم کے عبد اللہ

ابن زبیر سے بیعت کرلی تھی اور اُسکو خلیفہ برحق رسولخدا کا سبب نے قرار دے لیا تھا اس گروہ
میں جنہوں نے عبداللہ ابن زبیر سے بیعت کی تھی زیادہ تر بنی اُمیہ اور انصار و قریش تھے اور گو
دمشق میں یزید پلید مرچکا تھا اور عبدالملک ابن مروان ابن الحکم حکمران تھا اور تمام ملک شام اور
ایک بڑا حصہ دیار بکر کا اسکے قبضہ میں تھا لیکن عراق بالخصوص عراق عجم پر تمام و کمال مختار قابض
ہوگیا تھا اور اس پورے ملک میں خطبہ اسماء آئمہ معصومینؑ علانیہ جاری تھا اور مختار کی کوشش اور
محنت اور دلیری سے گویا شیعہ مذہب کی ایک مختصر سلطنت اس ملک میں قائم ہوگئی تھی لیکن با
ہمہ خاص حجاز میں عبداللہ ابن زبیر کو تسلط تام حاصل تھا تمام وہ لوگ جو معرکہ ہائے صفین و جمل
میں شریک تھے اور نیز ایک بڑا گروہ اُن اشخاص کا جو حضرت علی علیہ السلام کے سخت دشمن تھے
یہ سب عبداللہ ابن زبیر کے معاون تھے اور اسی وجہ سے عبداللہ ابن زبیر کو مختار سے زیادہ قوت
حاصل تھی فوج بھی اسکے پاس زیادہ تھی اور اسکے علاوہ بڑے بڑے سرداران عرب جو یزید کی زندگی میں
سے ناراض ہوگئے تھے اور نیز اس خیال سے کہ عبداللہ ابن زبیر کی سلطنت جلا گانہ قائم ہونے میں ان
لوگوں کا اقتدار علیحدہ بڑھجائیگا مکہ میں موجود تھے عبداللہ کی والدہ اسماؔ بی بی عائشہ کی حقیقی بہن اور
ابوبکر کی بیٹی تھی جو ایک بڑی مدبر عورت تھی اور خیال کیا جاتا ہے کہ عبداللہ زبیر کی لوگوں نے
جو شرکت کی تھی اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ اسماء لوگوں کو ترغیب و تحریص دیتی تھی اور وہ لوگ جو
جناب امیر علیہ السلام کے دشمن اور عائشہ کے ہوا خواہ تھے وہ اسکے ہر طرح معاون ہوگئے تھے یہ باتیں
ایسی نہیں تھیں کہ جن سے عبداللہ ابن زبیر کو اپنی قوت حکومت پر بھروسا اور اعتماد نہوتا اور
قاتلان حضرت امام حسینؑ جو اکثر مکہ کو فرار کرکے جانا چاہتے تھے اسکا سبب یہ تھا کہ عبداللہ زبیر
خاندان حضرت امیرالمومنینؑ کا دشمن تھا وہ ضرور اُنکے ساتھ ہمدردی کریگا مختار سے جو فساد
ان لوگوں نے کوفہ میں کیا اور جس کے بعد اس گروہ شقاوت پژوہ کا نام و نشان صفحۂ روزگار
سے مختار نے مٹا دیا تو عام طور سے وہ یہی کہتے تھے کہ اسوقت خلیفۂ وقت عبداللہ زبیر ہے اور جب
حجاز بالکل اسکے قبضہ میں ہے تو عراق پر بھی اسکا تسلط سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ ملک بھی اسکا ایک جزو ہے اسلئے

وہ مختار کو دہمکی دیتے تھے اور باشندگان کوفہ کہتے تھے کہ خلیفۂ وقت تو عبداللہ ابن زبیر ہے ہم اسکے
مطیع ہیں اور تیری اطاعت ہم نکرینگے یہ سب ایسے سامان تھے کہ مختار کو جس نے اس بات پر آمادہ
کیا تھا کہ جبتک شیعیان اہلبیت کی جو یہ مختصر سلطنت قائم ہوئی ہے اسکو قوت حاصل ہو عبداللہ
سے مدبرانہ طور پر مصالحت کا سلسلہ قائم کرو اور جہانتک ممکن ہو سر دست اس سے معرکۂ کارزار اور
جنگ و پیکار گرم نہونے پائے، بہرحال جب مختار نے ان سب پہلوؤں پر غور اور لحاظ کرلیا تو اسنے
ایک مراسلہ عبداللہ زبیر کے نام اس مضمون کا روانہ کیا یا امیر جب تو نے میرا کوئی خیال نہیں کیا تو
میں یہاں اس غرض سے چلا آیا کہ اس ملک میں بھی تیرے نام کا خطبہ جاری کروں چنانچہ میں نے
بڑی محنت اور کوشش سے تمام عراق پر قبضہ کرلیا ہے اور مجکو اس ملک پر پورا پورا تسلط حاصل
ہوگیا ہے، لیکن یہ تجکو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اگر یہاں خطبہ کسی حکمران کے نام سے جاری کیا گیا
تو سوائے تیرے نام کے دوسرے کے نام سے میں نہ پڑھونگا جب مختار کا یہ خط عبداللہ زبیر کے
پاس پہنچا تو اسنے اسیوقت مختار کو یہ جواب لکھا کہ اگر درحقیقت جیسا تو نے لکھا ہے تیرا خیال ہے تو
میں اپنا ایک نائب وہاں پر بھیجتا ہوں تو اس ملک کو میرے آدمی کے سپرد کردے اور خود میرے پاس چلا آ
تاکہ لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہوجائے کہ میں اور تو آپس میں متفق ہوگئے ہیں، خلاصہ یہ کہ عبداللہ نے
مختار کے خط کا یہ جواب لکھکر اپنے ملازم عروہ بن عبدالرحمن نام کو بلایا اور اسکو یہ خط دیکر زبانی
حکم دیا کہ تو کوفہ مختار کے پاس روانہ ہو اور اس سے کہنا کہ عبداللہ زبیر نے تجھکو بلایا ہے اور اسکو
اپنے ہمراہ یہاں لے آنا چنانچہ عروہ حسب الحکم عبداللہ زبیر کے مکہ سے مختار کے پاس روانہ ہوا ادھر
مختار کو بھی اس حال کی اطلاع کیگئی اور معلوم ہوا کہ عروہ بن عبدالرحمن فرستادہ زبیر اس کے
لیجانے کے واسطے آتا ہے تو مختار نے زائدہ ابن قدامہ کو جو اسکا ایک خاص رفیق تھا بلاکر یہ کہا
کہ تو ابھی یہاں سے روانہ ہو اور عروہ ابن عبدالرحمن مرسلہ عبداللہ زبیر سے راہ میں جاکر ملاقات کر
اور اسے اپنی طرف سے یہ سمجھادے اور کہدے کہ تجکو کوفہ میں نہ جانا چاہیئے کیونکہ باشندگان کوفہ
عبداللہ ابن زبیر کی حکومت پسند نہیں کرتے اور وہ لوگ ہرگز اس بات کو قبول نکرینگے کہ اس کا

کوئی نائب کوفہ میں آئے اور اس شہر میں داخل ہو اور یہ بات سب جانتے تھے کہ زائدہ اور عروہ
بن عبدالرحمن کی باہم بڑی رسم وراہ اور دوستی تھی اور مختار بھی اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ عروہ
زائدہ کے کہنے سننے سے کبھی باہر نہو گا کیونکہ عروہ کو زائدہ پر بڑا اعتماد اور بھروسہ تھا بہرحال زائدہ
اس حکم سے خوش ہو کر عروہ کے پاس جانے کیواسطے کوفہ سے روانہ ہوا چنانچہ زائدہ تھوڑی دور
شہر سے نکلا تو راہ میں اس کی عروہ سے ملاقات ہوئی عروہ کی نظر جب زائدہ پر پڑی تو اس سے
نہایت تپاک کے ساتھ بغلگیر ہوا اور یہ کہنے لگا کہ کہاں کا قصد ہے زائدہ نے کہا کہ اے برادر
مومن اسوقت حسب رائے مختار تجھے یہ خبر دینے اور نصیحت دوستانہ کرنے کیواسطے یہاں آیا ہوں کہ
جسوقت سے اہل کوفہ کو تیرے آنے کی خبر پہنچی ہے وہ بگڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے متفق ہو کر
قسم کھائی ہے کہ تجکو شہر میں نہ گھسنے دیں گے یہ تجکو بخوبی معلوم ہو کہ مجھے تجھ سے ایک خاص محبت ہے
لہذا میرے دل نے یہ گوارا نکیا کہ تجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچے اور اسلئے میں چلا
آیا کہ تجھے انکے ارادوں اور خیالات سے آگاہ کر دوں اور نیز یہ بھی تجکو واضح ہو کہ کوفہ سے یہاں
تک ایک فوج کا سلسلہ تیری ایذا رسانی کیواسطے جاری ہے جب عروہ نے زائدہ سے یہ حال سنا تو وہ سخت
متردد ہوا اور اُن سے کہا کہ اے برادر کوئی ایسی تدبیر بتا کہ میں صحیح و سلامت یہاں سے واپس چلا
جاؤں یہ سنکر زائدہ قدامہ نے جواب دیا تو اسوقت یہاں سے بخیر و عافیت واپس روانہ ہو میں بھی
ابھی جاتا ہوں اور جہانتک یہ فوج پہنچ گئی ہے حیلہ حوالہ کر کے اُسکو اسی مقام پر روک دونگا چنانچہ
عروہ اسی مقام سے عبداللہ زبیر کے پاس روانہ ہو گیا اور ادہر زایدہ ابن قدامہ مختار کی خدمت میں آیا اور اسنے
یہ سب واقعہ مفصل بیان کیا کہ میں نے اسطرح سمجھا بجھا کر عروہ کو رستہ سے لوٹا دیا مختار کو جب اسطرف سے
اطمینان ہوا تو اُس نے مکرر ایک خط عبداللہ زبیر کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ میں نے ابتک عروہ کا بہت انتظار
کیا کہ وہ یہاں آجائے تو یہ شہر اُسکے سپرد کر دوں لیکن وہ یہاں نہیں آیا بلکہ رستہ سے واپس چلا گیا
اسکو اسطرح واپس چلے جانیکا سبب نہیں معلوم ہوتا شاید وہ کوفیوں سے ڈر گیا جب مختار کا یہ خط عبداللہ
ابن زبیر کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ مختار حیلہ حوالہ کرتا ہے درصل اسکو شہر کوفہ اور عراق کا علیحدہ کرنا

منظور نہیں ہے بس اُسوقت اُس نے حضرت محمد حنفیہؓ کو اپنے پاس بلایا حضرت محمد حنفیہؓ اسوقت مکہ میں تشریف رکھتے تھے اور دنیا اور اہل دنیا سے آپکو کوئی تعلق نہ تھا بالکل خانہ نشین اور عزلت گزین تھے کسی کے نیک و بد سے کوئی غرض اور مطلب نتھا بہت کم مکان سے باہر آتے تھے اور ہروقت عبادت پروردگار اور طاعت کردگار میں مصروف رہتے تھے انہیں رات دن خوشنودی حقتعالیٰ سے سروکار تھا اور یاد جناب باری انکا ورد لیل و نہار تھا حکومت اور دولت دنیا کی انکو بالکل پروا نہ تھی اور کیوں ہوتی آپ اُس بزرگ حضرت علی علیہ السلام کے صاحبزادے بلند اقبال تھے جس نے اس زال مختالہ دنیا کو کمال جوانمردی تین بار طلاق دی تھی اور ہمیشہ نان جو سے اپنی زندگی خدائے تعالےٰ کی عبادت میں بسر کی تھی بہرحال عبداللہ ابن زبیر نے ایک شخص کو جسکا نام قیس تھا اپنے پاس بلایا کہ تو اسوقت جاکر محمد حنفیہؓ کو میرے پاس بلا لا میرا ارادہ ہے کہ جو کچھ مجھپر واجب و لازم ہے وہ انکو بخوبی سمجھا دوں اور کہدوں قیس مذکور کہتا ہے کہ جب میں حضرت محمد حنفیہؓ کے دولتخانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ آپ مصلے پر بیٹھے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت بصد ذوق و شوق فرما رہے ہیں اور ایک نور اُن کے رخ مبارک سے نمایاں ہے اور استقدر عظمت و جلال آپکے چہرہ نورانی سے ظاہر ہے کہ آپکے روئے اقدس پر نظر ڈالتے ہی ایک رعب و ہیبت میرے دل میں بیٹھ گئی آخر میں نے نہایت تعظیم کے ساتھ اُن کو سلام کیا اور یہ مودبانہ عرض کیا کہ یا سیدا امیر عبداللہ نے اسوقت کسی ضرورت خاص کیلئے آپ کو اپنے پاس بلایا ہے میری یہ التماس سنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ اُسکو مجھسے کیا کام ہے اور کیا واسطہ ہے اور وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اور کیا کہتا ہے کیونکہ میں بالکل بد و نیک سے علیحدہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا یاد خدا میں مصروف ہوں اور یہ گھر جسمیں اسوقت میرا قیام ہے خانۂ خدا ہے میں نے دنیا کی ہر ایک خواہش اور چیز سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے قیس نے اس جواب کو سنکر پھر عرض کیا کہ بہرحال اُس نے آپکو بلایا ہے لہذا آپکو تشریف لیجانا مناسب ہے حضرت محمد حنفیہؓ قیس کا یہ فقرہ سنکر اُسیوقت اُٹھے قرآنمجید کو بند کر کے گلے میں پہن لیا یہ قرآن بطور حمائل تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس کے علاوہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

انگشتری انکے ہاتھ میں تھی اور آنحضرت کا عصائے مبارک تھامے ہوئے پیادہ پا اپنے دولتخانہ سے
عبداللہ ابن زبیر کے پاس روانہ ہوئے ہرچند میں نے عرض بھی کیا کہ اے سید گھوڑے پر سوار ہو لیجئے کہ آپکو
تکلیف نہو لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ جزاک اللہ خیرا جب سے میرے بھائی حسینؑ نے میدان کربلا میں
شہادت پائی ہے میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوا ہوں اور شاید اس تقریر سے آپکا مطلب یہ بھی تھا
کہ آئندہ بھی میں گھوڑے پر سوار نہونگا یہ سنکر قیس بھی گھوڑے پر سوار نہوا اور اسنے اپنا گھوڑا
اپنے غلام کے حوالہ کر دیا خود بھی پیادہ پا ہو کر حضرت محمد حنفیہؓ کے ہمراہ روانہ ہوا حضرت محمد حنفیہؓ
چونکہ بہت ضعیف تھے تو ناتوانی کے باعث تھوڑی تھوڑی دور چلکر ٹھہرتے جاتے تھے اور اپنی عصا کے
تکیہ کر لیتے تھے آخر جاتے جاتے جب آپ عبداللہ ابن زبیر کے مکان قریب پہنچ گئے تو اسوقت آپ
نے رخ مبارک آسمان کی طرف کر کے یہ کہا واکفنی عن ظلم الظالمین وشر الحاسدین وکید
الکاذبین یا حنان یا منان یا دیان یا حی یا قیوم اعصمنی بعصمتک اور اسیطرح ہم دونو
چلے جاتے تھے یہانتک کہ جب ہم دروازہ ابن زبیر پر پہنچے تو حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ دوسری دعا
پڑھی یا عالم السر والخفیات یا من السموات بقدرتہ مبنیۃ یا من الارضون بعونہ مدحیۃ
یا من الجبال بمشیتہ مرسیۃ یا من البحار بارادتہ مجریۃ یا من الریاح بجلالتہ بدویۃ
یا من نجی یوسف من رق العبودیۃ اسئلک ان تکشف عنی کل کربۃ وبلیۃ قیس
کہتا ہے کہ جس وقت حضرت محمد حنفیہؓ یہ دعا پڑھ رہے تھے تو میں نے لفظ بلفظ اسکو یاد کر لیا تھا اور
حضرت جب اسکے مکان کی دہلیز میں پہنچ گئے تو بھی آپ آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے تھے یہانتک کہ عبداللہ
ابن زبیر کے دربار میں داخل ہوئے اسوقت عبداللہ کے پاس سب شرفائے مکہ جمع تھے عبداللہ
ابن زبیر حضرت محمد حنفیہؓ کو دیکھکر فوراً تعظیم کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سے بالا دست انکو
بٹھایا اور یہ کہنے لگا کہ میں تم کو حد کے درجہ کا پارسا اور متقی اور عابد و زاہد جانتا ہوں اور بہت
بڑا خداپرست اور خدا دوست سمجھتا ہوں اور یہ بھی یقین ہے کہ میں تم کو صادق القول اور راستگو
جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری ذات سے کوئی اذیت مجھکو نہیں پہنچی ہے لیکن آپ میں بھی

شک نہیں ہے کہ تمہارے دوستوں اور شیعوں کے ہاتھ سے کوئی ایسی اذیت باقی نہیں ہی جو
مجکو نہ پہنچی ہو اور یہ لوگ سوائے تمہارے اور کسی کو نہیں دیکھ سکتے ہیں محمد حنفیہ نے پوچھا کہ
آخر کیابات واقع ہوئی جو تم کو شکایات کا موقع ہاتھ آیا عبداللہ ابن زبیر نے جواب دیا کہ میں بات
کو زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتا ہوں صاف صاف یہ ہے کہ تم اسوقت میری ہاتھ پر بیعت کر لو کہ
میرے معاملات کو اس سے سرسبزی اور رونق ہو جائیگی اور میرا کام مکمل ہو جائیگا محمد حنفیہ نے
اس سے کہا کہ اس سے پہلے جو کچھ میں تجھ سے اقرار کر چکا ہوں میں ابتک اُسپر قائم ہوں اور اُسے
کسی طرح میں منحرف نہیں ہوا ہوں۔ عبداللہ ابن زبیر نے اسکا یہ جوابدیا کہ میں بھی ابھی تک اس
قرار داد پر قایم ہوں اور اس سے رُوگرداں نہونگا لیکن مجکو یہ اندیشہ ہے کہ لوگ تم کو مجھ سے
منحرف اور مخالف نکردیں۔ لہذا یہ ضرور ہے کہ تم اسوقت مجھ سے اس بات کی قسم کھا لو اور بیعت
کر لو کہ میری ساتھ ہمیشہ یکدلی اور اتفاق رکھو گے اور میرے دشمنوں کو مدد نہ پہنچاؤ گے یہ سنکر محمد حنفیہ
نے کہا کہ ای ابن زبیر تجکو خوب اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں جو کچھ زبان سے کہونگا یا کہتا ہوں وہی بات
میرے دل میں ہوتی ہے اسوقت میں بالکل خانہ نشین ہوں تمام مخلوق سے میل جول میں نے
چھوڑ دیا ہے۔ اور میرا دل دُنیائے دوروزہ کی جانب ذرا بھی مائل نہیں ہے اس ارشاد سے
شاید اُن کا یہ مطلب تھا۔ کہ جب میری خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی یہ حالت ہے اور میرے
استقلال اور صداقت دلی کی یہ کیفیت ہے تو کوئی وجہ تیری بےاطمینانی کی نہیں ہے یہ سنکر عبداللہ زبیر
نے کہا کہ تم تو یہ کہتے ہو اور میں یہ کہتا ہوں کہ تمام مخلوق اس کنارۂ دُنیا سے اس کنارۂ دُنیا تک یعنی
مشرق سے مغرب تک کی تمہارے پاس برابر چلی آتی ہے آخر یہ کیا بات ہے اسپر حضرت محمد حنفیہ نے
جواب دیا کہ یہ لوگ جو میرے پاس آتے ہیں تو صرف مسایل حلال و حرام کی تحقیق اور دریافت کرنیکے
لئے آتے ہیں میں خود کسی کو بالخصوص بیعت کے واسطے نہیں بُلاتا ہوں اور اگر میں ایسا کرتا اور
بیعت کی غرض سے لوگوں کو جمع کرتا اور طلب کرتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ اس بابت میں تجھ
سے زیادہ اولیٰ اور مستحق ہوں رہا منصب امامت وہ نہ میرا ہے اور نہ تو اسکی قابلیت رکھتا ہی وہ حق

اور منصب حضرت امام زین العابدینؑ کا ہے میرے واسطے تو یہی کافی ہے کہ اس امامت کیلئے لوگوں نے
میرے باپ و بھائی کیسا کیسا برتاؤ کیا تھا تم کو معلوم نہیں کہ میرے والد بزرگوار جناب رسولخدا صلعم سے بہ نسبت اور
لوگوں کے قرابت قریبہ رکھتے تھے اسکے علاوہ سب سے زیادہ قابل و با لیاقت و صابر بھی تھے اور
تمام اشخاص سے زیادہ عقلمند تھے اور ہر ایک معاملہ میں قرآن سے واقف اور اسکی تاویل و تنزیل و
ناسخ و منسوخ اور منقص اور آیات محکمات و متشابہات سے بھی بخوبی آگاہ تھے باوجود ان اوصاف کے
لوگوں نے انکے ساتھ کیا سلوک اور برتاؤ کیا یہ سب حالات اور واقعات تمکو اور تمام لوگونکو بخوبی معلوم
ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس باعث لوگوں نے میرے بھائی کے ساتھ کیا کچھ کیا اول کوفہ والوں نے انکو
اس مضمون کے صدہا خط بھیجے کہ ہمارا کوئی پیشوا اور امام نہیں ہے اور جب وہ وہاں پہنچے تو صاف اس
بات کا انکار ان لوگوں نے کر دیا کہ ہم نے تو خط بھیجکر تمکو طلب نہیں کیا تھا اور آخر یہانتک نوبت
پہنچی کہ اُن کو شہید کیا اور علی ہذا انکے دوستوں اور ہوا خواہوں اور بھائیوں اور بھتیجوں بلکہ انکے
فرزندوں تک کو قتل کیا اور اُنکے اہل و عیال کو ننگے سر ننگے پاؤں شتران بے کجاوہ و عماری پر بٹھا کر
شام تک لے گئے پس جب میں نے یہ واقعات دیکھے تو بخوبی سمجھ لیا کہ اس اُمت نے کسطرح اور
کسقدر سخت بیوفائی کی آخر میں نے خانہ نشینی اختیار کی اور سب باتوں سے قطع تعلق ہو بیٹھا جب حضرت
محمد حنفیہؓ نے یہ تقریر فرمائی تو عبداللہ زبیر نے کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ درحقیقت صحیح ہے لیکن
پھر کیا سبب ہے کہ لوگ دور دور کے شہروں سے تمہارے پاس آتے ہیں اور میرے پاس کوئی بھی
نہیں آتا ہے اسکا جواب محمد حنفیہؓ نے یہ دیا کہ یہ لوگ جو میرے پاس آتے ہیں میرے باپ کے
حبیب اور معتقد ہیں صرف برس میں ایک دفعہ ہماری زیارت اور ملاقات کو آتے ہیں اور انکی
جو کچھ غرض اور حاجت ہوتی ہے اسکو میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ انکی حاجتوں اور
خواہشوں کو روا کروں پھر عبداللہ زبیر نے حضرت محمد حنفیہؓ سے یہ کہا کہ کیا یہ سب کارروائی تمہاری
نہیں ہے اور کیا تم نے ہی عراق میں مختار کو نہ بھیجا تھا کہ اُس نے میرے کارندوں کو قتل کر ڈالا
اور تمام عراق اور وہاں کے باشندوں کو تباہ و خراب کیا اور اُنکے گھروں کو بے نام و

ونشان کردیا شاید تم یہ سمجھتے ہو گے کہ مجھے ان باتوں کی اطلاع نہیں ہے اور اب میرے سامنے تم یہ کہتے
ہو اور ایسی باتیں کرتے ہو کہ میں نے دنیا سے بے تعلقی اختیار کی ہے اور دنیا کی سب باتوں سے علیحدہ ہو گیا
ہوں اسکا جواب حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ نے دیا کہ مختار خون حضرت امام حسینؑ کا انتقام لینا چاہتا ہے افسوس
ہے کہ تم اسکو گناہ سمجھتے ہو اور معاویہ نے جو خون عثمان کے انتقام کی غرض سے میرے والد بزرگوار سے کیسی
سخت مخالفت اور معرکہ آرائی کی اسکو ثواب جانتے ہو اور حالانکہ تم کو خوب معلوم ہے کہ مجکو ان معاملات
سے کوئی سروکار اور واسطہ نہیں ہے یعنی ہر چند کہ تم کو واقفیت ہے کہ گو مختار انتقام خون حضرت امام
حسین علیہ السلام کے واسطے ہر طرح آمادہ اور مشغول ہے لیکن میں اس بات سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا
اور نہ میری تحریک سے اس کام کو وہ کر رہا ہے پھر بھی مجھ سے تم شک رکھتے ہو یہ کسی مذہب
میں روا نہیں عمر جرم کرے بکر تاوان بھرے تم ناحق مجکو متہم کرتے ہو یہ گفتگو سنکر عبداللہ ابن
زبیر کو بہت غصہ آیا اور حضرت محمد حنفیہ رض سے کہنے لگا کہ میں اسوقت تک تم سے دست بردار نہ
ہونگا اور نہ تم کو چھوڑونگا جبتک کہ تم خود مختار کے نام ایک نامہ اس مضمون کا نہ روانہ کروگے کہ
وہ ان کارروائیوں سے دست بردار ہو کر اپنے گھر میں چپ چاپ ہو کر بیٹھ رہے اور حکمرانی اور
فرمانروائی سے بالکل دست بردار ہو جائے یہ سنکر حضرت محمد حنفیہ رض نے فرمایا کہ مجھپر کچھ یہ واجب
نہیں ہے کہ میں مختار کو اس کام سے جسمیں کہ وہ آجکل مشغول و مصروف ہے منع کر بھیجوں اور اگر
بالفرض محال میں اسکو کوئی خط بھی اس بابت لکھوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ میری تحریر کو قبول و منظور
کرکے اسپر عملدرآمد ہی کرے ممکن ہے کہ نہ قبول کرے خلاصہ یہ کہ دیر تک ان دونوں میں اس قسم
کی باتیں ہوا کیں انجام کار گفتگو بہت بڑھ گئی اسوقت اکثر شرفاء مکہ حاضر تھے لیکن کوئی شخص ان
دونوں کی باتوں میں دخل نہ دیتا تھا سب خاموش تھے اسوقت عثمان ابن شبیہ بھی موجود تھا اور
یہ شخص مکہ میں بہت با عزت اور ذی وجاہت شخص تھا اسنے عبداللہ ابن زبیر کی طرف مخاطب ہو کر
گفتگو شروع کی کہ اے ابن زبیر تجکو اسقدر درشتی اور تندی ایسے شخص سے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ
جو شمشیر اسلام ہے یہ سنکر عبداللہ ابن زبیر نے صاف صاف حضرت محمد حنفیہ رض کی طرف خطاب

کرکے یہ کہدیا کہ میں تم کو اتنی مہلت دیتا ہوں کہ تمہارا سفیر مختار کے پاس کوفہ کو یہاں سے جائے اور ان
سے جواب لے کر واپس آجائے اگر مختار ان باتوں سے جو میں نے کہی ہیں دست بردار ہو گیا تو خیر ورنہ تم کو
قتل کروا ڈالونگا اسکے بعد عبد اللہ کے حکم سے چاہ زمزم پر ایک خیمہ نصب کیا گیا اور حضرت محمد حنفیہؓ کو
اس میں ٹھیرایا گیا اور چالیس سپاہی ان کی حفاظت اور نگرانی کے واسطے متعین کر دیئے آخر حضرت
محمد حنفیہؓ نے قلم دوات منگا کر اس مضمون کا ایک خط مختار کو تحریر فرمایا اما بعد یہ خط محمد ابن علی ابن
ابیطالب کی طرف سے مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کے نام ہے آگاہ ہو کہ عبد اللہ ابن زبیر نے مجھ سے
تعرض کیا ہے کہ مختار کس لئے حضرت امام حسینؑ کے قاتلوں کو قتل کرتا ہے اور یہ جو اسنے مجکو بلایا ہے
اور یہ مجھ سے کہا ہے کہ میں نے تین مہینے کی تجکو مہلت دی ہے کہ اس عرصہ میں تم مختار کو نامہ لکھو اور
اسکو آگاہ کر دو کہ وہ اپنی اس کارروائی سے قطعًا دست بردار ہو جائے اور ورنہ تجکو قتل کروا ڈالونگا
اور چالیس شخص مجھپر متعین مقرر کر دیئے ہیں اور یہ لوگ مجکو مکان تک جانے نہیں دیتے ہیں پس میں نے
تجھکو اپنے حال سے مطلع کیا ہے کہ تو میرے حال پر غور اور خیال کرے، خدا کی رحمت تجھپر ہو اور اسوقت
اس خط پر مہر کر کے اپنے غلام سعد نام کے حوالہ کیا اور اس سے یہ فرمایا کہ تجکو مناسب ہے کہ جہاں تک جلد ممکن
ہو براہ خدا یہیں تو اپنے کو مختار کے پاس پہنچا دے، اور اس خط کا جواب فورًا اس سے لکھوا کر یہاں واپس چلا
آ چنانچہ سعد یہ خط لیکر روانہ ہوا اسطرف عبد اللہ ابن زبیر نے راستہ میں پانچ آدمی اس غرض سے بٹھا دیئے
تھے کہ اگر کوئی خط یا تحریر کسی کے نام پر محمد حنفیہؓ روانہ کریں تو اس قاصد کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ جو کچھ اس
خط کا مضمون ہو اس سے اطلاع حاصل ہو چنانچہ جب سعد غلام حضرت محمد حنفیہؓ کا خط لئے ہوئے ان
لوگوں کے قریب سے گذرا تو ان لوگوں نے اسکو گرفتار کر لیا اور خط کا مضمون معلوم کر کے اس سے
عبد اللہ ابن زبیر کو اطلاع دی اسطرف سعد برابر کوفہ کو چلا جاتا تھا سعد کا بیان ہے کہ مجھ کو
اس سفر میں اس قدر زمانہ گذرا کہ میرے بال بہت بڑھ گئے تھے اور میرے کپڑے بہت
میلے ہو گئے تھے جب کبھی کوئی مجھ سے راستہ میں پوچھتا تھا کہ اے شخص تو کہاں جاتا ہے تو
میں مختارؓ کا نام لے دیتا تھا آخر میں کوفہ پہنچا اور مجھ کو لوگ مختار نامدار کے مکان کے دروازہ

پہرے گئے تو مجھ سے ابو عمر حاجب نے دریافت کیا کہ اے برادر تو کہاں سے آتا ہے میں نے جوابدیا کہ مکہ سے آتا ہوں اور حضرت محمد حنفیہؓ کی تحریر لایا ہوں اتنا سنکر ابو عمر حاجب اپنی جگہ پر خوشی کے مارے اُچھل پڑا اور دوڑکر اس نے میری پیشانی کو بوسہ دیا اور فوراً جاکر مختار نامدار کو یہ اطلاع دی کہ یا امیر حضرت محمد حنفیہؓ کے پاس سے ایک قاصد آیا ہے جسوقت مختار نے حضرت محمد حنفیہؓ کا نام سُنا تو فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھکر مجھ سے خود بغلگیر ہوا اور حضرت کا حال دریافت کرنے لگا اور یہ مجھ سے پوچھا کہ سید کا مزاج کیسا ہے میں نے جوابدیا کہ وہ خیریت سے ہیں اور اس کے بعد میں نے اُن کا خط مختار کے حوالہ کیا سعد کہتا ہے کہ جس وقت وہ خط میں نے مختار کو دیا تو اس نے پہلے اسکو خوب چُوما اور آنکھوں سے لگایا اور پھر اسکو کھولکر پڑھا اور یہ کہنے لگا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اے پروردگار میرے بتحقیق ایسی سخت مشکل درپیش ہے اور ایک ایسا ہولناک واقعہ سامنے آیا ہے کہ جس کی مجھکو ذرا بھی خبر نہیں ہے خدا کی قسم عبداللہ ابن زبیر کے پاس کوفہ کے لشکر میں سے خیل خیل فوج جو سیل کی مانند ہوگی روانہ کرونگا اور اسیوقت مجھکو حمام میں بھیجا وہاں میں نے اپنی حجامت بنوائی اور خط درست کرایا اسکے بعد مختارؓ نے ایک خاص خلعت مجھکو بھیجا کہ اسکو میں نے پہنا اور اسکے ساتھ دو سو دینار مجھے عطا کئے اور یہ کہا کہ اس زر نقد کو صرف کرنا اور مجھکو نہایت اعزاز و احترام سے ٹھہرایا اسکے بعد مختار نے ابراہیم اور ہانی ابن قیس باہلی کو اپنے پاس بلا بھیجا اور اپنے کل سرداران لشکر کو بھی جمع کیا اور جو کچھ قصہ اور واقعہ حضرت محمد حنفیہؓ کا تھا اسکو ان سب لوگوں کے سامنے مفصل اور مشرح بیان کیا اور ان سے یہ کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے مکہ کو ایک لشکر گراں روانہ کروں اسکی تدبیر کرنا چاہیئے اور اس وقت کی گفتگو کا حال بھی کسی شخص کو نہ معلوم ہونا چاہیئے بلکہ اسوقت تک کہ تم وہاں پہنچ جاؤ کسی شخص کو تمہاری روانگی کی اطلاع ہرگز نہونی چاہیئے اور جسطرح ممکن ہو وہاں پہنچکر سید کو اس جراست سے نجات دینا لازمی ہے تاکہ ابن زبیر بھی یہ سمجھے کہ کسی شخص سے معاملہ درپیش ہوا ہے پھر تمام لشکر کو مختار نے ایک جگہ جمع کیا اور اسمیں سے اوّل ایک ہزار سپاہی نہایت دلیر اور مضبوط

چھانٹ کر اُن پر قیس باہلی کو افسر مقرر کر دیا اور اسکو یہ حکم دیا کہ تو ان ہمراہیوں سے مکہ معظمہ کو روانہ
ہو جا اور جب مکہ کے قریب پہنچے تو فلاں مقام پر فروکش ہونا اسکے بعد سو سپاہی بشیر کی ماتحت کئے
کہ تو بھی قیس کے عقب میں روانہ ہو اور اسیطرح پے در پے فوج کوفہ مختار نے مکہ کو روانہ کرنی شروع
کی اور ہانی سے یہ کہدیا تھا کہ اے برادر یہ ضرور ہی کہ اوّل تو مکہ میں داخل ہوتے ہی حضرت محمد حنفیہ رضہ
کو حراست میں سے چھڑا کر نکال لانا اگر کوئی شخص تیرے اس ارادہ میں حارج ہو اور تجکو منع کرے تو تو
اطمینان رکھنا کیونکہ تیرے عقب میں عمر بن طارق آتا ہی اور تم مخالفین کو ایسے ڈھنگ کی باتوں میں
لگائے رہنا کہ کافی مدد تمہاری واسطے یہاں سے پہنچ جائے اور اُسوقت انشاء اللہ تم کو کامیابی اور فتح حاصل
ہوگی سعد کہتا ہے کہ مجکو مختار کی اس سرگرمی اور نہایت دانشمندانہ تدبیر پر بڑا تعجب اور سخت حیرت تھی بیشک اگر
مختار یہ تدبیر نکرتا تو مخالف لوگ حضرت محمد حنفیہ رضہ کو ضرور مکہ میں شہید کر ڈالتے خلاصہ یہ کہ خیل خیل فوج کوفہ سے
روانہ ہو رہی تھی اور جیسا کہ مختار نے حکم دیا تھا یہ سب فوج مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک مقام پر جمع ہوتی جاتی
تھی جسکو بطن کہتے ہیں ہانی کو مختار نے پانسو سوار کی جمعیت سے مکہ کو روانہ کیا عمر بن قیس کہتا ہے کہ میں اس
روز ہانی کے ہمراہ تھا جب ہم لوگ چاہ زمزم کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک خیمہ چاہ زمزم کے
کنارہ پر نصب ہے اُسوقت ہانی آگے بڑھا اور ان سب سپاہیوں سے جو اس خیمہ کی محافظ تھے ایسا
کہا کہ ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد حنفیہ رضہ کو اس خیمہ سے باہر نکال لاؤ کہ ہمیں اُن سے کچھ حال عرض کرنا ہے
اُن مخالفین نے ہانی کے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور یہ جواب دیکر صاف انکار کر دیا کہ حضرت محمد حنفیہ رضہ کو
ہمیں باہر لے جانے کا حکم اور اجازت نہیں ہی اُن لوگوں کا یہ جواب سُنکر ہانی کو بہت غصہ آیا اور پکار کر
اُن لوگوں سے یہ کہا کہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو حضرت محمد حنفیہ رضہ کو خیمہ سے باہر لے آؤ ورنہ میں
زبردستی اندر جا کر اُن کو لے آؤنگا ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم کون ہوتے ہو جو یہ کہتے ہو کہ ہمارے مسلمہ
اور آقا کو خیمہ سے باہر نکال لاؤ ہم جبتک کہ عبد اللہ ابن زبیر کا حکم نہ آجائیگا انکو باہر نہ نکلنے دینگے اور
بغیر اسکے حکم کے ہم انکو باہر نہیں لاتے ہیں ہانی نے یہ سُنکر ان لوگوں سے کہا کہ اگر تم حضرت محمد حنفیہ رضہ کو
خیمہ سے باہر نکال کر نہ لاؤگے تو میں سب کو قتل کر ڈالونگا جسوقت حضرت محمد حنفیہ رضہ نے

ان دونو کی یہ گفتگو سنی تو وہ اٹھکر خیمہ سے باہر تشریف لائے ہانی انکو دیکھکر گھوڑے سے اتر پڑا اور حضرت محمد حنفیہ رض کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور یہ عرض کیا کہ اے آقا مجکو حکم ہو کہ میں مخالفین کو قتل کر ڈالوں اور آپکو یہاں سے نکالکرلے جاؤں اسمیں آپ کیا فرماتے ہیں حضرت محمد حنفیہ رض نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ پناہ خدا کی اس بات سے کہ تم کسی شخص کو حرم خدا میں قتل کرو ابھی یہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبداللہ ابن زبیر کو بھی اس بات کی اطلاع ہوگئی کہ ایک فوج عراق سے آئی ہو اور اسنے حضرت محمد حنفیہ کو چھوڑا لیا ہے اور اس فوج کا ارادہ ہی کہ انکو اپنے ہمراہ عراق لیجائے یہ سنکر اسیوقت عبداللہ ابن زبیر اپنے سپاہیوں اور عزیزوں کو ہمراہ لیکر سوار ہولیا اور یہ خبر تمام مکہ میں پھیلگئی کہ ایک فوج عراق سے حضرت محمد حنفیہ کی اعانت اور مدد کیواسطے آپہنچی ہے لوگ اس خبر سے بہت خوش ہوگئے اور اس مقام پر جوق جوق جمع ہوجاتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اسکا انجام کیا ہوتا ہی اس زمانہ میں عبداللہ ابن عباس رض نابینا اور بوڑھے ہوگئے تھے انہوں نے بھی اس خبر کو سنا تو انہوں نے اپنے غلام عکرم نام سے فرمایا کہ مجکو یہاں سے چاہ زمزم پر لیچل یہاں سب لوگ چپ بیٹھے ہوئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اب عبداللہ ابن زبیر اور حضرت محمد حنفیہ رض میں کیا گفتگو ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ جب ابن زبیر حضرت محمد حنفیہ رض کے پاس پہنچا کہ مجھ سے تم نے اسلیئے مہلت اور امان مانگی تھی کہ فتنہ وفساد برپا کرادو حضرت محمد حنفیہ رض نے فرمایا معاذاللہ کیا میں فساد انگیز اور فتنہ پرداز ہوں سب کو یہ معلوم ہے کہ کون فتنہ انگیزی کرتا ہے عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ یہ طعن تم نے گویا مجھپر کیا حالانکہ تم نے خود مختار کو خط لکھکر بھیجا اور اس سے فوج منگوا بھیجی محمد حنفیہ رض نے کہا کہ میں نے ہرگز یہ کام نہیں کیا ہے اور نہ میں نے اسکو یہ لکھا تھا کہ مجکو تو فوج بھیجدے تجکو چاہیئے کہ مجھ سے ہر طرح مطمئن رہ کیونکہ میں ایسا شخص ہوں کہ جس نے دنیا پر لات ماردی اور مجکو اسکا خوب علم ہی کہ موت وقتاً فوقتاً میری جانب بڑھتی چلی آتی ہے اور جو میرا یہ خیال نہوتا تو ضرور تھا کہ میں اس بات کو اختیار کرلیتا یعنی اپنی حکومت اور فرمانروائی کو قائم کردیتا کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ میں یہاں کے اکثر اشخاص سے افضل ہوں عبداللہ ابن زبیر کو حضرت محمد حنفیہ رض کی اس جواب پر بہت غصہ آیا اور یہ کہنے لگا کہ اگر تمہارا یہی خیال ورد عوی

ہے تو میں تم سے اُسوقت تک دست بردار نہونگا جبتک کہ تم میری ہاتھ پر بیعت نکرو گے ورا س بات کی گواہی ندے دو گے کہ میں حکومت کیواسطے زیبا اور شایان ہوں اور اگر تم میرا س کہنے کے موافق نہ کرو گے تو تم کو بھی وہ دن نصیب ہوگا جو تمہارے بھائی امام حسینؑ کو ہوا ہی جب ہانی ابن قیس نے ابن زبیر کی زبان درازی سنی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور طیش میں آکر عبداللہ ابن زبیر سے کہنے لگا کہ اے ابن زبیر تو محمد حنفیہؓ کا کچھ بھی نہیں کرسکتا ہی وہ ہرگز تیری بیعت نکرینگے اور بیشک امر حکومت کے واسطے تجھ سے ہر طرح زیادہ تر شایان اور لائق ہیں کیونکہ وہ کتاب خدائے عزّ وجل کی زکات سے تیری نسبت بہت زیادہ واقف ہیں اور علیٰ ہذا پیغمبرؐ سے جو شرف قرابت انکو حاصل ہی وہ بھی بہ نسبت تیرے کہیں زیادہ ہے اس تقریر کا عبداللہ نے ہانی کو یہ جواب دیا کہ تو مجکو اس فوج سی جسپر تجکو غرہ ہے ڈراتا ہے میں اول تجھی کو گرفتار کرکے قید خانہ میں مع تیرے رفقا کے بھیجدونگا اور پھر یہ دیکھونگا کہ تجکو کون رہائی دلا سکتا ہے ابھی یہ لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ کوفہ سے عمر ابن طارق سواران جرار کی ایک فوج آراستہ کے ساتھ جو ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے شعلۂ آتش کی طرح اس موقع پر پہنچگیا اُسوقت ساکنان مکہ میں ایک غلغلہ پڑگیا کہ کوفہ سے ایک اور فوج آگئی ابن زبیر نے جو طارق اور اسکے ہمراہیوں کو دیکھا تو سخت حیران ہوا اتنے میں طارق ہانی کے پاس پہنچگیا اور بڑھکر نہایت ادب کے ساتھ اسنے حضرت محمد ابن حنفیہؓ کو سلام کیا حضرت نے اسکے سلام کا جواب دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے دلیرو اپنی تلواروں کو میان میں کرلو یہ سنتے ہی فوراً محمد حنفیہ کے حکم کی تعمیل کیگئی اس عرصہ میں عمر ابن حارث اپنے گروہ کے ساتھ نیزے ہاتھوں میں لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا اسوقت یہ لوگ کہتے تھے اور آپس میں اس قسم کے تذکرے کرتے تھے کہ عبداللہ ابن زبیر پر ادبار آگیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کا زمانہ حکومت ختم ہوگیا ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ طفیل جو ایک بڑا دلیر آدمی تھا مع اپنی فوج کے اسیطرح ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے پہنچگیا اور ان لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ جاری تھا کہ یا آل ثارات الحسین بن علی علیہما السلام ہاں تم لوگ دل قوی رکھو اور ان سگان ناپاک سے کوئی خوف اور اندیشہ نکرنا چاہیئے اور اسکے بعد یہ لوگ گھوڑوں سے اُترکر پیادہ پا

ہو گئے اور سب نے بڑھکر حضرت محمد ابن حنفیہ رضؓ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور یہ عرض کرنے لگے کہ اے آقا آپ عبد اللہ ابن زبیر کی بابت کیا حکم دیتے ہیں ان لوگوں نی ابھی اپنی گفتگو ختم بھی نہیں کی تھی کہ محرر بن قیس مع اپنے گروہ کے نہایت مسلح اور سامان جنگ سے آراستہ کوفہ سے یہاں آن پہنچا یہ سب لوگ سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور اشہب گھوڑوں پر سوار تھے اور سب کے کاندھوں پر گرز رکھے ہوئے تھے کہتے ہیں کہ محرر کی آواز نہایت اچھی اور خوش لہجہ تھی اور وہ اسوقت ایک موثر الحان میں یہ آیت پڑھتا تھا وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ یعنی راہ خدا میں جہاد کرو جو کہ حق جہاد کرنیکا ہے محرر کے بعد اور ایک سردار مختار العامر ابن عامر اپنی فوج جرار لئے آپہنچا لیکن سب کی سب فوج نہایت عمدہ قسم کے تیر و کمان سی مسلح تھی مکہ کے لوگ اس فوج کو اسطرح آراستہ دیکھکر نہایت متحیر تھے اسوقت عبد اللہ ابن زبیر نے کہا کہ اے ہانی تو جو اپنے لشکر کو اسطرح جوق جوق کر کے یہاں لایا ہے تو کیا میں تیری فوج سے ڈر جاؤنگا لیکن تو نے ہمارا حال نہیں سُنا ہے اور مجھ سے تو واقف نہیں ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ ہزار اور دو ہزار سوار ایسے ہیں کہ جیسی بھیڑوں کا گلہ بھیڑئیے کے مقابلہ میں ہوتا ہے یہ سُنکر ہانی نے کہا کہ تو یہ فضول گوئی کرتا ہے اور غلط کہتا ہے مرد وہ ہے جس سے کوئی کام ظاہر ہوتا ہے تو لوگ اسکی خود ہی تعریف کیا کرتے ہیں نہ یہ کہ تو اپنی تعریف اپنی زبان سے کرتا ہے میں تجکو لڑائی کی مہلت نہ دونگا یہ سُنکر ابن زبیر کو ہانی پر بہت غصہ آگیا اسنے اسیوقت تلوار میان سے نکال لی اسکے سب رفیقوں نے بھی تلواریں میان سے نکال لیں اور صف بستہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے عبد اللہ ابن زبیر کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی معرکہ آپڑا تو اہل مکہ میری شراکت کرینگے اور مجکو ہر طرح کی مدد پہنچائینگے لیکن یہ خیال اُسکا غلط تھا کیونکہ اہل مکہ کا رجحان زیادہ تر ہانی اور حضرت محمد حنفیہ رضؓ کی طرف تھا بہر حال جب ہانی نے ابن زبیر کی یہ کارروائی دیکھی تو وہ بھی لڑائی پر کمربستہ ہو گیا اور اُسنے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا وہ یہ کہ صفیں لڑائی کیواسطے قائم کرلیں اور ہانی کی آواز بہت بلند تھی لہذا اُسنے پکارکر یہ فقرہ حاضرین سے کہا کہ اے اہل مکہ تم ہم لوگوں میں سے اسوقت علیحدہ ہو جاؤ تاکہ دھوکہ میں مارے نہ جاؤ کیونکہ تم لوگ خانۂ خدا کے رہنیوالے ہو یہ فقرہ سُنکر اہل مکہ اسیوقت وہاں سے

ہٹ کر متفرق ہو گئے اُسوقت عبداللہ ابن زبیر کو اپنی غلط فہمی معلوم ہوئی اور اہل مکہ کی اس
کارروائی کو دیکھ کر وہ نہایت دلشکستہ ہو گیا کہ وہ لوگ یہاں سے چلے گئے اور اُنہوں نے
ابن زبیر کی کوئی مدد نہ کی اسکے بعد ہاشی نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھے اور عبداللہ ابن زبیر
کی فوج پر حملہ کرے حضرت محمد حنفیہؓ ان لوگوں کے اس ارادہ کو دیکھکر فوراً درمیان میں آگئے اور
انکو منع کیا کہ معرکہ آرائی اور خونریزی خانۂ خدا میں ہو اُسوقت ایک اور اتفاق ہوا کہ مختار نامدار کا سپہ
سالار یہاں پہنچگیا اسکے ساتھ طبل وعلم اور دو ہزار نہایت چیدہ اور بہادر سپاہی تھے عبداللہ
ابن زبیر نے جو اس فوج کو دیکھا تو سخت متحیر ہوا ادہر حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر
یہ ارشاد فرمایا کہ اے بھائیو خانۂ خدا میں ہنگامہ اور جنگ نکرنا چاہیئے اس ارشاد پر دوستان مختار جرار
و فدائیان جناب حیدر کرار سب ایجگہ ٹھہر گئے اسمیں شک نہیں کہ اگر حضرت محمد حنفیہؓ اُسوقت
درمیان میں نہ آجاتے تو مکہ کے اندر بڑی خونریزی ہوتی اور ہزارہا آدمی طرفین کے قتل ہو جاتے
ابن زبیر نے جب یہ دیکھا کہ اسقدر فوج حضرت محمد حنفیہؓ کی مددگار اور تحت فرمان ہے تو وہ اس مقام
سے اُٹھکر اپنے قیامگاہ کو لوٹ گیا یہاں محمد حنفیہؓ نے ہاشی سے یہ امر ارشاد فرمایا کہ تمہارا سپہ سالار
کون ہے اسنے عرض کیا کہ ظبیان بن عمر ہمارا سپہ سالار اور افسر اعظم فوج ہے ظبیان نے
اُسوقت نہایت ادب کے ساتھ حضرت محمد حنفیہ سے عرض کیا کہ اے آقا اگر آپ لڑائی کی اجازت عنایت
فرمائیں تو میں اسیوقت عبداللہ ابن زبیر کو مکہ سے نکال باہر کروں اور آپکو مسند خلافت پر بٹھا دوں
کیونکہ آپ اس سے زیادہ اس منصب جلیل کے مستحق ہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے ظبیان کے اس التماس
پر ارشاد کیا اے بہادر بارک اللہ فیک یعنی خدا تجکو برکت عنایت فرمائے واضح ہو کہ کچھ بھی ہو ہم
مکہ میں اگر مقیم رہینگے تو یہ لوگ ہمارے ساتھ ویسا ہی سلوک اور برتاؤ کرینگے جیسا میرے بھائی کے ساتھ
کیا ہے اے ظبیان آگاہ ہو اگر خدا کے برتر کے نزدیک اس جہان ناپائدار کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی
تو کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی پانی کا نہ ملتا اب میرے نزدیک سوائے اسکے اور کوئی
تدبیر اور چارہ نہیں کہ تم کوفہ کو لوٹ جاؤ خدا تمہارے لئے تمہاری اس تکلیف اور رنج کو ضائع

نکری اسکے بعد حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یقین اور اُمید ہے کہ اب عبداللہ ابن زبیر
میرے کسی حال پر معترض نہوگا اور ہمکو کوئی نقصان نہ پہنچائیگا یہ سُنکر ظبیان نے عرض کیا کہ اے
آقا میں تو حضور کا بہرحال مطیع حکم اور فرمانبردار ہوں یہ کہکر صف جنگ سے لپٹے فیا مگاہ کو جو مکہ
کے قریب تھا واپس چلا گیا یہ مقام بطحا مکہ میں تھا اسکے بعد عبداللہ ابن زبیر نے تمام شرفاء مکہ کو جمع
کیا اور اُن سے یہ مشورہ کرنے لگا کہ اب حضرت محمد حنفیہؓ کے واسطے کیا تدبیر کی جائے اور نیز شکایت
کی کہ مجکو تم سے ایسی اُمید نہ تھی جو تم نے میرے ساتھ اس موقع پر برتاؤ کیا ہے اور اگر ایسا ہی تم
لوگوں کا خیال اور ارادہ تھا یا تم لوگوں کا یہی حال ہے تو پھر مجھ سے بیعت تم سب نے کسلئے لی تھی
اسکے جواب میں اہل مکہ نے کہا کہ ہم تیری بیعت میں اسطرح مستقل اور مستحکم ہیں ہم کو یہ امر معلوم تھا کہ فرزند
حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ حضرت محمد حنفیہ کا احترام و وقار تمہاری نگاہ میں بہت کچھ ہے اور تم انکے
ساتھ معرکہ آرائی یا لڑائی کو گوارا نکروگے اور دوسری یہ بات ہی کہ اگر ہم سچ کہیں تو تمکو برا معلوم ہوگا
کہ اگر محمد حنفیہؓ اسوقت ذرا بھی چاہتے تو خود تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھی تھے سبکو قتل کروا لیتے
لیکن سید یعنی حضرت محمد حنفیہؓ ایک مرد خدا پرست ہیں انہوں نے اس بات کو دوا نرکھا کہ خانہ خدا میں
خونریزی ہو اسکے سوا اُسکو ذرا بھی خلافت کی طمع یا خیال نہیں ہے اور اگر اس کا یہ دعوے اور
ارادہ ہوتا تو وہ تجھ سے زیادہ اس منصب بزرگ کا مستحق تھا اے ابن زبیر تو اُنکی جانب سے ہر طرح
کا اطمینان رکھ کیونکہ اُس سے اس قسم کی کارروائی ہرگز مقصود نہیں ہے اگر تو ہماری صلاح مانے تو اُ
اس سے مصالحہ کر لے کیونکہ صلاح وقت یہی ہے ان لوگوں کی یہ رائے عبداللہ ابن زبیر نے قبول کر لی
اور اُن سے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں کی صلاح ہے میں اسی پر کاربند ہوں گا چنانچہ سب شرفاء
مکہ عبداللہ ابن زبیر کے مکان میں جمع ہوئے اور اس غرض سے ان کی فراہمی تھی کہ عبداللہ ابن
زبیر اور حضرت محمد حنفیہؓ میں باہم صلح کرادیں پس اسطرف زبیر اور اسکے سب بھائی جعفر ابن زبیر
اور منذر اور محمد ابن زبیر اور عثمان ابن سلیمہ اور سرداران خوارج اور سب شرفاء مکہ ایک طرف بیٹھے اور
حضرت محمد حنفیہؓ اور ظبیان اور ہانی ابن قیس اور عمر بن طارق اور باقی عمائد کوفہ جو مختار نامدار کے

پاس سے آئے تھے ایک طرف بیٹھے اور اس مجمع میں عبداللہ ابن عباس ایک طرف بیٹھے بعد اسکے سب
عبداللہ ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور انکو گویا حکم یعنی مرجح قرار دیا پس عبداللہ ابن عباس نے
اسوقت اس مجمع کثیر کے سامنے نہایت فصاحت و بلاغت کیساتھ تقریر دلپذیر زبانی کہ اس خدا
بزرگ و برتر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جسنے ہمکو عالم نیستی سے صفحہ ہستی پر ظاہر کیا اور خلق فرمایا اور ہم
میں سے ایک شخص کو جو لائق اور افضل تھا اسکو رسالت اور پیغمبری عنایت فرمائی اور اسکے شرف جلالت
کے طفیل اور واسطہ میں ہمکو اعزاز و وقار عنایت فرمایا اور اسکی امت کو سب پہلی امتوں پر بزرگی اور
فضیلت عنایت فرمائی اور پھر تمام مخلوقات سے اسکی اہلبیت کو افضلیت اور شرف عطا کیا خاصکر
اس رسول مقبول کے چچازاد بھائی کو فضیلت عنایت فرمائی کہ وہ سید الوصیین اور امام المتقین ہیں
یعنی حضرت علی ابن ابیطالب امیر المومنین کو کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور انکے
فضائل سے ہر شخص آگاہ ہے اور وہ سب سے زیادہ زاہد اور سب سے زیادہ عالم اور جوانمرد تھے اور وصی
رسول اور زوج بتول تھے اور راستگو اور راست کردار تھے اور عامہ مخلوق کیواسطے نہایت مشفق و
مہربان اور کرم کرنے والے اور رحیم تھے اور انکا سر عقل سے مرکب تھا اور آنکھیں عبرت سے مخلوق تھیں اور
ان کی زبان سراسر حکمت تھی اور کان لطافت سے مملو تھے اور ان کے بازوؤں کی ترکیب شجاعت
سے پر تھی اور ہاتھ کفایت سے مرکب تھے اور انکی پشت توکل کا سرچشمہ تھی اور انکے پاؤں طاعت
الہی میں مصروف و قدم خدمتگذاری و راہ خدا میں سرگرم تھے اور انکی اصل عصمت سے انکا جسم سرتا
پا طاہر و پاکیزہ تھا اور انکا نام علی مرتضی تھا یہ شخص خدا کا ولی اور مصطفے کا وصی تھا خدائے برتر و
یگانہ نے قرآن مجید میں اسکو یاد فرمایا ہے اور اسکی تعریف کی ہے قولہ تعالی یوفون بالنذر و یخافون
اور ایک جگہ فرماتا ہے انما انت منذر و لکل قوم ہاد اور دوسرا حکم فرماتا ہے و یطعمون
الطعام علی حبہ اور ایک مقام پر فرماتا ہے انما نطعمکم لوجہ اللہ اور ایک جگہ ارشاد ہے انما
یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت اور ایک مقام پر یہ فرمایا ہے ان السمع والبصر
والفواد اور ایک جگہ قرآن مجید میں ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم : عم یتساءلون

اور پھر ایک مقام پر ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی اسیطرح خدائے بزرگ
نے ایک سو اسی آیات میں حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور
جلالت کو یاد فرمایا ہے اور اسکے بعد انکے فرزند یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین
علیہ السلام یہ دونو بھائی حضرت فاطمہؑ دختر جناب رسولخدا صلعم کے صاحبزادے ہیں اور ان
کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ امام برحق ہیں کہ جو تمام روی زمین سے علوم و فنون اور زہد و
اتقا میں برتر ہیں اور باایں ہمہ اس اُمت جفا کار نے جو کچھ ان سے سلوک کیا ہے کسی کے ساتھ ایسا
کیا ہوگا اور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو شہید کیا اور انکے فرزند حضرت امام حسنؑ کو زہر دیا اور انکے
دوسرے فرزند کو کربلا کے میدان میں بہتّر آدمیوں کی ساتھ کہ سب انکے فرزند عزیز اور دوست تھے
شہید کیا خدا کی قسم کہ اس اُمت نے انکے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی اللہ تعالے حضرت محمد مصطفے صلے اللہ
علیہ و آلہ پا اپنی رحمت نازل کرے اسکے بعد عبد اللہ ابن عباسؓ نے یہ تقریر کی کہ اے اہل مکہ آگاہ
ہو کہ ہمارے پیغمبرؐ نے حدیبیہ میں کفار قریش سے صلح کی تھی اور حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ
نے معاویہ سے صلح کی تھی اور یہ تم لوگ بخوبی جانتے ہو کہ حضرت محمد حنفیہؓ حضرت علیؑ کے فرزند ہیں،
اور ان کے ماں باپ شرافت اور حسب اور جلالت نسب میں سب سے افضل ہیں اور اگر ان کا ارادہ
حکومت کا ہوتا تو وہ ضرور انکو میسر ہو جاتی اور جو شخص اسوقت طالب دُنیا ہے وہ ظاہر ہی کہ کون ہے،
عبد اللہ ابن زبیر کو ابن عباسؓ کا یہ فقرہ نہایت بُرا معلوم ہوا اور اس نے اہل مکہ کی طرف رُخ کر کے
کہا کہ آگاہ ہو کہ تجھ میں اور اس بوڑھے میں جو اندھا ہے کبھی صلح نہ ہوگی کیونکہ یہ شخص راہ راست سے
پھر گیا ہے اور میرا مخالف ہے اور اس قسم کی باتوں سے ہم کو رنج اور ایذا پہنچاتا ہے، ہم لوگ زبیر کی
اولاد اور اسکے فرزند ہیں، نیکو نسے نیکی کرتے ہیں اور خطا واروں کے قصور اور خطا سے درگزر کرتے
ہیں، یہ شخص میری غیبت میں دشمنی کرتا ہے اور میرے سامنے دوستی کی باتیں بناتا ہے اس اندھے سے
نہ مجھکو اور نہ تم کو نیکی کی کوئی اُمید رکھنی چاہیے اگر یہ شخص راست ہوتا تو حضرت علیؑ کا شریک ہو کر
جنگ جمل میں حضرت عائشہ سے کہ حضرت رسولخداؐ کی بی بی تھی مقابلہ نکرتا اور نہ ہمکو ایسی ناسزا

باتیں کہتا اخیر میں نے اس شخص کی ان باتوں سے اسوقت درگزر کی کیونکہ یہ ایک بوڑھا شخص ہے اور اس کی عمر قریب الاختتام ہے اور بدحواسی کے باعث قلم تکلیف اس سے اٹھا لیا گیا ہے اور یہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ ہم لوگوں سے اسوقت کیا کہہ رہا ہے عبداللہ ابن عباس رض نے جب ابن زبیر کی یہ تقریر سنی تو تبسم کیا اور غلام کو حکم دیا کہ ذرا مجکو آگے کو لے چل تاکہ اس کی تقریر کا میں بھی جواب دوں اور پھر ابن زبیر کی تقریر کا اسطرح عبداللہ ابن عباس رض نے جواب دیا کہ اے ابن زبیر یہ جھوٹ جو تو نے میری نسبت بکا ہے میں اس سے دلتنگ نہیں ہوا اور نہ مجکو کوئی ملال ہے، چونکہ الحق مر مشہور ہے اور سچ سے بیشک تمہارے تن بدن میں آگ لگے گی، مجکو کیا پروا ہے حیف تیری آنکھوں میں سیاہ پانی اتر آیا ہے تو نے جو یہ کہا کہ میں تیری دوستی اور محبت سے پھر گیا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجکو کبھی اور کسی حال میں دوست نہیں رکھتا تھا، اور حضرت علیؑ کے جو فضائل اسوقت میں نے بیان کئے تو یہ کچھ ریا اور مکر سے میں نے نہیں بیان کئے ہیں بلکہ جو کچھ میں نے کہا ہے قول خدائے کریم کی بموجب کہا ہے لیکن بوجہ اس کے بغض اور دشمنی کے جو تجکو حضرت علیؑ سے ہے تو انکی تعریف کسیطرح سننا گوارا نہیں کرتا اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کچھ سچی بات ہے وہ تیرے نزدیک غلط اور دروغ ہے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان رہا یہ امر کہ تو مجکو میری نابینائی کا طعنہ دیتا ہے آگاہ ہو کہ کوئی تو ظاہری آنکھوں سے نابینا ہوتا ہے اور کسی کا دیدۂ دل کور ہوتا ہے پس تو اس قسم کا شخص ہے کہ جس کا دیدۂ دل نابینا ہے، اور یہ جو تو نے ام المومنین اور ان دو برگزیدگان حضرات کا ذکر کیا پناہ بخدا میں نے ہرگز عائشہ سے جنگ نہیں کی، بلکہ عائشہ امیر المومنین علی علیہ السلام سے مقابلہ کیلئے آمادہ ہوئی، چونکہ میں امیر المومنین علی مرتضیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ دیندار و مطہر و احق جانتا تھا اور اب جانتا ہوں ان کا ساتھ دیا وہ ہرگز ہرگز بناحق کبھی کے ساتھ ستیز و پیکار کو روا نہ رکھتے تھے اور میں نے حق جانکر حضرت علیؑ کا ساتھ دیا اور ہنگامۂ جنگ و پیکار واقع جمل[1] میں شریک ہوا، اور بی بی عائشہ سے مقابلہ پیش آیا، اس میں میری کیا خطا ہے، پس تو یہ بات دو حال سے خالی نہ تھی جس

[1] یہ جنگ بصلاح و مشورۂ طلحہ و زبیر کے واقع ہوئی اور کیونکہ وہ بیعت مرتضوی توڑنے کے بعد بی بی عائشہ کی آڑ میں خلافت کے مدعی تھے،

جماعت سے کہ تم نے مقابلہ کیا تھا یعنی وہ جماعت جو حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کے ساتھ تھی وہ یا تو مومن تھی یا مشرک اگر وہ درحقیقت اہل ایمان اور خدائے برتر کے شناسا تھے تو تم نے اُن سے کیوں مقابلہ اور جنگ کی تھی اور ان میں سے جو لوگ تمہارے ہاتھ سے مارے گئے تو ان کا عذاب اور اُن کا خون خدائے عزّ و جل کی طرف سے تمہارے سر پر واجب ہے کیونکہ وہ خدائے برتر فرماتا ہے من یقتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم خالدین فیہا اور اگر وہ لوگ جن سے جنگ میں تم لوگ مقابلہ کرتے تھے مشرکین میں سے تھے تو یہ اور سخت گناہ تم سے سرزد ہوا مشرکین کی لڑائی اور ان کے مقابلے سے بھاگ گئے اس صورت میں بھی عذاب خدا تم پر واجب ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ عائشہ نے جو وہ مقابلہ اور جنگ حضرت امیرالمومنینؑ سے کی تھی اس سے توبہ کرلی تھی اور استغفار کی تھی اور بہت روئی تھی اور نہایت نادم اور پشیمان تھی جس وقت عبداللہ ابن زبیر نے یہ تقریر دلپذیر اور موثر عبداللہ ابن عباسؓ سے سنی تو گویا زمین میں فرط ندامت سے گڑ گیا تھا اسکے چہرہ کی رنگت زرد ہو گئی تھی اور بالکل چپ ہو گیا تھا اور پھر ایک حرف بھی اس کی زبان سے نہ نکلا جب عثمان بن شیبہ نے دیکھا کہ ابن زبیر اسوقت نہایت نادم اور خجل ہے تو اُس نے اس وقت تقریر کرنی شروع کی یہ شخص طلاقت لسانی رکھتا تھا اس نے عبداللہ ابن عباسؓ کی طرف رُخ کرکے یہ کہا کہ یا شیخ تم عالم زمانہ ہوا ور سب لوگ تم کو مانتے ہیں تم کو خوب معلوم ہے کہ طلحہ و زبیر نے خطا کی تھی کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مقابلہ کیا تھا اور اُن سے لڑائی کیواسطے گئے تھے اور گناہ ان دونوں سے سرزد ہونا کوئی تعجب کا محل نہیں ہے خیر اب ہم دوسری بات چھیڑنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ قضیہ فیصل ہوا اور یہ قصّہ اور جھگڑا دفع ہو اور محمد حنفیہؓ اپنے مکان کو واپس چلے جائیں یہ سُنکر عبداللہ ابن عباسؓ نے عثمان کی طرف متوجہ ہوکر اسکی بات کا یہ جواب دیا کہ اے پسر سعد میں نے خود تقریر کو ختم کردینا چاہا تھا لیکن خواہ مخواہ مجکو زیادہ بیان کرنے پر اُن لوگوں نے آمادہ کردیا بس مرد وہی ہے کہ جو کسی کی بات کا جواب دینے سے خوف نہ کھائے اور جو کچھ صحیح صحیح ہو اسکو بےکم و کاست بیان کردے کہ اسکی عزت و آبرو قایم رہے اور اسکم

[illegible] حاصل ہو یہ سُنکر سب لوگ اُٹھے اور عبداللہ ابن عباسؓ کو وہاں سے اُٹھا کر ایک جگہ پر بیٹھ گئے اور اُس میں ہر قسم کی گفتگو ہوتی رہی آخر کار یہ قرار پایا کہ جسطرح ممکن ہو ان دونوں کا باہم مصالحہ کرا دیں تاکہ محمد حنفیہؓ یہاں سے بخیر و عافیت اپنے گھر کو جائیں اور امن و اطمینان سے اپنے مکان پر قیام کریں آخر عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھائی کہ میں ہرگز حضرت محمد حنفیہؓ سے کوئی برائی نکرونگا اور چاہے وہ مکہ معظمہ میں مقیم رہیں یا مدینہ منورہ جاکر بود و باش اختیار کریں انکو اختیار ہے میں انمیں کچھ دخل ندونگا اور جو حاجت حضرت محمد حنفیہؓ کی ہوگی وہ پوری کیجائے گی اسکے بعد عبداللہ ابن زبیر یہ کہنے لگا خدا عالم ہے کہ میں نے حسینؑ بن علیؑ کو بڑے اصرار سے منع کیا تھا کہ مکہ سے باہر نجائیں اور یہاں ہی قیام کریں میں اپنی جان تک اُنپر قربان کر دیتا لیکن اُنہوں نے میرا کہنا کسی طرح سے نہ مانا اور یہاں سے چلے گئے اور جب انکی شہادت کی خبر میں نے سُنی تو ان سب لوگوں کو جو اسوقت موجود ہیں معلوم ہے کہ میں نے منبر پر جا کر انکے کسقدر فضایل بیان کیے تھے اور انکے ماتم میں سوگوار اور غمگین رہا میں انکو بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں اور یہ جو میں نے محمد حنفیہؓ کے واسطے کچھ لوگ محافظ مقرر کر دیے تھے اسمیں ایک خاص میری مصلحت تھی لیکن شکر خدا کہ انجام بخیر ہوا اور میں نے کبھی آل رسولؐ اور اولاد علیؑ پر دست درازی نہیں کی اور نہ آئندہ مجھ سے ایسا امر ہوگا خاصکر اس سید جلیل کی بابت چلو قصہ طے کرو اب ہم سب اس سید سے معافی طلب کریں اور تم لوگ ان سے میری سفارش کرو کہ وہ میرا قصور معاف کر دیں اور مجھکو میری خطائیں بحل کر دیں واے ہے اُسپر کہ جسکے قیامت کے روز خدا و رسول دشمن ہوں جب حضرت محمد حنفیہؓ نے عبداللہ ابن زبیر کی یہ تقریر سُنی تو فرمایا کہ اے ابن زبیر میں نے تجھکو معاف اور بحل کیا اور جس شخص نے کہ مجھکو ستایا یا ایذا پہنچائی ہیں نے اسکو بھی بحل کیا خدا تعالی تیرا کام اور نیز میرا اور سب مومنوں کا خیر و عافیت سے انصرام کو پہنچائے پھر عبداللہ زبیر نے ایک صلحنامہ اس مضمون کا لکھا کہ عبداللہ ابن زبیر حضرت محمد حنفیہ کے ساتھ کبھی کوئی برائی نکریگا اور نہ کوئی تعرض انسے یا انکی اولاد سے کریگا اور صلحنامہ ایک کاغذ پر لکھا گیا اور اسپر سب شرفائے مکہ اور کل حاضرین نے اپنی مہریں بھی کر دیں اور اسکے بعد حضرت محمد حنفیہ مع ہمراہیوں کے اُٹھے اور دولتخانہ کو واپس تشریف لے گئے

وہاں پہنچ کر رفقائے مختار سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ رخصت ہو جاؤ، اور مختار سے میرا سلام کہنا اور یہ کہدینا کہ تجھپر خدا کی رحمت ہو کہ تو حد کے درجہ پر محب اہلبیت ہے خدا تجھکو جزائے خیر دے کہ تو نے میری امداد میں کوئی کمی نہیں کی اور مروت کی جو شرطیں تھیں وہ سب بجالائے، خلاصہ یہ کہ یہ سب لوگ حضرت محمد حنفیہؓ سے رخصت ہوئے اور ان سے اجازت لیکر اپنے لشکر میں آئے اور ظبیان نے اپنی قیامگاہ پر پہنچکر فوج کو اسیطرح پر گروہ گروہ کر کے عراق کی طرف روانہ کر دیا کیونکہ اگر سب اکھٹے ہو کر روانہ ہوتی تو شاید رسد اور زاد راہ کی دقت ہوتی اور چلتے وقت اس فوج کو یہ حکم دیا کہ تم سب علیحدہ علیحدہ ہو کر کوفہ میں نہ داخل ہونا بلکہ شہر مذکور کے قریب کسی مقام پر جمع ہوتے رہنا اور جب سب تم اس مقام پر فراہم ہو جاؤ تو متفق ہو کر شہر کے اندر داخل ہونا کیونکہ اس صورت میں مختار کی ناموری اور اعزاز و احترام ظاہر ہوگا اور اسکی شان و شوکت کا آوازہ بلند ہو کر سب میں مشہور ہو جائیگا چنانچہ جیسا ظبیان نے حکم دیا تھا فوج مذکور نے اس کی پوری تعمیل کی اور جائے معینہ پر قیام کیا یہانتک کہ خود ظبیان بھی وہاں پہنچ گیا اس وقت مختار کو بھی اسبات کی اطلاع ہوئی کہ جو لشکر مکہ معظمہ کو بھیجا گیا تھا وہ بخیر و عافیت واپس آگیا، چنانچہ اسیوقت مختار و ابراہیم و عبداللہ کامل اور اپنے خاص خاص دوستوں اور سرداران فوج کو ہمراہ لیکر ان کے استقبال کو شہر سے باہر روانہ ہوا اور اس سپاہ نامدار کو نقارے اور نشان کے ساتھ باعزاز و اکرام شہر میں لائے مختار نے انکو اپنے محل کے قریب ٹھیرایا، اور سب کے ساتھ نہایت مرحمت و سخاوت سے پیش آیا، اسکے بعد مختار نے ظبیان سے پوچھا کہ آخر سید یعنی حضرت محمد حنفیہؓ کا معاملہ کیونکر طے ہوا اسوقت ظبیان نے اول سے آخر تک جو کچھ گذرا تھا مفصل و مشرح بیان کیا یہ سنکر مختار اور ابراہیم اور سب سردار نہایت خوش ہوئے اور ظبیان کو بہت تحسین و آفرین کی پھر مختار نے ان سب کو خلعت عطا کیا اس کارروائی سے مختار کی طاقت فوجی اور انتظام ملکی ترقی پا گیا تھا اور اسکا کوئی دشمن سوائے عبداللہ ابن زیاد کے کہ جو ان دنوں عبدالملک ابن مروان کا سپہ سالار ہو گیا تھا باقی نہیں رہا تھا، یہ ملعون اس زمانہ میں تراسی ہزار سپاہیوں کی سرداری سے موصل میں مقیم تھا اور ادھر مختار بھی اس سے غافل نہ تھا بلکہ اسکی بربادی اور تباہی کی فکر میں ہر وقت مصروف تھا

واقعہ چہاردہم عبداللہ بن زبیر کی عہدشکنی اور حضرت محمد حنفیہؓ کا مکہ سے ہجرت کرنا

عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مختار کا لشکر مکہ سے لوٹ آیا تو حضرت محمد حنفیہؓ نے اعتکاف و
نشینی اختیار فرمائی اور کسی شخص کو اپنے پاس آنیکی اجازت نہ دیتے تھے صرف صبح کے وقت آپ اپنے
دولتخانہ کا دروازہ کھولتے تھے کہ لوگ اسوقت انکی زیارت کیواسطے حاضر ہوتے تھے اور اگر کوئی مشکل
ان کو درپیش ہوتی یا کوئی مسئلہ دریافت طلب ہوتا تو ان سے پوچھتے تو آپ اسکا حل فرما دیتے
خصوصاً جمعہ کے روز کثرت سے خلقت آپ کی خدمت میں جمع ہوتی تھی، یہ امر عبداللہ ابن زبیر پر
بہت گراں گذرتا تھا آخر اسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حضرت محمد حنفیہؓ اسیطرح ایک برس تک یہاں قیام
فرمائیں گے تو میرا سب دعوئے خلافت بالکل نیست و نابود اور باطل ہو جائیگا اور لوگ ان سے
بیعت کرلیں گے اور پھر ان لوگوں کو حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پیش کریں گے
تو اسوقت جو کچھ میں نے اپنے قیام سلطنت و حکومت کیواسطے کارروائی اور کوشش کی وہ
سراسر فضول اور ضائع ہو جائیگی پس اس لئے یہ فکر کی کہ کوئی ایسا حیلہ پیدا کرنا چاہئیے کہ حضرت
محمد حنفیہؓ مکہ اور حجاز سے چلے جائیں اور جسوقت وہ یہاں سے چلے جائینگے، مجھے اپنی خواہش و
خیال اور قوت حکومت میں کامل کامیابی نصیب ہو جائیگی، لیکن کیا تدبیر ہو کہ میرا یہ منصوبہ راست
و درست ہو اگر انکی ہلاکت کا قصد کرتا ہوں، یا انہیں کوئی آزار و تکلیف پہنچاتا ہوں تو عہد شکن
مشہور ہو جاؤنگا اور میری قسمیں بالکل دروغ اور غلط ٹھہرینگی اور یہ بھی اس نے خیال کیا کہ نہ تو
انسے ہنگامہ بپا کر سکتا ہوں اور نہ لڑ ہی سکتا ہوں اور نہ خاموش بیٹھ سکتا ہوں تو آخر اسنے ایک شخص حضرت
محمد حنفیہؓ کی خدمت میں بھیجا اور انکو یہ پیام کہلا بھیجا کہ حضرت رسولخدا کا جو سجادہ تمہارے پاس ہے اسکو
میرے واسطے بھیجدو کہ میں اسپر نماز پڑھونگا زبیر کے قاصد نے حضرت محمد حنفیہؓ سے اسکا یہ پیام نامعقول
گذارش کیا تو حضرت محمد حنفیہؓ مسکرائے اور اس قاصد سے فرمایا کہ تو لوٹ جا اور ابن زبیر کو میری طرف
سے کہدینا کہ اسوقت تونے عجیب و غریب بات مجھ سے کہلا بھیجی ہے تو جانتا ہے کہ سجادہ حضرت

رسولخدا کا ہے جسپر حضرت جبرئیلؑ امین نے نماز پڑھی ہے اور اُسپر حضرت خدیجہ کبریٰؑ نے نماز پڑھی
اور اُن کے بعد حضرت فاطمہؑ کو وراثتاً میراث میں پہنچا اور حضرت فاطمہؑ سے حضرت امام حسنؑ کے
پاس آیا اور اُن سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ملا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام کو عطا ہوا اور اُنھوں نے مجکو مرحمت فرمایا ہے اور میں بھی اُسکو
اسیطرح دست بدست حضرت امام محمد مہدی صاحب الزمان صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں
پہنچاؤنگا مجکو یہ اجازت نہیں ہے کہ میں اس سجادہ کو سوائے اُس شخص کے کہ جسکو دینے کا حکم ہوا ہو
کسی کو دیدوں، اور اگر اس غرض سے تو یہ سجادہ طلب کرتا ہے کہ اسکے ذریعہ تجکو تقرب خدا حاصل ہو
تو میں خود اسوقت وصی پیغمبرؐ موجود ہوں مجھ سے یہ تقرب حاصل ہوسکتا ہے اگر مجھ سے افضل اور
اعلم شخص کی تجکو تلاش اور ضرورت ہے تو وہ حضرت امام زین العابدینؑ جو اسوقت مدینہ منورہ میں
رونق افروز ہیں اور وہ امام زماں ہیں اور اپنے پدر بزرگوار یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے وصی و
ولی ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو اور اُن سے تقرب خدا کی خواہش ظاہر کر کیونکہ اُن کا مرتبہ
اس سجادہ سے بہت بڑھا ہوا ہے اور اس صورت میں روح جناب رسولخدا بھی تجھسے خوشنود ہوگی
یہ جواب با صواب حضرت محمد حنفیہؓ سے سُنکر عبداللہ ابن زبیر کا قاصد واپس ہوا اور جو کچھ اسنے
سُنا تھا وہ ابن زبیر سے حرف بحرف بیان کیا عبداللہ ابن زبیر کو جواب سے غصہ آیا اور اسوقت اسنے
مستور بن مخرمہ کو بُلایا اور یہ مستور ایک نہایت بزرگ آدمی تھا اور مکہ کے عمائدین سے تھا اسکے
علاوہ آنحضرتؐ صلعم کی صحابیت کا شرف بھی رکھتا تھا خلاصہ یہ کہ جب مستور حسب الطلب ابن زبیر
اسکے پاس آیا تو ابن زبیر مسعود دیکھکر اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنکی بہت تعظیم و تکریم کی اور اپنی جگہ پہ بٹھایا
اور پھر اس سے یہ کہنے لگا کہ اے مستور تو مکہ کا رئیس ہی اور یہ امر تجکو بخوبی معلوم ہے کہ میں نے ملک
حجاز پر کیسی دشواری اور مشکل و زحمت سے قبضہ کیا ہی اور اسی حکومت کے واسطے تو میں نے یزید ابن معاویہ
سے بھی معرکہ آرائی کی لیکن اب مجھے اندیشہ ہے کہ میری اس محنت اور کوشش و تدبیر کو
محمد حنفیہؓ ضائع کردیں گے جب مستور نے ابن زبیر سے یہ سُنا تو اسکو یہ جواب دیا کہ یا امیر اسوقت تمہ

حضرت محمد حنفیہؓ نے تیرے ساتھ کوئی امر خیانت پذیر نہیں کیا ہے تو میری بات کو بغور سُن اور اس بدمزاجی اور درشتی کو موقوف رکھ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ فرزند علیؑ ابن ابیطالبؑ یعنی حضرت محمد حنفیہؓ ایک شجاع زمانہ ہیں کیونکہ لازم و مناسب ہے جو کچھ اُنکے ساتھ اپنی زبان سے اقرار کرلیا اور جو عہد ہوچکا اُسپر قائم رہ اور وہ کام نکر کہ جس میں تو بدنام ہو میں اس بات کا ضامن ہوتا ہوں کہ اُن سے کوئی نقصان یا بدی تیرے واسطے سرزد نہوگی اُسوقت ابن زبیر نے یہ جواب دیا کہ اے مستور جبتک میں اُن سے سجادہ نہ لیلونگا ہرگز دست بردار نہ ہونگا کیونکہ جب میں امیرالمومنین ہوں تو ضرور ہے کہ سجادہ بھی میرے پاس ہو مستور نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ تو امیر مومنان ہے لیکن یہ سجادہ حضرت رسولخداؐ کی یادگار ہے اور اس کا رہنا اسکی اہلبیت کے پاس ہی زیبا اور ضرور ہے اسوقت ابن زبیر نے جواب دیا کہ اسوقت تک تو اے مستور تو راہ حق پر تھا لیکن اب راہ راست سے برگشتہ ہوگیا ہے مستور نے کہا کہ میں راہ حق سے ہرگز منحرف نہیں ہوا لیکن ظاہر ہے کہ سچی بات کڑوی معلوم ہوتی ہے اور حق کی مدد باطل کے مقابلہ میں سب پر واجب ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی مدد کرو تم نیکوں اور پرہیزگاروں کی اور نہ ساتھ دو تم گنہگاروں اور ظالموں کا یہ سُنکر ابن زبیر نے مستور کو جوابدیا کہ کلمۂ حق تیری زبان سے نہیں نکل سکتا تاوقتیکہ تجکو حق و باطل میں تمیز کرنے کا مادہ نہو مستور نے کہا کہ یا امیر جسوقت دعوی فدک پیش ہوا تھا تو حضرت فاطمہؑ سے یہ کہا گیا تھا کہ رسولؐ کی میراث کسیکو نہیں ملسکتی ہے حالانکہ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر میرا کوئی کلام قرآن مجید کے خلاف ہو تو اسکو ہرگز قبول نکرو اللہ جلشانہ کلام مجید میں فرماتا ہے وورث سلیمان داؤد اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ یرثنی من آل یعقوب اس تقریر کو سُنکر ابن زبیر نے جواب دیا کہ تو مجھ سے ایسی بات نہ کہہ کہ جس سے میرا دشمن میری ولایت میں رہے میں اپنے دشمن کو اپنی ولایت میں ٹھہرنے دونگا اور اسیوقت اس نے ایک شخص کو بھیجکر اپنے حاجب کو بُلایا اور اسکو یہ حکمدیا کہ تو بہت سے سوار اور پیادے لیکر محمد حنفیہؓ کے مکان پر چڑھ جا اور اس سے پیغمبرؐ کا سجادہ لیآ اور اگر یوں سجادہ نہ دیویں تو

تجکو اختیار دیا ہے کہ جو تیرا دل چاہے اسکے ساتھ برتاؤ کرنا چنانچہ حاجب مذکور اُس حکم کی تعمیل کے واسطے حضرت محمد حنفیہؓ کے مکان پر پہنچا اور جس مکان میں محمد حنفیہؓ رہتے تھے اسمیں حضرت رسولخدا صلعم پیدا ہوئے تھے اُسکا دروازہ آہنی تھا اور عبداللہ زبیر نے جس روز اپنے حاجب کو حضرت محمد حنفیہؓ کی گرفتاری کے واسطے بھیجا تھا اس سے پیشتر حضرت محمد حنفیہؓ نے دروازہ مذکور کو معہ اپنے غلام سے بند کرادیا تھا کیونکہ یہ خیال تھا کہ شاید وہ دشمن خدا و رسول اس مکان میں گھس آئے جب حاجب زبیر اس مکان پر پہنچا تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اندر سے کسی نے جواب نہ دیا حاجب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آگ لے آؤ میں اس مکان کو جلا دونگا جب مکہ میں یہ خبر مشہور ہوئی تو ایک مخلوق اس مکان کے گرد جمع ہوگئی اور چار طرف سے لوگ چلے آتے تھے اور کہتے تھے کہ عبداللہ ابن زبیر نے عہد شکنی کی اور اُسنے جو قسم کھائی تھی اسپر قائم نرہا اور اب اسکا ارادہ ہے کہ رسولخدا کے مکانمیں آگ لگاکر اسکو جلادے جسوقت حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ شور و غل سنا تو آپ اُٹھے اور دروازہ کھولکر مکان سے باہر تشریف لائے جو لوگ وہاں کھڑے غل مچا رہے تھے وہ اسوقت آپکو دیکھکر خاموش رہے اور حضرت محمد حنفیہؓ نے حاجب سے کہا کہ اے حاجب تو یہاں اسوقت اسلئے آیا ہی کہ رسولخدا کے گھر میں آگ لگاکر اسکو جلادے کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت رسولخدا اس مکان میں پیدا ہوئے تھے اور یہاں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے تھے اور اسکے سوا اس مکانمیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبر ہے لیکن تم سے کچھ تعجب نہیں ہے کہ تم لوگ ایسی حرکت ناشائستہ کے مرتکب ہو کیونکہ تمہارے بزرگوں نے بھی ہمارے بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تھا اسپر اہل مکہ نے کہا کہ اے آقا اگر آپ حکم دیں تو ہم انکو قتل کر ڈالیں حضرت محمد حنفیہؓ نے جواب دیا کہ حاجب کا قتل کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ ایک ملازم اور قاصد ہے اور اسکو ابن زبیر نے صرف اس غرض سے بھیجا ہی کہ کسی طرح میں یہاں سے چلا جاؤں کیونکہ جبتک میں یہاں مقیم رہونگا کوئی شخص اسکے پاس نہیں جائیگا خدا کا ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم کو یہ قربت عنایت فرمایا ہے اور یہ پہلی بات ہے کہ میرے والد بزرگوار نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب فلان زمانہ آئے تو مکہ سے ہجرت کرکے چلے جانا اور یہ بھی اُنہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ تجھ کو خوش ہونا

چاہیئے کہ خداوند کریم تجکو اُس مقام پر پہنچا دیگا جہاں کا اُسنے وعدہ فرمایا ہے پس اب وہ وقت
قریب آگیا ہے اور میرا زمانہ ہجرت بھی یہاں سے بہت قریب ہے یہ فرماکر آپ اس حاجب کی طرف متوجہ
ہوئے اور یہ فرمانے لگے کہ اے حاجب تو یہاں سے جاکر ابن زبیر سے یہ بات کہہ کہ وہ مجکو اتنی مہلت
دیدے کہ میرا قاصد مدینہ سے جاکر واپس آجائے اسکے بعد میں مکہ سے چلا جاؤنگا اور پھر جبتک
تو زندہ ہے یہاں مجکو نہ دیکھے گا چنانچہ حاجب مذکور نے اُسیوقت ابن زبیر سے جاکر حضرت محمد حنفیہؓ
کا یہ ارشاد بیان کیا اسپر عبداللہ نے کہا کہ میں نے منظور کیا اور اُنکو استقدر مہلت دی حاجب نے
عبداللہ سے یہ بھی کہا کہ اگر حضرت محمد حنفیہؓ ذرا بھی زبیر کے مکان سے نکلتے تو لوگ مجکو قتل کر ڈالتے
جب وہ مکان سے باہر تشریف لائے تو لوگوں کا مجمع متفرق ہوا بہرحال اس واقعہ کے بعد حضرت
محمد حنفیہ رضنے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اس مضمون کا ایک عریضہ بھیجا کہ
یا ابن رسول اللہ یہاں سے میری روانگی کا وہ وقت آگیا جسکی نسبت مجھ سے پدر بزرگوار نے
ارشاد فرمایا تھا مگر میں آپ کی بغیر اجازت یہاں سے جانا نہیں چاہتا پس آپ کا جو حکم ہو اسکی
تعمیل کی جائے کیونکہ اب یہاں سے روانگی کا وعدہ قریب پہنچگیا ہے آخر عریضہ پر مہر لگاکر اپنے
غلام سعد کو دیا اور اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ تو یہ عریضہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت
میں لیجا اور اُن سے اسکا جواب لے کر میری پاس لوٹ آ چنانچہ حسب الحکم حضرت محمد حنفیہؓ سعد
اُس عریضہ کو لیکر بعجلت تمام درستی مالاکلام مدینہ منورہ روانہ ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہاں جا پہنچا
سعد کو دیکھکر اہل مدینہ بکثرت اسکے گرد جمع ہوگئے اور یہ پوچھنے لگے کہ اے سعد کیا تو کوئی خط محمد حنفیہ
کا لایا ہے اُن لوگوں کے اس استفسار پر سعد کو کمال حیرت ہوئی اور آخر سعد نے اُن سے پوچھا
کہ تم کو اس حال سے کس نے اطلاع دی کہ میں کوئی نامہ لایا ہوں اور اس غرض سے یہاں
آیا ہوں اُن لوگوں نے جواب دیا کہ جسروز تو مکہ معظمہ سے روانہ ہوا تھا تو حضرت امام زین العابدین نے ہم
سب کو تیری روانگی سے آگاہ فرما دیا تھا اس بات کو آج سات روز گذرے ہیں یہ سنکر سعد نے کہا کہ
بیشک جیسا تم نے حضرت امام علیہ السلام سے سنا ہے وہ بجا اور درست ہے خلاصہ یہ کہ سعد بکمال آداب و تعظیم

آستانہ فیض کاشانہ نور دیدہ نبوت اور گل گلزار رسالت جناب امام زین العابدین علیہ السلام پر حاضر ہوا اور بعد آداب و تسلیمات بجالانے کے حضرت محمد حنفیہؓ کا عریضہ جناب امام رابع کی حضور میں پیش کیا اور حضرت امام سید الساجدین نے اس عریضہ کو تمام و کمال ملاحظہ کے بعد زبان فیض ترجمان سے یہ ارشاد فرمایا صدق رسول اللہ اور اسکے بعد اس عریضہ کا جواب فوراً اس مضمون کا اپنے قلم فصاحت رقم سے ارقام فرمایا کہ اے عم نامدار اس کام کو انجام دو تاکہ اس مقام پر آپ پہنچ جائیں جس کا وعدہ خدا نے برتر نے فرمایا ہے اور جب آپ قائم آل محمدؐ کی خدمت میں پہنچیں تو میرا سلام انکو پہنچا دیں کہ رحمت خدا تم پر نازل ہو والسلام اسکے بعد آپ نے بھی اپنی مہر آخر خط پر لگا کر سعد کے حوالہ کیا اور سعد اس فرمان واجب الاذعان کو لیکر بسرعت تمام مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوا اور نہایت جلد اس شہر مقدس و مکرم میں داخل ہو کر وہ نامہ موصوف حضرت محمد حنفیہؓ کو دیا اور انہوں نے اس نامہ کے مطالعہ کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ میں ہر طرح امام برحق کی اطاعت و فرمانبرداری میں کمر بستہ ہوں اور پھر روانگی کے انتظام اور سامان سفر میں مصروف ہوئے جس وقت اہل مکہ کو حضرت محمد حنفیہؓ کے اس ارادہ اور واقعہ مذکورہ سے اطلاع ہوئی تو اسوقت تمام شیعہ و سنی متفق ہو کر حضرت محمد حنفیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کرنے لگے کہ یا سیدی آپ مکہ سے کیوں تشریف لیئے جاتے ہیں اور کدھر کا قصد ہے حضرت نے فرمایا کہ اے بھائیو حضرت ابراہیم نے بیت اللہ سے شام کو ہجرت کی اور حضرت موسےٰ نے بیت المقدس سے بصرہ کو اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی ہے میں ان سے بڑھکر نہیں ہوں بس اسیطرح میں بھی ابن زبیر کے باعث یہاں سے یمن و طائف کی طرف ہجرت کرونگا اور یہاں سے یہ میری روانگی دنیا کے اسباب عبرت میں ایک قسم کی عبرت ہے اور اب مجھ سے رخصت ہو لو اور تم کو مناسب ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے رہو اور امام برحق امام زین العابدین علیہ السلام کو کہ وہ امام بحق ہیں اپنا امام برحق سمجھتے رہو جب حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ ارشاد فرمایا تو مکہ کے معززین سے بیس شخص مثل ربیعہ بن قایم اور عبد اللہ بن حارث ہاشمی اور علی بن عبد اللہ ابن عباس وغیرہ وغیرہ غرضیکہ یہ بیس مرد اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت محمد حنفیہؓ سے یہ عرض کیا کہ اگر آپ اجازت

دیں تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر رہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے اسکے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ جہاں میں اسوقت جانا چاہتا ہوں وہ مقام معظم ہے وہاں تمکو میں نہ لیجاؤنگا لیکن میں تمکو اسجگہ تک لیجاؤنگا کہ جہاں سے واپس آ سکتے ہو پس تم اپنے مکانات کو یہاں سے جاؤ اور سامان سفر کی تیاری کرو اور اپنی زن و فرزند سے وداع ہو لو اور آج کی رات تم سب میرے مکان کے دروازہ پر جمع ہو جانا چنانچہ یہ سب اُسیوقت واپس گئے اور تہیہ سامان سفر میں مصروف ہوئے عبد اللہ ابن عباسؓ نے اپنے فرزند کو اپنے پاس بلا کر یہ کہا کہ اے فرزند تو حضرت محمد حنفیہؓ کے ہمراہ جہانتک وہ لیجائیں چلے جانا اور اسکے حکم کی تعمیل سے انکار نکرنا کیونکہ اُنکے ہمراہ رہنا ایک قسم کی حصول عبرت ہے، اور جو کچھ وہ تجکو حکم دیں اُسکو فوراً بجا لاؤ اور جس مقام سے تجکو لوٹ جانے کا حکم دیں تو واپس چلا آنا اور کوئی مشکل جس وقت بھی تجھے درپیش ہو تو ان حضرت سے ضرور عرض کر دینا علی ابن عبد اللہ نے کہا کہ میں ایسا ہی کرونگا اور پھر مسلح ہو کر حضرت محمد حنفیہؓ صلوات اللہ کے حضور میں حاضر ہوا اور نیز وہ لوگ بھی کہ جو اس سفر میں ہمراہ حضرت شریک ہونے والے تھے وہ بھی حضرت محمد حنفیہؓ صلوات اللہ علیہ کے دولتخانہ پر جمع ہوئے اور ہر حضرت محمد حنفیہؓ نے اپنے اہل و عیال کو مدینہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا اور شب کے وقت حضرت محمد حنفیہؓ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے آپ جبہ پہنے ہوئے اور سر پر سفید عمامہ باندھے اور عمامہ کا پلہ روئے مبارک پر لٹکا ہوئے تھے جیسا کہ اہل عرب کا دستور ہو صرف انکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور شمشیر اور ایک قرآن مجید گلے میں حمائل کئے ہوئے تھے اور عصا آپکے ہاتھ میں تھا آپنے حاضرین سے سلام علیک کی اور وہاں پر ایستادہ ہو گئے اسوقت سعد نے ایک گھوڑا حضرت محمد حنفیہؓ کیواسطے حاضر کیا تا کہ آپ سوار ہوں یہ دیکھکر سعد سے آپنے ارشاد فرمایا کہ جس روز سے میرے بھائی کی شہادت کی خبر مجکو ملی ہے میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اب گھوڑے پر کبھی سوار نہونگا سعد نے یہ حکم سنکر ایک اونٹ پر زین کس کر آپکے سامنے حاضر کیا اور حضرت محمد حنفیہؓ اسپر سوار ہوئے اور حکم فرمایا کہ مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے اور پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے آپنے یہ فرمایا السلام علیک یا امام برحق کہ میں آپکے حکم سے جاتا ہوں اور تیرے فرزندوں

کے ساتھ واپس آؤنگا اس قدر ارشاد فرما کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی شب تاریک میں مکہ سے یمن و
طائف کی طرف چل دیئے ادھر جب دن نکلا اور حضرت محمد حنفیہؓ کی مہاجرت کی خبر مکہ میں پھیلگئی تو لوگ
زار زار روتے تھے اور ابن زبیر کو لعنت وملامت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس شخص نے حضرت علی ابن
ابیطالب کے گھر میں پرورش پائی ہے وہ امامت کے لئے ابن زبیر سے زیادہ سزاوار ہے آخر عبداللہ ابن
عباسؓ ابن زبیر کے پاس گئے اور انہوں نے ابن زبیر سے یہ کہا کہ اے ابن زبیر جو کچھ تو چاہتا تھا وہ
تجکو حاصل ہوگیا اب تو خدا تعالے سے توبہ کر کہ شاید غفور الرحیم تیرے گناہ بخشدے جو مروت کہ محمد حنفیہؓ
نے تیرے حق میں کی ہے یعنی تجھے قتل نکیا اور تو نے اسکے عوض میں ایسا سلوک کیا اسکی بابت قیامت
کے روز تجھ سے پرسش ہوگی حضرت محمد حنفیہؓ نے تجھ سے کیا برائی کی تھی کہ اسکو تو نے یہاں
سے ہجرت پر مجبور کیا تو اس کا قیامت کے روز کیا جواب دیگا اس دنیائے دو روزہ نے کس سے وفا کی ہے
کہ تجھ سے کریگی اور نہ یہ دنیا ودرم بروز حشر تیرے کچھ کام آئینگے اور نہ کوئی حیلہ پیش جائیگا مگر عمل نیک جو
دنیا میں تو نے کئے ہیں وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بها وكفى بنا حاسبين عبداللہ
ابن زبیر نے اس تقریر دلپذیر کا کچھ جواب ندیا خاموش سر جھکائے ہوگئے سنا گیا یہانتک کہ لوگوں کا
مجمع اسکے پاس سے متفرق ہوگیا اسوقت اس نے اپنے ملازموں سے یہ دریافت کیا کہ کون کون
لوگ حضرت محمد حنفیہؓ کے ساتھ گئے ہیں ان لوگوں نے عرض کیا کہ بیس آدمی جو ان کے متعلق اور متوسل
تھے وہ ان کے ساتھ گئے ہیں یہ سنکر عبداللہ ابن زبیر نے ابو المنذر کو جو ایک بڑا خارجی تھا اور جنگ
صفین میں اس نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے مقابلہ کیا تھا اپنے پاس بلایا اور
تین سو سوار جو تمام حجاز میں چیدہ اور بہادر تھے ہمراہ کر کے اسکو حکم دیا کہ تو محمد حنفیہؓ کے پاس اسیوقت
روانہ ہو اور جب انکے پاس پہنچے تو انکو واپس لے آ لیکن اس سے مقابلہ نکرنا اور وہ بیس آدمی جو انکے ہمراہ
ہیں انکو بھی واپس لے آنا کہ ان کے ساتھ جو کچھ انکے لائق سزا ہوگی وہ انکو دونگا اور علی بن عبداللہ بن
عباسؓ کو تو اسی جگہ قتل کر دینا تاکہ جسطرح اسکا باپ میرا دل جلاتا ہے اسکا دل بھی جلے ابو المنذر
اسیوقت تین سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ مکہ معظمہ سے روانہ ہوا اور راستہ میں نسر جالا جب حضرت

محمد حنفیہؓ نے اُن لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ میری گرفتاری کیلئے آرہے ہیں یہ باتیں یہاں ہورہی
تھیں کہ ابوالمنذر بھی وہاں پہنچ گیا اور اُسنے حضرت محمد حنفیہؓ سے یہ کہا کہ اے پسر علیؑ تمہارا جہاں جی
چاہے چلے جاؤ میں تمہارے ہمراہیوں کے لینے کیواسطے آیا ہوں اور پھر اُن بیسوں آدمیوں کی طرف
متوجہ ہوکر یہ کہنے لگا کہ خیریت اسی میں ہے کہ تم مکہ کو لوٹ چلو قبل اس سے کہ قتل کردیئے جاؤ اور یہ خوب
یقین کرو کہ میں بغیر تمہارے لئے ہوئے یہاں سے واپس نہونگا اور تمکو چھوڑ کر نجاؤنگا اُن بیس آدمیوں نے
ابوالمنذر کو یہ جواب دیا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں چلاجا ورنہ تم میں سے ایک شخص بھی زندہ وسلامت
یہاں سے بچکر نجائیگا ان بیس آدمیوں نے تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور اپنی نیزے بھی سیدھے کرلئے
یہ حال دیکھکر حضرت محمد حنفیہؓ اُن کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اے یارو تم اپنی جگہ پر ٹھہرو
کیونکہ میں اپنے باپ کی اس تلوار سے انکو جواب دونگا اور آج اپنی طاقت کا امتحان بھی کردونگا
پس اُسیوقت اپنے غلام سعد کو اپنے پاس بلایا اور نیزہ اُس سے لیکر آپ ابوالمنذر کے قریب تشریف
لائے اور اس ملعون سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے ملعون تو مکہ کو لوٹ جا اور اُس بیدین سے جاکر کہنا کہ مکہ کو
میں نے تیرے باعث چھوڑدیا ہے مگر تیرا خیال ہے کہ میں تیرے خوف سے جاتا ہوں یہ بات نہیں ہے بلکہ
میری نسبت یہی حکم تھا کہ میں مکہ سے ہجرت کرجاؤں بہتر ہے کہ تو یہاں سے روانہ ہوجا قبل
اسکے کہ میں تلوار میان سے باہر نکالوں کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ تم میں سے ایک شخص کو بھی
زندہ نچھوڑونگا یہ سنکر ابوالمنذر ملعون نہایت خشمناک ہوا اور اُسنے یہ کہا کہ اے فرزند علیؑ تمہارا
عہد حکومت آخر ہوگیا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ تم خود نہ مارے جاؤ اتنا کہکر اُس ملعون نے اپنے
رفیقوں سے پکار کر کہا کہ اے قوم یہ شخص محمدؓ بن علیؑ ہے تلوار کھینچکر اسکو ہلاک کرڈالو جس وقت
تم لوگ انکو قتل کرڈالوگے تو تمہارا مطلب نہایت آسانی سے پورا ہوجائیگا جب ابوالمنذر نے
یہ حکم دیا تو فوراً اسکے تین سو ہمراہیوں نے حملہ کیا حضرت محمد حنفیہؓ یہ دیکھکر آگے بڑھے اور فرمایا کہ آج
میں اسطرح پر شمشیر زنی کرونگا جسطرح میرے پدر بزرگوار حیدر کرار ذوالفقار لیکر دشمنوں سے لڑتے
تھے اُسوقت لوگوں کو بعینہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضرت علیؑ کھڑے ہوئے ہیں خلاصہ

کہ آپ نے یہ فرماکر ان ملاعنہ پر حملہ کیا اور اپنے کو ان لوگوں میں اسطرح ڈالدیا کہ جیسے آگ روئی میں لگ جاتی ہے اور دائیں بائیں حضرت محمد حنفیہؓ تلواریں مارتے تھے اور جسطرف حملہ کرتے تھے کائی سی پھٹ جاتی تھی اور یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ اس بات کا امتحان کریں کہ زور جوانی باقی ہے یا نہیں پس آپ کے دست چپ میں تلوار تھی اور دائیں ہاتھ سے اپنی مقابل والے کا کمربند پکڑ کے گھوڑے سے اٹھاکر آسمان کی طرف پھینکدیتے تھے اور جب وہ سوار نیچے آتا تھا تو ایک ہاتھ میں اسکے دو ٹکڑے کر دیتے تھے یہانتک کہ بہت سے آدمی اسطرح آپ نے قتل کئے اور آخر حضرت نے اپنے کو ابن المندر تک پہنچایا اور یہ فرماتے تھے کہ اے ملعون اس ضرب حیدر کرار کو روک یہ سنکر وہ ملعون ہٹا اور آپ کی تلوار کمر پر لگی اور اسکے دو ٹکڑے ہوگئے اور وہ ملعون گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوگیا اور اسکی فوج بھاگ نکلی اور ایک نے دوسرے کا انتظار نہ کیا اور ان لوگوں نے ان کا تعاقب کیا اور انکو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ ان گنت آدمی قتل کر ڈالے اور اسکے بعد یہ سب لوگ خوش و خرم حضرت محمد حنفیہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور انکی رکاب کا بوسہ دیا اور بہت کچھ تحسین و آفرین کی اس فتح پر جو انکی شمشیر زنی سے حاصل ہوئی تھی حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ای دوستو اب مجھ میں جوانی کی قوت اور زور باقی نہیں رہا علی ابن عبد اللہ نے عرض کیا کہ ای آقا ہم نے آج کے روز آپ میں جسقدر قوت شمشیر زنی کی دیکھی ہے اسکے مقابلہ میں اگر سو گنا بھی ایسا لشکر ہو تو اس سب کو آپ جواب دیسکتے ہیں یہ سنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے علی بن عبد اللہ سے فرمایا کہ اے علی یہ لڑائی بہت ہی تھوڑی تھی کہ جو اسوقت تم نے دیکھی ہے ابھی اور ایک بہت بڑی لڑائی اور معرکہ کا سامنا ہوگا جبکہ تم مکہ جاؤ گے تو سب سے کہدینا یہ فرماکر حضرت محمد حنفیہؓ آگے روانہ ہوئے یہانتک کہ جب آپ حد طائف میں پہنچے تو آپکی تشریف آوری کی خبر سنکر غسان ابن راشد سب عمایدِ شہر کو ساتھ لیکر استقبال کیواسطے شہر سے باہر نکلا اور نہایت تواضع و تکریم سے پیش آیا مقام طائف کے باشندے سب مسلمان تھے انہوں نے محمد حنفیہؓ کی بہت تعریف و توصیف کی غسان نے حضرت محمد حنفیہؓ سے عرض کیا کہ اے آقا ہماری جان و مال سب آپ پر سے قربان ہو حضرت محمد حنفیہؓ کو اسکی گفتگو پر نہایت حیرت ہوئی کیونکہ غسان کا باپ خارجی تھا

اور آل رسولؐ کا سخت دشمن تھا اور اہل طائف اسی کے عقیدے اور مذہب پر تھے آخر حضرت محمد حنفیہؓ نے
غسان سے فرمایا کہ اے غسان تیرا باپ تو ہمارا دشمن تھا لیکن تو ہمارا دوست معلوم ہوتا ہے اور اس شہر
کے لوگوں کو بھی میں مہربان پاتا ہوں اسکی وجہ معلوم نہیں ہوتی چاہتا ہوں کہ اس راز سے بھی مطلع ہوں غسان
نے عرض کیا کہ اے آقا درحقیقت یہی حالت تھی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں مگر اب میرے باپ کا حال سنئے اسکا قصہ
اور واقعہ عجیب و غریب ہے واضح ہو کہ میرا باپ نہایت زندیق آدمی تھا اور رات دن حضرت امیر المومنین
علیؑ کو برا کہتا تھا لیکن مجھکو اس کا یہ طرز عمل پسند نہ تھا کیونکہ میں بچپن سے محب اہلبیتؑ تھا ایک روز میں نے اپنے
باپ سے یہ دریافت کیا کہ تو اس شخص کو کیوں برا بھلا کہتا ہے جسکی خدا و رسولؐ نے تعریف کی ہے اور فرشتے
بھی اسکے دوست ہیں ایماندار اسکے تقرب کے خواہاں ہیں اور خدا نے اسکو اپنا ولی فرمایا ہے اور حضرت
رسولخداؐ نے اپنا وصی کہا ہے اور اسکی شجاعت و دلیری سب پر ظاہر ہے جس وقت میں نے اپنے
باپ سے یہ تقریر کی تو اسکو بہت غصہ آیا اور اسی حالت غیظ میں اس نے ایک ایسی لکڑی میری
پیشانی پر ماری کہ میرا سر پھٹ گیا پھر مجھ سے وہ کہنے لگا کہ میں تجھ سے بیزار اور ناراض ہوں یہ کہکر وہ
مجھکو گھر میں لیگیا اور ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا اور مجھکو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا لیکن جب رات ہوئی
اور میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولخداؐ میرے پاس تشریف لائے [illegible]
ہیں کہ اے غسان تجھکو کس بات کا غم ہے میں نے اسوقت عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری داد میرے باپ سے دلوا
دیجئے کیونکہ وہ تمہارے ابن عم کو برا کہتا ہے اور جب میں نے اس سے یہ کہا کہ تو کس لئے انکو ناسزا کہتا ہے
تو وہ مجھپر نہایت غضبناک ہوا اور میرا سر بھی پھاڑ ڈالا اور مجھکو اس نے یہاں بند کر دیا ہے جب حضرت
نے میری التماس کو سنا تو آپکو نہایت شاق گذرا اسیوقت ایک جوان آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور
انکے ہاتھ میں ایک چھری تھی حضرت رسولخدا نے وہ چھری اس جوان سے لیکر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے
جوان یہ چھری تو لے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جس سے میں اٹھ نہیں سکتا
یہ سنکر اس جوان آدمی نے میرے پاؤں پر اپنا ہاتھ پھیرا کہ تمام بندشیں ٹوٹ گئیں یہ حال دیکھکر میں
اس جوان کے قدموں پر گر پڑا اور پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اتنے میں حضرت نے

اس جوان آدمی سے فرمایا کہ تو جاکر راشد کو یہاں بلالا چنانچہ وہ جوان اُسیوقت وہاں سے روانہ ہوا
اور تھوڑی دیر میں اُس نے حضرت رسولخدا کے حضور میں راشد کو حاضر کیا اُسکو دیکھکر حضرت رسولخداؐ
نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہی شخص ہے جو میرے ابن عم یعنی حضرت علیؑ کو نا سزا کہتا ہے میں نے اُسکے
جواب میں عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ یہ وہی شخص ہے یہ سُنکر حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ یہ چھری
لے اور اسکے پیٹ میں بھونکدے اور اس کا پیٹ پھاڑ ڈال میں نے اُسیوقت حضرت کے اس حکم کی تعمیل
کی اور پھر حضرت رسولخدا اور وہ جوان دونوں میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور میں خواب سے بیدار
ہوا تو اُسوقت تمام گھر میں رونے پیٹنے کی آواز بلند تھی اور اپنے باپ کو میں نے اسی حال سے دیکھا کہ
اُس کا پیٹ پھٹا ہوا ہے یہ عجیب خبر تمام شہر میں پھیلگئی اور کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ کام کس نے کیا ہے
آخر میں نے لوگوں کو مکان سے باہر نکالا اور اپنے باپ کو کفن دیکر سپرد خاک کیا اور اسکی جگہ مسند
ریاست پر بیٹھ گیا اور پھر ایک مہینے کے بعد میں نے طائف کے تمام سرداروں کو طلب کیا اور جو کچھ واقعہ
خواب میں دیکھا تھا اُن سے بیان کیا یہ سُنکر وہ لوگ اُسیوقت اپنے عقائد باطل سے پھر گئے اور دین
حق اختیار کیا پھر سب نے یہ کہا کہ ہم تجھ سے بیعت کرتے ہیں پس اس زمانہ سے یہ سب لوگ مومن ہو گئے
ہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے جب یہ واقعہ سُنا تو آپ نے ہنسکر فرمایا کہ کچھ تجھکو معلوم بھی ہوا کہ وہ جوان کون
تھے اُس نے عرض کیا کہ میں نے نہیں جانا تو حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے بھائی حضرت امام
حسین علیہ السلام تھے اور دوسرے خود حضرت رسولخدا تھے آخر سب اہل طائف حضرت محمد حنفیہؓ کو
شہر میں لیگئے اور آپ کی بڑے احترام و اعزاز سے دعوت کی آپ نے اُسوقت سب کو آگاہ کیا کہ اس
وقت امام برحق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں اور پھر ان لوگوں کے حق میں دعا کی اور فرمایا
کہ میں یہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ہوں کیونکہ مکہ سے میری تعاقب میں فوج آرہی ہے اور مجھے ان سے
مقابلہ کرنا ضرور ہے اور جس جگہ کا میں نے عہد کر لیا وہاں جانا ضروری اور اسوقت امام زمانہ حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام ہیں تم کو ان کی اطاعت لازم و واجب ہے اگر بہشت کی آرزو رکھتے
ہو اور میں ان کی طرف سے تم کو اس بات کی دعوت کرتا ہوں پس سات روز تک حضرت محمد حنفیہؓ نے

وہاں قیام فرمایا اور اُن کو احکام شرعی اور نماز و روزہ کے طریقے تعلیم کئے اور آٹھویں روز اپنے رفقا کے ساتھ طائف سے باہر نکلے اور یمن کا راستہ لیا اور طائف اور یمن کا علاقہ دریائے تفنس کے کنارے تک ابن زبیر کے تحت حکومت میں تھا ابن زبیر نے ان سب مقامات پر نامے بھیج رکھے تھے کہ ایک رافضی نے مجھ پر خروج کیا ہے اور اسکے قتل کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے اور یمن کی طرف روانہ ہوا ہے پس تم سب کو چاہیئے کہ تمام راستے روک رکھیں کہ وہ کسی طرف سے بھاگنے نہ پائے اور بیس آدمی جو اس کے ہمراہ ہیں انکو قتل کر ڈالنا چاہیئے اور حضرت محمد حنفیہ رض کو گرفتار کرکے میرے پاس زندہ پہنچا دینا چاہیئے جب عبداللہ ابن زبیر اس قسم کے خط جا بجا شہروں میں بھیج چکا تو ان لوگوں نے سب راستے بند کر دیئے اور حضرت محمد حنفیہ رض کے پہنچنے کے منتظر رہے آخر جب حضرت محمد حنفیہ رض منزل واصلہ پر پہنچے جو یمن کے درمیان ہے تو ہلال ابن معقل کو مع تین ہزار فوج کے اپنا منتظر پایا اور ایک اعرابی شتر سوار اس صحرا میں ان کے دست راست کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا حضرت محمد حنفیہ رض نے اسکو دیکھکر فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اسیوقت آپ کے رفقا نے حضرت سے عرض کیا کہ اے آقا دشمنوں نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے اور تین ہزار سوار بسرداری ابن معقل ہمارے مقابلہ کیلئے موجود ہیں یہ سنکر حضرت محمد حنفیہ رض نے ایک سوار کو اپنے پاس بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تو یہاں سے ہلال کے پاس جا اور اسکو ہماری طرف سے یہ کہنا کہ ہم لوگ مسافر ہیں اور ہم نہ کسی کو ستانے ہیں اور نہ ایذا پہنچانے ہیں جبتک کہ کوئی ہم کو آزار نہیں پہنچاتا جب اس سوار نے ہلال ابن معقل کو اطلاع کی تو اُسکے سب ماتحت لوگ فوراً چہروں پر نقاب ڈالکر اور ہاتھوں میں نیزے اُٹھاکر اس قصد سے کہ حضرت محمد حنفیہ رض پر حملہ کریں چلے ہلال نے اپنی فوج کا یہ ارادہ دیکھکر اُن سے چلاّ کر کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی ہے کہ تم تین ہزار آدمی فراہم ہوکر ایک شخص پر حملہ کرتے ہو ٹھہرو میں خود اسکا تنہا مقابلہ کرتا ہوں اور ایک ذراسی دیر میں اسکو گرفتار کرکے تمہارے پاس لے آتا ہوں اسکے رفقا نے جواب دیا کہ یہ آپ کہتے ہیں کہ اس نے خدا جانے کتنے بہادروں کو میدانوں میں قتل کیا ہے اسمیں شک نہیں کہ جو شخص اسکو قتل کریگا اسکو بڑی ناموری حاصل ہوگی تم اسکے مقابلہ میں جاکر اسپر حملہ کرو اور ہم بھی

تمہارے عقب میں آکر اُسپر یورش کرتے ہیں جو کچھ نیکنامی ہونی ہوگی وہ ہو رہے گی کہتے ہیں کہ اس فوج میں ایک معمّر آدمی نہایت زمانہ دیدہ اور بڑا ہی جنگ آزمودہ شخص تھا اسکا نام شداد ابن علقمہ تھا اُس نے اپنی فوج کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ یارو تم نہیں جانتے ہو یہ شخص وہ سوار ہے کہ میں بھی اسکو خوب جانتا ہوں اور اسکی دلاوری اور شمشیر زنی اور صف شکنی سے جیساکہ میں واقف ہوں اور کوئی کم آگاہ نہیں سچ پوچھو تو ہماری اس فوج میں کوئی شخص بھی اسکے مقابلہ کی لائق نہیں ہے لیکن شداد بن علقمہ کی کسی نے نہ سُنی اور ہلال ابن معقل نے لشکر سے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور حضرت محمد حنفیہ رض کے برابر آکر یہ کہنے لگا کہ وہ کون مرد جنگ آزما ہے جو فنون شمشیر زنی اور معرکہ آرائی کا میرے سامنے دعوے کرتا ہے اور میرا مقابلہ کرنا چاہتا ہے ہلال ابن معقل کی اس لاف زنی پر حضرت محمد حنفیہ رض نے اپنے ہمراہیوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم اسی جگہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہو اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے تو دیکھ لینا کہ میری تلوار کیا کام کرتی ہے اور خدا سے اُمید ہے کہ میں ایسی تلوار چلاؤنگا کہ اس کی ہیبت سے ان تین ہزار آدمیوں کے دلوں کو ہلا دوں گا اور یہ میدان جنگ سے بھاگتے نظر آئینگے مجکو زرہ و جوشن کی بھی ضرورت نہیں ہے چنانچہ آپ بدون زرہ کے ان ملاعنہ سے مقابلہ فرماتے تھے پھر آپ نے اپنے رفقا سے فرمایا کہ اب تم ذرا اس بات کا اندازہ کرو کہ خدا تعالیٰ نے مجکو کیسی قوت و مردانگی کا جوہر عنایت فرمایا ہے یہ فرماکر آپ نے اپنے اونٹ کو بڑھایا اور ہلال کے برابر جا پہنچگئے جسوقت شداد کی نظر حضرت محمد حنفیہ رض پر پڑی تو اسنے اپنے لوگوں سے کہا کہ اے قوم کیوں میں تم سے یہ نہ کہتا تھا کہ لڑائی کیواسطے حضرت محمد حنفیہ رض کو میدان حرب میں نہ بلاؤ اب وہ میدان جنگ میں آگئے ہیں ذرا آگے بڑھکر دیکھو تو سہی شداد کی یہ گفتگو سُنکر اس کی فوج کے لوگوں نے کہا کہ کیا تم اس سوار کو پہچانتے تھے ہمیں معلوم نہیں ہوا نہیں جو ابدیا کیوں نہیں جانتے ہیں حضرت محمد حنفیہ رض نے ایک نعرہ مردانہ مارکر ہلال سے یہ فرمایا کہ اے ملعون تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو مجکو پہچانتا ہے یا نہیں پس اگر تو مجکو نہیں پہچانتا اور میری دلاوری اور جنگ آزمائی سے آگاہ اور واقف نہیں ہے تو بیشک تو معذور ہے کہ تو نے مجکو اپنے مقابلہ میں طلب کیا ہے اور اگر تو جانتا اور پہچانتا ہے اور میری معرکہ آرائی اور شجاعت سے واقف ہے تو اے جاہل و ناپاک

تو سخت احمق ہے کہ میری ضرب شمشیر سے تجکو خوف نہ معلوم ہوا حضرت محمد حنفیہؓ کے اس ارشاد شجاعت بنیاد سے ایک گونہ اس ملعون کو خفت ہوئی اسکے بعد حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ تو خوب سمجھ لے کہ میں اس تلوار سے تیرے طائر روح کو قفس ہستی سے مٹا دونگا اس کلام سے ہلال کو بہت غصہ آیا اور اس نے حضرت محمد حنفیہؓ پر حملہ کیا وہ حضرت بھی آگے بڑھے اور یہ فرمایا کہ میں جگر بند علی ابن ابیطالبؑ ہوں جو خدا کے ولی ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی تھے بس اس قدر فرما کر آپ نے تکبیر کہی اور اپنا دست حق پرست بڑھا کر ہلال کی کمر میں ڈالا اور قوت خداداد سے گنجشک کی طرح اسکو زین اسپ سے اٹھا لیا اور تنکے کی طرح اسکو آسمان کی طرف اچھال دیا اور جب وہ زمین کی طرف آنے لگا تو آپ نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس ملعون کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا تو زمین پر گرا اور دوسرا ہوا میں اڑ گیا علی ابن عبید اللہ بن عباس کہتا ہے کہ اسوقت میں نے عالم ہوا سے تکبیر کی آواز بخوبی سنی اور کوئی ظاہر بظاہر نظر نہ آتا تھا یہ حال دیکھکر شداد نے جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے پھر اپنے لوگوں سے یہ بات کہی کہ یارو اپنی حال پر رحم کھاؤ یہ خوب سمجھ لو کہ اگر اس دلاور جوانمرد نے تم پر حملہ کر دیا تو تم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچیگا یہ کوئی ایسے ویسے شخص نہیں ہیں حیدر کرار وصفدر جرار مظہر العجائب والغرائب حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کے فرزند یگانہ اور عالم دلاوری اور مردانگی میں وحید زمانہ ہیں میرا حق سمجھانے اور دوستی کا جو کچھ تھا وہ میں نے حتی المقدور ادا کر دیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے یہ تقریر اس فوج سے کر کے وہ حضرت محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے تسلیمات بجا لانیکے بعد عرض کیا کہ یا ابن امیرالمومنینؑ یہ غلام تو جاتا ہے اب آپ جانیں اور یہ لشکر جانے شداد کی یہ عرض و معروض سنکر آپ نے کہا کہ اچھا تم یہاں سے اپنے گھر کا راستہ لو میں خوب سمجھے ہوئے ہوں کہ اس گروہ سے کیا کارروائی اسوقت کرنی چاہیے چنانچہ اس حکم کے سنتے ہی شداد نے اپنے گھوڑے کی باگ میدان جنگ سے موڑ لی اور وہاں سے ایک طرف کو چل دیا یہ حال دیکھکر وہ تین ہزار آدمی بھی فوراً لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلے اسوقت رفقائے حضرت محمد حنفیہؓ نے ارادہ کیا کہ ان فراریوں کا تعاقب کریں لیکن حضرت نے ان سب کو منع

فرما دیا چنانچہ یہ سب لوگ حسب الحکم فوراً تعاقب سے لوٹ آئے اور حضرت محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر ہوئے وہاں سے تھوڑی دور چلکر اتفاق روزگار سے راستہ بھول گئے اور ایک صحرائے آب و گیاہ میں جا پڑے یہاں ان لوگوں پر پیاس نہایت شدت سے غالب ہوئی تو لوٹنے کا قصد کیا ناگاہ ایک آواز آئی کہ آگے بڑھو سنتے ہی آگے بڑھے مگر سوائے شدت گرما اور پیاس کے کچھ نہ سوجھتا تھا اور نہ آواز دہندہ نظر آتا تھا خلاصہ یہ کہ اسیطرح اس صحرا کے وسط میں پہنچ گئے اسوقت رفقا نے حضرت سے عرض کیا کہ یا مولا ہم لوگوں کو اس آواز سے ایک قسم کا خوف اور وسواس معلوم ہوتا ہے حضرت نے ان لوگوں کی التماس پر ارشاد فرمایا کہ کچھ خوف نکرو کیونکہ یہ آواز تمہاری رہبر ہے اور خدا تعالےٰ کی اسمیں بھی کوئی حکمت و مصلحت ہے خلاصہ یہ کہ یہ لوگ اسیطرح چلے جاتے تھے یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور شب تاریک نمودار ہوئی اور آگ جلتی ہوئی دکھائی دی حضرت محمد حنفیہؓ اس آگ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسکے قریب پہنچے تو یہ دیکھا کہ اس آگ کے پاس ایک خیمہ نصب ہے اور ایک اژدہا اس کے دروازہ پر کھڑا ہے اور وہ اس قدر خوفناک اور عظیم الجثہ ہے کہ اسکی دم تو زمین پر قائم ہے اور سر آسمان سے باتیں کر رہا ہے اس کیفیت کو دیکھکر یہ نفوس قدسیہ جو حضرت محمد حنفیہؓ کے ہمراہ تھے بہت خوفناک ہوئے اور ترس و ہراس کے باعث سب اسجگہ کھڑے ہوگئے اور آگے نہ بڑھ سکے اسوقت حضرت محمد حنفیہؓ اپنی جماعت سے آگے بڑھے اور اس اژدہے کی طرف متوجہ ہوکر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ السلام علیک یا حیۃ اگر تم قوم بنی جان سے ہو تو ہم کو کچھ جواب دو اژدہے نے جواب دیا السلام علیک یا ابن علی الہادی والکہف التقی والمہد النہی و متمسک العروۃ الوثقی و معتکف باب الہدیٰ و داعیہ الی الحجۃ العظمیٰ و ملہ بالطاعۃ الملک الاعلیٰ قائما بالدین والشفو مرحبا والتقو مرحبا و اہلاً یا محمد بن علی ابن ابیطالب اژدہے کی اس تقریر فصیح پر حضرت محمد حنفیہؓ کو بڑا تعجب ہوا اور آپ نے اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ تجھکو میرا نام کیونکر معلوم ہوا آپ کا یہ ارشاد سُنکر پھر اس اژدہے نے التماس کیا کہ میں جنوں کے اس گروہ سے ہوں جو کہ خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان و اسلام لائے تھے اور میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ کی رسالت

کا مقرر ہوں اور ذوالفقار جناب حیدر کرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خوف کھا کر ایمان لایا ہوں اور یہ صحرا ہمارا مسکن و نشیمن ہے یہاں پر ہم لوگ تا ظہور حضرت صاحب العصر والزمان خلیفۃ الرحمٰن جناب مہدی ہادی آخر الزمان علیہ السلام کے وقت تک قیام کرینگے اور جسوقت وہ حضرت ظہور فرمائینگے تو مقدمۃ الجیش آنحضرتؑ کے لشکر کا میں ہی مقرر ہونگا جس جس مقام پر وہ حضرت تشریف لے جائینگے میں آنحضرتؑ کے ہمراہ رہونگا یہ سُنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ مجکو سارزمون کہتے ہیں اور میں چودہ ہزار جنوں کا افسر اور سردار ہوں اور یہ بیابان دریا کے کنارہ سے لیکر تمام ولایت یمن تک میرے قبضہ اور تصرف میں داخل ہے پھر حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں ہم کو رستہ بتادو سارزمون جن نے عرض کیا کہ آپ نے راہ گم نہیں کی ہے بلکہ خداوند عالم نے تمکو اس مقام پر اور رستہ پر خود پہنچا دیا ہے کہ یہاں سے اپنے وعدہ گاہ پر پہنچ جاؤ میں تمہیں رستہ بتانے کے واسطے ہمراہ رہونگا جیسا کہ آپکے پدر بزرگوار نے مجکو حکم دیا ہے اسکے بعد سارزمون نے عرض کیا کہ تم کو سامان آب و طعام وغیرہ کی ضرورت ہے آپنے فرمایا کہ ہاں یہ سُنکر سارزمون نے اُسیوقت پانی حاضر کیا اور یہ عرض کیا کہ آپ وضو کر کے نماز پڑھ لیں چنانچہ جب یہ سب نماز سے فارغ ہوئے تو سارزمون نے پستہ اور شکر بمقدار کثیر لاکر حضرت محمد حنفیہؓ کے حضور میں حاضر کیا اور آپنے مع رفقا نوش فرمایا اس عرصہ میں اس میدان میں سے ایک غلغلہ اور شور بلند ہوا اور ایسی آوازیں زور سے آرہی تھیں کہ لوگوں کے کان پھٹے جاتے تھے یہ حال دیکھکر حضرت محمد حنفیہؓ کے رفقا نہایت خوفناک ہوئے مگر آپنے ان کی تسلی اور تشفی فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم ہرگز کسی بات کا خوف نکرو یہ آواز سارزمون کی فوج کی ہے کہ جو تمہارے یہاں آنے اور مقیم ہونے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہی ہے اور حضرت رسولخداؐ کی آل اطہار اور اہلبیت کے مناقب اور مسائل بیان کر رہی ہے اور یہ سب حضرت صاحب العصر والزمانؑ کی فوج ظفر موج ہے اس عرصہ میں اُن لوگوں کے نہایت ہی قریب سے یہ آواز آئی کہ النبی محمدؐ والوصی علیؑ اس آواز پر حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں کے مزید اطمینان کے واسطے فرمایا کہ لو سُنو یہ لوگ حضرت رسولخداؐ اور حضرتؑ کی مدح و ثنا میں مصروف ہیں تم ہر طرح

اطمینان رکھو، بہرحال رات بھر تو یہاں روانگی کا سامان ہوتا رہا اور علی الصباح منزل مقصود کی طرف
حضرت محمد حنفیہؓ مع اپنے رفقا کے روانہ ہوئے، اور آپ کے آگے آگے سارزمون کا لشکر بطور رہبر کے
جا رہا تھا اس فوج کی آواز اور غلغلہ سے لوگوں کے کان بہرے ہوئے جاتے تھے اور بوجہ ناواقفیت حضرت
محمد حنفیہؓ کے رفقا کو ان عجیب و غریب اور ہولناک آوازوں پر وسواس اور وہم پیدا ہو جاتا تھا
مگر حضرت محمد حنفیہؓ برابر ان لوگوں کی تشفی و تسلی کیے جاتے تھے، ابن عبداللہ ابن عباس سے روایت
ہے کہ ہم لوگ اسی طرح چلے جاتے تھے اتنے میں آفتاب بخوبی نکل آیا اور تمام صحرا میں روشنی پھیل گئی
پھر دفعتاً وہ روشنی زائل ہو گئی اور تاریکی چھا گئی، میں نے حضرت محمد حنفیہؓ سے عرض کیا کہ ایسی تاریک
اور اندھیری رات ہم نے عمر بھر میں کبھی نہیں دیکھی اب یہ فرمائیے کہ وہ روشنی جو ہم نے دیکھی تھی دراصل
کیا تھی، اور اسکا روشن کرنے والا کون تھا، آپ نے فرمایا کہ وہ ایک اعرابی تھا جو اونٹ پر سوار تھا وہی ہمارا
رہبر تھا اور وہ روشنی بھی اسی کی تھی اور وہ مسمّی سارزمون جنوں کا بادشاہ تھا اور وہ میرے بزرگوار
کا غلام ہے اور اب وہ یہاں سے رخصت ہو گیا کیونکہ اسکی حد اسی مقام تک تھی، بس آگے بڑھ کر ان
جنوں کی عملداری ہے اجر کا فر ہیں اور پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یارو یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے
کیونکہ اس طرف ہمارے خلاف مذہب جنوں کی عملداری ہے، اور یہ سارزمون سے شب و روز جنگ
و پیکار میں رہتے ہیں، ابن عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ابھی میں حضرت محمد حنفیہؓ سے اس
گفتگو میں مصروف تھا کہ ایک نہایت ہولناک آندھی اٹھی اور تمام صحرا تیرہ و تار ہو گیا بعد اسکے ہوا کا
رنگ مانند خون کے سرخ ہو گیا اور چار طرف سے طرح طرح کی خوفناک آوازیں آتی تھیں یہ حال دیکھکر
میں نے اپنے اپکو حضرت محمد حنفیہؓ کے قریب پہنچایا اور ان کے اونٹ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور اسوقت
سعد بھی ہمراہ تھا ہم نے حضرت محمد حنفیہؓ کو اسوقت دیکھا کہ اپنی تلوار میان سے نکال لی تھی اور نعرے
مارتے تھے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کہتے تھے اور کانپتے تھے لیکن اور کوئی شخص
اس مقام پر نظر نہ آتا تھا آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی و غبار غائب ہو گیا اور آوازیں
جو چار طرف سے آ رہی تھیں بند ہو گئیں تو اسوقت ہم نے دیکھا کہ وہ بیس آدمی جو ہمارے ساتھ

تھے غائب ہیں معلوم ہوا کہ وہ شور وغل کافر جنوں کا تھا کہ جنہوں نے ہم لوگوں پر حملہ کیا تھا بہر حال
اس اندھیرے میں ہمارے ہمراہی ہم سے چھوٹکر مکہ کو روانہ ہو گئے تھے اور اسوقت حضرت محمد حنفیہؓ
کے ہمراہ سوائے میرے اور سعد کے اور کوئی شخص نہ رہا حضرت محمد حنفیہؓ ان لوگوں کی مفارقت پر بہت
روئے بہر حال ہم لوگ یہاں سے بھی روانہ ہوئے اور اسیطرح چلے جاتے تھے کہ ایک دشت میں
پہنچے اس مقام پر ایک دریائے زخار لہریں مار رہا تھا خلاصہ یہ کہ ہم لوگ اسیطرح تین رات دن تک
برابر اسی دریا کے کنارے کنارے چلے جاتے تھے سعد کا بیان ہے کہ اثنائے راہ میں ہم ایک مقام
پر پہنچے کہ جہاں کی زمین بالکل سرخ تھی اس جگہ پر ہم کو ایک صومعہ پتھر کا بنا ہوا نظر آیا اور اسمیں
ایک راہب موجود تھا اسکا نام جو دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسکا نام مجارس ہے اسکی ایک سو
بیس برس کی عمر تھی لیکن ابھی تک اسکا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا اس راہب کو انجیل و
زبور حفظ یاد تھی اور سال میں ایک دفعہ دور دور مقامات کے عیسائی اسکی خدمت میں آتے تھے
اور اس سے اپنے مذہب کے مسائل دریافت کرتے تھے اس دریا کے کنارے جسقدر آبادی تھی
اسمیں سب عیسائی رہتے تھے خلاصہ یہ کہ جسوقت ہم لوگ اس صومعہ کے دروازہ پر پہنچے تو نہایت
شدت کی گرمی تھی حضرت محمد حنفیہؓ اس مقام پر اپنی سواری سے اترے اور پانی طلب کیا چنانچہ اسیوقت
سعد پانی لائے اور حضرت محمد حنفیہؓ اس مقام پر طاعت پروردگار اور نماز کردگار میں مصروف ہوئے
اسوقت مجارس راہب کلیسا پر سے بیٹھا ہوا یہ حال سب دیکھ رہا تھا اسنے حضرت محمد حنفیہؓ کو
نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کلیسا کا دروازہ کھولا اور وہاں سے حضرت محمد حنفیہؓ کی ملاقات کو آیا یہ راہب
یعنی پادری اسوقت پلاس سیاہ یعنی ٹاٹ کے کپڑے پہنے ہوئے اور سر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے انجیل گلے
میں حمائل کئے ہوئے اور نعلین پاؤں میں ڈالے ہوئے اور عصا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا بہر حال وہ حضرت
محمد حنفیہؓ کے قریب آیا اور اسنے سلام علیک کی آپ نے جواب سلام ارشاد فرمایا اسکے بعد وہ راہب حضرت کے
قریب بیٹھ گیا آپ نے اسکے سراپا کو بغور دیکھا اسوقت اس راہب کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس کا
نگ عقیق کا تھا اور اسپر یہ عبارت کندہ تھی واهتدی من تولاک یا علی ولقد علیک واهتدے

من ہالک یا علی حضرت محمد حنفیہؓ نے جب اس عبارت کو نگین پر ملاحظہ فرمایا تو آپ کو نہایت
تعجب ہوا آخر آپ نے اُس پادری سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے راہب تجھے معلوم ہے کہ تیری اس
انگوٹھی کے نگینہ پر کیا عبارت کندہ ہے اُس راہب نے جواب دیا کہ ہاں میں جانتا ہوں اور صرف میں نے
بنظر حصول برکت اسکو پہن لیا ہے اور نیز یہ کہ اس انگوٹھی کے باعث کیلئے اسے پہن دامان میں رہتا
ہوں بس ایک لمحہ بھی اس انگوٹھی کو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرتا ہوں یہ سُنکر حضرت محمد حنفیہؓ
نے اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے شخص کیا تیرا نام مجارس ہی اور تیرے باپ کا نام عبدالقدوس ہے
راہب نے کہا کہ ہاں میں مجارس ابن عبدالقدوس ہوں پھر حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ بھلا
یہ تو بتلاؤ کہ کس قدر زمانہ سے تم اس دریا کے کنارے پر عبادت و اطاعت الٰہی میں مصروف ہو پادری
نے جواب دیا کہ نوّے برس سے اس جواب کو سُنکر پھر آپ نے اس پادری سے یہ ارشاد فرمایا کہ بھلا اس نوّے
برس کے زمانہ میں تمہاری نظر سے کوئی ایسی چیز بھی گذری جو نہایت عجیب ہو راہب نے عرض کیا
کہ ہاں اس عرصہ میں ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ جسکی اصلیت دریافت کرنے سے میں عاجز ہو گیا
ہوں اُس نے عرض کیا کہ ہر دفعہ جب رمضان کا مہینا آتا ہے اور اُنیس روز اس مہینہ کے
گذر جاتے ہیں تو اُنیسویں روز بوقت طلوع آفتاب یہاں ایک مُرغ ایسا عظیم الجثہ کہ جس کا قد
ایک بیل کی برابر ہے آتا ہے اور برف کی مانند سفید ہے جب وہ مُرغ اس دریا پر گذر کے وسط میں
پہنچتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اور تین دفعہ چیخ مارتا ہے تو اُسوقت زمین لرزہ میں آتی ہے اور دو دفعہ
باواز فصیح کہتا ہو اخرج یا شرالاشرار انک من غضب الجبار و مصیرک النار قاتل الکرام
امام الاخیار امیرالمومنین علی ابن ابیطالب حیدر کرار علیہ السلام جسوقت مرغ مذکور یہ
ندا کرتا ہے تو اس دریا میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور بڑی بڑی موجیں اُٹھنے لگتی ہیں اُسوقت دریا کے
اس مقام کے دو حصے ہو جاتے ہیں اور یہاں پانی بالکل باقی نہیں رہتا ہے اور اس دریا کی تہ صاف
نظر آتی ہے اُسوقت یہ مرغ یہاں سے ایک آدمی اپنے پنجہ میں لیکر دریا کے کنارہ پر آتا ہے اور
اس صومعہ کے کنارے اُس سنگِ سیاہ پر اُسکو رکھدیتا ہے وہ آدمی نہایت بدصورت اور ایسا

بدہیئت ہوتا ہے کہ اسکی برابر کوئی بدصورت آدمی آجتک میری نظر سے نہیں گذرا ہے اس کے
تمام بدن میں آگ لگی ہوئی ہوتی ہے اور اسکا چہرہ بالکل سیاہ ہوتا ہے اور اسکی زبان سب کی
سب باہر نکلی ہوئی ہوتی ہے اور وہ ملعون اسوقت روتا ہے اور اس مرغ سے کہتا ہے کہ النار
خلصنی من النار جسوقت وہ مرغ اس شخص کے اس کلمہ کو سنتا ہے تو بالائے ہوا سے نیچے اتر
آتا ہے اور ایک چونچ اس زور سے اسکی گردن میں مارتا ہے کہ اس آدمی کا سر الگ ہوجاتا ہے پھر
وہ مرغ اس سر کو کھا جاتا ہے تو پھر اسیطرح اسکے تمام بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نگل جاتا
ہے یہانتک کہ اسکا کچھ نشان تک نہیں چھوڑتا اور پھر وہ مرغ اس شخص کے گوشت پوست کو کھا
کر شکر خدا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تیرا احسان ہی کہ مجکو تونے خلق فرمایا اور میرا رازقہ ایسے
شخص کے گوشت سے مقرر فرمایا کہ جو تیری ولی کا دشمن ہی یہ کہکر پھر وہ مرغ اوڑکر دریا کی طرف چلا جاتا ہے
اور اس دریا کی موجیں بند ہوجاتی ہیں اور پھر وہ اپنی حالت سابق پر آجاتا ہے اور سال بھر تک پھر
اس مرغ کا پتہ نہیں لگتا لیکن جب پھر رمضان کا مہینا آتا ہے تو مرغ مذکور پھر اسیطرح آتا ہی اور یہی
کارروائی کرتا ہے میں اس مرغ کے اس عمل سے سخت متحیر ہوں اور آجتک یہ معمہ مجھپر منکشف نہیں ہوا
یہ واقعہ اور حال سنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے پھر اس راہب سے دریافت فرمایا کہ آیا تونے برابر نوّے برس
سے اسیطرح اس مرغ کو آتے ہوئے اور یہ کارروائی کرتے ہوئے دیکھا ہے یا اب چند برسوں سے مرغ
مذکور آتا ہے تو اس راہب نے عرض کیا کہ نہیں چند سال سی یہ مرغ یہاں آتا ہے اور اسیطرح حیرتناک
کارروائی کرتا ہے حضرت محمد حنفیہؓ راہب کے جواب پر بہت متعجب ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ تو جانتا ہے
کہ یہ مرغ کون ہی یہ ایک فرشتہ ہی جو دوزخ پر موکل ہے اور یہ آدمی عبدالرحمن ابن ملجم ہے میرے
باپ کا قاتل ہے اور خدا تعالے نے اس فرشتے کو اس شخص پر مسلط کیا فرمایا ہے کہ اسیطرح ہر
سال ابن ملجم کو اپنی خوراک قرار دے اور اسطرح تا قیام قیامت اس مردود کی یہ سزا مقرر فرمائی
ہی اور بروز حشر ابدالآباد جہنم میں رکھا جائیگا اسقدر ارشاد فرماکر آپ پھر رونے لگے اور وہ راہب
بھی رونے لگا اور پھر حضرت محمد حنفیہ رضہ سی اس راہب نے سوال کیا کہ جس شخص کو اس ملعون نے قتل کیا ہے

وہ آپکے کوئی عزیز تھے حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ جواب دیا کہ ہاں وہ میرے والد بزرگوار علیؑ ابن ابیطالبؑ تھے کہ جبکو اس بدبخت نے علیٰ حالت نماز میں تلوار سے شہید کیا اور وہ شامل رحمت الٰہی ہوئے یہ سنکر اس راہب نے عرض کیا کہ میں علیؑ کو بخوبی پہچانتا ہوں اور ان سے واقف ہوں حضرت محمد حنفیہؓ نے راہب کا یہ جواب سنکر ارشاد فرمایا کہ تم انکو کب سے اور کیونکر پہچانتے ہو اس نے کہا کہ انجیل میں پیغمبران گذشتہ نے ان کی بہت صفت و ثنا لکھی ہے اس دریا کے کنارے پر مقیم رہنے کا بھی یہی سبب ہے کہ میں اسکی اہلبیت سے کسی کے ہاتھ پر ایمان لاؤں اور اپنی قوم کو بھی مسلمان کروں پھر راہب نے یہ کہا کہ میں نے پیغمبروں کے صحیفوں میں دیکھا ہے کہ ایک شخص حضرت امیر علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہوگا جو اس مقام پر تشریف لاکر غائب ہوجائیگا یہ سنکر حضرت محمد حنفیہؓ نے اس راہب سے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص جس کا ذکر تو نے کیا ہے وہ میں ہوں کہ یہاں سے غائب ہوجاؤنگا اس راہب نے حضرت محمد حنفیہؓ سے دریافت کیا کہ آپ بطن جناب سیدہ حضرت فاطمہ زہراؑ سے ہیں یا کسی دوسری بی بی سے پیدا ہوئے ہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے راہب کو جواب دیا کہ میری ماں کا نام حنفیہؓ ہے اور میں امت کے جور و ظلم سے غائب ہوں یہ سنکر پھر اس راہب نے یہ عرض کیا کہ نہایت مناسب ہے اور آپ کا یہ زہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کے مشابہ ہے پھر راہب نے حضرت محمد حنفیہؓ سے یہ عرض کیا کہ آپ گواہ رہیے میں اقرار کرتا ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ و اشھد ان علیاً ولی اللہ جب اس راہب کو حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ کلمہ پڑھتے ہوئے سنا تو آپ بہت خوش ہوئے اور اسکے حق میں دعا کی اسکے بعد راہب نے عرض کیا کہ اب آپ چلکر صومعہ میں قیام فرمائیں تاکہ میں جاکر اپنی قوم کے لوگونکو بلا لاؤں اور وہ حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ پر ایمان لائیں حضرت محمد حنفیہؓ نے راہب کی اس التماس کو قبول فرمایا چنانچہ راہب اسیوقت ابن عبداللہؓ ابن عباسؓ کو ہمراہ لیکر اپنی قوم میں گیا اور اسنے اپنے گروہ سے کہا کہ اے لوگو تم کو مبارک ہو کہ فرزند حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ یہاں تشریف لائے ہیں اور میں نے انکے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا پس تم لوگ بھی سب مسلمان ہوجاؤ اور اپنے تمام لوگوں کو حضرت

امام زین العابدینؑ کی امامت کی جانب دعوت کی اور یہ خبر اس تمام ملک میں مشہور ہوگئی لوگ برابر مسلمان ہوتے جاتے تھے کہتے ہیں کہ یہ ملک بھی عبداللہ ابن زبیر کے قبضۂ اقتدار میں تھا اور اس مقام کا حکمران اسکی طرف سے ایک شخص عبدوس نام تھا جو حضرت امیرالمومنین کا سخت دشمن تھا اور اپنے دلی عناد اور عداوت رکھتا تھا اس ملعونکو جب محمد حنفیہؓ کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اس زمانہ میں دو ہزار آدمی کی فوج بھی اسکے ماتحت تھی چنانچہ وہ ان دو ہزار آدمیوں کی جمعیت سے اُن نومسلموں کی ایذارسانی کے واسطے چڑھ آیا چنانچہ انمیں سے بعض کو جان سے بھی مارڈالا اکثر کے گھر برباد کر دیئے اور ان سے یہ کہتا تھا کہ تم مسلمان کیوں ہو گئے مگر ابھی تک حضرت محمد حنفیہؓ کی اسکو خبر نہ پہنچی تھی کہ اس اثنا میں ایک خوبصورت آدمی آیا اور اُنسے کچھ آہستہ کہا چنانچہ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سعد کو حکم دیا کہ اب اونٹ کی زین کس کر لے آکیونکہ ہمارے چلنے کا وقت آپہنچا ہی چنانچہ سعد اونٹ پر زین کسکر حضرت کیخدمت میں لیے آیا اس عرصہ میں وہ جوان پاکیزہ صورت جس نے آپ سے آکر کچھ عرض کیا تھا یکایک غائب ہو گیا اس وقت علی ابن عبداللہ ابن عباسؓ اور سعد اور وہ راہب اور وہ سب مسلمان کہ جو حال میں ایمان لائے تھے خیمے سے باہر نکل آئے اور حضرت محمد حنفیہؓ کے عقب میں کوہ عقیق کی طرف روانہ ہوئے اس پہاڑ کا ایک نام جبل الفرج بھی تھا جب حضرت محمد حنفیہؓ نے تھوڑا سا رستہ قطع فرمایا تو پھر وہ نوجوان پاکیزہ رو ظاہر ہوئے اور حضرت محمد حنفیہؓ کے آگے آگے جارہے تھے یہانتک کہ جاتے جاتے ایک چشمہ کے کنارے پر پہنچے اور اس چشمہ سے حضرت محمد حنفیہؓ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی یہانپر پھر وہ نوجوان غائب ہو گئے اُسوقت حضرت محمد حنفیہؓ نے دیکھا کہ ایک رقعہ اُن کے پاس جانماز پر پڑا ہوا ہی حضرت محمد حنفیہؓ نے اسکو پڑھا تو اسمیں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی یا ابن الامام غیب نفسك فی ھذہ الکھف الی یوم الوقت المعلوم فان علیك حکما لا یعلمھا الا اللہ اُسوقت محمد حنفیہؓ نے علی ابن عبداللہ ابن عباس اور سعد اور مجارس کو جو نومسلم تھا اپنے پاس طلب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اب میرے غائب ہونیکا زمانہ بہت قریب پہنچ گیا صرف تھوڑی دیر کے بعد میں غائب ہو جاؤنگا اور ہر چند تم

مجھکو تلاش کروگے لیکن تم کو میرا پتہ نہ لگیگا اور میں تم سے نہ مل سکونگا پس تمکو مناسب ہے کہ جو تم کو دریافت کرنا ہو وہ مجھ سے دریافت کرلو اور میں تمہاری باتوں کا بخوبی اور مفصل جواب دونگا اُسوقت علی ؓ ابن عبداللہ ابن عباس ؓ نے عرض کیا کہ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ وہ جوان پاکیزہ صورت کون شخص تھے کہ جو کئی بار ظاہر ہوئے اور پھر ہم لوگوں کی نظر سے غائب ہوگئے تھے حضرت محمد حنفیہؓ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ السلام تھے پھر سعد نے عرض کیا کہ آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں کہ اس مقام پر ہم بھی آپ کے ہمراہ چلیں سعد کے اس التماس کے جواب میں حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں میں جاتا ہوں وہانتک تمہاری رسائی نہیں ہوسکتی ہے مگر میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ خدا کی یاد میں مصروف رہنا اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اُن سے اجتناب کرتے رہنا اور جو خدا کے مخلص بندے ہوں اُن سے محبت رکھنا اور جو دشمن خدا ہوں انکے ہمیشہ دشمن رہنا اور جب تم لوگ مدینہ منورہ پہنچو تو میری طرف سے رحمت خدا حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پہنچا دینا اور پھر عرض کرنا کہ جس مقام پر جانے کا آپ نے حکم دیا تھا میں وہاں کو روانہ ہوگیا اور میرا سلام اُنسے عرض کرنا اور یہ بھی عرض کردینا کہ جس شخص کی نسبت آپ نے ارشاد فرمایا ہے میں اُنسے آپ کا پیام وسلام کہدونگا اس ارشاد کے بعد حضرت محمد حنفیہؓ نے ان لوگوں سے یہ فرمایا کہ ابھی یاروں میں اس پہاڑ کے اندر جاتا ہوں اور اسکی کھوہ میں داخل ہوتا ہوں ایسا نہو کہ تم بھی میرے عقب میں چلے آؤ حضرت رسولخدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک شخص مثل اصحاب کہف کے ہوگا میں اس پہاڑ کے بیچ میں تا ظہور موفور السرور حضرت صاحب العصر والزمانؑ غایب رہونگا اور جب قائم آل محمدؐ ظہور فرمائینگے تو اُن کے تخت کا ایک پایہ میرے ہاتھ میں ہوگا اُسوقت علی بن عبداللہؓ نے عرض کیا کہ قائم آل محمدؐ کون شخص ہوگا حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ قائم آل محمدؐ وہ ہونگے کہ جو دین میں قیام یعنی استحکام فرمائیں گے اور ان کا نام وہ ہوگا جو حضرت رسولخداؐ کا اسم مبارک ہے اور انکی کنیت بھی وہی ہوگی جو حضرت رسولخدا کی کنیت ہے اور اُنکے پدر بزرگوار حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب علیہم السلام ہیں جس وقت حضرت محمد حنفیہؓ

سنے یہ تقریر دردناک ختم فرمائی تو کچھ آوازیں چار طرف سے آنے لگیں سعد نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ یہ آوازیں کہاں سے آتی ہیں حضرت محمد حنفیہؓ نے ارشاد فرمایا کہ آواز مذکور پریوں کی ہے کہ جنہوں نے ہم کو اس مقام تک راستہ بتایا تھا اور اب ہم سے رخصت ہونے کے واسطے آئی ہیں اتنا ارشاد فرما کر آپ اُٹھے اور تو بہ تو بہ پڑھتے ہوئے اس پہاڑ کی جانب روانہ ہوئے اسوقت کوہ مذکور میں سے یہ آواز آئی ادخلی یا امانت اللہ فی بطنی یعنے ای امانت خدا میرے شکم میں داخل ہو اور مجھکو وہ حقیق کہتے ہیں کیونکہ میں نے خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفٰےؐ کی نبوّت اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی امامت کا اقرار کیا ہے سعد بیان کرتا ہے کہ جسوقت ہمارے آقا اس پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا اور اُسنے آگے بڑھکر حضرت محمد حنفیہؓ سے معانقہ کیا اور پھر یہ دونو اس پہاڑ کی کھوہ میں چلے گئے اور وہاں جاکر غائب ہوگئے علی بن عبداللہ ابن عباسؓ کہتا ہے کہ جب سید محمد حنفیہؓ اس غار پر پہنچ گئے تو ہم لوگ اس غار کے دروازہ پر موجود تھے اور اگلے روز تک ہم وہاں ٹھیرے ہوئے تھے اتفاق سے اُسروز عبدوس ملعون حضرت محمد حنفیہؓ کی تلاش میں آیا اور مجھ سے اُن کی خبر دریافت کی میں نے اُسکو جواب دیا کہ وہ اس غار میں چلے گئے ہیں عبدوس نے اسیوقت اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور ننگی تلوار کھینچے ہوئے بڑھا اور اپنے ساتھیوں سے یہ کہتا تھا کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو میں محمد حنفیہؓ کا سر لیکر ابھی آتا ہوں یہ کہکر اُسنے ارادہ غار کے اندر جانے کا کیا ابھی قدم بڑھانے نہ پایا تھا کہ ایک شیر تریاں اس مقام پر دائیں طرف سے آیا اور اُس نے عبدوس کو پھاڑ ڈالا یہ حال دیکھکر اس کی فوج میں ایک غلغلہ برپا ہوگیا اور شیر نے کل آدمیوں کو جو تخمیناً چھ سو آدمی تھے ہلاک کر ڈالا ہم سب لوگوں نے جب یہ حال دیکھا تو بجز بھاگنے کے کوئی طریق نجات نہ پایا اور سید ہے مکہ کو روانہ ہوئے اور مجارس اپنے گھر کو روانہ ہوا کہتے ہیں کہ اس ملک کے باشندے ابتک دو گروہ ہیں ایک تو وہ فرقہ ہے جو کیسانیہ مذہب رکھتا ہے اور ایک گروہ امامیہ ہے کیسانیہ مذہب کے لوگ کہتے ہیں انکا یہ عقیدہ ہے کہ آخر زمانہ میں قائم آل محمدؐ حضرت محمد حنفیہؓ ہیں اور انکی اولاد میں سے جو شخص امامت کا دعوےٰ کرے وہ امام ہے مگر امامیہ مذہب کے لوگ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ جب قرب قیامت ہوگا تو آخر

زمانۂ دُنیا میں قائم آل محمدؐ کا ظہور ہوگا اُن کا اسم مبارک مہدیؑ ہوگا اور یہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ
کی اولاد سے ہونگے بہرحال جب سعد حضرت محمد حنفیہؓ سے رخصت ہوکر مکہ پہنچا اور علی بن عبداللہؓ
نے یہ ارادہ کیا کہ جسقدر واقعات اسوقت تک گذری ہیں انکو تفصیل وار اپنے باپ سے بیان کریں
تو عبداللہ ابن عباسؓ نے اُس سے یہ کہا کہ تمہارے یہاں پہنچنے سے قبل مجھسے حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام یہ سب حال مفصل و مشرح ارشاد فرما چکے ہیں اب یہ بتلاؤ کہ محمد حنفیہؓ غار میں کیونکر
داخل ہوگئے اور عبدوس اور اسکی فوج کیونکر داخل جہنم ہوئی اوسوقت علی ابن عبداللہ نے یہ کلمہ کہا
کہ صدقت یا امام زین العابدین یعنی حضرت امام زین العابدینؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب صحیح
اور درست ہے اس کے بعد سعد مذکور روانہ ہوا اور حضرت امام زین العابدین کے حضور میں حاضر ہوا
حضرت امام زین العابدین سید الساجدینؑ سے سب حال عرض کیا اور جو سلام و پیام حضرت محمد
حنفیہؓ نے کہلا بھیجا تھا وہ پہنچایا اور اسکے بعد سعد اہل و عیال حضرت محمد حنفیہؓ کے دولتخانہ پر گیا
اور اُن سے بھی سب حال عرض کر دیا اور جبتک زندہ رہا راہ حق پر قائم رہا۔

واقعہ پانزدہم ابراہیم بن مالک اشترؓ کا ابن زیاد کی مقابلہ کیلئے جانا

روایت ہے کہ جب غیبت محمد حنفیہؓ کی خبر مختار کو معلوم ہوئی تو اسکو انتہا درجہ کا صدمہ اور رنج ہوا
کیونکہ وہ ان کا معتقد خاص با اخلاص اور شیعیان حیدر کرار میں سے تھا وہ اس خبر وحشت اثر کو سنکر
بہت دیر تک روتا رہا آخر اس نے اپنے سرداران لشکر کو بلایا اور ان سے کہا کہ اے بھائیو
آگاہ ہو کہ اب اس اُمت کے ظلم و جور کی انتہا نہیں رہی جو اسکی طرف سے آل محمدؐ پر نازل ہوئی
ہے تم نے سنا ہوگا کہ حال میں حضرت محمد حنفیہؓ نے عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ سے نہایت تنگ
اور پریشان ہو کر ہجرت اختیار فرمائی اور اس مقام پر کہ جہاں اُن سے جانیکا وعدہ ہو چکا تھا تشریف
لیجا کر غائب ہوگئے اور اب وہ قائم آل محمدؐ کے ہمراہ خروج کرینگے خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا
دوسری بات غور کے قابل یہ ہے کہ عراق میں حضرت امام حسینؑ کی جسقدر قاتل موجود تھے اُن سب کو تو
میں نے قتل کرا دیا اور ان کا خانماں تباہ و برباد کر دیا اور ان کے درخت اور شاخونکو کاٹ ڈالا

مگر ابھی تک جڑ اس درخت کی باقی ہے اور وہ خبیث ابن خبیث عبید اللہ ابن زیاد ہے اس میں شک نہیں کہ یہ شخص بدترین مخلوقات سے ہے اور جبتک یہ ملعون پردۂ دنیا پر زندہ و موجود رہیگا مجکو اسوقت تک نہ تو کھانے کا مزا آئیگا اور نہ پانی پینے کا لطف آئیگا کیونکہ اسکی زندگی باعث بربادی مخلوقات اور موجب فتنہ انگیزی و خونریزی امت محمدیہ کا ہے فضل خدا سے اسوقت میں نے تمام صوبہ عراق کو آل رسول خدا کے دشمنوں سے بالکل پاک و صاف کردیا ہے اور اب کوئی فتنہ اور خرخشہ اس قسم کا باقی نہیں رہا صرف ابن زیاد کا اندیشہ ہے تو اب ہم کو واجب و لازم ہے کہ اُس ملعون کے دفعیہ کی تدابیر میں دل و جان سے مصروف ہوں اور متفق ہوکر ایسی کوششیں کریں کہ اُسکا نام و نشان صفحہ روزگار سے محو ہوجائے لہذا ہم کو سردست مقام موصل میں نہایت ہشیاری اور دلیری سے حملہ کرنا چاہیئے اُمید ہے کہ خداتعالے ہم کو اس لڑائی میں فتحیاب فرمائیگا اور یہ غم ہمارے دل سے بالکل دور ہوجائیگا جب مختار نے یہ تقریر اپنے سرداروں کے سامنے بیان کی اُسوقت سب لوگوں کی نظر ابراہیم ابن مالک اشتر رحمۃ پر تھی کہ دیکھیں وہ اس تقریر کا کیا جواب دیتے ہیں چنانچہ ابراہیم رضہ نے اس تقریر مختار کا جواب اسطرح دیا کہ یا امیر میں عبید اللہ ابن زیاد کی سرکوبی اور مقابلہ کے واسطے حسب تجویز تمہارے موصل کو روانہ ہوتا ہوں اور تم اسوقت کوفہ ہی میں قیام کرو مجکو خداوند کریم کے فضل و کرم سے اُمید کامل ہے کہ اس معرکہ میں وہ ضرور مجکو فتح عنایت فرمائیگا اور عبید اللہ ابن زیاد میرے ہاتھ سے اس جگہ یقیناً مارا جائے گا اور شجرۂ ملاعنہ کے قتل کا اجر مجکو ملیگا مختار نامدار نے یہ جواب دلیرانہ ابراہیم رضہ کا سنکر کہا کہ اے بہادر زمانہ اے جوانمرد یگانہ انشاء اللہ تعالے خدائے برتر تجھکو بیشک اور ضرور اس معرکہ میں فتحیاب فرمائیگا اور تمام بنی اُمیہ کا دل تمہارے ہاتھ سے عبید اللہ ابن زیاد کے قتل ہوجانے پر شعلہ زن بدرد والم ہوگا بہرحال ابراہیم رضہ نے مختار کے احکام کو نہایت جوش خاطر سے قبول کیا اور سب مسلمان بھی اس ارادہ ابراہیم رضہ و مختار سے خوش اور بشاش تھے کیونکہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسوقت تک جس جس لڑائی میں ابراہیم رضہ شریک ہوا تھا اُس نے نہایت ناموری کے ساتھ فتح پائی تھی خلاصہ یہ کہ اس گفتگو کے بعد مختار نے سامان جنگ و اسباب سفر کی تیاری کا حکم دیا اور تمام اہل کوفہ سے خراج اس [illegible]

وصول کیا کہ اخراجات لشکر ابراہیمؓ کے کام میں آئے اور یہ سب روپیہ ابراہیمؓ کے سپرد کیا ابراہیمؓ نے
چار مہینے کا سامان خورد و نوش بہم پہنچا دیا اسکے بعد ابراہیمؓ تیس ہزار دلیران جنگی کو ہمراہ لیکر اسی روز
کوفہ سے باہر نکلکر مقام نخلہ میں فرد کش ہوا مختار ہر روز صبح کیوقت جبتک ابراہیم اس جگہ مقیم رہا اسکے
پاس خود جاتا رہا اور صلاح و مشورہ کرتا رہا اور جس شب کی صبح کو ابراہیمؓ کوچ کرنیوالا تھا اس شب کو
خود بھی مختار لشکر گاہ میں سویا تاکہ جو کچھ افہام و تفہیم ابراہیم کو کرنی ہو کرلے چنانچہ تمام شب باہم صلاح و
مشورہ ہوتا رہا دوسرے روز تمام کوفہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ ابراہیم اشتر عبیداللہ زیاد کے مقابلہ کے
لئے مع لشکر روانہ ہونے والے ہیں اس اطلاع کے مشہور ہونے پر تمام اہل کوفہ بیرون شہر اس مقام پر جہانکہ
ابراہیمؓ کا لشکر پڑا ہوا تھا جمع ہو گئے اور جب ابراہیم مع طبل و علم روانگی سفر پر تیار ہوا یہ حال دیکھ تمام
حاضرین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور نہایت بیتابی سے رونے لگے کیونکہ ابراہیم ایک مرد مومن اور
نہایت متقی اور پارسا تھا اور ہمیشہ وہ اہل اسلام کی خیر خواہی اور نفع رسانی میں مصروف رہتا
تھا جب نقارہ کوچ کا بجا اور ابراہیمؓ کے ایک غلام نے کہ جسکا نام میمون تھا علم اپنے ہاتھ میں لیکر اٹھایا
کیونکہ لڑائی کے موقع پر ابراہیمؓ کے لشکر کا علمدار یہی شخص ہوا کرتا تھا یہ حال دیکھکر تمام اہل کوفہ نے دوبارہ
گریہ و زاری شروع کی اور سب نے خداوند کریم کے حضور میں اسوقت یہ نذر مانی کہ اگر ابراہیمؓ فتح و فیروزی کے
ساتھ کوفہ کو واپس آئیگا تو ہم میں سے ہر ایک شخص خدا کے نام ایک مقدار مقررہ زر نقد محتاجوں اور
مساکین کو تقسیم کریگا اسوقت مختار ایک مقام بلند پر کھڑا ہوا ابراہیمؓ کے لشکر کو ملاحظہ کر رہا تھا
ابراہیم کی فوج گروہ گروہ جیساکہ اس زمانہ کا قاعدہ تھا صف باندھے ہوئے موصل کو جارہی تھی اور تمام لشکر
سے آگے بنظر امید فتح و فیروزی حضرت امیر المومنینؑ کی کرسی تھی جو ایک اونٹ کی پشت پر لدی
ہوئی تھی اسی کرسی کا نام سکینہ تھا اور مختار اس کرسی کو ہر ہفتہ گلاب سے دھویا کرتا تھا اور مشک و
عنبر خوشبودار رہنے کیلئے ملا کرتا تھا اور یہ سب اہتمام اسواسطے تھا کہ اسکو حضرت علیؑ سے
انتہا درجہ کی محبت تھی اور ان حضرت کا معتقد تھا جناب رسول خدا صلعم سے منقول ہے کہ جو شخص میرے
ایک جزو کو دوست رکھتا ہے اور وہ اپنی زبان سے کہے کہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں قسم خداوند کریم

جل جلالہ اُسکو ثواب عظیم عطا فرمائیگا اور جو شخص میرے ایک جزو کا دشمن ہوا ور یہ کہے کہ میں اُسکو دشمن رکھتا ہوں تو وہ شخص قیامت کے روز میری شفاعت سے بے نصیب رہیگا۔ بہرحال ابراہیم نے مقدمۂ لشکر پر طفیل ابن شمیط نخعی کو افسر مقرر کیا اور اپنے گروہ کو اسکے تفویض کیا اور جب اسکے بعد وہ مختار کے قریب رخصت ہونے کی غرض سے پہنچا تو اس نے چاہا کہ گھوڑے سے اتر پڑے لیکن مختار نامدار نے اسکو اترنے سے منع کیا اور بحالت سواری اُس سے معانقہ کیا اور اُسکو رخصت کیا اسکے بعد مزاحم ابن مالک اشتر نخعی کا گروہ آیا اور اس کے گروہ کے آگے آگے بیس اونٹ خاصہ کے چلتے تھے جنپر سامان لشکر لدا ہوا تھا مختار نے اُسکو بھی گلے سے لگایا اور اسکی آنکھوں پر بوسہ دیکر یہ کہا کہ اے مرد سعادتمند خدا تعالے تجکو ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے اسکے بعد علی بن مالک اپنے گروہ کے ہمراہ مختار کے پاس حاضر ہوا اسکی فوج کا علم سرخ رنگ کا تھا اور اُسکے بعد عمر بن قطبہ اپنے گروہ کو ساتھ لیکر آیا اُسکے پیچھے جہیم بن عدی اپنی فوج کے ساتھ پیش ہوا اور اسکے لشکر کے آگے آگے چودہ اونٹ پر سامان لشکر بھرا ہوا تھا جہیم کے لشکر کے عقب میں عبداللہ ابن عکرمہ اپنے سپاہیوں کی ہمراہ آیا یہ شخص مختار کو دعا دیتا تھا اسکے بعد طاہر بن منیر بن نفلہ آیا اور مختار کے سامنے سے نکلگیا اور اسیطرح یہ فوج گروہ گروہ آتی تھی اور گذر جاتی تھی صبح سے نماز ظہر کے وقت تک اسیطرح یہ فوج مختار کے سامنے سے گذرتی رہی اور سب کے اخیر میں امیر ابراہیمؑ کی خاص فوج تھی اسمیں دوسو اونٹ پر ہتھیار لدے ہوئے ہوا اور چالیس کوتل گھوڑے آٹھ عمدہ قسم کے خچر اور بارہ علم اور ہزار جوان خاص اسکی قوم کے مسلح نہایت بہادر تھے اور چار حافظ قرآن قرآن خوانی کرتے ہوئے یعنی سورۂ ہل اتی پڑھتے ہوئے انکے عقب میں چلے آتے تھے اور امیر ابراہیم آگے آگے تھے چالیس گھوڑے اور کچھ علمدار تھے یہ نظارہ دیکھکر اہل کوفہ نے بآواز بلند ابراہیم کو دعا دی بس ابراہیم نے مختارؑ سے یہ عرض کیا کہ یا امیر اگر خداوند کریم نے فضل وکرم فرمایا تو جلد مجکو فتح حاصل ہوگی اور میں عنقریب اسکی بابت مفصل خط تمہاری خدمتمیں روانہ کرونگا اُمیدوار ہوں کہ دعا وعافیت سے فراموش نفرمائیگا مختار نے جوابدیا کہ انشاء اللہ اُمید کامل ہے کہ عنقریب میں تمہارا فتحنامہ ان لوگوں کو پڑھکر سناؤنگا اور جو لوگ تمہاری مفارقت سے آزردہ ہوئے ہیں وہ بہت جلد بفضلہ

کمال مسرت سے شاد و خرم ہونگے یہ کہکر ابراہیمؓ اشتر سے مختار نامدار پھر بغلگیر ہوا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور یہ کہا کہ جب تم موصل کو روانہ ہو تو براہ شام روانہ ہونا اتنا کہکر ابراہیم کو مختار نے بہت کچھ دعائیں دیں اور اسیطرح حارث بن عتاب اور ورقا بن عازب سے بھی بغلگیر ہوا اور ان سے یہ کہنے لگا کہ تم کو مناسب ہے کہ ابراہیم ابن مالک اشتر رضؓ کو ہمیشہ خوش رکھنا اور اسکے خلاف کوئی بات نہ کرنا اور ہمیشہ اسکی اطاعت میں مصروف و مشغول رہنا یہ سنکر سب سرداران نے مختار سے عرض کیا کہ ہم ان کے ہر طرح مطیع فرمان ہیں اور جیسا آپ نے ارشاد فرمایا ہے اسکے بموجب ہم لوگ کاربند ہونگے چنانچہ یہ عرض کرکے اس مقام سے روانہ ہوگئے اور مختار رضؓ انکو اسوقت تک دیکھتا رہا جبتک کہ لوگ اسکی نظر سے غائب ہوگئے اس کے بعد مختار وہاں سے واپس ہوکر کوفہ میں داخل ہوا ادہر ابراہیم دریائے فرات کے کنارے کنارے مع اس عظیم الشان فوج و لشکر کے گرم رفتار تھا آخر چلتے چلتے وہ ایک گاؤں کے قریب پہنچا اس گاؤں کا مالک ایک شخص صالح بن عمر نام تھا جو خاندان حضرت رسولخدا اور حضرت علے الصلواۃ علیہم السلام کا سخت دشمن تھا اور یہاں کے لوگ جو اس شخص کے بہت زیادہ ہواخواہ تھے اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اہلبیت کو ناسزا کہتا تھا خلاصہ یہ کہ جب ابراہیم رضؓ اس گاؤں میں فروکش ہوا تو اپنے رفقا سے کہنے لگا کہ ہم پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ اس گاؤں میں جاکر اسکے حاکم کو قتل کر ڈالیں کیونکہ یہ ملعون عبیداللہ ابن زیاد سے زیادہ شقی اور دشمن آل محمدؐ ہے یہ سنکر ورقا نے ابراہیم رضؓ سے کہا کہ میں تین سو سپاہیوں کو لیکر جاتا ہوں اور جو میرے سامنے آئیگا میں اسکو فوراً قتل کر ڈالونگا ورقا کی اس تقریر کا ابراہیم نے یہ جواب دیا کہ ان لوگوں میں کوئی شخص باایمان بھی ضرور ہوگا مبادا وہ غلطی سے تیرے ہاتھ سے مارا جائے یہ سنکر ورقا نے ابراہیم سے کہا کہ میں اسطرح انپر حملہ نکرونگا بلکہ اسوقت میں ایک مخبر کو کسی چیز کے خرید لینے کے بہانے سے اس گاؤں میں بھیجتا ہوں تو وہ بطور جاسوس اس گاؤں میں جاکر یہ حال تحقیق کریگا کہ کوئی شیعہ نسبت یہاں رہتا ہے یا نہیں اور اس اطلاع کیواسطے مومن کو ہم آگاہ کردینگے کہ وہ اس گروہ شقاوت پژوہ میں سے نکلجائے اور اسکے بعد پھر ہم حملہ کرینگے چنانچہ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور اسیوقت ایک ساربان دانہ خریدنے کیلئے

یہاں سے اس موضع میں پہنچا چنانچہ وہ ساربان اس حال کی تحقیق کیواسطے موضع مذکور میں گیا اور تھوڑی سی
دیر کے بعد وہ واپس آیا اور اُس نے آکر سردار لشکر ابراہیم سے یہ عرض کیا کہ ان کافروں کی شقاوت کی
حد نہیں ہے کسی شخص نے ان ملعونوں کو ہمارے آنے کی خبر پہنچادی ہی کہ خون حضرت امام حسینؑ کا انتقام لینے کے
واسطے موصل کو جاتے ہیں لہذا سب لوگ اس گاؤں کی باہر جنگل کو نکلگئے ہیں اور تمپر لعنت کرنے میں
مصروف ہیں اور خدا سے ابن زیاد کی فتحیابی کی دُعا مانگتے ہیں یہ حال سُنکر ابراہیم نے کہا ربنا لا تزغ قلوبنا
بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب یہ آیت پڑھنے کے بعد
ابراہیم نے ورقا بن عازب کو یہ حکم دیکر روانہ کیا کہ جو بات تیرے امکان میں ہو ان کے حق میں اُٹھا نہ رکھنا
چنانچہ ورقا فوراً روانہ ہوئے ادہر اس گاؤں کے لوگ موضع سے باہر کسی مقام پر جمع تھے ورقا نے
چاروں طرف سے اُن لوگوں کو گھیر لیا اور اُن لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ موضع مذکور میں
چڑیا تک کا بھی نام و نشان نہ رہا جو لوٹنا اور ان کے گھروں میں آگ لگا دی اسکی اطلاع مختار کو
بھی دیگئی جسکو سنکر وہ بہت بشاش اور خوش ہوا اور اپنے ملازموں سے یہ کہا کہ خدا کی قسم یہ ابراہیمؓ
کی فتحیابی کے واسطے بطور شگون کے نشانی ہے اور بیشک اُسکو ابن زیاد پر فتح حاصل ہوگی کہتے ہیں
کہ اس خرابی کے بعد پھر کسی نے اس گاؤں کو آباد نہ کیا ابراہیم اس کارروائی کے بعد اُس مقام سے
روانہ ہوا عبیداللہ زیاد کو بھی یہ خبر کسی نے پہنچادی کہ مختار نے تیرے مقابلہ کیواسطے ایک لشکر گران
روانہ کیا ہے اس زمانہ میں عبیداللہ ابن زیاد موصل میں مقیم تھا اور اسی ہزار سوار و پیادے اسکے
ہمراہ تھے یہ سب فوج عبدالملک ابن مروان حاکم شام کی طرف سے اسکی اعانت اور مدد کو آئی تھی
یہ حال خبر مذکور سنکر عبیداللہ ابن زیاد نے اپنی لوگوں سے کہا کہ یہ بات نہایت مشکل بلکہ محال ہے جبکہ
اسقدر فوج جرار میرے پاس موجود ہو کسی کی کیا حقیقت جو میرے مقابلہ کیواسطے آئی اور یہ کہکر اُسیوقت اسنے
ایک شخص کو بلایا جسکا نام مرہ بن انیس تھا اور اس سے عبیداللہ ابن زیاد یہ کہنے لگا کہ اے شخص تجکو ابراہیمؓ کے لشکر
میں بحیثیت جاسوسی جانا چاہیے اور اُس فوج کی تمام کیفیت و مفصل حال تحقیق کرکے مجکو اُس سے اطلاع دینی
چاہیے چنانچہ وہ ملعون عبیداللہ زیاد کے پاس سے روانہ ہوا یہ شخص تو ابراہیم کے لشکر کا حال دریافت کرنیکی غرض سے

اسطرف روانہ ہوا ادھر عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے اپنے رفقا اور سرداران لشکر کو جمع کرکر انسے یہ حال بیان کیا کہ یارو کوفہ سے ایک فوج کثیر لیکر ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی یہاں آیا ہے اور اسکا ارادہ ہے کہ ہم پر لشکر کشی کرکے ناموری حاصل کرے لیکن بالیقین ہے کہ اسکا انجام بھی مثل سلیمان صرد خزاعی کی ہوگا پس تم سب کو چاہیئے کہ ہر طرح مستعد اور ہشیار اور آمادہ پیکار رہو امید ہے کہ جب ابراہیم یہاں پہنچ جائے گا اور ہمارے لشکر کی کثرت اور آراستگی کو دیکھیگا تو اسکے دل میں خوف وہراس بیٹھ جائیگا عبید اللہ ابن زیاد کی اس تقریر کو سنکر اہل لشکر نے اسکو جواب دیا کہ ہم ہر طرح تیری حکم کی تابع ہیں نخلیں حصین ابن نمیر کہ ایک ہی شقی ازلی اور چار درجہ کا دشمن خاندان نبوت تھا اور اس ملعون نے شیعیان حضرت علیؑ کو بتعداد کثیر قتل کیا تھا اور منجنیق قائم کرکے اسنے خانہ خدا میں پتھر پھینکے تھے پس اس ملعون نے عبید اللہ ابن زیاد سے کہا کہ یا امیر ابن مالک اشترؓ یعنی ابراہیمؓ کی بھی کچھ ہستی اور حقیقت ہے آپکے نزدیک وہ کوئی چیز ہوگا میری رائے میں تو اسکی ذرا بھی حقیقت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ امیر خود بنفس نفیس اسکے مقابلہ ومحاربہ کیواسطے جائے آپ یہاں ٹھہر جائیں اور میں اسکے مقابلہ کیواسطے جاتا ہوں یہ سنکر ابن زیاد نے کہا کہ تو نے بالکل یہ غلط کہا وہ میرے مقابلہ کیواسطے آیا ہے لہذا سب کو اس سے محاربہ کیلئے نکلنا چاہیئے ابن زیاد کے اس حکم پر جسقدر اسکے سرداران لشکر اور افسران فوج تھی سبکے سب تین شبانہ روز تک درستی سامان حرب میں مصروف رہے ابن زیاد اس تیاری اور درستی کے بعد بڑے روز ابراہیم کے مقابلہ کیواسطے مع اپنے عظیم الشان لشکر وافسران فوج کے باہر آیا اسنے اپنی فوج کا مقدمۃ الجیش حصین ابن نمیر کو بماتحتی پانچہزار آدمیوں کے افسر قرار دیا اور دوسو اونٹ جو سامان جنگ سے لدے ہوئے تھے اسکے ہمراہ کئے اسکے علاوہ عماریاں اور ہودجیں بھی بڑے ساز وسامان سے اسکے ساتھ کردیں اس شقی کی عقب میں عمر ابن احسان کہ جسکے ماتحت تین ہزار سواروں کا رسالہ تھا اور جو طرح طرح کی سامان جنگ سے آراستہ اور مسلح تھا برآمد ہوا اس ملعون کی فوج جب آگے بڑھی تو اسکے پیچھے ایک اور شقی جسکا نام سفیان تھا اور بارہ ہزار آدمیوں کا سردار تھا نکلا بہرحال یہ تمام فوج گروہ گروہ ہوکر روانہ ہوئی اور تین رات

دن تک اُس فوج کا یہی سلسلہ جاری رہا تیسرے روز ابن زیاد کی خاص سواری مع فوج کے روانہ
ہوئی پانچسو اونٹ جنپر عماریاں اور کجاوے رکھے ہوئے تھے اور ہر قسم کا ساز و سامان امیرانہ اُن پر
بار تھا اسکے ہمراہ تھے اور اُن اونٹوں کے آگے بیس کوتل گھوڑے تھے جنپر زرد گردنیاں پڑی ہوئی
تھیں یہ سب اس حرام زادہ کے آگے آگے روانہ تھا اور خود یہ اکفر ایک عربی گھوڑے پر
زرہ پہنے ہوئے اور عمامہ سیاہ سر پر باندھے ہوئے سوار تھا اسوقت بالکل سکا طرز سواری
بنی اُمیہ کے طور پر تھا خلاصہ یہ کہ اس جاہ و حشم اور اس طمطراق سے یہ ملعون موصل سے ابراہیم شیر
شکار غلام جناب حیدر کرار کے مقابلہ کیواسطے روانہ ہوا کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں عبید اللہ ابن زیاد
اپنی فوج لیکر ابراہیم کے مقابلہ کیواسطے روانہ ہوا تو روز شنبہ سنہ ۶۶ھ تھا عبید اللہ زیاد نے یہ حکم
دیدیا تھا کہ شہر موصل سے آگے بڑھکر پانچ فرسخ کے فاصلہ پر دریا کے کنارے لشکر اپنا خیمہ نصب
کرے چنانچہ اس مقام پر یہ لشکر اشقیا فروکش ہوا اس مقام سے عبید اللہ ابن زیاد ملعون ہر روز
گھوڑے پر سوار ہوکر شکار کیواسطے جایا کرتا تھا اسطرف ابراہیم کا حال سُنئے کہ کوفہ والوں نے
بہت سے جاسوس اور مخبر چھوڑ دیئے تھے کہ ابن زیاد کی اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ اسکی موصل سے آنیکی
کی خبر ابراہیم کو پہنچاتے رہیں چنانچہ اُنہوں نے یہ اطلاع دی کہ ابن زیاد اسقدر فوج و لشکر کے ساتھ موصل
سے روانہ ہوکر فلاں دریا کے کنارے آجکل خیمہ زن ہے اس خبر کو سُنکر ابراہیم رضہ بہت خوش ہوا اور
بصد مسرت وہ اپنے رُفقا سے کہنے لگا کہ خدائے تعالٰے اسکو ذلیل اور برباد کرے گا اور ہمکو انشاء اللہ
تعالٰے اسکے مقابلہ میں کامیابی اور فتحمندی حاصل ہوگی خلاصہ یہ کہ ابراہیم بھی اپنے مقام سے روانہ
ہوکر ایک سبزہ زار میں دریا کے کنارے فروکش ہوا جب نماز عصر کا وقت ہوا تو ابراہیم تنہا سوار
ہوکر دریا کے کنارے سیر کرتا چلا جاتا تھا کہ اتفاق سے انکو رستہ میں ایک صومعہ نظر آیا اس میں
سے ایک پادری اپنا سر نکالے ہوئے ادہر اُدہر دیکھ رہا تھا ابراہیم رضہ نے کہا اے شخص اگر تجھے کوئی
خبر معلوم ہو تو بیان کر اس راہب نے کہا کہ مجھے خبریں بہت سی معلوم ہیں یعنی شام میں بڑے بڑے
فساد اور فتنے اُٹھیں گے اور تمام عراق و حجاز و خراسان میں سخت خونریزی ہوگی ابراہیم نے

پھر اس راہب سے سوال کیا کہ یہ بات تو نے جو کہی تو کس بنیاد پر کہی اس نے جواب دیا کہ میری نظر سے اکثر حکماء اور داناؤں کی کتابیں گذری ہیں یہ خبر لکھی ہوئی ہے اور یہ بھی مجکو معلوم ہے کہ اسوقت میں نے اس کلیسا سے اپنا سر کس غرض سے باہر نکالا ہے ابراہیم نے کہا کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ تو نے کس وجہ سے اسوقت اپنا سر کلیسا سے باہر نکالا ہے اس راہب نے جواب دیا کہ ایسا معلوم ہوا کہ دس ہزار آدمی کی فوج عراق سے یہاں آجکل میں پہنچنے والی ہے اور اس فوج کا سردار و افسر ایک بڑا ہی بہادر اور جنگ آزمودہ ہے اور ایک بڑے جنگ آور سپاہی کا بیٹا ہے وہ ضرور امیر جزیرہ سے مقابلہ کریگا اور اس ندی کے کنارے پر اس سے نہایت سخت اور ہولناک لڑائی ہوگی اسوقت ابراہیم نے کہا اے راہب آیا یہ امر بھی تجھکو معلوم ہے یا نہیں کہ اس معرکہ میں فتح کس کو نصیب ہوگی راہب نے ابراہیم کی اس بات کا جواب دیا کہ اس لڑائی میں امیر جزیرہ مارا جائیگا اور حکمران عراق کا اس جزیرہ پر تمام و کمال قبضہ ہو جائے گا اسوقت ابراہیمؓ نے یہ دریافت کیا کہ اس سپہ سالار کا کیا نام ہے راہب نے کہا کہ میں اس قدر تو ضرور جانتا ہوں کہ اسکے نام کا پہلا حرف الف ہے اور اسکے آخر میں میم ہے یہ سنکر ابراہیم کو یقین ہو گیا کہ وہ جس قدر بیان کرتا ہے صحیح و درست ہے کہتے ہیں کہ اس صومعہ سے ابراہیم کے لشکر کا تین چار کوس کا فاصلہ تھا یہاں سے ابراہیم نے اپنے گھوڑے کی باگ ٹھہرائی اور چند قدم وہاں سے نہ بڑھنے پایا تھا کہ اس راہب نے بلند آواز سے ابراہیم کو پکار کر کہا کہ اے جوان معلوم ہوتا ہے کہ وہ سپہ سالار اور افسر فوج عراق جس سے امیر جزیرہ یعنی عبداللہ ابن زیاد کا مقابلہ ہوگا وہ تو ہی ہے اور یہ فتح نمایاں تجھی کو حاصل ہوگی یہ سنکر ابراہیم نے کہا کہ خدا تیری زبانکو سچ کرے اسطرف جب ابراہیم کو اہل لشکر کو یہ امر معلوم ہوا کہ ابراہیم تنہا اسطرح کسی طرف کو چلے گئے ہیں اور انکو اسقدر دیر ہو گئی ہے تو اسوقت ورقا ابن عازب اور برادران ابراہیم مع کسی قدر فوج کے ابراہیم کی تلاش میں روانہ ہوئے یہانتک کہ رستے میں ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو ابراہیم نے اپنے رفقا سے یہ بیان کیا کہ اے بھائیو تم کو فتح و نصرت کا مژدہ دیتا ہوں ان لوگوں نے جواب دیا کہ بشرک اللہ بالخیر اسکے بعد ابراہیم نے اس راہب کا قصہ اور سرگذشت

بیان کی جسکو سنکر سب لوگ نہایت خوش ہوئے اور اپنے لشکر میں چلے آئے اور اُسکا فوج سے بھی ذکر کیا اس خیال سے کہ فوج کا دل قوی ہو جائیگا اِسکے بعد ابراہیم رض اپنی سپاہ کو لیکر اُس دریا کے کنارے پر جا پڑا یعنی ابن زیاد کے لشکر کے مقابلہ میں اسنے اپنے خیمہ و خرگاہ نصب کیئے اور اپنی فوج کے میمنہ اور میسرہ پر اپنے دونو بھائیوں کو کھڑا کیا اور خود ابراہیم قلب لشکر میں کھڑا ہو کر درستی صفوف لشکر میں مصروف ہوا اور یہ حکم دیا کہ تمام لشکر میں یہ منادی کرا دیجائے کہ اے اہل عراق تم کو دشمن سے غافل اور بیخبر نہ رہنا چاہیئے ہر وقت مسلح رہو یہ خبر ابن زیاد کے لشکر میں بھی پہنچگئی کہ ابراہیم اپنا لشکر لیئے آپہنچا ابراہیم نے یہاں اس بات کی قسم کھائی تھی کہ اپنے بدن سے اسوقت تک زرہ نہ اُتارونگا جبتک کہ قاتلان امام حسینؑ سے مقابلہ کر کے انکو قتل و غارت نہ کرونگا مگر قتل کرنیکے موقعہ پر یا جبکہ سونیکا وقت ہوگا اور رات کے وقت فوج کا طلایہ خود دیتا تھا اور اس نے اپنا خیمہ ایک مقام بلند پر نصب کر رکھا تھا اور ایک خاص نشان اپنے خیمے کے دروازہ پر اسبات کی شناخت کیواسطے کہ یہ ابراہیم کا خیمہ ہے کھڑا کر دیا تھا رات بھر اپنے بندہ افلح نامی کو ہمراہ لیکر لشکر کے گرد گشت کرتا رہتا تھا آخر ایک دفعہ ورقا بن عازب نے ابراہیم سے یہ عرض کیا کہ یا امیر آج تم اپنے خیمہ میں آرام کرو کیونکہ کل میدان جنگ میں مقابلہ ہوگا اور دشمنان دین سے لڑنا ہے اسوقت ابراہیم نے آبدیدہ ہو کر ورقا سے کہا کہ اے ورقا مجھے جسوقت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت اور انکی شہادت اور انکے اہل حرم کی تباہی و بربادی یاد آتی ہے تو میری نیند اڑ جاتی ہے اور بالکل آنکھ نہیں لگتی صاف یہ ہے کہ جسوقت تک ابن زیاد زندہ ہے میں ہرگز نہ سوؤنگا اور تم بھی نہ آرام کرو اور نہ سوؤ کہتے ہیں کہ ایک روز رات کو ابراہیم طلیعہ کیواسطے لشکر سے باہر نکلا اُسوقت نماز عشا کا وقت گذر چکا تھا اتفاق سے ایک شخص یمن کا رہنے والا جو لشکر شام میں شامل تھا اور نہایت سخت دشمن آل محمد کا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُنکے دوستونکے قتل کو فرض جانتا تھا اُس شخص کا نام عکرمہ تھا لشکر شام سے باہر نکلا ابراہیم رض کو بھی اس شخص کی بہت تلاش تھی اور نہایت جد کے ساتھ اسکے قتل کا عرصہ سے متمنی تھا اور اس کی فکر میں رہتا تھا اس وقت جو ابراہیم

اپنے لشکر کا پہرہ دے رہا تھا تو ایک شامی بھی اسکے ہمراہ تھا اور اسکو ابراہیمؓ نے اس غرض سے
ہمراہ لے لیا تھا کہ اگر کسی موقع پر لڑائی ہونے لگے تو اس شامی سے معلوم ہو جائے کہ دشمنوں میں سے
کون شخص کیا کرتا ہے بہر حال اتفاقاً اسیوقت پہرہ داروں کے ہمراہ مع دو سو سواروں کے تحریر بھی
لشکر شام کی طرف سے نکلا اس شامی آدمی نے جو ابراہیم کے ہمراہ تھا ابراہیمؓ سے عرض کیا کہ
یا امیر آج جو میں دریا کے کنارے جا رہا تھا تو میں نے اپنے ایک چچا زاد بھائی کو دیکھا میں نے اس سے
دریافت کیا کہ ابن زیاد نے میمنہ کو کس کے سپرد کیا ہے اور شب کے طلایہ کا کس کو افسر مقرر کیا ہے
تو اس شخص نے مجھے یہ جواب دیا کہ اے برادر آج کی رات ابن زیاد کے لشکر کا طلایہ تحریر کے سپرد
کیا ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ جو حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس بعد آنحضرت کی شہادت
کے کوفہ لے گیا تھا اور اسنے اس سر مبارک کو باہر پھینک دیا تھا اور حضرت امام زین العابدین کو
دشنام دی تھیں اور اسمیں شک نہیں ہے کہ یہ شخص جو سامنے کھڑا ہوا ہے تحریر ملعون ہی
ہے یہ بات اس شامی کی سنکر ابراہیم نے اپنے بھائی اور دیگر رفقا سے کہا کہ ہشیار ہو جاؤ پھر
اس شامی نے ابراہیم سے دریافت کیا کہ اب تم کیا کیا کارروائی کروگے ابراہیم نے اسکو جواب
دیا کہ میں اس سے جنگ کرونگا اسوقت پھر اس شامی نے عرض کیا کہ یا امیر اس ملعون کے ہمراہ
دو سو سوار ہیں اور تمہارے ساتھ تو صرف یہ دس شخص ہیں بہتر و مناسب یہی ہے کہ یہاں سے
بھاگ جائیں کیونکہ استقدر جمعیت کثیر پر کامیابی حاصل کرنا محال ہے یہ سنکر ابراہیمؓ نے اسکو ڈانٹا کہ
او نامرد تو کیا اس بات کو جانے یعنی ہماری دلاوری اور مردانگی سے تجھکو کیا واقفیت ہے اور پھر
اپنے رفقا کو حکم دیا کہ میرے پیچھے پیچھے تم اس ملعون یعنی تحریر پر حملہ کرو اور مرد شامی سے یہ کہا
کہ تو یہاں سے کسی بلند جگہ پر چلا جا اس مقام سے ہماری لڑائی کا تماشا دیکھ اس شامی آدمی کا بیان
ہے کہ میں اسجگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا جو مقام ابراہیم نے مجھکو بتا دیا تھا اور وہاں سے میں ابراہیم کا
حال دیکھنے لگا چنانچہ میں نے یہ دیکھا کہ ابراہیمؓ نے مع اپنے رفقا کے تحریر پر حملہ کیا اور تحریر اسوقت
ان لوگوں کے حملہ سے بالکل غافل تھا کہ اتنے میں صدائے بزن و بکش بلند ہوئی اور ابراہیمؓ کی

زبان پر یہ کلمہ جاری تھا کہ اے انتقام لینے والو خون امام حسین علیہ السلام کے کچھ خوف نہ کرو اور ان ملعونوں پر بے خوف حملہ کرو جب اس گروہ شام کا افسر یعنی تکریت نے ابراہیم رضہ کا یہ فقرہ سنا تو اس نے بھی نیزہ اٹھا کر ابراہیم رضہ پر حملہ کیا کہ وہ ابراہیم رضہ کے قریب بس زمین پر لگا اور نیزہ ٹوٹ گیا ابراہیم رضہ نے ایک نعرہ مارا اور اسکے بعد ایک ایسی تلوار اس ملعون کے سر پر لگائی کہ ناف تک کاٹتی ہوئی چلی گئی اور وہ ملعون اسیوقت گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا اور وہ دو سو آدمی جو اسکے ہمراہ تھے بے اختیار بھاگ نکلے یہ حال دیکھکر ابراہیم کے ایک غلام نے ایک سوار کے ہاتھ سے نیزہ چھینکر اس نیزہ سے سوار مذکور کو قتل کیا اور پھر اور رفقاء ابراہیم رضہ بھی پہنچگئے تھے انہوں نے بھی اسیطرح حملہ کر کے پچاس شامیوں کو جہنم واصل کیا اور عجب پریشانی پھیلگئی تھی کہ کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ اسوقت کیا واقعہ ہو رہا ہے صبح تک یہی حال اس لشکر شقاوت اثر کا رہا اور کسیکو نیند خوف کے مارے نہ آئی علی الصباح ابن زیاد کو بھی اس واقعہ کی خبر سنائی گئی چنانچہ اس حال سے مطلع ہو کر تمام دنیا اسکی نگاہ میں تاریک ہو گئی اور وہ ملعون اپنے دل میں یہ کہنے لگا کہ یہ تو بہت ہی برا شگون ہوا لیکن اس ملعون نے کسی اور شخص سے اپنے دل کا یہ حال بیان نہ کیا ادھر لشکر ابراہیم میں خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اور فتح کی مبارکبادی ہر طرف دی جاتی تھی اس کے بعد ابراہیم رضہ نے ایک سوار کو بلندی پر خبر لانے کے واسطے بھیجا کہ وہ دریافت کرے کہ آیا ابن زیاد مقابلہ کے واسطے سوار ہوا ہے یا نہیں ابھی یہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ تین سوار لشکر شام کی طرف سے نمودار ہوئے اور ابراہیم کے لشکر میں جب وہ پہنچ گئے تو ابراہیم رضہ نے انکو اپنے سامنے بلایا تو ان تینوں میں سے جو شخص کہ با اختیار تھا اُسنے ابراہیم رضہ سے کہا کہ میں اسوقت امیر جلیل عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے قاصد اور ایلچی ہو کر آیا ہوں وہ قاصد ابھی یہ کلمہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ ابراہیم دلاور نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اے سگ ملعون جس شخص نے فرزند رسولخدا کو قتل کیا ہے وہ کس طرح امیر جلیل ہو سکتا ہے درحقیقت نمرود و فرعون اپنے کفر میں اس سے بہتر تھے بہر حال اس سفیر نے کہا کہ میں ایک تحریر لایا ہوں اگر منظور ہو تو اسکو لیکر پڑھ لو اور جواب اسکا دو

تاکہ میں اسکو وہاں پہنچادوں اور اگر تمہاری رائے اس نامہ کے لینے کی نہیں ہے تو میں واپس جاتا ہوں ابراہیم نے اس شخص سے کہا کہ اچھا لاؤ کیا تحریر ہے چنانچہ ایلچی ابن زیاد نے ابراہیم رح کو نامہ دیا اس نے اسکو کھولکر پڑھنا شروع کیا اس نامہ میں لکھا تھا کہ اے ابراہیم رح ہم نے سنا ہے کہ فوج عراق ہمارے مقابلے کے واسطے آئی ہے یہ سنکر فوج شام کو بہت خوشی ہوئی کیونکہ ہماری فوج مثل شیر کے ہے اور لشکر عراق بلیوں کی مثل ہے لیکن اے ابراہیم تو تمام ملک میں ایک نہایت ہی نامور آدمی ہے اور میں تجکو بخوبی جانتا ہوں اس لئے لکھتا ہوں کہ معرفت سابقہ اور پہلی ملاقات کا لحاظ اور پاس کرکے اس لشکر سے نکلکر میرے پاس چلے آؤ میں تم کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھونگا اور تم ہر قسم کے مواخذے سے بری ہو اور میں اپنی طرف سے تم کو امان دیتا ہوں اور اگر تم نے یہ فوج کشی ملک گیری کی غرض سے کی ہے تو جس وقت تم میرے پاس چلے آؤ گے تمام موصل اور ولایت جزیرہ تم کو دیدونگا اور یہ میں تم سے اسلئے کہتا ہوں کہ مجھے تمہاری عزت اور احترام ہر حال میں ملحوظ خاطر ہے کیونکہ میری تمہاری رسم و راہ اور دوستی ہے ورنہ یہ خوب سمجھ لو کہ میرے ساتھ اسی ہزار سوار و پیدل ہیں اور جس شخص کی ہمراہی میں صرف دس ہزار فوج ہو اس سے میں کیا خوف و اندیشہ کرسکتا ہوں والسلام:- ابراہیم نے عبید اللہ ابن زیاد کا خط با آواز بلند پڑھا اسطرح سے کہ سب سرداران فوج عراق نے اسکا ایک ایک لفظ سنا اسکے بعد ابراہیم نے ہنسکر یہ کہا کہ ابن خدا کے نام پر قربان ہوجانا چاہیئے جو اپنی کرم سے ایسے لیسے گدا ہونکو بھی رزق پہنچاتا ہے، پس اسیوقت قلم و دوات طلب کرکے عبید اللہ زیاد کے نامہ کا جواب لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد یہ خط ابراہیم ابن مالک اشتر رح کا جو سردار لشکر امام حسین علیہ السلام ہے عبید اللہ ابن زیاد باغی و طاغی مالک لشکر ظلم و جور کے نام ہے آگاہ ہو کہ تیرا نامہ نجس مجکو ملا اور اسکے مضمون سے مجکو آگہی ہوئی اے ابن مرجانہ جو تو نے مجکو لکھا ہے کہ میں تمکو کسی ملک کا حکمران بنادونگا تیرا فریب ہے خدا کی قسم اور حضرت امیرالمومنین و سید الوصیین کی ولایت کی قسم ہے جو تمام روئے زمین کے سردار ہیں اور امام مطلق اور شمشیر خدا اور وصی حضرت محمد مصطفےٰ اور شوہر فاطمہ زہرا ع کہ اگر تمام روئے زمین کی حکومت بھی

مجکو مل جائے تو بھی تو اسکو میں تیرے ایک خون کے قطرہ کی عوض فروخت کرنے پر آمادہ ہوں اور تو
بہ نسبت زندگی کے موت سے بہت قریب ہے اور یہ جو تونے لکھا ہے کہ میرے اور تیرے والد کے
مابین محبت اور دوستی تھی تو واضح ہو کہ میرا باپ وہ تھا جسنے تیرے باپ پر تلوار چلائی تھی پس تجکو
چاہیئے کہ میرا احترام مطلق نرکھے اور میں بھی تیری عزت وحرمت کا خیال وپاس نہ کرونگا اور مجکو جو
تو لڑائی سے دھمکاتا ہے اور ڈراتا ہے واضح رہے کہ جس زمانہ میں کہ میری عمر صرف تیرہ برس کی تھی
تو میرے باپ مالک اشتر علیہ الرحمہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ جنگ صفین میں بھیجا
تھا وہ اس زمانہ میں میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرماتے تھے کہ دشمنوں سے مقابلہ کر اور موت سے
ہرگز خوف نہ کہا چنانچہ میں نے اسیوقت دشمنوں پر حملہ کیا اور ایک حملہ میں ستر آدمی لشکر شام
کے قتل کرڈالے اور اس روز سے پھر میری عمر اسی جنگ وپیکار میں گذری ہے آج میں پھر تجھ
سے معرکہ آرائی کیلئے موجود ہوں اسوقت میری عمر اسی سال تک پہنچی ہے اس عرصہ میں میں
بندگان خدا کو امامت جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف دعوت کرتا رہا ہوں پس اے
ابن زیاد تو مجکو جنگ وپیکار کا کیا خوف دلاتا ہے میں ہرگز لڑائی سے نہیں ڈرتا ہوں اور
میرا معاملہ کثرت فوج پر منحصر نہیں ہے بلکہ صرف خدا کے توکل پر ہے کیونکہ اُس نے یہ ارشاد
فرمایا ہے:- کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع
الصابرين اے ابن زیاد اس قسم کی فضول گوئی سے دست بردار ہو والسلام جب یہ خط ختم ہوا
تو ابراہیم رض نے آواز بلند سب حاضرین کو سُنایا اور پھر اُس نامہ پر مہر کرکے ان قاصدوں کی حوالہ کیا اور
یہ لوگ اسیوقت وہاں سے روانہ ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچے اور خط مذکور اُسکو لاکر دیدیا اسوقت
ابن زیاد اپنے رفقا کے مجمع میں بیٹھا تھا اور حصین ابن نمیر بھی وہاں موجود تھا اس نے ان قاصدوں
سے پوچھا کہ تم نے فوج عراق کو کیسا پایا ان سفیروں نے جواب دیا کہ یا امیر اس فوج کے سب
سپاہی ایک دل ہیں اور ایک زبان ہیں اور تم لوگوں پر اپنی ہر گفتگو میں لعنت کرتے ہیں اور انکی فوج کا
افسر تمام عراق میں ایک نہایت نامور اور دلیر شخص ہے جو معاملات جنگ سے خوب واقف ہے

یہ جواب تیرے خط کا موجود ہے اسکو پڑھ لے تو تجکو خود معلوم ہو جائیگا کہ کیا لکھا ہے چنانچہ ابن زیاد نے جواب ابراہیمؓ کو بغور اول سے آخر تک پڑھا لیکن اور کسی کو اسکی حقیقت سے آگاہ نکیا یہ دیکھکر حصین ابن نمیر ملعون کو یقین ہوا کہ ابراہیم نے جواب ایسا کچھ لکھا ہے جسکے سبب سے یہ اسوقت نہایت نادم اور پشیمان معلوم ہوتا ہے آخر حصین کہنے لگا کہ یا امیر دشمن سے کسی بات کی امید نرکھنا چاہیئے اس سے سوائے تکلیف کے اور کیا حاصل ہوتا ہے یہ سُنکر عبیداللہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ لڑائی کا سامان ضرور کرنا چاہیئے اور ابراہیمؓ نے بھی فوج کو اسی روز بلا کر ایک مقام پر جمع کیا اور اُنسے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک خطبۂ فصیح و بلیغ پڑھکر سُنایا اور اس میں جسقدر ظلم و جور بنی اُمیہ نے حضرت رسولخدا کی آل اطہار کے ساتھ ابتک کیئے تھے انکو مفصّل و مشرح بیان کیا اس تقریر میں ابراہیمؓ کو شدت سے رقت آئی اور تمام حاضرین بھی ازحد اشکبار رہے اور اسکے بعد ابراہیمؓ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاکر دعا کی کہ پروردگار امجکو ان کافروں پر فتح و فیروزی عنایت فرما اسکے بعد وہ اپنے رفقا سے مخاطب ہو کر یہ کہنے لگا کہ اے حضرات اس جہاد سے بڑھکر اور کونسا جہاد دنیا میں بزرگتر ہے اور کونسا ایسا واقعہ ہے جو اس واقعہ سے زیادہ اہم اور سخت ہو سکتا ہے جسوقت ابراہیمؓ نامدار غلام حیدر کرار نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو اسکی فوجمیں ایک غلغلہ تکبیر کا بلند ہوا اور یہ سب جان نثاران حیدر کرار کہنے لگے کہ یا امیر ہماری جانیں آل رسولؐ پر فدا اور قربان ہیں اور ہم اُسوقت تک کفار سے مقابلہ کرنے میں کوشش کرینگے کہ سب درجۂ شہادت حاصل کریں اُسوقت ابراہیمؓ نے اُن سب کو دعا دی اور دوسرے روز ایک شخص اس غرض سے سپاہ شام میں اس لئے روانہ کیا کہ اس بات کا حال معلوم ہو کہ اسوقت یہ فوج اشقیا کس شغل اور خیال میں مصروف ہے چنانچہ جاسوسوں نے آکر اُسیوقت ابراہیمؓ کو خبر دی کہ لڑائی شروع کرنے پر اب وہ مستعد و آمادہ ہیں ابراہیمؓ نے بھی اُسیوقت اپنی فوج میں تیاری کا حکم دیا چنانچہ فوراً اس لشکر میں طبل جنگی بجنے لگا ابراہیمؓ نے اپنی فوج کا میمنہ ورقا ابن عازب کی ماتحتی میں دیا اور میسرہ اپنے بھائی مزاحم کے تفویض کیا اسواسطے کہ سپاہ شام سے مقابلہ کو کون آتا ہے اور ابن عثمان کی حوالے کیا اسواسطے کہ سپاہ شام سے مقابلہ کو کون آتا ہے اور ابن عثمان اور ابراہیم لشکر کے گرداگرد کھڑے ہوئے

اس وقت ابراہیم کی فوج کے لوگ قرآن مجید پڑھتے تھے اسطرف سپاہ شام صف آرا ہوئی یہ
سب کے سب جو تعداد میں ستر ہزار تھے ابن زیاد علیہ اللعنۃ والعذاب کے میمنہ پر حصین ابن نمیر سردار تھا
اور میسرہ پر شمر ابن ابیناب بسرداری بیس ہزار آدمی کھڑا تھا اور عبیداللہ ابن زیاد خود قلب لشکر میں
استادہ ہوا دونو لشکروں کی صفیں مقابل میں آکر کھڑی ہوگئیں اور لڑائی کی تدبیر اور پہلو سوچ رہی
تھیں کہ دوپہر ہوگیا اسوقت شامی فوج میں سے آکر ایک شخص نکلا جسکا نام زفیل ابن افضل تھا یہ شخص
زرہ بکتر سے آراستہ اور لوہے میں غرق تھا اس نے اپنی فوج سے نکلکر لشکر عراق کی طرف مخاطب ہوکر کہا
کہ تم میں سے جو شخص مجکو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو شخص مجھ سے واقف نہیں ہے تو وہ آگاہ ہو کہ
میں زفیل بن افضل ایک مشہور مرد جنگ آزما اور بہادر زمانہ ہوں کوئی ہے کہ جو میدان جنگ میں میرے
مقابلہ کیواسطے اسوقت تمہارے لشکر سے باہر نکلے تاکہ میرے اور اسکے دو دو ہاتھ ہوجائیں
حریف کی اس مبارزطلبی اور رجزخوانی پر مزاحم برادر ابراہیم اسکے مقابلہ کے واسطے بڑے کروفر
سے صف لشکر سے نکلکر بڑھا ابراہیم نے جب اپنے بھائی کی اس جرات اور جسارت کو دیکھا تو وہ
نہایت خوش اور شاد ہوا اور اس سے یہ کہنے لگا کہ تو میرا بھائی اور مالک اشتر کا فرزند ہے پس
مجھے خدائے برتر کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس دشمن آل رسولخدا پر تجکو کامل فتحمندی عنایت فرمائیگا
بہرحال جب برادر ابراہیم اپنے مبارز کے مقابل ہوا تو اسوقت زفیل نے اس سے کہا کہ کیا تو میرا مقابلہ
کرسکتا ہے جو میرے مقابلہ کو آیا ہے اتنا کہکر اس نے بڑے جوش سے حملہ کیا اس طرف سے مزاحم بھی
اسپر تل پڑا بڑی دلیری اور جانبازی سے اسکے حملہ کا جواب دیا اور ان میں دیر تک شمشیرزنی اور
نیزہ بازی ہوتی رہی آخرکار ایک دفعہ مزاحم نے ایک نعرہ مارکر النبی محمد والوصی علی کہا اور
اپنا نیزہ خاراشگاف اس ملعون کی بغل میں اس زور سے لگایا کہ اسکے دست چپ کی طرف سے نکلگیا
اور وہ اسیوقت مردہ ہوکر گھوڑے سے گر پڑا اور فوراً جہنم واصل ہوگیا اور اسکا گھوڑا خون آلودہ
اپنے لشکر کو بھاگ گیا اس واقعہ کے بعد زفیل کا بیٹا کہ وہ بھی ایک بڑا بہادر اور فوج شام میں نامور
تھا مزاحم ابن مالک کے برابر آیا اور یہ آواز سخت و درشت مزاحم کو یہ سنایا کہ ذرا اسی مقام پر ٹھیرے

رہنا میں تجھ سے اپنے باپ کے خون کا انتقام لونگا ابھی وہ دم بھی نہ لینے پایا تھا کہ مزاحم دلاور نے
ایک تلوار اس کی کمر پر لگائی کہ اس ملعون کے دو ٹکڑے ہو گئے اس فتح خداداد پر مزاحم نے بآواز بلند
ایک تکبیر کہی اور اسکے بعد کل لشکر عراق سے صدائے اللہ اکبر بلند ہوئی حتیٰ کہ لشکر مخالف تک پہنچی
یہ حال اور واقعہ دیکھکر عبید اللہ ابن زیاد کو نہایت غصہ آیا اور ایک سپاہی کو بھیجکر حصین بن
نمیر کو اپنے پاس طلب کیا اور جب وہ حاضر ہوا تو اُس سے کہنے لگا کہ تو اپنی فوج کو حملہ کرنیکا
حکم دے اور اپنی فوج کے ہر ایک سردار کو فہمائش کر دے کہ یہ لوگ میرے علم کو دیکھتے رہیں اور جس
وقت میں اسکو تین بار ہلاؤں تو تم لوگ یہ سمجھ لینا کہ اب میں حملہ کرونگا ابراہیم کو بھی عبید اللہ ابن
زیاد کے اس مشورے سے اطلاع ہو گئی پس اس نے اپنے بھائی مزاحم سے کہا کہ تو یہاں چلا آ اور
قلب لشکر میں کھڑا ہو جا اور خبردار حملہ سے غافل نہ رہنا کہ اتنے میں حصین بن نمیر نے بیس ہزار فوج کی
جمعیت سے لشکر عراق پر حملہ کیا اور دونوں لشکروں میں بڑی سخت لڑائی اور خونریزی ہوئی لیکن
ابھی تک کوئی گروہ مقابلہ اور محاربہ سے نہیں ہٹا تھا کہ اسوقت خود عبید اللہ ابن زیاد نے چار ہزار
آدمیوں سے حملہ کیا اور یہ حال دیکھکر ابراہیم رض بھی مع اپنے بھائی اور اپنی فوج کے آگے بڑھے اور اس
حرکت لشکر سے ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ جو شور محشر سے کم نہ تھا ابراہیم رض نے ایک نعرہ جگر شگاف
مارا اور اپنی فوج کو بکمال فصاحت و بلاغت یہ تحریص و ترغیب دی کہ اے دوستان حضرت حیدرؑ
کرار تم اپنے قدم میدان جنگ میں استقلال سے قائم رکھو اور ان ملعون خارجیوں کو محض خوشنودی
خدا و رسولؐ کے واسطے برابر قتل کئے چلے جاؤ بہر حال سخت خونریزی ہوئی مگر طرفین سے کسی کو
فتح حاصل نہوئی آخر کار ہر دو لشکر اپنے اپنے قیام گاہ کو لوٹ گئے اُسوقت جو حساب کیا تو لشکر
شام کے چار ہزار آدمی واصل جہنم ہوئے تھے اور ابراہیم رض کی طرف کے صرف ۸۰ آدمی شہید ہوئے
تھے اسکے تھوڑی دیر کے بعد پھر مقابلہ کیواسطے دونوں لشکر صف آرا ہوئے اسوقت لشکر شام سے
ایک پہلوان جو بڑا بہادر اور فنون جنگ سے ماہر تھا اور اسکا نام مُہلب ابن شیث تھا اور اسنے میدان میں
آکر یہ نعرہ مارا کہ ای اہل عراق آگاہ ہو کہ میرا نام مُہلب ابن شیث ہے پس تم میں سے جو شخص

بڑا جنگ آور ہو وہ مجھ سے آکر مقابلہ کرے یہ سُنکر لشکر ابراہیمؓ کی طرف سے نافع ابن عدی مشہور
شہسوار عراق بصد طمطراق اسکے مقابلہ کیواسطے آگے بڑھے کہ ان دونو دلیران صف ہیجا میں قدیم سے باہم
محبت اور دوستی تھی چنانچہ نافع کو اپنے سے آمادۂ جنگ و پیکار دیکھکر مہلب نے اس سے اسطرح کلام کیا
کہ سبحان اللہ ایک دستر خوان پر کھانا کھانے کا یہی حق تھا جو تم میرے مقابلہ کو آئے اُسوقت نافع نے
اسکو یہ جواب دیا کہ اے بے شرم کیا تجھے یہ یاد نہیں کہ میرے اور تیرے مابین یہ عہد اور معاہدہ قرار پایا تھا
کہ اگر کبھی موقع جنگ و جدال ہوگا تو ہم دونوں ملکر لشکر اہلبیتؑ کے شریک ہونگے تم غور کرو کہ میں نے تو اپنے
قول کو پورا کر دیا اور اسوقت تک اسی عہد پر قائم و مستحکم ہوں لیکن تم نے بالکل اسکو فراموش کر دیا اور
لشکر مروان کا ساتھ دیا اور اس ملعون کی فرمانبرداری اختیار کی اگر اسوقت بھی اس ہنگامہ آرائی اور جدال
و قتال سے باز آؤ اور میرے پاس چلے آؤ تو میں دوستی کا حق بیشک ادا کرونگا اور باہم نان و نمک کھانے کی
جو حرمت اور وقعت ہوتی ہے وہ بھی رہجائیگی جب نافع کی اس تقریر کو مہلب نے سُنا تو یہ جواب دیا کہ بیشک تم نے
حق بیان کیا لیکن میں کس اُمید پر تمہارے پاس چلا آؤں کہ تمہارے لشکر کے سردار امام زمانؑ موجود نہیں
ہیں نافع نے جواب دیا کہ افسوس ابھی تک تجکو یہ بھی معلوم نہیں کہ تمام مسلمانوں کے امام حضرت امام زین العابدینؑ
بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہیں اسکے بعد نافع نے یہ تقریر شروع کی کہ اے برادر دُنیا نہایت ہی ناپاک اور حلد
دورجہ کی بے حقیقت چیز ہے اور اگر خداوند کریم کے نزدیک اسکی کچھ بھی قدر و منزلت ہوتی تو خوب سمجھ لیجئے کہ وہ
اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی کسی کافر کو عطا نفرماتا پس اے مہلب اس بات میں سعی و کوشش کرو کہ
حق کی طرفداری میں زندگی بسر ہو کیونکہ اس جہان سے جسکی عمر آناً فاناً ختم ہوتی چلی جاتی ہے ایک روز
تم کو جانا ہے اور خدا و رسول کو منہ دکھانا ہے اس تقریر دلپذیر نے مہلب کے دل پر ایسا اثر کیا کہ آخر
بے اختیار ہوکر زار زار مثل ابر نو بہار رونے لگا اور اُسوقت وہ اپنے دل کو تمام خدشات اور وسوسوں
سے پاک کرکے دست بستہ ابراہیمؓ نامدار جان نثار بنام حیدر کرارؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جسوقت
اس بہادر یگانہ کے حضور میں پہنچا تو اُسوقت ابراہیمؓ کے قدموں پر گر پڑا اور اسکے بعد ابراہیمؓ سے اجازت لیکر
فوراً مہلب شامیوں کے مقابلہ کیواسطے روانہ ہوا میدان میں پہنچکر اپنے نافعؓ سے کہا کہ اے برادر بزرگوار اب

تم اپنے لشکر کو لوٹ جاؤ میں اُن سے مقابلہ اور مقاتلہ کرونگا اور آج کے روز اپنی جان آل محمدؐ پر نثار
کر دونگا اور اس امام مظلوم شہید کربلا کا انتقام اُنکے دشمنوں سے لونگا یہ سُنکر نافع مہلب سے بغلگیر ہوا اُسوقت
دونوں فوجیں جو معرکہ پر تُلی ہوئی تھیں ان ہر دو جوانمردوں جاں نثاروں کی محبت برادرانہ کے سلوک اور
برتاؤ کو بنظر غور دیکھ رہی تھیں اسکے بعد نافع اپنے لشکر کو لوٹ گیا آخر کار مہلب وفا شعار بصد اعزاز
و وقار روانہ میدان کارزار ہوا اور بآواز بلند یہ نعرہ کیا کہ اے شامیان ملعون اسوقت تک میں خواب
غفلت میں رہا شکر ہے اس خدائے برتر کا کہ مجھکو میرے برادر بزرگوار نافع نے خواب غفلت سے بیدار کر دیا
پس اب میں تم سے سخت بیزار ہوں اور ہر طرح آل رسول خدا کی امداد و نصرت کیلئے آمادہ ہو کر آیا ہوں
اگر تم میں سے کسی شخص کو دعویٰ مردی اور نشۂ دلاوری ہو تو وہ آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے جب
شامیوں نے یہ ماجرا دیکھا کہنے لگے کہ یہ اور سخت رسوائی ہوئی کہ مہلب نامدار ہم سے مخالف ہو گیا اور
لشکر عراق میں جا ملا تو انکو سخت ندامت اور پریشانی ہوئی خلاصہ یہ کہ طول طویل تقریر کے بعد ایک پہلوان
جسکا نام ہشام ابن خزیمہ تھا اور جو لشکر شام میں بہادر مشہور تھا تمام سازوسلاح و یراق سے مسلح ہو کر
مہلب کے مقابلہ کیواسطے میدان جنگ میں آیا اور مہلب کی برابر پہنچکر اُس سے یہ کہنے لگا کہ اے مہلب
تو نے امیر مروان کے حق نمک خواری کا ذرا بھی پاس و لحاظ نکیا اور نہ ابن زیاد کی عزت و حرمت پر
مطلق نظر کی ہم سب کو تو نے ذلیل اور رسوا کیا اور رافضیوں کی مدد پر اسطرح ہم سے مخالف ہو کر
آمادہ ہوا کہ لشکر شام سے مقابلہ کرنے آیا ہے مہلب نامور نے جب ہشام خبیث کی یہ یاوہ گوئی سُنی
تو اُس سے کہنے لگا کہ اے ملعون تجھپر خدا کی لعنت اور تیرے امیر پر بھی خدا کی لعنت ہو اے ملعون آج
تک تو میں مطیع شیطان اور قوم ابلیس میں رہا لیکن اب الحمد للہ کہ حضرت امام معصوم سلطان الانس
والجن حضرت سیدنا و مولانا جناب امام زین العابدین و سید الساجدین کا دامن مبارک میں نے بخوبی اور مستحکم تھام
لیا ہے اور اس دُنیائے زشت و ناپاک سے میں نے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا ہے شامی ملعون اُسکی یہ گفتگو سُنکر غصہ میں آیا
اور اُسنے بکمال جوش مہلب نامدار پر حملہ کیا اور مہلب نے بھی اُسپر حملہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں بفضل خداوند کریم
اس ملعون کو نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا اور اسیوقت اسکی روح ناپاک واصل جہنم ہوئی اس کے بعد مہلب

نے دوسرے جوان کو اپنے مقابلہ کے واسطے بلایا ہشام کے بیٹے نے جب یہ حال دیکھا تو وہ سخت
غمگین اور اندوہناک ہوا اور یہ کہنے لگا کہ اس سے بدتر دنیا میں اور کیا بات ہوگی کہ ایک غیر شخص
میرے گھوڑے پر اور میرے ہتھیار لگائے ہوئے مجھ سے مقابلہ اور مقاتلہ کو آیا ہے آخر اس نے
یہ بات کہی کہ کوئی شخص جاکر اس شخص کا مقابلہ کرے اور اسکو قتل کر کے میرا دل خوش کردے چنانچہ
اسوقت لشکر شام سے ایک اور شخص جسکا نام عبداللہ بن عامر تھا مہلب کے مقابلہ کو نکلا اور
مہلب سے یہ کہنے لگا کہ تو نے یہ کیا کام کیا کہ ہم لوگوں سے مخالف ہو کر مقابلہ اور جنگ کو آیا ہے
اے شخص تو نے لشکر شام کو تمام دنیا میں ذلیل کیا یہ سنکر مہلب نے باواز بلند اس ملعون سے کہا کہ اے
ملعون یہ مقام بحث و مباحثہ کا ہرگز نہیں ہے اور اتنا کہکر اسکو مہلب نے اپنا نیزہ ایسا لگایا کہ اس کی
پشت کے پار ہوگیا اور اس ملعون کے قتل کے بعد مہلب نے تکبیر کہی اور تمام لشکر عراق میں غلغلہ تکبیر بلند
ہوا اور اس لشکر کے سب لوگ نافع اور مہلب کو تحسین اور آفرین کرنے لگے آخر ابراہیمؓ نے نافع سے
یہ کہا کہ اے جوانمرد تو اب جاکر میدان جنگ سے مہلب کو واپس لے آ کیونکہ وہ داد معرکہ آرائی بخوبی
دے چکا ہے اور اسکو میری طرف سے یہ کہنا کہ ابتک جو کچھ تو نے کارروائی کی ہے وہ کافی ہے اور خدا تعالے
نے تیری توبہ کو قبول فرمایا پس اب تم لڑائی کے میدان سے واپس چلے آؤ کہ ہمارا دل تمہارے دیدار
سے شاد ہو کیونکہ تمہارا یہاں آنا اور اسطرح ہمارے دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہمارے لئے فتح کی ظاہر
دلیل ہے ابراہیم کا یہ فرمان سنکر نافع اسیوقت میدان جنگ میں آیا اور مہلب سے یہ کہنے لگا
کہ اے مہلب بس تم خوب لڑ چکے اور فنون جنگ دکھا چکے اب تم لشکر کو واپس چلو اور اسکے
علاوہ ابراہیمؓ نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی اس سے نافع نے بیان کیا مہلب نے ابراہیمؓ کی یہ عزت افزائی
سنکر جواب دیا کہ آپ نے کمال غلام نوازی فرمائی کہ اسطرح کے کلمات ارشاد فرمائے لیکن واضح ہو کہ
اسوقت مجھے شوق شہادت دامنگیر ہے پس میں اسوقت تک لڑتا رہونگا اور معرکہ آرائی اور
شمشیر زنی سے ہاتھ نہ روکونگا کہ راہ خدا میں شہید ہو جاؤں اور آپ سے صرف یہ التماس ہے کہ فردائے
قیامت حضرت محمد مصطفےٰؐ اور جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضور میں

اس بات کی گواہی دیں کہ مہلب نے اپنی جان شیریں اس معرکہ میں خاندان نبوت اور اہلبیت رسالت پر قربان
کر دی تھی مہلب کی یہ تقریر سُنکر نافع اُسوقت اپنی لشکر میں واپس آیا اور جو کچھ مہلب نے عرض کیا تھا
اس سے تمام و کمال ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار کو اطلاع دی ابراہیم نامور مہلب کی یہ تقریر
سُنکر اور اُس کے ارادہ سے آگاہ ہو کر نہایت خوش اور شاد ہوا اور اسکے حق میں دعائے خیر کی بعد ازاں
شام کے لشکر سے ایک اور پہلوان مہلب کے مقابلہ کو نکلا اسکا نام عامرہ بن بطاح تھا یہ شخص بڑا ہی
مفتری اور حیلہ ساز تھا اُسنے مقابل پہنچکر اس غرض سے اسکو باتوں میں لگایا کہ ایک ضرب شمشیر
میں اسکا کام تمام کردے مہلب بھی اسکے ارادہ کو سمجھ گیا اور اُس سے یہ کہنے لگا کہ ای ملعون تو یہ بھی
جانتا ہے کہ مکرو فریب کو دُنیا بھر کے مکّار مجھ سے حاصل کرتے ہیں اتنا کہکر ایک ایسی شمشیر عدو سوز
اسکے مُنھ پر لگائی کہ اسیوقت وہ ملعون گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا اس ملعون کے بعد مہلب نے
مردانہ و دلیرانہ پھر مبارزطلبی کی کہتے ہیں کہ حصین ابن نمیر کا ایک چچازاد بھائی تھا اس کا نام مرّہ بن
حارث تھا پس حصین نے اسکی طرف متوجہ ہو کر یہ کہا کہ تجھکو کیا نہیں دکھائی دیتا کہ اس مہلب نے ہمارے
ساتھ کیسی حرکت کی ہے اور کوئی شخص نہ اسکو جواب دیسکتا ہے اور نہ اس کا مقابلہ کرسکتا ہے مگر
اُمید ہے کہ ہمارے دل سے تو ہی اس رشک کو ضرور رفع کریگا اور اسکا سر کاٹ کر لے آئیگا اس
کے عوض میں امیر تجھکو خلعت گرانبہا عنایت کریگا حصین کی یہ تقریر سُنکر مرّہ ملعون اول ابن
زیاد کے پاس گیا اور اُس سے یہ کہنے لگا کہ میں تجھ سے اجازت چاہتا ہوں کہ میدان جنگ میں جا کر
اس رافضی سے مقابلہ کروں اور اسکا سر تیرے حضور میں حاضر کروں ابن زیاد نے اسکی درخواست
کو قبول کیا بلکہ یہ کہا کہ تیرا مجھپر احسان ہوگا یہ سُنکر مرّہ نے اپنا نیزہ ہاتھ میں لیا اور مہلب کے برابر پہنچکر
اس سے مقابل ہوا مہلب نے پوچھا کہ تو یہاں کس غرض سے آیا ہے مرّہ نے جواب دیا کہ تیرے قتل
کرنے کے واسطے یہ سُنکر مہلب نے حملہ کیا اور ایک تلوار اسپر لگائی لیکن مہلب کی یہ ضرب خالی گئی مرّہ
بڑا جنگ آزمودہ شخص تھا مہلب کے اس وار نے اسپر کچھ بھی اثر نکیا اور پھر مہلب نے دوسرا ہاتھ لگانا
چاہا لیکن اس سے قبل مرّہ کی تلوار اسکے سر تک پہنچ گئی تھی جس سے اس مومن کا سر الگ ہو گیا اور

گھوڑے سے گر کر داخل بہشت ہوا ابراہیم کو جب شہادت مہلب کی خبر معلوم ہوئی تو وہ اس واقعہ کو سُنکر بہت رویا اسطرف مرّہ مہلب کے قتل کے بعد اپنے لشکر کو واپس چلا گیا جب وہ ملعون ابن زیاد بد نہاد کے سامنے پہنچا تو اُس نے بہت خوشی ظاہر کی اُسیوقت ہزار درہم بطور انعام مرّہ کو دیئے یہ حال دیکھکر ابراہیم نے نافع کو اپنے پاس بُلایا اور اپنا لباس اسکے حوالہ کیا اور خود اسکا سامان و یراق جنگ اپنے بدن پر لگا کر میدان کو روانہ ہوا اور معرکہ کارزار میں پہنچکر اسطرح ایک نعرہ کوہ شگاف مارا کہ میرے دوست کا قاتل مرّہ کہاں ہی جب شامیوں نی دیکھا کہ نافع پھر معرکہ آرائی کو آیا ہے اور مرّہ کو اپنے مقابلہ کے واسطے طلب کر رہا ہے تو اُس سے ان ملاعنہ نے یہ کہا کہ اس شخص کا نام نافع ہے جو مہلب کو بھگا کر ہمارے لشکر سے لیگیا تھا پس بڑی ناموری تیرے واسطے ہوگی اگر اسکا بھی سر کاٹکر تو اسوقت لے آئے گا چنانچہ مرّہ اسیوقت میدانکو روانہ ہوا اور ابراہیم کی قریب پہنچکر اُس سے یہ کہنے لگا کہ اے نافع شاید تیرا دل جینے سے سیر ہو گیا کہ جو اسوقت تو مجھسے مقابلہ کیواسطے آیا ہے ابراہیم نے اسکے جواب میں اُسکو ڈانٹا اور نہایت جلالت و مردانگی کے ساتھ مرّہ پر حملہ کیا جسوقت مرّہ نے ترکیب جنگ اور ابراہیم کی اس مردانگی اور دلیری کو غور سے دیکھا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ ہرگز یہ شخص نافع نہیں ہے آخر ابراہیم سے مرّہ نے یہ کہا کہ اے شخص اپنا نام و نشان بتا کہ تو کون ہے تاکہ بے نام و نشان میرے ہاتھ سے نہ مارا جائے ابراہیم نے اسکو جواب دیا کہ میرا نام تیری اجل ہے اسکے علاوہ مجھے ابراہیم کہتے ہیں جسوقت مرّہ کو یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ یہ شخص نافع نہیں ہے بلکہ ابراہیم ہے تو اُسپر سخت ہراس اور خوف غالب ہو گیا تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ ابراہیم کے سامنے سے بھاگ کر اپنے لشکر کا راستہ لے کہ چار طرف سے شامیوں نے لعن وطعن کرنا شروع کیا اور اُس سے یہ چلا چلا کر کہنے لگے کہ یہ شخص نافع ہے تو اسکو جلد قتل کر کے مہلب کے پاس پہنچا دے آخر اسکو بھی بھاگنے سے کچھ شرم آگئی اور اُس نے ابراہیم پر حملہ کیا اور تلوار چلنے لگی دونو طرف سے برابر شمشیر آبدار کی جھنکار کی آواز آرہی تھی لیکن ہر دفعہ دونوں کا ہاتھ خطا کرتا تھا اور کسی کے زخم نہ لگتا تھا آخر تیسری مرتبہ ابراہیم بن مالک اشتر نے حبیبہ کا ایک

ایسا ہاتھ دیا کہ اسکی بغل سے نکل گیا اور اُسیوقت وہ ملعون گھوڑے سے گر کر داخل نار ہوا ابراہیمؒ
نے اور مبارز طلب کیا تو اُسوقت فوج شام کو ابراہیمؒ کی دلیری پر بڑا تعجب ہوا اور سخت حیرت ان
لوگوں کو یہ تھی کہ نافع تو ایک سوداگر شخص ہے اسمیں ایسی لیاقت کہاں سے آئی کہ مرّہ جیسے دلیر کو
قتل کر دیا اُسوقت حصین ابن نمیر نے یہ حکم دیا کہ اس مضمون کی لشکر میں منادی کرا دی جائے کہ
جو شخص ہماری فوج سے نکلکر قاتل مرّہ کو قتل کریگا تو میں اُسکو دو ہزار درہم انعام دونگا یہ سُنکر ایک شخص
موصل کا رہنے والا جس کا نام عبدالرحمٰن ابن مالک تھا اسکے مقابلہ پر آمادہ ہوا یہ شخص خاندانِ
نبوت کا بڑا دشمن تھا اور تمام فوج شام میں بڑا نامی پہلوان تھا اور اسکے پاس ایک گرز ایسا تھا
جو نہایت وزنی تھا اور اُس سے یہ شخص اپنے حریف کے مقابلہ میں جنگ کرتا تھا پس اس حرامزادہ نے
حصین ابن نمیر سے کہا کہ اس شخص یعنی قاتل مرّہ کو میں قتل کرونگا اور تم سب کو اس اندیشہ اور تہلکہ
سے نجات دونگا چنانچہ اہل شام سے یہ شخص اس قسم کے تسلی آمیز کلمات کہکر اپنے لشکر سے گھوڑا
کُداتا ہوا باہر نکلکر اور ابراہیم نامدار کے قریب پہنچکر کہنے لگا کہ خدا تیری ماں کو تیری غم میں بٹھائے کہ مجھکو
میدان جنگ میں تیری وجہ سے آنا پڑا اور تجھسے مقابلہ کی تکلیف اُٹھانی نصیب ہوئی ابراہیمؒ نے اس
ملعون کو ڈانٹ کر یہ جواب دیا کہ بہت گو نہ کھا اور بیہودہ نہ بک اگر تجھمیں کچھ جوہر اور صنعت ہے تو ہم کو
دکھا تا کہ ہم کو بھی معلوم ہو کہ تو کیسا اہل جوہر اور مرد میدان ہے یہ سُنکر عبدالرحمٰن کو نہایت غصّہ آیا اور
اسی طیش کی حالت میں اُس نے اپنا گرز اُٹھا کر بقوت تمام ابراہیمؒ پر مارا ابراہیم کی نظر اس گرز کی جانب
لڑی ہوئی تھی پس جسوقت وہ گرز اسکے قریب پہنچا تو اُسوقت اسنے اپنے دست زبردست سے اس
گرز کو پکڑ لیا اور اُس ملعون کے دست نجس سے چھینکر اس زور سے اس سگ ناپاک کے سر پر مارا کہ اسکا سر اور
گردن اور پہلو اور پشت کا قیمہ ہو گیا اور اُسیوقت گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور ایک لمحہ میں دوزخ میں
جا پہنچا یہ ہاتھ کی صفائی اور مردانگی دیکھکر ابن زیاد کو یقین کامل ہوا کہ یہ شخص بیشک ابراہیمؓ ہے
اور نافع ہرگز نہیں ہے کیونکہ نافع کی ذات میں ایسی قابلیت کہاں تھی ابن زیاد ملعون نے اپنے
لشکر کو حکم دیا کہ ایک ہزار جوان ابراہیم پر حملہ آور ہوں چنانچہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک

ہزار سپاہیوں نے ابراہیم پر حملہ کیا اور یہ غل مچاتے تھے کہ اس پشت پناہ لشکر عراق کو قتل کر ڈالو
ابراہیم رض نے بھی اپنے رُفقا اور اہل لشکر کو بآواز بلند پکار کر کہا کہ اے طالبان خُون جناب سیدنا و مولانا
ابی عبداللہ الحسین شہید کربلا علیہ السلام اسوقت سے بڑھکر اور کوئی وقت نہوگا مگر ہمت باندھکر
اسوقت اپنی دلیری اور مردانگی کے جوہر دکھاؤ پس اس رشاد ابراہیم رض پر ورقا عازب اور میمون
اور سفیان ازدی نے نہایت بہادری اور تہوری سے اس گروہ کثیرہ پر حملہ کیا اور چار شخص ایسے
جوانمرد اور دلیر تھے کہ بیس ہزار آدمی سے بھی معرکہ میں مُنہ نہ موڑتے تھے چُنانچہ اسوقت بھی یہ لوگ
ایسی شمشیر زنی اور تیغ افگنی میں مصروف تھے کہ دشمن و دوست کی زبان سے غلغلہ تحسین و آفرین بلند تھا
یہانتک کہ اس معرکہ میں سخت خونریزی ہوئی اور بہت سے نامور فوج شام کے قتل ہوئے اور باقی
فوج نے بھاگنا شروع کر دیا اور ان چار مردان دلاور نے اپنے کو قلب لشکر میں پہنچا کر تمام فوج شام کو
تہ و بالا کیا ابن زیاد کو ان بہادروں کے اس بیباکانہ حملہ پر نہایت طیش آیا اور اس نے اپنی
فوج کو یہ حکم دیا کہ سب متفق ہوکر ان ہر چہار دلیران عراق پہ حملہ کریں چُنانچہ اس موقع پر کل
فوج متفق اور ایک جان ہوکر ابراہیم رض اور انکی فوج پر جا پڑی اور نہایت جوش و خروش سے
حملہ کیا کہتے ہیں کہ اس دن ابراہیم اشتر رض نے حد درجہ کی مردانگی دکھائی اور از راہ شجاعت چار
مرتبہ بنفس نفیس حملہ آور ہوا اور صدہا آدمی فوج شام کے صرف انکے ہاتھ سے میدان جنگ میں مارے
گئے اور ان کی زبان پر یہ کلام برابر جاری تھا کہ اے حامیان شہید کربلا اسوقت حضرت امام حسین کی
شہادت کے واقعات کو یاد کرو کیونکہ وہ روز در حقیقت قیامت کا روز تھا خلاصہ یہ کہ اس لڑائی
میں ابراہیم رض نے وہ کار نمایاں کیا تھا کہ اگر رستم و اسفندیار زندہ ہوتے تو اسوقت ان کی معرکہ آرائی اور
مردانگی کی داد دیتے تمام زمین میں معرکہ شمشیر زنی اور قتل و قمع سے ایک زلزلہ پڑ گیا تھا ابن زیاد کا
یہ حال تھا کہ ابراہیم سے خوف کے مارے دُور دُور رہتا تھا اور ابراہیم رض کے قریب آتا تھا دور سے دیکھتا
تھا اور کہتا تھا کہ در حقیقت ابراہیم رض بڑا بہادر آدمی ہے اسوقت اسکے ہاتھ سے اتنے آدمی مارے گئے ہیں کہ
جن کی شمار نہیں ہے آخر عبیداللہ زیاد کی عقل چکر میں تھی اور بدحواس ہوکر اپنے مقام سے اپنے گھوڑے

کی باگ کو موڑ دیا اور اُس سے اُسکا یہ مطلب تھا کہ اب اہل لشکر لڑائی سے باز آئیں لیکن فوج شام کو عجیب دھوکا ہوا اُس نے یہ سمجھا کہ ابن زیاد معرکہ سے بھاگنا چاہتا ہے لہٰذا اس حال کو دیکھکر جس طرف جسکا منہ اُٹھا بھاگ نکلا لشکر عراق نے یہ حال دیکھکر انکا تعاقب کرنا شروع کیا اور جو اسکے ہاتھ شامی فوج کا سپاہی پڑ گیا اُسکو فوراً قتل کر ڈالا جب حصین ابن نمیر ملعون نے یہ حال دیکھا کہ مفت اس وقت شکست نصیب ہوتی ہے تو وہ اس طرف کو جدہر شامی فوج بھاگی جاتی تھی متوجہ ہوا اور سپاہیوں کو بہ ہزار خرابی سمجھا بجھاکر واپس لایا اور انکو یہ اطمینان دلایا کہ یارو ابن زیاد بھاگا نہیں ہے جو تم بے تحاشا بھاگے جاتے ہو ہرگز ہرگز قصد ہزیمت نکرو یہ بھاگنے کا موقع نہیں بیشک اگر اس وقت یہ ملعون یعنی حصین بن نمیر نہوتا تو تمام فوج شام قتل ہوجاتی اس معرکہ میں ابراہیمؒ کی طرف کے دو سو آدمی شہید ہوئے اور آخر کار ابراہیمؓ بوجہ شب ہوجانے کے منظفرؓ و منصور اپنے قیامگاہ کو لوٹ گیا لڑائی موقوف ہوئی ابراہیمؓ نے اس فتح خداداد کا درگاہ الٰہی میں شکرانہ ادا کیا اور ابن زیاد کی آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہوگئی بلکہ اس لڑائی میں اُسکو بخار آگیا تھا خلاصہ یہ کہ رات کے وقت دونوں لشکروں کی طرف سے حسب قاعدہ اپنے اپنے مقام پر طلایہ مقرر ہوا شامیوں نے اپنے مردوں کو دریا میں پھینکدیا اور ابراہیمؓ نے حکم دیا کہ شہدا کی لاشیں دفن کی جائیں چنانچہ ابراہیمؓ اور اسکے لشکری گھوڑوں سے اُترے اور اپنے لشکر کے شہدا پر نماز جنازہ پڑھی اور انکو دفن کیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر ابراہیمؓ نے روزہ افطار کیا کیونکہ ابراہیم کا قاعدہ تھا کہ اکثر ان دنوں میں وہ روزہ رکھا کرتا تھا بہرحال جب وہ کھانے پینے سے فارغ ہوا تو اُسنے اپنے رفقا کی مردانگی کی بہت تعریف اور توصیف کی اور انکو ہر طرح تحسین و آفرین کی ادہر ابن زیاد ملعون اپنے لشکر کی خرابی اور شکست پر از حد ملول و رنجیدہ تھا اور نہایت غیظ و غضب اور رنج و صدمہ سے اپنے سرداران فوج اور افسران لشکر کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا ⁂ ⁂ ⁂

واقعہ شانزدہم اکثر رفقائے ابراہیمؒ کی شہادت اور ابن زیاد کا جہنم واصل ہونا

روایت ہے کہ جب ابراہیمؓ نے بعد مقابلہ و محاربہ اپنی لشکر میں قیام فرمایا تو اسنے روزہ کھول کر نماز

پڑھی اُسوقت ایک شخص ابراہیم کے پاس آیا اور اُس نے کچھ آہستہ سے اُسکے کان میں کہا ابراہیم نے
اُسوقت دوستوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ شخص اسوقت کس غرض سے یہاں آیا
دوستوں نے کہا کہ ہمکو کیا معلوم ہے کہ یہ کون شخص ہے اور کیوں آیا ہے ابراہیم نے جواب دیا کہ یہ شخص موصل
کے حاکم کا قاصد ہے اُس حاکم نے بعد سلام یہ کہلا بھیجا ہے کہ اگر مناسب ہو تو اپنا ایک سردار میرے
پاس بھیجدو کہ میں شہر موصل اسکے حوالے کرکے ابن زیاد پر حملہ کروں اُدھر سے تم حملہ کرو جسوقت
تم نے موصل پر قبضہ کرلیا تو اسوقت ابن زیاد بالکل بیدست و پا ہو جائیگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جسوقت
ہم کو اس منصوبہ میں کامیابی ہوگئی تو جسوقت چاہینگے اس ملعون کو گرفتار کرسکتے ہیں آپکو یہ بھی معلوم
رہے کہ میں ایک شیعہ آدمی ہوں اور محب اہلبیتؑ ہوں اور حضرت رسولخدا اور حضرت علی مرتضیٰ کا عشق
اپنے دل میں رکھتا ہوں یہ سنکر دوستوں نے پوچھا کہ پھر تمہاری کیا رائے ہے ابراہیم نے جواب دیا
کہ میں یہاں کسی ملک کی فتح و تسخیر کے واسطے نہیں آیا بلکہ خون جناب امام حسینؑ کے انتقام لینے کے
واسطے آیا ہوں اسمیں شک نہیں کہ رئیس موصل نے مجھ سے اپنی دلدوستی کا اظہار کیا اور اپنا
حق محبت ادا کیا ہے خداتعالےٰ اسکو جزائے خیر دے لیکن میں جبتک ابن زیاد کے معاملہ سے کامل
طور پر فارغ ہو جاؤنگا اور کسی کام میں ہاتھ نہ ڈالونگا خلاصہ یہ کہ اس قاصد موصل کو ابراہیم نے
اسیوقت پچاس دینار بطور انعام عطا فرماکر رخصت کیا اور کہا کہ اے برادر امیر سے تو میرا سلام
کہنا اور یہ کہدینا کہ خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ سب کام عنقریب انشاءاللہ درست ہو جائینگے
چنانچہ قاصد مذکور اپنے مقام کو واپس چلا گیا ادہر ابن زیاد شکست کھاکر اپنے مقام پر پہنچا جب
رات ہوگئی تو ابن زیاد نے اپنے رفقا اور سرداران فوج پر بہت غم و غصہ ظاہر کیا آخر حصین
ابن نمیر نے ابن زیاد کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اے امیر آگاہ ہو کہ ابراہیم ایک نہایت دلاور اور شجاع
اور مرد میدان ہے اور وہ لشکر کی کمی زیادتی کی پروا نہیں رکھتا پس میری صلاح یہ ہے کہ ہم ہر روز لڑائی
نکریں کیونکہ یہ یقین ہے کہ اگر جنگ کو طوالت ہوگی تو ابراہیم اور اسکے رفقا تنگ آکر لڑائی سے دل
برداشتہ ہو جائیں گے اور ان میں ایک قسم کی پراگندگی اور پریشانی پھیل جائے گی۔

تو اسوقت اُن کا قتل کرنا اور اُنپر فتح پانا کچھ مشکل اور دشوار نہیں حصین ابن نمیر کی اس راے کو تمام
سرداران شام نے پسند کیا اور ساتھ ہی اسکے فوراً ابراہیم کے پاس قاصد روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ
اے ابراہیم رضہ آجکل گرمی نہایت شدت کی ہے پس ہر روز لڑائی بھڑائی نہیں ہو سکتی کیونکہ تکلیف
سوا ہوتی ہے بلکہ ہفتہ میں دو بار لڑائی ہوا کرے ایک دن ہماری جانب سے حملہ کیا جائے اور
ایک روز تمہاری طرف سے حملہ ہوا کرے تاکہ یہ امر معلوم ہو جائے کہ کیا نتیجہ اس معرکہ آرائی کا ہوتا
ہے یہ پیغام ابن زیاد کا لے کر اسکا قاصد ابراہیم کے لشکر میں آیا اور ابراہیم رضہ سے بیان کیا۔
ابراہیم رضہ نے اس قاصد کو یہ جواب دیا کہ اچھا تو اپنے لشکر کو واپس جا ہم سب لوگ مشورہ کر لیں
تو اسکا جواب باصواب کل کے دن کہلا بھیجیں گے اسکے بعد ابراہیم نے اپنے سب سرداران لشکر کو
جمع کیا اور ان سے یہ کہا کہ یارو ابن زیاد کا سفیر یہ پیغام لیکر آیا تھا تم سب اسکا کیا جواب دیتے ہو
سب نے متفق اللفظ یہ کہا کہ جو کچھ تمہاری راے ہو ہم اس کی بدل و جان تعمیل کیواسطے آمادہ ہیں
ابراہیم رح نے کہا کہ میری راے میں عبید اللہ زیاد کو امان نہیں دینی چاہیئے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اور جس
قدر جلد ہو سکے ہم کو لڑائی کرنی چاہیئے اور یہی ہمارے واسطے بہتر و مناسب ہے ابھی یہ لوگ اسی
گفتگو میں تھے کہ ایک گڈریا آیا اور اس نے یہ بات کہی کہ میں اسوقت تخلیہ میں میں کچھ عرض کرنا
چاہتا ہوں چنانچہ ابراہیم رضہ نے اسی وقت تخلیہ کیا تو اس گڈریئے نے بعد سلام ابراہیم کے ہاتھ کو بوسہ
دیا اور یہ عرض کیا کہ رئیس موصل نے مجھکو آپ کی خدمت میں بھیجکر گذارش کیا ہے کہ اے ابراہیم رضہ ابن زیاد
نے بڑی چالاکی کی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تجھکو غافل کر کے تیرے لشکر پر حملہ کر کے روز مرہ لڑائی کو موقوف
کر کے دوسرے تیسرے روز معرکہ کا بازار تم سے گرم کرے اس صورت میں وہ سمجھتا ہے کہ تم اور تمہاری فوج
دل برداشتہ ہو کر یہاں سے چلی جائے گی میری راے میں اسوقت اگر اس ملعون سے لڑائی برابر
جاری رکھی جائے گی تو تمہارے حق میں مفید ہے یہ سنکر ابراہیم رضہ نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ تم
ابھی یہاں سے لوٹ جاؤ اور رئیس موصل سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ خداے تعالے تم کو جزاے
خیر دے کہ اس قدر تکلیف و رنج و مصیبت ہماری وجہ سے برداشت کرتے ہو تم نے جو مشورہ دیا ہے

تو اسوقت اُن کا استیصال کرنا اور اُنپر فتح پانا کچھ مشکل اور دشوار نہیں حصین ابن نمیر کی اس رائے کو تمام
سرداران شام نے پسند کیا اور ساتھ ہی اسکے فوراً ابراہیم کے پاس قاصد روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ
اے ابراہیم رضہ آجکل گرمی نہایت شدت کی ہے پس ہر روز لڑائی بھڑائی نہیں ہوسکتی کیونکہ تکلیف
سوا ہوتی ہے بلکہ ہفتہ میں دو بار لڑائی ہوا کرے ایک دن ہماری جانب سے حملہ کیا جائے اور
ایک روز تمہاری طرف سے حملہ ہوا کرے تاکہ یہ امر معلوم ہو جائے کہ کیا نتیجہ اس معرکہ آرائی کا ہوتا
ہے یہ پیغام ابن زیاد کا لے کر اسکا قاصد ابراہیم کے لشکر میں آیا اور ابراہیم رضہ سے بیان کیا۔
ابراہیم رضہ نے اس قاصد کو یہ جواب دیا کہ اچھا تو اپنے لشکر کو واپس جا ہم سب لوگ مشورہ کرلیں
تو اسکا جواب با صواب کل کے دن کہلا بھیجیں گے اسکے بعد ابراہیم نے اپنے سب سرداران لشکر کو
جمع کیا اور ان سے یہ کہا کہ یارو ابن زیاد کا سفیر یہ پیغام لیکر آیا تھا تم سب اسکا کیا جواب دیتے ہو
سب نے متفق اللفظ یہ کہا کہ جو کچھ تمہاری رائے ہو ہم اس کی بدل و جان تعمیل کیواسطے آمادہ ہیں
ابراہیم رضہ نے کہا کہ میری رائے میں عبید اللہ زیاد کو امان نہیں دینی چاہیئے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اور جس
قدر جلد ہوسکے ہم کو لڑائی کرنی چاہیئے اور یہی ہمارے واسطے بہتر و مناسب ہے ابھی یہ لوگ اسی
گفتگو میں تھے کہ ایک گڈریا آیا اور اس نے یہ بات کہی کہ میں اسوقت تخلیہ میں میں کچھ عرض کرنا
چاہتا ہوں چنانچہ ابراہیم رضہ نے اسی وقت تخلیہ کیا تو اس گڈریئے نے بعد سلام ابراہیم کے ہاتھ کو بوسہ
دیا اور یہ عرض کیا کہ رئیس موصل نے مجھکو آپ کی خدمت میں بھیجکر گذارش کیا ہے کہ اے ابراہیم رضہ ابن زیاد
نے بڑی چالاکی کی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تجھکو غافل کرکے تیرے لشکر پر حملہ کرکے روز مرہ لڑائی کو موقوف
کرکے دوسرے تیسرے روز معرکہ کا بازار تم سے گرم کرے اس صورت میں وہ سمجھتا ہے کہ تم اور تمہاری فوج
دل برداشتہ ہوکر یہاں سے چلی جائے گی میری رائے میں اسوقت اگر اس ملعون سے لڑائی برابر
جاری رکھی جائے گی تو تمہارے حق میں مفید ہے یہ سنکر ابراہیم رضہ نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ تم
ابھی یہاں سے لوٹ جاؤ اور رئیس موصل سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ خدائے تعالیٰ تم کو جزائے
خیر دے کہ اس قدر تکلیف و رنج و مصیبت ہماری وجہ سے برداشت کرتے ہو تم نے جو مشورہ دیا ہے

خیال سے تمام لشکر شام میں رات بھر ایک بے چینی اور پریشانی پھیلی رہی اور ہر ایک شخص اپنی قیامگاہ
کے دروازہ پہ مسلح اور مشہور رہا کسی کو اصل واقعہ کی خبر نہ تھی خلاصہ یہ کہ اسیطرح فوج شام صبح
تک بیدار رہی جب صبح ہوئی تو ابراہیم دلاور نے طبل جنگ کے بجانے کا حکم دیا اور تمام فوج آمادہ
حرب و پیکار و مستعد میدان کارزار ہوئی ہر ایک جوان عراقی تلوار کا دھنی تھا فدا بنام علی و
نبی تھا اس کی خبر ابن زیاد کو بھی پہنچی تو اس کا ارادہ اُسوقت لڑائی کا نہ تھا پھر اُس نے ابراہیم کی
خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک ہفتہ میں دو دفعہ لڑائی کی جائے
ایک روز حسب منشاء خود اور دوسری دفعہ تمہاری منشا کے موافق ہوگی یہ پیام ابن زیاد ملعون کا
سُنکر ابراہیم نامدار بہت مُسکرائے اور اس قاصد سے کہا کہ تو واپس جاکر اس ملعون کو ہماری
طرف سے یہ جواب دیدے کہ ہم تجھ سے لڑنے کو نکلے ہیں تیری منشا کے موافق نہ لڑیں گے۔
بلکہ جیسا ہمارا منشا ہوگا ویسا کریں گے یہ جواب سُنکر عبیداللہ زیاد کا قاصد لوٹ گیا اور جو کچھ
سُنا تھا وہ سب اُس نے ابن زیاد سے جا کہا عبیداللہ کو ابراہیم رض کے اس جواب پر
بہت غصہ آیا اور اس نے لڑائی کی تیاری کا حکم دیا ادہر سے ابراہیم رض نامدار بھی سامان
جنگ میں مصروف ہوئے اُنہوں نے اُسروز میمنہ پہ سفیان ازدی کو مقرر کیا اور میسرہ پہ
عبداللہ اور ورقا کو مختار کیا اور خود ابراہیم رض قلب لشکر میں کھڑے ہوئے بہ آواز بلند
تکبیر کہہ رہے تھے اسطرف عبیداللہ ابن زیاد نے میمنہ حصین ابن نمیر کے تفویض کیا اور میسرہ پہ
رافع ابن قیس ملعون تھا اور خود وسط لشکر میں مقیم تھا اور بڑے بڑے جنگجو سردار اور پہلوان
اسکے برابر کھڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں لڑائی شروع ہوگئی مردان جنگی کے نعروں اور گھوڑوں کی
ٹاپوں کی صدا سے تمام میدان کارزار گونج اُٹھا ابراہیم رض نے بڑی جلالت اور مردانگی سے خود
حملہ کیا اسوقت بوجہ شدت تہوری اور جوش دلاوری کے شامی فوج ابراہیم رض کو دیکھکر یہ سمجھتی تھی
کہ خود حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام زندہ ہوگئے ہیں ابراہیم رض نے نہایت زور سے یہ نعرہ مارا
اور فوج سے پکار کر کہا کہ ہاں اے مومنوں منافقوں کو قتل کرو اور انکی تباہی اپنا فرض سمجھو

کیونکہ یہ حضرت رسول خدا کی آل اطہار کے دشمن ہیں پس ان ملعونوں کے وجود ناپاک سے روئے زمین کو پاک کرنا چاہیے ابراہیم کی زبان پہ یہ کلمہ جاری تھا اور برابر کمال مردانگی اور جلادت سے حملہ میں مصروف تھا اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے اسوقت لڑائی کی ہلچل اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے اس قدر گرد و غبار بلند تھا کہ گویا رات ہو گئی تھی **شعر**

ز سم ستوراں دراں پہن دشت زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

خلاصہ یہ کہ تا ظہر تک اسیطرح نہایت جوش و خروش اور زد و شور سے معرکہ کارزار و ہنگامہ گیرودار میدان رزم و پیکار میں گرم تھا یہاں تک کہ تمازت آفتاب سے تمام مخلوقات بھننے لگی اسوقت نقیبان فوج حسب قاعدہ صفوف لشکر سے باہر نکلے اور دونو فوجوں کو میدان کارزار سے انکو قیامگاہ کو لوٹا لیگئے پھر ابراہیم میدان کارزار میں کسیقدر اپنی فوج اور رفقا کے ساتھ کھڑا ہوگیا وہ حصین بن نمیر موجود تھا اسنے جو ابراہیم کو ایک قلیل جماعت کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا تو حصین بن نمیر ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر ابراہیم پر حملہ کرنیکی نیت سے آگے بڑھا اور ابراہیم کے مقابل میں آکھڑا ہوا ابراہیم نے ورقا دلاور کو ان کے مقابلہ کے واسطے روانہ کیا چنانچہ ورقا نے کمال دلیری اور مردانگی سے حصین ابن نمیر کی فوج پر حملہ کیا اور ایسی سخت خونریزی اس مقام پہ ہوئی اور اس قدر تلوار ان دونو فوجوں میں چل رہی تھی کہ لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ان دونوں میں سے اب کوئی زندہ نہ بچیگا اتنے میں خود حصین ورقا کے قریب آیا اور اس سے کہنے لگا کہ تم مجھے جانتے بھی ہو میں وہ شخص ہوں کہ صرف اکیلا تم سب کو جواب دے سکتا ہوں کیونکہ جس قدر تمہارے ساتھ سپاہی ہیں وہ سپہ پیشہ نہیں ہیں یہ سب کے سب بازار کوفہ کے شیشے والے سبزی فروش اور کفش دوز ہیں یہ سنکر ورقا نے اس ملعون سے جنگ کا ارادہ کیا اور ایک نعرۂ دلیرانہ مار کر اس ملعون اور شقی ازلی سے یہ کہا کہ اچھا تو ذرا اس مقام پہ ٹھہرا رہ اور ہشیار رہنا کہ تجھے میں اور بہادروں کی شجاعت کا تجھے ذائقہ تو چکھا دوں یہ کہکر ایک ایسی تلوار اسکے سر پہ لگائی کہ اسکے سر سے بہت ہی شدت کے ساتھ خون بہنے لگا حصین نے جب یہ اپنی نوبت دیکھی تو اسیوقت مع علم و لشکر اپنی قیامگاہ کو واپس روانہ ہوا اور اسکی تمام فوج میں بھاگڑ

پڑگئی جب ابن زیاد نے یہ حال دیکھا تو اسوقت اُس نے عمر ابن اسحق کو دو ہزار آدمیوں کی جمعیت سے ان
دو ہزار اشخاص کی مدد کیواسطے روانہ کیا اسطرف ابراہیمؑ نے بھی اپنے غلام میمون کو مع دو ہزار سوار
کے ورقا کی اعانت کے لئے بھیجا یہ دیکھکر ابن زیاد نے پھر ایکہزار آدمی اور حصین بن نمیر کی مدد کو
روانہ کئے ادھر سے ابراہیم نے بھی پانسو سوار دوبارہ ورقا کی مدد کے واسطے بھیجے یہ مدد جس
وقت پہنچ گئی تو لڑائی بہت سخت ہونے لگی ہر طرف تلوار کی جھنکار اور نعرہ اور دلیران جنگ اور
شیران میدان نبرد کی صدا آنے لگی خُلاصہ یہ کہ نماز ظہر تک یہی معرکہ گرم رہا اور کسی کو شکست
نہ ہوئی تاہم طرفین کے لوگ سخت مجروح اور خستہ ہوگئے تھے اور اسقدر ماندگی غالب تھی کہ لڑائی
کی طاقت انہیں باقی نہ رہی تھی لیکن ان دونو فوجوں کے افسروں کے غلام ابھی تک آسودگی
کی حالت میں تھے اور وہ اس لڑائی میں شریک نہ ہوئے تھے۔ جب اُن کے آقا لڑائی سے
تھک گئے تو اُن غلاموں نے قصد مبارزت کیا چنانچہ ابن زیاد کی طرف سے اسکا غلام کہ
جس کا نام نحس آبو الایاز تھا با افسری اڑھائی ہزار غلاموں کے کہ اُن میں کوئی آزاد نہ تھا
ابن زیاد کی طرف سے ابراہیم کے مقابلہ کو نکلا ادھر سے ابراہیم نے بھی اپنے غلام وفادار آبو المیمون
کو جو فن سپہ گری میں مشہور و معروف تھا بلاکر تین سو پچاس غلام اسکے ماتحت کئے۔
چنانچہ ابو المیمون نشان لشکر ہاتھ میں لئے ہوئے ان تین سو پچاس غلاموں کے ہمراہ آبو الایاز کے
مقابلہ کو نکلا اور معرکۂ کارزار میں اُسنے اپنی صفیں آراستہ کیں میمنہ و میسرہ کو باقاعدہ درست
کیا پھر طرفین کے جنگجو میدان جنگ میں آئے اور لڑائی شروع ہوگئی اور ہر دو طرف سے اسقدر
دلیری کے ساتھ حملہ کیا گیا کہ دونو لشکروں کے مردان جنگی کو حیرت اور تعجب تھا اور زوال آفتاب
تک انکی یہی ہنگامہ اور معرکہ گرم رہا اسکے بعد ابو الایاز نے تنگ ہو کر جنگ سے علیحدگی اختیار کی
اور اُسنے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ اب قاعدہ عرب کے موافق ایک ایک شخص علیحدہ لڑائی لڑے اور
فوج مخالف سے اپنا ہم نبرد و مبارز طلب کرے چنانچہ اُسوقت ابن زیاد کے غلاموں میں سے ایک
شخص جس کا نام رافع تھا اپنی صف لشکر سے مسلح باہر نکلا اور اُسنے اہل عراق کی طرف رُخ کرکے

یہ درخواست کی کہ تمہارے گروہ میں سے کوئی ایسا شخص بہادر ہی کہ مجھ سے معرکہ آرا ہو رافع
غلام کی اس صدا پر ابراہیم کے غلاموں میں سے ایک غلام جو نہایت پارسا اور مومن و متقی تھا اپنی
صف لشکر سے آگے بڑھا اور اُس نے رافع ملعون سے مقابلہ کیا چند حملوں کے بعد اس ملعون نے
ایک ایسا نیزہ اس غلام مومن کے پہلو پر مارا کہ اُسیوقت اسکی روح بہشت برین کو پرواز کر گئی اسکے
بعد ایک اور غلام مالک اشتر کا جسکا نام مصعب تھا اور ہنر شمشیر زنی سے خُوب ماہر تھا اور جو
غلام کہ ابھی قتل ہوا اُس سے بھائی چارہ اس شخص کا تھا طیش میں آکر رافع کے مقابلہ کو نکلا اور اسکے
قریب پہنچکر یہ کلمہ باواز بلند کہا الحمد للہ النبی محمدؐ والوصی علیؑ اور ایک نیزہ ایسا کوہ شگاف رافع
کے پہلو میں لگایا کہ دوسرے پہلو سے پار ہوگیا اور رافع ملعون اسیوقت واصل جہنم ہوا مصعب نے
گھوڑے سے اُترکر اسکا سر کاٹ لیا اہل عراق نے اس فتح پر تکبیر باواز بلند کہی شام کے سرداروں کے
غلام نہایت دلتنگ و ذلیل ہوئے ابوالایاز بڑی دیر تک رافع کے غم میں روتا رہا اور آخر ایک اور
غلام ابوالایاز کی طرف سے مقابلہ کیلئے نکلا اور میدان کارزار میں داخل ہوکر اُس نے اپنا مقابل طلب کیا
چنانچہ ابراہیمؓ کے غلاموں میں سے بھی ایک غلام اُسکے مقابلہ کو آیا اور بدون رجز خوانی کے ایک ایسی
تلوار اس شامی غلام کی کمر پر لگائی کہ اسکے دو ٹکڑے ہوگئے ابوالایاز نے بہ نسبت پہلے مقتول کے اس
غلام کے ماتم میں زیادہ تردد کیا چھینکا اور آخر خود فولادی خود سر پر رکھکر اور ہر قسم کی اسلحہ جنگ سے
مسلح ہوکر اس غلام ابراہیم کے مقابلہ کو نکلا اور ہنگام جنگ غلام مذکور کو زخمی کر کے سر کاٹ لیا جب
ابوالیمون غلام ابراہیم نے یہ واقعہ دیکھا تو وہ بھی ابوالایاز کے مقابلہ کو جانے کیواسطے آمادہ ہوا
چنانچہ اس نے زرہ پہنی اور تمام اسلحے جنگی سجے پھر آراستہ ہوکر اس دشمن خدا کے مقابلہ میں میدان
کارزار میں آ پہنچا ابوالایاز کی نظر جو ابوالمیمون کے ڈھنگ دلیرانہ اور طرز بہادرانہ پر پڑی تو اسکو
یقین ہوگیا کہ درحقیقت یہ بھی فنون جنگ اور معرکہ آرائی میں یکتائی روزگار ہی آخر ابوالایاز نے
اسکے قریب جاکر نام و نشان دریافت کیا ابوالمیمون نے کہا کہ مجھکو قاتل کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ ابو
الایاز نے ایک وار تلوار کا اسکے سر پر لگایا لیکن ابوالمیمون نے کچھ ایسا فن سپہگری سے کام لیا

کہ اس ضرب شمشیر کا مطلق اثر اُسکے سر پر نہوا اور پھر اس نے بآواز بلند یا محمدؐ و یا علیؑ کہکر ایسی
ایک شمشیر جانستان ابوالایاذ کی کمر پر لگائی کہ اُسکے دو ٹکڑے ہوگئے اور اُسیوقت گھوڑے سے گر کر
مُردار جہانسانہ کی شکل بنگیا جب شام کے غلاموں نے ابوالمیمون کی یہ چیرہ دستی دیکھی اور اپنے سردار کو
میدان جنگ میں اس بُرے حال سے مقتول پایا تو ایکدفعہ بہیئت مجموعی حملہ کر دیا اور طرفین
سے دل توڑ کر لڑے آخرکار بفضل کردگار غلامان عراق غالب آئے اور اُنہوں نے اپنے حملہ ہائے
دلیرانہ سے غلامان شام کے پاؤں میدان معرکہ سے اُٹھا دیئے اور اُنکو شکست فاش دی ابوالمیمون
کے رُفقا نے بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کیا چنانچہ دو سو ستر غلام اس تعاقب سے غلامان ابن زیاد کے
ابوالمیمون نے قتل کئے اور بیس غلام قید کر لئے گئے اور چار سو آدمی زخمی کئے اور ان سب کو جو اسیر ہوئے
تھے قتل کر دیا گیا اور اسکے بعد ابوالمیمون بفتح و ظفر ابراہیم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا جب ابن زیاد لعین
نے سپاہ عراق کی یہ دلیری اور دستبرد دیکھی وہ نہایت متعجب اور پریشان ہوا آخر اس نے ارادہ کیا کہ
خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کرے مگر اُس نے کسی وجہ سے اس ارادہ کو ترک کیا اور بآواز بلند اپنے لشکر سے
کہا کہ کوئی جوانمرد ہے جو اسوقت لشکر عراق کا جا کر مقابلہ کرے اور اُسکو بیعت عبدالملک ابن مروان کی
طرف سے دعوت کرے عبیداللہ زیاد کی اس ندا پر ایک شخص جسکا نام ثابت ابن مرّہ تھا اور جو بدبخت دشمن
خاندان نبوت تھا اپنے پرے سے نکلا اور عبیداللہ زیاد سے یہ کہنے لگا کہ میں اس کام میں اپنی جان
تک قربان کرونگا ابن زیاد نے کہا یہ تیرا مجھپر احسان ہوگا اور فوراً قلب سپاہ عراق کی طرف اس ملعون
نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور بآواز بلند اس لشکر کے قریب پہنچکر یہ کہا کہ اے اہل عراق میں تمکو اسوقت
دین حق کی ہدایت کرتا ہوں اور اُسپر تم کو دعوت کرتا ہوں اسوقت ابراہیم نامدار نے خود ثابت ابن
مرہ سے آگے بڑھکر دریافت کیا کہ وہ کون دین حق ہے جسکی تو ہم کو دعوت کرتا ہے ثابت نے ابراہیم کو جواب دیا
کہ تم لوگ عبدالملک ابن مروان کی بیعت قبول کرو اس سے زیادہ اور کونسا سچا دین ہو سکتا ہے جب اہل لشکر
عراق نے ثابت کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو سب نے دفعتہً بآواز بلند تکبیر کہی اور یہ کہا کہ مروان اور اسکے بیٹے پر ہمیشہ خدا کی
لعنت ہو ابراہیم نے ثابت کی اس تقریر کو سنتے ہی غضبناک ہوکر قبل اسکے کہ اپنی تلوار کا دستہ پکڑے ثابت ملعون پر جلد بڑھا اور

اپنے سر کی برابر لے جاکر گھماکر زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چور چور ہوگئیں اور ایک لمحہ میں راہی دار البوار ہوا اور اس شخص کے قتل کے بعد ابراہیمؒ نے بنفس نفیس گھوڑا بڑھا کر تمام لشکر پر حملہ کردیا اور اپنی شمشیر جاں گیر سے اس حملہ میں دس آدمی فوج شام کے قتل کئے اور اسکے بعد اس وجہ سے کہ شام ہو گئی تھی اپنے لشکر میں واپس آیا جب رات ہوگئی تو حسب معمول دونو لشکروں کی طرف سے طلایہ کے جوان اپنے اپنے مقامات پر مقرر کئے گئے ابراہیم نامدار نے اسوقت عمر ابن حباب علیہ اللعنۃ والعذاب کے پاس اپنے کسی آدمی کو روانہ کیا یہ ملعون یعنی عمر ابن حباب اس فوج شام میں ایک بڑا سردار اور نہایت سخت دشمن اہلبیتؑ تھا چونکہ ابراہیم کی کسی زمانہ میں کبھی ملاقات اور دوستی تھی پس ابراہیم نے بمصلحت وقت اسکے پاس یہ پیام کہلا بھیجا کہ اے برادر شاید تم کو وہ رسم و راہ محبت اور دوستی یاد ہو کہ جو کسی زمانہ میں ہم دونو میں تھی میں یہ امر قرین صواب سمجھتا ہوں کہ بلحاظ حق رفاقت اظہار امر خیر میں تجھ سے دریغ توجہ نکروں اگر تم میری نصیحت قبول کروگے تو بہتر ہے اور اگر نکروگے تو تم جانو تم کو واضح ہو کہ ابن زیاد بد نہاد نہایت ہی زندیق اور فاسق و فاجر ہے اُس نے تمام خاندان نبوت کو تباہ و برباد کردیا ہے پس ظاہر ہے کہ اسکی متابعت و پیروی بنظر شریعت ہرگز جائز نہیں ہے لہذا میں تمکو معرفت سابقہ کے سبب یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم میرے پاس چلے آؤ اور ہمارے شریک ہوجاؤ کہ اس صورت میں خدا کی درگاہ سے اُمید قوی ہے کہ تم ثواب عظیم پاؤگے میں تم سے ایک بات کہونگا کہ جسمیں تمہاری دُنیا اور عقبی دونو کی بہتری یقینًا مترتب ہے پس قاصد یہ پیغام ابراہیم نامدار کی طرف سے لیکر عمر ابن حباب کے پاس اس طور پر پہنچا کہ کسیکو اسکی اطلاع نہوئی جب اس ملعون نے یہ پیام سنا تو بظاہر ابراہیم کی استدعا کو اس نے قبول کیا اور اس قاصد سے کہا کہ میں ضرور آؤنگا اور تم اپنے لشکر کو واپس چلے جاؤ چنانچہ اس شخص نے واپس آکر تمام قصہ ابراہیم سے بیان کیا جسکو سنکر ابراہیم نہایت خوش ہوا اس شب ابراہیم کے لشکر کا طلایہ اسکے بھائی مزاحم ابن مالک کے سپرد تھا ابراہیم نے اُسکو یہ حکم دیا کہ کوئی آدمی شب کو لشکر شام کا ہمارے پاس آنا چاہے تو نہ روکنا آنیکی اجازت دیدینا مزاحم نے عرض کیا کہ بہت خُوب جیسا آپ حکم دیا ویسی ہی تعمیل کی جائیگی ادہر کا حال سُنئے کہ جب قاصد ابراہیم عمرو ابن حباب کے پاس سے واپس آیا تو وہ غدار

فتنہ پرداز اپنے خیمہ سے نکلکر سیدھا ابن زیاد کے پاس پہنچا اور جو سفیر مذکور ابراہیم نامدار کا پیام لایا تھا وہ تفصیل وار اس شقی ازلی نے ابن زیاد ملعون سے بیان کیا اس ملعون نے اس قصہ سے آگاہ ہوکر عمر ابن حباب سے کہا کہ تجھکو ضرور ابراہیم کیخدمت میں جانا چاہیئے تاکہ اسکا دلی راز اور تمام اسکے منصوبوں سے اطلاع ہوجائے پھر تو مجھ سے کہدینا خلاصہ یہ کہ جب کسی قدر رات گذر گئی تو عمر ابن حباب ملعون حسب وعدہ ابراہیم نامدار کیخدمت میں حاضر ہوا ابراہیم اسکو دیکھکر بہت خوش ہوا اور بغلگیر ہوکر اسکی پیشانی پر بوسہ دیئے اور اپنے پہلو میں نہایت اعزاز سے بٹھالیا اور یہ کہنے لگا کہ ای برادر خدا جانتا ہے کہ میں تیری وجہ سے نہایت پس و پیش اور تشویش میں ہوں کیونکہ شاید اس معرکہ ہولناک و مصیبت انگیز میں تجکو بھی کوئی اذیت نہ پہنچ جائے عمر مکار نے ابراہیم کو یہ مکارانہ جوابدیا کہ یا امیر میرا تو عرصہ سے یہ قصد اور ارادہ تھا کہ کسی بہانہ سے بنی امیہ کے ہاتھ سے رہائی پاؤں اور انکی شرکت سے ہاتھ اٹھاؤں مگر چند وجوہ سے ممکن نہوا ایک بہت بڑی وجہ ابتک لشکر شام میں رہنے اور عبید اللہ ابن زیاد کی رفاقت کی یہ ہے کہ میرے تمام عیال و اطفال ان لوگوں کے قابو میں ہیں اسلئے میرا یہ خیال تھا کہ اگر کسی تدبیر سے میں تمہارے پاس لشکر شام سے علیحدہ ہوکر چلا آؤں تو یہ لوگ ضرور میرے اہل و عیال کو تباہ و برباد کرینگے لیکن اب میرا دل ان سے بیزار ہوگیا ہے اور نیت ہے کہ سب سے دست بردار ہوکر تمہارے پاس چلا آؤں گا یہ گفتگوئے نفاق آمیز اور مکار انگیز عمر کی سنکر ابراہیم نہایت خوش ہوا اور اس سے بصد بشاشت یہ کہنے لگا کہ اگر تو اسوقت رفاقت لشکر شام سے دست بردار ہوکر میرے پاس چلا آئے تو صوبہ موصل کی حکومت میں تجکو دیدونگا عمر ابن حباب نے ابراہیم کی اس تقریر کو سنکر جو کچھ ابراہیم نے کہا تھا سب کچھ قبول کرلیا اور مکر سے اسوقت ابراہیم کو دکھانیکو واسطے رونے لگا اور پھر ابراہیم سے بیعت کی اور یہ قسم کھائی کہ ہرگز اس بیعت سے منہ نہ موڑونگا اور جو کچھ میں نے تم سے اقرار کیا ہی اسپر ہمیشہ قائم رہونگا اور کل کے دن جب دونو لشکر میدان جنگ میں صف آرا ہونگے تو تم لشکر شام کے میسرہ پر نظر رکھنا اور متوجہ رہنا میں دفعتًا اس لشکر سے علیحدہ ہوکر تمہارے پاس چلا آؤنگا ابراہیم عمر کو اس جواب سے بہت خوش و خرم ہوا اور عمر ملعون ابراہیم سے رخصت ہوکر ابن زیاد کے لشکر کو واپس چلا گیا اور جو کچھ

گفتگو ابراہیم سے اور اُس سے ہوئی تھی وہ تمام واقعہ مفصل و مشرح اسے کہہ سنایا یہ سنکر ابن زیاد
ناپاک ہنسا اور عمر ملعون سے یہ کہنے لگا کہ درحقیقت تو نے اُسوقت ابراہیم کو بڑا ہی دھوکا دیا
ہے اور یہ کہکر اس ملعون نے عمر ابن حباب شقی کو علاوہ ہزار درہم نقد کے ایک بہت قیمتی خلعت
بخشا اور اس کارروائی کے بعد یہ حرامزادہ اپنے خیمہ کو واپس چلا گیا ادہر جب عمر ناپاک ابراہیم
دلاور سے رخصت ہوکر اور اس قسم کا جھوٹا وعدہ اور اقرار کرکے اپنے لشکر کو چلا گیا تو اسوقت
ابراہیم اپنے رفیق خاص ورقا کے پاس گیا اور اس سے تمام قصہ عمر کے آنیکا اوّل سے آخر تک
بیان کیا نیز یہ بھی کہا کہ عمر حباب نے ہمارے لشکر میں چلے آنے کی سخت قسمیں کھائی ہیں اور میرے
ہاتھ پر اُس نے بیعت بھی کرلی ہے ورقا نے اس حال کو سُنکر عرض کیا کہ اے امیر آپ بخوبی
جانتے ہیں کہ جسقدر جوانمرد اور حلال زادے دنیا میں ہوتے ہیں بیشک اُنکا یہی قاعدہ ہے کہ جو بات زبان
سے نکالتے ہیں اگرچہ انکی جان ہی کیوں نہ جاتی رہے اُسکو پورا کرکے دکھا دیتے ہیں اور عمر تو ہرگز اس
قابل نہیں ہے کہ اسکے قول و فعل کا اعتبار کیا جائے اسپر بھروسہ کرنا چاہیئے وہ تو دوسرا مروان ہے
اور ہم سے لڑنے و مقابلہ کرنے کو فرض سمجھتا ہے جس روز کہ امام حسین علیہ السلام کو اشقیائے
تمام نے شہید کیا تو میں اُس روز اس خبر کو سُنکر بے اختیار رو رہا تھا یہ ملعون مجھ سے کہنے
لگا کہ تو کس لئے روتا ہے انکی سزا یہی تھی کہ قتل کئے جائیں یعنی معاذ اللہ امام حسینؑ پر سر خطا
تھے جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اُس سے اُمید شرکت رکھنی بیجا ہے یہ تقریر ورقا دلاور کی سُنکر
ابراہیم نامدار نے اُسکو جواب دیا کہ بے شک جس قدر تم نے عمر کی نسبت مجھے اپنا خیال بتلایا وہ
صحیح و درست ہے وہ ایسا ہی شقی و نابکار ہے مگر شاید صوبہ موصل کی حکومت کی طمع پر وہ ہمارا شریک
ہوجائے اتنا کہکر ابراہیم اپنی آرامگاہ کو چلا گیا اور لشکر میں تمام رات لڑائی کی تیاری ہوا کی
علی الصباح ابراہیم نامدار نے نماز سے فراغت پاکر طبل جنگ کے بجانیکا حکم دیا اور اسکے بعد کل لشکر
تکبیر گویاں روانہ میدان کو ہوا ابن زیاد بدنہاد کو بھی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ لشکر عراق اور
ابراہیم نامور مقابلہ کیواسطے میدان جنگ میں پہنچ گئے ہیں یہ خبر سُنکر ابن زیاد بدنہاد بہت ہنسا

اور عمر ابن حباب کو سرگزشت شب کی یاد دلا کر یہ بات طنزاً کہنے لگا کہ جو کچھ کل رات اُسنے تجھ سے
وعدہ کیا ہے اسکا اُمیدوار رہ میرا خیال ہے کہ اسکی موت کا زمانہ قریب پہنچگیا ہے اسکے بعد اس نے
بھی اپنے لشکر میں طبل جنگ بجانے کا حکم دیا اور اسکی فوج بھی اپنے قیامگاہ سے روانہ میدان کارزار کو
ہوکر ابراہیم کی فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہوئی اور دفعتًا لڑائی شروع کردی — کہتے ہیں کہ
لشکر شام میں اسوقت ایک سردار جسکا نام عمر ابن مطیع جو حصین ابن نمیر کا چچازاد بھائی تھا مسلح
ہوکر آیا اور اُسنے میدان جنگ کی اجازت لی ابن زیاد نے اسکی جرأت پر آفرین کی لوگوں سے یہ دریافت
کیا کہ یہ کونسا سوار دلاور ہے اور اسکا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کہ اس کا نام عمر بن مطیع ہے
بہرحال عمر مطیع جب میدان کارزار میں پہنچا تو اول اس نے اپنی بڑی طمطراق دکھلائی پھر اپنا
خود سر سے اُتار کر قربوس پر رکھ لیا اور باواز بلند یہ کہا کہ اے عراق کے سپاہیو آگاہ ہو کہ میرا نام عمر ابن
مطیع ہے تمہارے لشکر میں اگر کوئی جوان دلاور ہو تو آکر مقابلہ میرا کرے ابراہیم نے جب اس شقی کی
اس لاف وگزاف کو سُنا تو گھوڑا بڑھا کر اسکے پاس پہنچے اور یہ کہنے لگے کہ اے ملعون میرے لشکر میں
تیرے برابر کوئی نہیں ہے کیونکہ تو بدقوم اور بدنسل ہے اور ہمارے لشکر میں سبکے سب شریف ہیں
ابراہیم رحکا یہ جواب سُنکر عمر ابن مطیع کو بہت غصہ آیا اور اسکے میمنہ پر حملہ کیا اور فوج عراق میں سے
ایک شخص کو اس ملعون نے زخمی بھی کردیا اور پھر میدان میں آکر مبارز طلب ہوا اس طرف سے ورقا کا
ایک چچازاد بھائی جسکو آبان بن عامر کہتے تھے یہ شخص بڑا مرد دانا اور دلیر یگانہ تھا اُسنے ورقا سے
میدان کی اجازت چاہی اور میدان میں پہنچکر اس ملعون کے مقابل ہوا عمر نے اس سے یہ دریافت کیا کہ تیرا
کیا نام ہے ابان نے کہا کہ مجھکو آبان بن عامر اسعدی کہتے ہیں یہ سُنکر عمر ہنسا اور کہنے لگا کہ تیری ہستی کیا
ہے جو تو میرے مقابلہ کو آیا ہے بالآخر دونو کا مقابلہ ہوا آبان نے باواز بلند یا محمدؐ و یا علیؑ کہکر ایک
نیزہ اس کی ناف پر مارا کہ ایک بالشت اس کی پُشت سے باہر نکل گیا اور وہ گھوڑے
سے گر کر واصل جہنم ہو گیا۔

آبان نے اسکے گھوڑے پر قبضہ کرلیا اور پھر اپنی جگہ پر آکر کھڑا ہو گیا ورقا نے اس دلاور کو بہت تحسین و

آفرین کی اسکے بعد غلام ابراہیم ابوالمیمون میدان کارزار میں آیا اور یہ نعرہ کیا کہ ای شامیو تم میں سے
کون شخص ہے کہ اسوقت میدان میں آکر مجھ سے مقابلہ کرے مگر کوئی شخص اسکے مقابلہ کو نہ نکلا جب
ابوالمیمون نے دیکھا کہ کوئی شخص لشکر شام سے اسکے مقابلہ کو نہیں نکلتا تو اُسنے نہایت شجاعت اور
دلیری کے ساتھ سپاہ شام کے میمنہ پر حملہ کیا اور دس آدمیوں کو اس حملہ میں جان سے مار ڈالا اور پھر اسنے
میسرہ پر حملہ کیا اُسوقت ابن زیاد نے اپنی فوج کو ڈانٹ کر اور چلا کر کہا کہ کوئی جوان ہمارے
لشکر میں ایسا نہیں ہے کہ میدان کارزار میں جاکر اسکا مقابلہ کرے اور اسکا سر کاٹ کر لے آئے
ابن زیاد کے یہ کلمات سُنکر ایک شخص نے جو سپاہ شام کے نقیبوں میں سے تھا ابوالمیمون پر حملہ کیا
ابوالمیمون بھی ہشیار تھا اسنے نہایت احتیاط سے اُس ملعون پر حملہ کیا اور ایک نیزہ کوہ
شگاف اسکے سینہ میں ایسا مارا کہ ایک بالشت سینہ سے پار نکلگیا اور اسیوقت گھوڑے سے
گر کر جہنم واصل ہوا پھر دوبارہ ابوالمیمون نے مبارز طلبی کی تو اسوقت لشکر شام سے ایک سوار اسکے
مقابلہ کیواسطے نکلا یہ شخص بنی اُمیہ کے غلاموں میں سے تھا اور اُس غلام کا نام نبہان تھا
چنانچہ اس غلام نے ابوالمیمون پر بڑے زور وشور سے حملہ کیا مگر ابوالمیمون نے اسکو بات کرنیکی
مہلت ندی اور ایک ایسی تلوار اسکے سر پر لگائی کہ فوراً اسکے دو ٹکڑے ہوگئے اور اسکی روح
ناپاک داخل جہنم ہوئی اسکو قتل کرکے ابوالمیمون نے اور دوسرے مرد مقابل کیواسطے لشکر شام کو آواز
دی اُسوقت شامیوں کو سخت حیرت اور تعجب تھا اور آپس میں یہ کہتے تھے کہ یہ سوار کون بلائے عظیم ہے
کہ جو کوئی جوان اسکے مقابلہ کو جاتا ہے وہ اسکے ہاتھ سے قتل ہوجاتا ہے آخر اہل شام کی طرف سے ایک
جوان نے جسکا نام مجری تھا ابوالمیمون کے مقابلہ کیواسطے نکلنے کا ارادہ کیا اُسوقت حصین ابن نمیر نے اس
جوان کو اپنے پاس بُلاکر یہ کہا کہ تو بخوبی اس امر کو دریافت کر کہ یہ سوار کون ہے چنانچہ مجری اپنا
گھوڑا دوڑا کر اسکے مقابل پہنچا اور ابوالمیمون سے پوچھنے لگا کہ ای جوان تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے
اس سوال پر ابوالمیمون نے جواب دیا کہ ای ملعون تو یہاں مقابلہ اور لڑنے کیواسطے آیا ہے یا بحث و
مباحثہ کیواسطے مجری کو یہ جواب سُنکر بہت غصہ آیا اور اُسنے نہایت طیش میں آکر ابوالمیمون پر حملہ کیا اور

ابوالمیمون نے بھی اسپر حملہ کیا اور ایک نیزہ اس ملعون کے مارا لیکن وہ تر لوس زین پر لگ کر ٹوٹ گیا اور اسکے بعد ایک ایسی ضرب حیدری اسکے شانہ پر لگائی کہ جو سینہ تک اُتر گئی اور فوراً دوزخ کو سدھارا پھر ابوالمیمون نے نعرہ مار کر کہا کہ جسکو موت کی آرزو اور خواہش ہو وہ میرے مقابلہ کو آوے میں جبتک تم میں سے سو آدمی کو قتل نکر لونگا اپنے لشکر کو واپس نہ جاؤنگا شام کی فوج سے عمر بن نافع بغرض مقابلہ ابوالمیمون کے مقابلہ کو آیا اس بہادر یگانہ نے اس ملعون کو بات کرنیکی بھی مہلت نہ دی اور ایک ضرب شمشیر آبدار میں اُسکو جہنم میں پہنچا دیا اور اسکے قتل کے بعد پھر ابوالمیمون نے مبارز طلبی کی یہ جوانمردی اور جلادت دیکھکر شامیونکو یقین ہوگیا تھا کہ یہ سوائے ابراہیم بن مالک اشتر کے اور کوئی نہیں ہی آخر اُسوقت عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے لشکر میں سے ایک پہلوان نامی کو بلایا جو گویا اسکے لشکر کا ایک بڑا نامور اور سر برآوردہ سردار تھا اور اکثر معرکوں میں سُرخ رو ہو چکا تھا اُسکا نام عمر بن قطبہ تھا جب وہ پہلوان حاضر ہوا تو ابن زیاد ملعون نے اسکو حکم دیا کہ تو ایک ذرا میدان میں جا کر یہ تو دیکھ کہ یہ کون جوان ہی جو ایسی جرات و مردانگی سے ہماری طرف کے بہادروں کو قتل کر رہا ہے پس اگر یہ شخص ابراہیم ابن اشتر ہے تو اس سے اپنی مردانگی کا اظہار کرنا اور مقابلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرنا اور اگر کوئی اور شخص ہو تو بغیر محاربہ اور جنگ کے واپس چلے آنا ابن زیاد کا یہ حکم سُنکر عمر ابن قطبہ نے ہتھیار اپنے بدن پر لگائے اور غرق آہن ہوکر ابوالمیمون کے مقابلے کیواسطے میدان جنگ میں آیا ابوالمیمون نے جسوقت اُسکو دیکھا تو اسکے قریب جا کر یہ کہنے لگا کہ اے سوار بیباک تو کیوں اپنے پاؤں سے قبر کی طرف آیا ہی عمر نے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے ذرا ٹھہر جا میں ذرا دیکھ لوں کہ تو کون ہے کیونکہ میں وہ دلیر یگانہ اور شہسوار زمانہ ہوں کہ ہر شخص سے مقابلہ کرنے میں مجکو ننگ و عار ہے اگر در حقیقت تو ابراہیم ابن مالک اشتر ہی تو تجھ سے میں مقابلہ کرونگا ورنہ اپنے لشکر کو واپس چلا جاؤنگا کیونکہ میں صرف ابراہیم کے مقابلہ کیواسطے آیا ہوں اس جوان کی یہ تقریر سُنکر ابوالمیمون نے جواب دیا کہ اے سگ ناپاک میں ابراہیم کا ایک غلام ہوں تو اول مجھ سے تو مقابلہ کر آرا ہو لی پھر ابراہیم کا نام لینا اُسوقت پھر عمر بن قطبہ نے کہا کہ مجھے تجھ سے لڑائی کرنا منظور نہیں ہی تو میرے سامنے سے جلد

اور ابراہیم کو بھیجدے لیکن ابوالمیمون نے نہایت ترش ہو کر جوابدیا کہ میں اسوقت تک میدان سے واپس
نہ جاؤنگا جبتک تجکو قتل نکرونگا یہ سنکر عمر بن قطیہ نے باواز بلند یہ نعرہ کیا کہ ای ابن اشتر اگر کوئی
دعوی مردمی ہے تو لشکر سے نکلکر میرے مقابلہ کو آ تاکہ آج تجکو مردان جنگی ضرب شمشیر کے جوہر نظر آئیں
اس نعرہ کو سنکر اہل لشکر نے ابراہیم رض سے کہا کہ اے امیر یہ سوار جو ابھی لشکر شام سے میدان جنگ
میں آیا ہے تجکو اپنے مقابلے کیواسطے طلب کر رہا ہے اور یہ بھی آپکو واضح رہے کہ یہ شخص حضرت امام
حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے ہے ابراہیم نے اپنے اہل لشکر کی یہ بات سنکر اسوقت اپنا خود اپنے
سر سے اُتار ڈالا اور جوشن و بکتر بھی علیحدہ کر دیئے اور سوار ہو کر نیزہ اپنے ہاتھ سے لیکر
میدان میں آیا اور میمون کو حکم دیا کہ تو اب یہاں سے چلا جا اور میری جگہ لشکر میں جا کر کھڑا
ہو جب اہل شام کی نظر ابراہیم پر پڑی تو سب کہنے لگے کہ اب ابراہیم رض میدان جنگ میں
آیا ہے خلاصہ یہ کہ عمر بن قطیہ نے ابراہیم سے یہ بات کہی کہ اس میدان جنگ میں کہ جو پر خطر ہے
بدون خود و زرہ بکتر کے کس لئے چلا آیا اور سامان جنگ سے مسلح ہو کر کیوں نہیں آیا
ابراہیم نے کہا خوب جانتا ہوں جنکو مقابلہ میں مسلح آنا چاہیئے عمر بن قطیہ کو سنکر غصہ آیا اور اسنے اپنا
نیزہ ابراہیم پر وار کرنیکے لئے سیدھا ڈالا اسوقت دونو لشکروں کی آنکھیں ان دونو پر لگی ہوئی تھیں ادھر سے
ابراہیم بھی بڑھے اور باہم نیزے بازی شروع ہوئی درحقیقت ابراہیم فن نیزہ بازی و دشمن
کشتی میں بغیرت دہ رستم و اسفندیار تھے اُسوقت اُنہوں نے ایسی نیزہ بازی کی کہ عمر و قطیہ کے
ہوش اُڑ گئے آخر نیزے کی لڑائی ترک کر کے ہر دو جوانوں نے نیام سے تلواریں نکال لیں اور
ایک نے دوسرے پر بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا آخر کار دفعتہً ابراہیم نے ایک دو دستی تلوار کی
ضرب اسکی ہتھیلی پر لگائی اور دوسرا ہاتھ مارنا چاہا تو اسوقت عمر نے ابراہیم سے کہا کہ یا امیر مجکو امان
دیجئے تب ابراہیم نے کہا کہ اسوقت تک تو میں تیرے نزدیک یا وہ گو تھا اور اب امیر ہو گیا واللہ
اگر تو کافر ہوتا تو میں تجھ کو امان دیدیتا لیکن تو کفار سے بدرجہا بدتر ہے یہ کہکر دوسری ضرب اس
زور سے اسکے سر پر لگائی کہ اسکے بدن سے سر علیحدہ ہو کر بہت دور جا پڑا اسوقت فوج عراق نے

باآواز بلند تکبیر کہی اور جناب رسولخدا صلعم اور انکی آل اطہار پر درود و سلام بھیجا اس حادثہ سے دنیا اہل
شام کی آنکھوں میں سیاہ ہوگئی تھی اور انکی زبان اسکے صدمۂ قتل سے گویا گونگی ہوگئی تھی آخر
ابن زیاد نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب متفق ہوکر ایکبارگی اہل عراق پر حملہ کریں سپاہ شام نے
فوراً حملہ کیا اسوقت گھوڑوں کی ٹاپوں سے اسقدر گرد و غبار اُٹھا کہ میدان جنگ میں اندھیر
ہوگیا ابراہیم نے اپنے اہل لشکر کو حکم دیا کہ تم لوگ ایک ذرا حملہ آوری میں توقف کرو اور جب
تک میں خود نہ کہوں فوج مخالف کو قتل نکرنا اور نہ اُنپر شمشیر زنی کرنا اور اسکے ساتھ ہی لشکر
شام پر ہر جانب نظر ڈالنے لگا اور عمر کے وعدہ کے بموجب جو اُس نے ابراہیم سے رات کو آکر
کیا تھا اسکو لشکر دشمن میں بغور دیکھنے لگا کیونکہ اس ملعون ابدی اور شقی ازلی نے ابراہیم سے
اس رات کو قسم کھائی تھی اور بیعت کرکے گیا تھا اور ابراہیم سے یہ کہہ گیا تھا کہ تم فوج شام کی
میسرہ کو دیکھتے رہنا میں ضرور تمہاری طرف آجاؤنگا لیکن یہ طرفہ ماجرا اور بیوفائی ظہور میں آئی
کہ جس شخص نے میسرۂ لشکر شام سے نکلکر پہلے لشکر عراق پر حملہ کیا وہ عمر ابن حباب شقی تھا
ابراہیم کو اس مردود کی اس عہد شکنی اور خلاف ورزی پر سخت غصہ اور طیش آیا اور اسکو اپنی فوج
پر حملہ آور دیکھکر اسقدر افروختہ ہوا کہ فوراً ابراہیم کے مُنھ سے یہ نکلا کہ اگر میں تجھکو قتل نکردوں
تو مالک اشتر کے نطفہ سے نہیں اور اپنا سیاہ گھوڑا اسیوقت طلب کیا اور اسپر سوار ہو کر عمر کے
قتل کرنے کو خود چلا اور باآواز بلند اپنی فوج کو للکار کر حکم دیا کہ فوج شام پر حملہ کرو یہ حکم سنتے ہی
ابراہیم کی فوج نے فوراً حملہ کردیا اور ہر دو صفیں باہم ملگئیں اور جنگ شروع ہوئی اُسوقت
لشکر سے اسقدر گرد و غبار اُٹھا کہ تمام لشکر میں بجز گرد و غبار اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور تاریکی
چھاگئی تھی سپاہ عراق کی زبان پر نعرہ یا محمدؐ و یا علیؑ جاری تھا اور سپاہ شام کی یا یزید و یا مروان
پکار رہی تھی اور نہایت سختی اور سرگرمی سے معرکۂ کارزار گرم تھا ابراہیم کو عمر کی وعدہ خلافی
اور عہد شکنی پر اسقدر غیظ و غضب آرہا تھا کہ فوج مخالف پر دو دستی تلوار چلا رہا تھا اور چپ و
راست کشتوں کی پشتے لگا رہا تھا چنانچہ دوپہر تک خوب ہنگامہ جدال و قتال گرم رہا لیکن

جب نماز ظہر کا وقت پہنچا تو شامی فوج نے لشکر ابراہیم کے میمنہ پر بڑے زور شور سے حملہ کیا اس مقام کی نگرانی ابراہیم کے
بھائی مزاحم ابن مالکؒ کی تفویض میں تھی جب اُسنے لشکر شام بدانجام کی یہ پیش دستی اور جوش و خروش
دیکھا تو خود بھی اس فوج پر حملہ آور ہوا اور انکی یورش کا مردانہ اور دلیرانہ جواب دیا اور بڑے زور شور سے
لڑائی ہونے لگی مزاحم نے اس حملہ میں بڑی مردانگی اور دلیری دکھائی تھی اور جس طرف گھوڑا دوڑا کر دشمن کی
فوج پر بڑھتا تھا ایک کائی سی پھٹ جاتی تھی یہ شیر بیشۂ شجاعت نہایت مردانگی کے ساتھ فوج دشمن حملہ
آور کے قلب میں گھس گیا اور بہت سے آدمی اسکی تلوار سے قتل ہوئے دفعتہً اسکا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور
مزاحم بھی گر پڑے اسوقت شام کی فوج نے تنہا ایک شخص کے گرد سخت ہجوم کر لیا اور اسی مقام پر شہید کر دیا
ارحم الراحمین اسپر رحم کرے سپاہ عراق یہ حال دیکھکر بھاگ نکلی ابراہیم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ اسوقت
قلب فوج شام میں گھسا ہوا شمشیر زنی میں مصروف تھا فوراً نہایت سرعت کے ساتھ وہاں سے نکلکر ایک
مقام بلند پر کھڑا ہوا اور اپنی پگڑی اور خود سر سے اُتار کر آواز بلند کہنے لگا کہ اے بہادران عراق
و اے طالبان خون جناب امام حسین علیہ السلام اسوقت جو تم میدان جنگ اور لڑائی سے منہ موڑ
کر بھاگے جاتے ہیں تو کل کے روز میدان عرصات میں حضرت رسولخدا کو کیا جواب دوگے اور یہ بھی سمجھ
لو کہ یہاں سے کوفہ بہت دور ہے جب ابراہیم کے لشکر نے اپنے سردار نامدار کی یہ تقریر غیرت انگیز سنی تو جو
لوگ بھاگ رہے تھے وہ لوٹکر ابراہیمؒ کے پاس فراہم ہوئے اُسوقت ابراہیمؒ نے دوبارہ بڑی مستعدی اور
سرگرمی کے ساتھ مع اپنے رفیقوں کے فوج شام پر حملہ کیا اور اس قدر خونریزی ہوئی کہ ہر چہار طرف
کشتوں کے ڈھیر نظر آتے تھے راوی کہتا ہے کہ اسروز ابراہیم نے ایکہزار چار سو شامیوں کو قتل کیا اور
اپنے ہمراہیوں کو جوش دلاتا تھا کہ اپنے ننگ و ناموس اور ناموری کا خیال کر کے مرمٹو تاکہ ہمکو
ظفر اور فتح حاصل ہو عمر ابن حباب سامنے کھڑا ہوا تھا ابراہیم نے ابن زیاد کے میسرہ کو بھگا دیا اور میمنہ
کی طرف آکر حملہ کیا حتی کہ سپاہ شام کے قلب میں داخل ہوکر عمر مذکور کے پاس پہنچا عمر نے کہا ای پسر مالک اشتر
کیا تیرا یہ خیال تھا کہ میں تجھ سے دغا کرونگا ابراہیم نے ایک تلوار ماری کہ اسکے گھوڑے کے لگی عمر گھوڑے کو دبا کر کھینچنے
لگا ابراہیم نے نعرہ النبی محمدؐ والوصی علیؑ کا مارکر ایک ضرب شمشیر اسکے دہنے شانہ پر لگائی وہ اسکی بغل سے نکل گئی اور

گھوڑے سے نیچے گر کر مالک دوزخ کو جان دیدی ابراہیم نے کہا کہ الحمد للہ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ میں نے
جبتک اس ملعون کو قتل نکر لیا ارام نہ لیا عمر بن حباب کے مارے جانیکے بعد فوج شام کے پاؤں اکھڑ گئے اور سپاہ
عراق نے انکا تعاقب کرنا شروع کیا اور جو شامی سپاہی ہاتھ آگیا فوراً اسکو قتل کر دیا اسکے بعد ابراہیم نے
اپنا علم ایک خاص مقام پر نصب کیا اور اپنی فوج کو بآواز بلند یہ سنایا کہ اے دلاوران عراق اور اے جان
نثاران امام مقدس و مظہر و شہید تم سب اس مقام پر جمع ہو کر قیام کرو اور یہاں سے آگے نجاو چنانچہ
لشکر ابراہیم کے لوگ تعاقب سے لوٹکر زیر علم ابراہیم سب کے سب جمع ہوگئے عبد اللہ عمر جو اسکے لشکر میں ایک بڑا
سردار تھا کہتا ہے کہ میں نے اسوقت ابراہیم نامدار کو دیکھا کہ اسنے اسقدر اس معرکہ میں شمشیر زنی کی تھی کہ تمام
لباس خون میں تر بتر تھا گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام بدن زخموں سے چور ہے خلاصہ یہ کہ ابراہیم بصد اطمینان و
راحت اپنی جگہ پر مقیم ہوا اس عرصہ میں جسقدر فرار ہوگئے تھے سب جمع ہوگئے اسوقت ابن زیاد بسیار رنجیدہ
اور اندوہگین تھا اور اسقدر اسکو ملال و صدمہ تھا کہ بات نہیں کر سکتا تھا بہر حال جب وہ دن گذرا
تو دوسرے روز ابن زیاد نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس معرکہ گذشتہ میں پندرہ ہزار آدمی
اسکی فوج کے کام آچکے ہیں یہ حال دریافت کر کے ابن زیاد ملعون سخت خوفناک ہوا اور بوقت شب
مع فوج بھاگ نکلا اور خیمہ اکھاڑ لیے اور موصل کو چل دیا ابراہیم کو بھی اس بات کی اطلاع پہنچائی گئی
کہ ابن زیاد بد نہاد مایۂ فتنہ و فساد اور بیخ شجرۂ عداوت و عناد یہاں سے مع خیمہ گاہ و لشکر تاریکی
شب میں فرار ہو کر موصل کو روانہ ہوگیا چنانچہ ابراہیم بھی اس خبر کو سنکر اپنی کل فوج و لشکر کے ساتھ
وہاں سے ابن زیاد کے تعاقب میں موصل کو روانہ ہوا اور شہر مذکور کے قریب پہنچکر چار طرف سے انکا محاصرہ
کر لیا اور ایک مقام مناسب پر اپنا اور سرداران فوج کا خیمہ نصب کر دیا باایں ہمہ ابراہیم اسوقت نہایت
پریشان اور دلتنگ تھا کیونکہ ابن زیاد نے شہر کے دروازے بند کر دیے تھے اور خود شہر موصل میں محصور اور پناہ گزین
ہوگیا تھا اور اپنی حفاظت کا بھی کامل استحکام کر لیا تھا پس ابراہیم یہ کہتا تھا کہ اگر کسیوقت ابن زیاد یہاں
سے بھاگ کر کسی دروازہ سے خفیہ نکلگیا تو مجھے اور میری فوج کو اسکی تلاش میں سخت پریشانی اور سرگردانی ہوگی
خلاصہ یہ کہ ابراہیم نے ایک بڑا زبردست طلایہ اس غرض خاص سے شہر موصل کی چار طرف مقرر کر دیا تھا اور بہت

سے جاسوس بھی ابن زیاد کے منصوبے اور خیالات دریافت کرنیکی غرض سے چھوڑ دیے تھے بہرحال تین روز تک دونوں لشکر اپنی اپنی تدبیر اور کارروائی میں مصروف رہے اور اس عرصہ میں ابن زیاد شہر کے اندر ہی مقیم اور سکونت گزین رہا اور نہ کسی شخص کو اسنے کسی طرف روانہ کیا لیکن جب چوتھے روز وہ مع اپنی کل جمعیت کے شہر سے باہر نکلکر خیمہ زن ہوا اور دوبارہ اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو بہیئت مجموعی اسکے لشکر کی تعداد ۴۰ ہزار سوار سے زیادہ نہ تھی تاہم یہ سب فوج ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھی اور ابراہیم سے لڑنیکو آمادہ تھی اور ابراہیم کے نام اس مضمون کا ایک خط اسنے اپنے چند معتمدوں کے ہمراہ روانہ کیا کہ اے ابراہیم ابن مالک اشتر تجکو اسقدر اپنی بہادری اور دلیری پہ مغرور نہونا چاہیئے اب بھی تو میری اس تحریر پر عمل کر اور میری ذات پر دھیان دے میرے حق میں بہرحال بہتر یہی ہے کہ یہاں سے کوفہ کو روانہ ہوجا اور یہ خوب سمجھ لے کہ اگر تو نے میری نصیحت پر عمل نکیا اور یہاں سے اب بھی روانہ نہوا تو تجھکو کوئی فائدہ حاصل نہوگا اور یہ جو کچھ میں تجھکو تحریر کر رہا ہوں کچھ تجھ سے خوف کھاکر نہیں لکھتا بلکہ صرف نصیحت دوستانہ کی غرض سے یہ تحریر بھیجی گئی ہے پس یہ خوب واضح رہے کہ اگر میری نصیحت پر تم عمل نکروگے تو گویا اپنے خون میں اپنے ہاتھ خود بھروگے جب ابراہیم نے ابن زیاد کے اس نامہ کو اول سے آخر تک پڑھا تو بہت ہنسا اور یہ کہنے لگا کہ ابن زیاد سخت احمق اور بیوقوف ہے اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اگر تمام دنیا بھی میرے قبضۂ اختیار میں آجائے اور اسکے قتل کرنیکی عوض کوئی مجھ سے مانگے تو میں اس شخص کو دیکر ابن زیاد کو قتل کر ڈالونگا اور پھر ابراہیم نے قاصد ابن زیاد سے یہ کہا کہ تو اسیوقت یہاں سے واپس چلا جا اور اس ملعون سے یہ کہدینا کہ لڑائی پر آمادہ ہوجائے اور میرے مقابلہ میں جو کچھ اس سے ممکن ہو کوئی دقیقہ اٹھا نرکھے میں نے تو خدا سے یہ عہد کرلیا ہے کہ جبتک تجھکو قتل نکرلونگا اپنی کمر نہ کھولونگا اور سلام کہدینا قاصد ابن زیاد ابراہیم ابن مالک اشتر کا جواب لیکر اپنی فوج کو واپس آگیا اور جو ابراہیم سے سنا تھا وہ سب عبید اللہ زیاد سے بیان کیا اس جواب ابراہیم کو سنکر عبید اللہ زیاد کو یقین کامل ہوگیا کہ میرا سے

لڑائی کے اب کوئی چارہ نہیں ہے تو اُسنے لشکر میں یہ منادی کرائی کہ تمام فوج ابراہیمؑ کے مقابلہ
کیواسطے تیار اور آراستہ ہو اور اس سے دوسرے روز صبح کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ نمونہ
قیامت بنگیا تھا طبل جنگی بج رہے تھے اور جنگی باجوں کی صدا سے ہر شخص آمادہ رزم و پیکار
ہوتا جاتا تھا آخر بڑی سرگرمی کے ساتھ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہوئے اور نہایت
سخت حملوں کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی حصین ابن نمیر ملعون نے ابراہیمؑ کی فوج پر بڑے زور شور سے
خود حملہ کیا اور اسکے میمنہ لشکر کو اس ملعون نے اپنے اختیار اور قابو میں کر لینا چاہا لیکن گردش تقدیر
سے اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور یہ ملعون پشت توسن پر اسوقت نہ ٹھہر سکا قہر خدا سے ایک
ایسا جھٹکا پہنچا کہ اوندھے منہ زمین پر آرہا ابراہیم کی فوج نے یہ حال دیکھکر اس ملعون و شقی ازلی کو
چار طرف سے گھیر لیا اور اسکی گردن میں رسی کا پھندا ڈالدیا اور نہایت سخت مشکیں کسکر ابراہیم کے
سامنے اسکو لاکر حاضر کیا ابراہیم نے اس ملعون کو دیکھکر کہا کہ کیوں اے شقی اے ملعون کبھی تجھکو
خدا کا خوف آیا ہے تو اسنے جواب دیا کہ میں خدا سے کیوں خوف کھاؤں ابراہیم نے اسیوقت
اپنے اہل لشکر کو حکم دیا کہ اس ملعون اور شقی کو ابھی قتل کرو اور اسکے بعد اسکی لاش آگ میں جلا
دو چنانچہ ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار کے اس حکم کی تعمیل اسکے وفادار سرداران فوج نے فوراً
کی اور اسکو نہایت عذاب سخت سے قتل کیا اور بعد اسکے اس ملعون کی لاش جلادیگئی اور
اسطرح وہ کافر اکفر دشمن نام حیدرؑ و صفدر واصل جہنم ہوا مگر جب ابن زیاد بد نہاد بانیٔ فتنہ و
فساد کو یہ اطلاع ہوئی اور اس بات کی خبر پہنچی کہ اہل عراق نے ابن حصین کو گرفتار کر لیا اور نہایت
خرابی اور بڑی ذلت کے بعد اسکو قتل کردیا اور اسکی لاش کو آگ میں پھونکدیا یہ خبر سنکر اس ملعون پر
نہایت سخت صدمہ گزرا گویا اسکے قتل کی خبر ایک آتش قہر الٰہی تھی کہ اسنے عبید اللہ ابن زیاد ملعون
کے دل و جگر کو جلادیا تھا پس فوراً اس نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ اب لڑائی موقوف کرو چنانچہ طبل باز
گشتی بجاکر یہ ملعون اپنے لشکر کو قیامگاہ پر واپس لیگیا اور جب عصر کا وقت ہوا تو دونو طرف
سے طلایہ کے لوگ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو گئے ابراہیم کا حال سنئے کہ اسنے بھی عبید اللہ

ابن زیاد کی واپسی پر لشکر کو حکم دیا کہ اپنے مقام پر تعینات رہیں تنے میں ایک بوڑھا آدمی ابراہیم کی خدمت میں آیا اور اس نے سلام کر کے ابراہیم سے یہ عرض کیا اے امیر عبیداللہ ابن زیاد نے میرے پاس یہ پیام بھیجا ہے کہ اے ابراہیم اب تو خدا کا خوف کر اور اپنی جان پر رحم کھا اور میری اطاعت اختیار کر کہ دونوں جہان میں تیرے لئے بہتری ہوگی اور یہ تجکو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر اسوقت تو نے میرا کہنا نہ سنا اور میری اطاعت نہ قبول کی تو گویا تو نے خدا کی نافرمانی دیدہ و دانستہ گوارا کی ناحق خدا کے بندوں کا کس لئے خون بہائے چلا جاتا ہے ہر چند بدفعات متعددہ میں نے تجھ کو نصیحت کی اور سمجھایا مگر بالکل تیری سمجھ میں کسی طرح نہیں آیا پس اب تو اپنے حال کو خود ہی بہتر سمجھ سکتا ہے گویا اسکا یہ مطلب ہوا کہ اب مجھ سے شکایت نکرنا جب ابراہیم نے یہ پیام اس منافق غدار کا سنا تو نہایت طیش میں آکر قاصد کو یہ جواب دیا کہ اے بے منافق جو کچھ تو نے اسوقت تک جھک مارا وہ میں نے مفصل سن لیا کیا کروں بخدا اگر تو بطور ایلچی و یا قاصدی کے سلسلہ میں میرے پاس نہ آیا ہوتا تو تجھکو نہایت بری طرح سے قتل کرتا پس اے ملعون اسیوقت میرے لشکر سے نکل جا اور اس شیطان ابن زیاد علیہ اللعن کو میری طرف سے کہدینا کہ اے ملعون تو نے اہلبیت پیغمبر سے وہ بدسلوکی اور بے ادبی کی ہے کہ شاید فرعون ملعون نے بھی حضرت موسیٰ کی قوم سے نہ کی ہوگی خدا کی قسم میں اسوقت تک اپنی تلوار نیام میں نکرونگا جبتک کہ تجکو قتل نکرلونگا اور نیز تیرے مقلدوں اور پیروؤں کو برباد نکر دونگا قاصد نے ابراہیم رض کا یہ جواب باصواب سنکر واپس چلا گیا اور اپنے لشکر میں پہنچکر عبیداللہ ابن زیاد کو سارا ماجرا کہہ سنایا چنانچہ اس جواب ابراہیم سے اس ملعون کے بدن میں اک لرزہ پڑ گیا آخر دوسرے روز مجبوراً وناچار وہ فوج لیکر ابراہیم رض کے مقابلہ میں صف آرا ہوا اور نہایت سختی کی ساتھ لڑائی شروع ہوگئی کہتے ہیں کہ اسروز عجیب اور ہولناک لڑائی ان دونو لشکروں میں ہو رہی تھی کہ جسکو دیکھکر فلک بھی خوف سے لرزاں تھا اور فوج کی تمام قبائل عرب جُدا جُدا جنگ میں مصروف تھے یعنی بھائی سے بھائی اور بیٹے سے باپ اور سردار سے سردار باہم شمشیر زنی اور تیغبازی کر رہا تھا یہانتک کہ دفعتاً ابر آسمان پر گھر آیا اور ہوا سخت چلنے لگی اور بڑی زور سے مینہ

برسنے لگا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ لڑائی روک دیگئی عکرمہ بن خذیمہ جو ابراہیم کی فوج کا ایک بڑا سردار
تھا اس دن کا حال بیان کرتا ہے کہ اس بارش کی شدت پر دونو لشکر کے لوگ ایک دوسرے سے یہ
دریافت کرتے تھے کہ تمہارے یہاں بھی مینہ برسا تھا اور نہایت شدت کی آندھی میں تم بھی بھیگ
گئے تھے عراق کے ایک شخص کا بیان ہے کہ ہماری لشکر کی طرف بھی مینہ بہت برسا تھا اور اولے بھی کسی قدر
گرے تھے مگر ہوا بہت سرد ہوگئی تھی گویا وہ میدان جنگ زمہریر بنگیا تھا اور ہر ایک اولہ بڑے
سیب کے برابر گرا تھا جس سے آدمیوں کے سر پھٹ گئے تھے خلاصہ یہ کہ اس بارش سے لشکر ابن زیاد
کو سخت صدمہ پہنچا اور آخر خود ابن زیاد بھی پریشان اور بے سر و پا ہوکر بھاگا اور نہایت تباہی
کی حالت میں موصل پہنچا ابراہیم کو بھی یہ خوشخبری سنائی گئی تو وہ نہایت شاداں اور فرحاں
ہوا اور تمام اپنے سرداران فوج اور افسران لشکر عراق کو اپنے پاس بلاکر یہ تقریر دلپذیر کی کہ
اے برادران باوفا خداوند کریم و رحیم اور حلیم نے بکمال نوازی ہم کو فتح و نصرت اور ظفر و فیروزی
عطا فرمائی اور عبیداللہ ابن زیاد بہزار تباہی و خرابی بھاگ نکلا اور اسنے فرار کو مقابلہ پر جارکو
اختیار کیا اور بے ساختہ سرپٹ میدان مقابلہ سے چلتا پھرتا نظر آتا ہے اگرچہ ہر ایک طرح سے قابل
افسوس امر ہے کہ وہ اس دفعہ بھی ہمارے ہاتھ سے زندہ سلامت نکل گیا لیکن ہم کو خداوند کریم
کی ذات سے امید کامل اور یقین واثق ہے کہ آئندہ بھی اس سے ضرور معرکہ کارزار گرم ہوگا اور
اس دفعہ انشاءاللہ وہ ہمارے مقابلہ میں مارا جائیگا اس تقریر کو سنکر تمام حاضرین آفرین
کہنے لگے اسکے بعد حارث ابن عباس رض نے جو لشکر عراق کے ایک نامور سردار تھے ابراہیم رض سے
رو کر کہا کہ یا امیر میں نے یہ روایت سنی ہے کہ جسوقت حر باوفا یعنی حر ابن یزید ریاحی رض لشکر شام میں
انجام کو لعنت کہکر اور وہاں سے شاہ شہیداں حضرت مولانا ابی عبداللہ الحسین کی سپاہ قلیل
میں آکر بصبر و حشم شریک ہوگئے اور اپنے قصور اور خطائے سابقہ کی معافی چاہی اور سرکار حضرت سے
جب انکا قصور معاف ہوا تو انہوں نے اسکی تلافی یہ بھی ضروری سمجھی کہ جسطرح میں نے اول حضرت
امام حسین سے جنگ کا ارادہ کیا تھا اور ان کا راستہ روکا تھا اسیطرح میں اب اس فوج اشقیا سے جاکر

محاربہ کرونگا اور اسوقت تک مصروف جہاد رہونگا کہ انکے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں چنانچہ وہ فوراً میدان جنگ میں جناب مولنا و مولی الکونین حضرت ابی عبداللہ الحسین سید الشہدا علیہ السلام سے اجازت لیکر دارد ہوئے اور بکمال جلادت و مردانگی کفار پر حملہ کیا اور یہانتک شمشیر زنی اور تیغ زنی کی کہ شہید ہوگئے تو جناب امام حسین کو انکی شہادت سے سخت ملال اور رنج ہوا اور اُسوقت آپنے اپنے احباب و اقارب اور نیز فرزندونکو یاد فرمایا تھا آپ اس موقع پر نہایت دلتنگ تھے اور درد دل کے ساتھ خداوند کریم کی درگاہ سے یہ دُعا مانگی یعنی ای منتقم حقیقی ان اشقیا پر کسی ایسے گروہ کو مسلط فرما کہ جو بیدریغ انکو قتل کرے اور کسی حال میں انپر رحم نکہائے کیونکہ ان ملعونوں نے ہم پر ذرا بھی رحم نہیں کھایا ہے پس حارث ابن عباس نے ابراہیم سے کہا جو کچھ اسوقت لشکر ابن زیاد کا حال ہو رہا ہے گویا یہ آنحضرت کی دُعائے شریف کی قبولیت کی علامت ہے اور وہ جماعت ہم لوگ ہیں جو ان اشقیا پر رحم نکرینگے اس گفتگو سے حارث ابن عباس کو سنکر ابراہیم بھی بہت روئے اور اُسوقت ابراہیم نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار اس گروہ اشقیا میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ رکہنا اور اسکے بعد تا ضابطہ نگرانی فوج کے واسطے طلایہ کے لوگ بھیجے گئے مگر جب تھوڑی دیر کے بعد یہ طلایہ کی جماعت واپس آئی تو یہ لوگ ایک شخص کو ابراہیم کی خدمت میں لائے اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بطور قصورواروں کی باندھ لیا تھا اور سر برہنہ تھا اس شخص سے ابراہیم نے کہا کہ اے جوان تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے جوان مذکور نے جواب دیا کہ میں ایک شخص موصل کا رہنے والا ہوں اور تمہاری پناہ میں آیا ہوں ابراہیم نے یہ دریافت کیا کہ آخر تو ہمارے پاس کس غرض سے آیا ہے اسنے عرض کیا کہ میں دراصل یزید بن معاویہ ملعون کا فراش ہوں تمام انتظام فرش و فروش میرے ہی سپرد تھا اور یزید کے مرنیکے بعد اسکے جانشین کا ملازم رہا اور اب عبدالملک مروان کے پاس اسی کام پر مقرر ہوں میں ہمیشہ ان لوگونکو راہ حق پر جانتا تھا اور انکی متابعت اپنی نجات دارین کا وسیلہ سمجھتا تھا کل جو اتفاق سے میں سو گیا تو میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ منادی یہ ندا کر رہا ہے کہ قاتلان امام حسین پر وائے اور افسوس ہے کیونکہ یہ دُنیا انکے پاس نرہیگی اور اسکے علاوہ یہ لوگ

ہمیشہ عذاب جہنم میں گرفتار رہینگے اور پھر میں نے تمہاری فوج میں ایک ایسا نور دیکھا کہ جس سے تمہارا
تمام لشکر روشن اور منور تھا اور ابن زیاد کی لشکر میں مجھے تاریکی اور سخت اندھیرا اور ایک ہولناک بجلی چمکتی
ہوئی نظر آئی وہ اسکے ساتھ ہی تمام فوج میں دھواں دھار ہوگیا آخر یہ بجلی اس ملعون کی لشکر پر کڑکڑا کر
گری اور تمام اہل فوج کو اُسنے جلا کر خاکستر کردیا اسوقت مجھ سے ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ تو یہاں سے
نکل جاتا کہ تیری اس عذاب سے رہائی ہو اور ان ملعونوں کی نوکری سے دست بردار ہو اور جسطرح
ممکن ہو حضرت رسولخدا کی نصرت و حمایت میں دل و جان سے مصروف ہوجا مجکو اس خواب کے
دیکھنے سے سخت خوف اور وحشت دامنگیر ہوئی اور اسی حال میں میری آنکھ کھلگئی پس میں نے فوراً توبہ کی
اور خداوند کریم سے عہد کیا کہ میں دوستان آل رسولؐ سے ہمیشہ دوستی رکھونگا اور انکے دشمنوں سے
مقابلہ کرونگا پس یہ نیت واثق اور ارادہ مصمم کرکے تمہاری خدمتمیں اسوقت حاضر ہوا ہوں شاید
وہ رحیم و کریم میرے گناہوں سے درگذر فرمائے ابراہیم نے اس مومن کی تقریر سُنکر بہت مسرت
ظاہر کی اور یہ فرمایا کہ خدا تعالے تجھپر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے نیز اور مومنین کو بھی بخش دے
اسکے بعد اس شخص نے ابراہیم سے عرض کی کہ یا امیر کبیر میں ایک اور امر آپسے ایسا التماس کرنیوالا ہوں کہ
جس سے تمہاری آنکھیں روشن ہوجائینگی اور تمہارے دوست اور تم نہایت خوشحال و خرم ہونگے
یقین ہے کہ تم کو کامل فتح و فیروزی حاصل ہوگی ابراہیم نے اس شخص سے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے تب
اس شخص نے عرض کیا کہ یا امیر واضح ہو کہ عمر بن عازب الشبری نے جو زیاد کا حاجب ہے آج ابن
زیاد کی دعوت کی تھی اسنے خود تو اس دعوت کو قبول نہیں کیا مگر اپنے سب امیران اور
سرداران لشکر کو اجازت دیدی ہے کہ وہ بہیئت مجموعی اس دعوت میں شریک ہوں اور یہ
سب سردار تعداد میں اکیسو ساٹھ ہیں کہ آج شب کو یہ ملعون مجلس شراب و کباب میں مصروف
ہونگے اور اُنہوں نے ایک ناچنے گانے اور عیش و عشرت کا جلسہ بھی قرار دیا ہے اسمیں یہ لوگ سب کے سب جمع
ہیں اور جہاں یہ لوگ اسوقت جمع ہیں وہ ایک باغ موصل سے باہر ہے وہاں پر نہایت آراستہ ایک
قطع بنا ہوا ہے اور یہ سب لوگ وہاں پر غل و غش شرابنوشی اور راگ بازی میں مصروف ہیں اور

یہ قلعہ اور باغ شہر نصیبین کے راستہ پر واقع ہے اور ایک خاص بلندی پر بنا ہوا ہے کہ جسکو قبہ زبیر
کہتے ہیں پس میں تجکو اسلئے یہ اطلاع دیتا ہوں کہ اگر مناسب ہو تو آج شب کو اُن پر حملہ کرکے باسانی
انکو گرفتار اور قتل کر سکتے ہو ابراہیم نامدار اس اطلاع اور خبر سے بہت خوش ہوئے ایک سردار لشکر
عراق سے مسمی ہانی کا بیان ہے کہ ابراہیم نے اُسوقت مجکو بلایا اور یہ حکمدیا کہ اے ہانی اس شخص کو تو
اپنی حفاظت میں رکھ جبتک کہ میں دوسرا حکم اسکی بابت تجکو دوں اس حال کو دیکھکر اس شخص نے
ابراہیم سے عرض کیا کہ یا امیر بالتحقیق شاید نیکی کا بدلہ دنیا میں یہی ہوتا ہے جو تم نے اسوقت میرے
ساتھ کیا ہے یعنی میں نے تو تمہارا مذہب قبول کیا اور ایسی خبر تم کو سنائی اور تم نے مجکو حراست
میں دیدیا یہ سنکر ابراہیم نے تبسم کیا اور یہ کہا کہ تو اطمینان رکھ اور خدا وہ دن ہم کو نہ نصیب کرے کہ
ہم لوگوں سے نیکی کے بدلے بدی سرزد ہو لیکن یہ خبر جو تم اسوقت لائے ہو تم خود ہی سمجھ
سکتے ہو کس قدر اہم اور پُرخطر ہے مجھے کیا معلوم ہے کہ یہ سچ ہے یا غلط ہے مگر میرا عہد
ہے کہ تیری رہبری کے بموجب اس باغ پر آج کی رات حملہ کرونگا پس اگر تیرا قول مجکو صحیح ثابت
ہوا تو میں تیرا مُنہ موتیوں سے بھر دونگا اور اس قدر مال و دولت تجکو عطا کرونگا کہ ہمیشہ کیواسطے
تمام حاجات دُنیا سے تو مستغنی اور بے پروا ہو جائیگا اور اگر یہ خبر تو نے مجھ سے غلط بیان کی ہے
اور مجکو فریب دیا ہے تو اسوقت تجکو خود معلوم ہو جائیگا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرونگا
جوان مذکور نے جب یہ تقریر ابراہیم کی سُنی تو نہایت خوشی سے کہا کہ اگر اس غرض سے تم مجکو
حراست میں رکھتے ہو تو بدل و جان قبول کرتا ہوں خلاصہ یہ کہ ابراہیم نے اسوقت تک تامل اور
توقف کیا کہ عشا کی نماز کا وقت گذر گیا اور اس وقت موصل کے دروازوں کی نگرانی کیواسطے
اس نے ایک زبردست طلایہ کو روانہ کیا اور پھر ابراہیم نے خدام کو حکم دیا کہ ابلق گھوڑے کی زین
کسکر لے آئیں اور اسکے بعد ہتھیار لگا کر اور اپنے چیدہ چیدہ رفقا مثل ورقا ابن عازب اور عبداللہ
خیرہ و شعیر ابن شعیر کو حکمدیا کہ پانسو جوانان مسلح کو حاضر کیا جائے اور اُسوقت حکمدیا کہ اب اسوقت
اس جوان کو بھی حاضر کرو چنانچہ اسکو ایک گھوڑے پر سوار کیا اور حکم دیا کہ تو ہمارے آگے آگے چل خلاصہ یہ

کہ یہ جوان تو آگے آگے تھا اور ابراہیم اور اسکے رفقا سے جان نثار اسکے پیچھے پیچھے چل رہے تھے وہ رات نہایت اندھیری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھاتا تھا اسیلئے بالکل راستہ دکھائی نہ دیتا تھا آخر جاتے جاتے بعد طے کرنے دو فرسنگ کے سامنے سے اس قلعہ کی روشنی دکھائی دی یہ روشنی ایک آگ تھی جو غلاموں اور پاسبانوں نے اسوقت اس قصر کے دروازے پر جلا رکھی تھی اور وہ سب کے سب شرابنوشی میں مصروف تھے اور قصر مذکور کا دروازہ نہایت استحکام کے ساتھ بند کر رکھا تھا بہرحال جب ابراہیم اس موقع پر پہنچا تو اسنے حکم دیا کہ ان غلاموں اور ملازموں کو گھیر لیا جائے چنانچہ سب کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اسکے بعد ابراہیم نے پیادوں کو حکم دیا کہ اس قصر کے دروازہ پر قبضہ کر لو اور جو پاسبان اور پہرے والے ہیں ان سب کو قتل کر ڈالو چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل ہوگئی سب پاسبان قتل کر دیئے گئے مگر ایک شخص بھاگ کر باغ کی دیوار پر چڑھ گیا ابراہیم نے دلاور نے جو یہ دیکھا تو سخت اندیشہ کیا کہ ایسا نہو یہ شخص باغ میں جا کر لوگوں کو آگاہ کر دے پس خود جھپٹکر ایک ایسا نیزہ اسکے لگایا کہ وہ زخم کھا کر گر پڑا اور ابراہیم سے امان مانگنے لگا ابراہیم نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے اس نے عرض کیا کہ یہ مکان عمر ابن ربیعہ کا ہے پھر ابراہیم نے پوچھا کہ سچ سچ بتا آج کی رات اس باغ میں کون کون جمع ہیں اُس نے جواب دیا کہ لشکر شام میں جسقدر بڑے بڑے سردار جنگجو اور نامور ہیں وہ اس باغ میں آج عمر کی دعوت میں شریک ہیں پھر ابراہیم نے پوچھا کہ ان سب کی کیا تعداد ہوگی اس نے کہا کہ ایک سو ساٹھ ہیں اور سب بڑے بڑے نامی اور جوڑی کے سردار ہیں یہ سنکر ابراہیم نے اس شخص سے کہا کہ تو اس باغ کا دروازہ بھی کھول سکتا ہے اسنے کہا کہ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ تم کون ہو ابراہیم نے کہا کہ میرا نام ابراہیم ابن مالک اشتر ہے اس شخص نے کہا کہ اللہ اکبر ہزار ہزار شکر اس خدائے بزرگ و برتر کا جس نے مجھکو بار عظیم اور انتہا درجہ کے رنج و غم سے نجات بخشی یہ کہکر بولا کہ اے امیر اگرچہ اس محل کا دروازہ نہایت ہی استحکام سے بند کیا گیا ہے مگر میں خدا کے فضل سے ضرور کھولدونگا اور سوائے میرے دوسرا شخص اسکو ہرگز نہیں کھول سکتا یہ سنکر ابراہیم نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو اس باغ کا دروازہ کھولدیگا تو میں تجھکو اسی دم مال و دولت

دُنیا سے عمر بھر کیلئے مستغنی کردونگا بہرحال اس شخص نے عرض کیا کہ یا امیر آپکو واضح ہو کہ اس
محل کے چار دروازے ہیں اور میں اس باغ کا نگران اور معمار ہوں یہ محل میرا ہی بنوایا ہوا ہے اور اس
باغ کی تمام کنجیاں بھی میرے ہی پاس رہتی ہیں مگر آج کی رات صرف ایک دروازے کی کنجی میرے
پاس ہے اور تین دروازوں کی کنجیاں اور خزانچیوں کے پاس ہیں اور وہ سب کے سب ابھی
باغ کے اندر موجود ہیں جو عشرت میں شریک ہیں مگر آپکو مناسب ہے کہ آپ اسیوقت اپنی
فوج کو حکم دیدیں کہ وہ سب باغ کے بڑے تینوں دروازوں پر موجود رہیں اور تم اس چھوٹے
دروازہ پہ میرے ہمراہ چلے آؤ تاکہ دروازہ کھولدوں اور جب تم اندر داخل ہو چکو گے تو میں
کسی تدبیر سے بڑے دروازوں کی کنجیاں لے لونگا اور سب دروازے کھولدونگا تاکہ
تمہاری فوج اندر داخل ہو جائے پھر جو تمہارا جی چاہے وہ کیجیو ابراہیم نے دروازوں پہ سپاہ کو
تعینات کر دیا اور خود اندر داخل ہوا آلی بن قیس کہتا ہے کہ میں اس روز ابراہیم کے ہمراہ تھا
پس جسوقت اس شخص نے اس دروازہ کو کھولا تو ابراہیم گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا اور
تلوار نیام سے نکال لی اور ایک ہاتھ میں سپر لی آگے آگے وہ پاسبان تھا اور اسکے پیچھے پیچھے
ابراہیم یہاں تک کہ اس باغ کے دروازے کی ڈیوڑھی میں سے پہنچے یہ جگہ نہایت تاریک تھی
ابراہیم اسکو دیکھکر کسی قدر خائف ہوا اور معلوم ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ شخص اندھیرے میں کسی طرف کو
بھاگ جائے چنانچہ ابراہیم نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسکو ساتھ ساتھ ایک بڑے دروازہ تک پہنچا اور
جسطرح سے ممکن ہوا اس شخص نے دروازہ کھولا اور ورقا ابن عازب جو پہلے سے باہر اس دروازہ پر
ابراہیم کے حکم بموجب موجود تھا مع فوج کے اس محل میں گھس پڑا اور ابراہیم بھی نیزہ ہاتھ میں لیکر ساتھ
ہوا اور جو لوگ راستوں کی نگہبانی کیلئے مقرر کر دئیے تھے انکو حکم دیا کہ راستوں کی نگرانی کامل طور سے کی جائے
اور کسی شخص کو نکلنے نہ دیا جائے اور جسقدر رفقائے ابراہیم تھے وہ سب پیادہ پا ہو کر ابراہیم کے پیچھے پیچھے
اس گنبد کی طرف کو روانہ ہوئے کہ جہاں سرداران ابن زیاد شراب نوشی میں مصروف تھے جب ابراہیم
ان سرداروں کی قریب پہنچے اور انکو باہم اور بات چیت کی آواز ان ملعونوں نے بھی سنی تو اسوقت ان میں

سے کسی شخص نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ ذرا دریافت تو کرو کہ یہ کیا شور و غلغلہ ہی چنانچہ وہ شخص اپنے مقام سے اٹھکر باہر نکلا اور جب اس نے غور سے دیکھا تو باغ میں صدہا سوار اور پیادہ کو موجود پایا مگر اسکو ابراہیمؑ کی نسبت وہم و خیال بھی نتھا بلکہ وہ یہ سمجھا کہ ابن زیاد اسوقت باغ میں آگیا ہے چنانچہ یہ حال دیکھکر اپنے مقام پر لوٹ گیا اور کوٹھی کے اندر جاکر سب ملعونوں سے یہ کہا کہ تم ہر طرح خاطر جمع رکھو یہ غلغلہ امیر ابن زیاد کی سواری کا ہی اور وہ خود باغ میں آیا ہی اس بات کو سنکر عمر ابن ربیعہ اسی حالت نشہ میں آگے بڑھکر ابراہیم کو آداب بجالایا اور یہ سمجھا کہ ابن زیاد ہی اور یہ کہنے لگا کہ خدائی بر ترا ایسے امیر کو کبھی ذلیل نکرے جس نے یہاں آکر ہماری عزت افزائی کی ابراہیم نے عمر ابن ربیعہ کا یہ کلام سنکر ایسا ایک نیزہ اسکے شکم میں لگایا کہ پشت کو توڑکر پار ہوگیا اور اسیوقت ابراہیم نے حکم دیا کہ ان سب ملعونونکو قتل کر ڈالو چنانچہ رفقائے ابراہیم نے اسکے حکم کی تعمیل کی کہ ان لوگونکو تہ تیغ کرنا شروع کیا اور سب کے سب اسوقت نشہ میں بالکل بیہوش تھے کچھ نیک و بد اور اپنے اور بیگانہ کی مطلق خبر نتھی ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور کہتا تھا کہ یا امیر ہم لوگوں کا کیا قصور ہی جو ہم پر یہ عتاب ظاہر کر دیا ہی یہاں تو ہم صرف تیرے حکم سے آئے ہیں معلوم نہیں کہ ہم سے کیا قصور اور خطا ہوئی ہی جو ہمکو ناحق قتل کئے دیتا ہے ابراہیم اور انکے ہمراہیوں نے اکیسو ساٹھ امراؤ سرداروں کو تہ تیغ کر ڈالا اور جس قدر مال و اسباب وہاں پر موجود تھا اسپر ابراہیم کے آدمیوں نے قبضہ کر لیا اور اپنے مقام کو واپس چلے آئے ابراہیم نے اس شخص کا منہ موتیوں سے بھر دیا کہ جس نے یہ خبر لاکر دی تھی اور اسکے علاوہ اور بھی بہت کچھ انعام و اکرام اسکو عطا کیا اور جس شخص نے کہ باغ میں پہنچایا تھا اسکو بھی بہت کچھ دیا اور اسکے بعد ایک خط مختار کو ابراہیم نے لکھا جسمیں اس کل واقعہ کا مفصل حال تھا اور نیز یہ لکھا تھا کہ اگر جناب باری عز اسمہ کو منظور ہی تو میں عنقریب اس بد اصل شجرہ ملعون کا سر یعنی ابن زیاد کا مع اسکے رفیقوں کے سرونکے تیرے پاس بھیجتا ہوں انشاء اللہ تعالی

واقعہ ہفتدہم ابراہیمؑ اور ابن زیاد کی آخری لڑائی اور ابن زیاد کا مارا جانا

کہتے ہیں کہ جب مایۂ فساد ابن زیاد بدنہاد کو ان سب سرداران فوج اور اپنے بڑے بڑے افسروں کی قتل کی خبر پہنچی کہ جو باغ میں عمر ابن ربیعہ کی دعوت میں گئے تھے تو اسوقت صدمہ اور رنج سے اسکی یہ

حالت ہوئی کہ بالکل عقل کا سُئہ سر سے پرواز کر گئی اور یہ نہ سُوجھتا تھا کہ ابراہیمؓ کو اس نقصان کا
کیا جواب دیجے باہر اسکی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ افسوس صد ہزار افسوس اور خاموش تھا جب صبح
ہوئی تو وہ اپنے قیامگاہ سے باہر نکلا اور ایک بڑا دربار کیا اور اسمیں اپنے باقیماندہ لوگونکو فراہم کیا
اور ان سے مخاطب ہوکر یہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم باوجود اس بات کے کہ میرے ہمراہ اسقدر لشکر کثیر
موجود ہے میرا معاملہ زیر وزبر اور خراب و تباہ ہوتا چلا جاتا ہے معلوم نہیں کہ میرا انجام کار کیا
ہوگا اور کچھ سوچ سمجھکر پھر ایک مراسلہ ابراہیم کی خدمت میں اس مضمون کا بھیجا کہ اے ابراہیم
اگرچہ تونے ایک رات میں میری ایک سو ساٹھ رفقا اور سرداران فوج کو قتل کر دیا لیکن یہ امر تیری خوب ذہن
نشین رہے کہ اس قتل وغارت رفقا سے کچھ میرا نقصان نہیں ہوا کیونکہ اسوقت پچاس ہزار مردان جنگی
میری اعانت اور رفاقت کو موجود ہیں لیس ہیں پھر تجکو یہ نصیحت دوستانہ کرتا ہوں کہ ان باتوں سے اب
بھی باز آ اور راہ حق کو اختیار کر والسلام مراسلہ جب تیار ہو چکا تو اُسنے ربیعہ بن ضحاک کو دیکر ابراہیم
کے پاس بھیجا اور یہ کہا کہ اسکا جواب جلد لیکر آ چنانچہ وہ حسب الحکم عبید اللہ زیاد ملعون کی اپنے لشکر سے
روانہ ہوا اور اس مراسلہ کو ابراہیم کے سامنے پیش کیا اور ابراہیم نے جب اس خط کے مضمون سے اطلاع پائی
تو ہنس پڑا اور اُس ایلچی سے تاکیداً کہا کہ تو ابن زیاد سے میرا یہ پیغام لفظاً بلفظاً دینا اور اس سے کہدینا
کہ میرے مقابلہ کے لئے بہت جلد باہر آ کہ تیری اجل کا وقت قریب پہنچا یہ جواب ابراہیمؓ کو سنکر
ربیعہ ابن ضحاک عبید اللہ ابن زیاد کے پاس آیا اور ابراہیم نے جو کچھ کہا تھا وہ سب کہہ سنایا
عبید اللہ کو جواب سُنکر بہت طیش آیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

دوسرے روز شہر موصل سے ابراہیم کو مقابلہ کیواسطے باہر نکلا اور ابراہیم کی فوج کے سامنے
صف آرا ہوکر اپنی صفوف لشکر میمنہ میسرہ کو آراستہ کیا اور خود قلب لشکر میں قیام کیا ابراہیم
نے اپنے لشکر کو باواز بلند ندا دی اور یہ کہا کہ اے مومنین باوفا اور دو ایک روز اس ملعون کی
مقابلہ میں قدم ثبات واستقلال کے ساتھ مردانہ وار جمائے رہو پھر اس کا خاتمہ ہے صبر و
استقلال کو ہاتھ سے ندو یہ سُنکر نہایت دلیری اور شجاعت سے لشکر عراق نے سپاہ شام پر

حملہ کیا اور خوب سخت لڑائی شروع ہوئی نعرۂ دلیراں اور صدائے مردان خون آشام اور صیحۂ
مومنان تیزگام سے تمام میدان کارزار میں ہنگامۂ قیامت اور نمونۂ حشر قائم تھا خون کے دریا بہ رہے
تھے اور کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے غرض یہ کہ تھوڑی دیر تک اسیطرح معرکۂ کارزار گرم رہا اور
خوب شمشیر زنی ہوا کی اس عرصہ میں لشکر شام کی طرف سے ایک شخص پیشقدمی کر کے مقابلہ کے
واسطے نکلا یہ شخص یزید ابن معاویہ کے اردلیوں میں سے تھا اور فنون جنگ میں اعلیٰ درجہ کا
ماہر تھا خلاصہ یہ کہ اس نے اپنے لشکر سے نکلکر نعرہ کیا کہ کوئی دوستان ابوتراب میں ایسا
شخص ہے کہ میرے مقابلہ کے لئے صف لشکر سے باہر آئے اسکی یہ مبارز طلبی سنکر ایک شخص
لشکر عراق سے نکلا اسکا نام عبداللہ ابن خیرہ تھا چنانچہ اس شخص نے پرے سے نکلتے ہی اس
شامی پر حملہ کیا مگر چند وار ہونے کے بعد شامی ملعون نے اسکو قتل کر ڈالا اسکے بعد لشکر عراق سے
ایک اور شخص نکلا وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد اس شامی کے ہاتھ سے مارا گیا پھر ایک اور آدمی لشکر
ابراہیم سے نکلا وہ بھی مارا گیا غرضیکہ تین آدمی قتل ہوئے اسکے بعد شامی اپنے لشکر کو پھر گیا
ابراہیم نے اپنی فوج سے نکلکر دفعتاً تین شامیوں کو قتل کیا پھر ایک اور شخص فوج شام سے نکلا
جسکا نام طلحہ تھا اور اسکے ہمراہ پانسو مرد آزمودہ کار تھے اس امیر شامی نے اپنی صف سے نکلکر مع
پانچ سو آدمیوں کے میدان جنگ میں کھڑے ہوکر باواز بلند کہا کہ اے اہل عراق تم میں بھی کوئی ایسا
شخص ہے کہ جو اپنی گروہ کو ہمراہ لشکر سے نکالکر میرا مقابلہ کرے ابراہیم نے اسکی مبارزہ طلبی کی آواز سنکر
اپنے ایک چچا زاد بھائی کو جو بڑا شجاع اور مشہور آدمی تھا پانچسو آدمیوں کو ہمراہ طلحہ کے مقابلہ کیواسطے
روانہ کیا اور اسنے شامی ملعون کے قریب پہنچکر اسپر حملہ کیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی شامیوں میں سے
تین سو آدمی مارے گئے ہر ایک قبیلہ اپنے قبیلہ سے جداگانہ لڑ رہا تھا اور اسوقت طلحہ اور اسکے رفیق جان
توڑ کر لڑائی میں مصروف و مشغول تھے چنانچہ یہانتک اسکی فوج نے جوش اور استقلال ظاہر کیا
کہ قریب تھا کہ فوج عراق جو اسکے مقابلہ کیواسطے گئی تھی اسکو شکست فاش ہو ابراہیم نے جو
یہ حال دیکھا گھوڑے سے اتر کر اسکے تنگ کو دوبارہ مستحکم اور درست کیا اور خود گھوڑے پر سوار

ہو کر وارد میدان نبرد ہوا اور اس گروہ پر حملہ کیا اور اس سختی اور جوش و خروش سے وہ حملہ کرتا تھا کہ انہیں فوج شام کے قدم اکھیڑ دیتا تھا استنے میں ایک سوار دوڑا ہوا ابراہیم کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ تم یہاں کیا کھڑے ہو کچھ تمہیں اسکی بھی خبر ہے اب ہم سب مارے جائینگے کیونکہ ہمارے عقب سے ایک بڑی فوج ہمارے مقابلہ کیواسطے آرہی ہے پس اب تم لشکر کو لوٹ چلو ابراہیم نے بھی اُس شخص کے اس بیان پر جو غور کر کے دیکھا تو واقعی فوج کی ایک بڑی جمعیت آتی ہوئی نظر آئی وہ سب کے سب لوہے میں غرق تھی اور نیزے اور تلواریں ہاتھوں میں لیے ہوئے آرہے ہیں یہ دیکھکر البتہ کسیقدر ابراہیم کو خیال ہوا اور اُسنے اپنے رفیق اور نامی سردار ورقا ابن عازب سے متوجہ ہو کر یہ کہا کہ تم ذرا دیکھو تو سہی کہ ہمارے عقب سے یہ کیسی بڑی فوج چلی آرہی ہے سخت اندیشہ ہے کہ اگر اس فوج نے ہم کو بیچ میں گھیر لیا تو ہماری فوج اور معاملہ بالکل تباہ اور برباد ہو جائیگا اسوقت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم کسیقدر اپنی فوج لیکر اس فوج کو جاکر روکو اور میں اپنی جمعیت کو لیکر انکا مقابلہ کروں یہ سنکر ورقا ابن عازب نے ابراہیم کو جوابدیا کہ یا امیر اسوقت ہماری فتح و فیروزی میں کوئی شک نہیں رہا تھا لیکن اب یہ جو تازہ فوج آتی ہے اس سے ابن زیاد کی فوج بہت بڑی مدد ملجائیگی بہرحال اپنے خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور نام و ننگ کیواسطے جان توڑ کوشش کرنا چاہیے اور اپنی جان و مال کو حضرت رسولخدا اور انکی آل اطہار پر قربان کرنا چاہیے آخر پھر ابراہیم نے ورقا سے یہی کہا کہ اے برادر کچھ ہو ضرور اسوقت اپنی جمعیت کے ساتھ اس فوج جدید کے روکنے کیواسطے چلے جاؤ اگر خدا کو منظور ہے تو میں آج اس لڑائی میں وہ کار نمایاں کرونگا کہ ہمیشہ کیلئے صفحہ روزگار پر تا قیامت قیامت یادگار رہے پس حسب الحکم ابراہیم ورقا اپنی فوج کو ساتھ اس جدید فوج کے مقابلہ کیواسطے روانہ ہوا اور ادہر ابراہیم بدستور عبید اللہ زیاد کی سپاہ کے مقابل میں ہا اسطرف ورقا دلاور جب اس فوج جدید کے قریب پہنچا تو اس نے بلا تکلف حملہ کا حکم اپنے ساتھیوں کو دیدیا اور کہنے لگا کہ ہاں اے دلاورو ہرگز اس فوج کی کثرت سے تمکو کوئی خوف و ہراس نکرنا چاہیے یہ سمجھ لو کہ اگر اس فوج سے لڑکر ہم مارے گئے تو حضرت امام حسینؑ سے زیادہ قیمتی ہماری جانیں نہیں غرضیکہ ورقا ابن عازب تو اس

فکر میں تھا کہ اتنے میں اس نو آمدہ فوج میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور یہ کہنے لگا کہ تم کون لوگ
ہو اور تمہارا افسر کون ہے اسوقت ورقا نے جوابدیا کہ میں ہوں ورقا غلام حضرت امیر المومنین و امام
المتقین علیؑ ابن ابیطالبؑ سوار نے جب ورقا کا نام سنا تو وہ بہت خوش ہوا اور خوشی سے نعرہ اللہ اکبر
بلند کیا اور کہا کہ آگاہ ہو میرا نام عبدالرحمن ابن ابراہیم ابن مالک اشتر نخعیؒ ہے واضح ہو کہ جب ابراہیمؒ
فوج شام سے جنگ میں مصروف تھا تو یہ عبدالرحمن خدمت امیر مختارؒ میں مقام کوفہ متعین تھا مختار نے
بدوں کسی قسم کی تحریک کے بغرض اعانت ابراہیمؒ آٹھ ہزار سواروں کا افسر بنا کر کسی مصلحت کیلئے موصل
کی طرف روانہ کردیا تھا خلاصہ یہ کہ عبدالرحمن آگے بڑھا اور ورقا بھی اسطرف سے آگے بڑھا اور دونو
کمال اتحاد دلی اور خلوص قلبی کی ساتھ بغلگیر ہوئے اور اس عرصہ میں ورقا کی ایک سوار نے گھوڑا دوڑا
کر ابراہیم کو عبدالرحمن و زفیر بن حارث کے مع آٹھ ہزار لشکر کے آنے کی خبر دی اسکے بعد عبدالرحمن بھی
اپنے باپ ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا اور کوفہ کی کل کیفیت بیان کی عبید اللہ
زیاد کو بھی یہ خبر لوگوں نے پہنچائی کہ فرزند دلبند ابراہیم نامدار یعنی عبدالرحمن اسقدر جمعیت اور شان و
شکوہ کی ساتھ کوفہ سے حسب الحکم مختار اسکی مدد کو آیا یہ خبر سنکر ابن زیاد نہایت متحیر ہوا اور اپنے
رفقا سے یہ کہنے لگا کہ بڑی حیرت ہے کہ مختار کی ہاتھ اسقدر فوج اور سپاہ کہاں سے آگئی خلاصہ یہ کہ
اس جدید فوج نے بھی ابراہیم کی لشکر میں اپنے خیمے نصب کئے اور اسوقت زفیر ابن حارث نے ابراہیم
کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہا کہ یا امیر آپ اب کسیقدر استراحت کیجئے کیونکہ آپ نے سخت محنت اور
مشقت اسوقت اس لڑائی میں اٹھائی ہے اور چونکہ ہم ہر طرح تندرست اور آسودہ ہیں پس ہمکو
ان دشمنان دین اور اشقیاء لعین سے مقابلہ کی اجازت دیجئے کہ اسوقت ہم جاکر ان کافروں سے حرب و
ضرب میں مصروف ہوں ابراہیم نے کہا کہ مناسب ہے جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا اور ایک سرے سے ان کافروں کو
قتل کرنا شروع کیا اسوقت لشکر شام کی طرف سے ایک شقی قاسم ابن سعد نامی جو بڑا دلیر اور آزمودہ کار تھا
معرکہ آرائی میں مصروف تھا اور لشکر عراق سے مبارز طلبی کر رہا تھا چنانچہ اس شخص نے فوج اسلام کے
دس جوانان نامدار کو شہید کیا تھا اور پھر شور ھل من مبارز کا غل مچاتا ہوا آیا آخر ابراہیم کی رفقا میں

سے ایک شخص اس ملعون کے مقابلہ کے واسطے اپنی صف سے نکلکر اور اس سے جا کر جنگ پیکار میں
مصروف ہوا مگر جس وقت اپنی صف سے یہ شخص مقابلہ کو روانہ ہوا تھا تو ابراہیم نے لوگوں سے
پوچھا کہ یہ کون جوان ہے جو اس شامی سے مقابلہ کیواسطے گیا ہے مجکو سخت اندیشہ ہے کہ یہ اس لڑائی
میں قتل ہو جائے زفیر نے کہا کہ یا امیر اسکا نام جعفر ابن احسان ہے بڑا شہسوار جنگ آور شخص ہے خلاصہ
کہ ادہر وہ شامی اور اسطرف جعفر ابن احسان معرکہ آرائی میں مصروف ہوئے اور ان دونوں میں خوب
چھوٹ کے ہاتھ چلا کئے یہانتک کہ پندرہ پندرہ حملے کے بعد رد و بدل ہوئی مگر سترہویں حملہ میں اس
شامی نے جعفر بن حسان با ایمان کو نیزہ کی ضرب سے شہید کر دیا یہ واقعہ ہلاکت انگیز دیکھکر زفیر کا رنگ رخ
بدلگیا اور اسنے نیزہ اپنے غلام کے ہاتھ سے لیلیا اور سیدہا میدان میں پہنچا اُسوقت قاسم نے زفیر سے
کچھ بات کرنی چاہی لیکن زفیر نے اس کو کلام کرنیکی بھی مہلت ندی اور ایک ایسا نیزہ جانستان اس ملعون کی
بغل میں تاک کر لگایا کہ دوسری طرف پار نکل گیا اور یہ ملعون اُسیوقت گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا
زفیر نے اس ملعون کو قتل کر کے تکبیر کہی اور اپنی انہیں آٹھ ہزار سپاہیوں اور سواروں کے ساتھ فوج شام پر
سخت حملہ کیا اور اسطرف عبدالرحمن ابن ابراہیم بھی زفیر کے ساتھ حملہ آور ہوا جب شامیوں نے ان دلیران
میدان نبرد کی یہ جرأت و دلاوری دیکھی تو انکے قدم معرکہ سے اکھڑ گئے اور بے اختیار اس فوج عراق کے
روبرو سے بھاگنا شروع کیا ابن زیاد ہر چند تقریر دلپذیر سے انکو واپس آنے کی تحریص اور ترغیب
دلاتا تھا اور پکار پکار کر انکو غیرت دلا رہا تھا لیکن ع صدا الطوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ میں
کسی سپاہی نے اسکے تملق و عیارانہ پر اعتنا اور التفات نکی اور سب کے سب بدحواس ہو کر بھاگ نکلے
جب یہ حال ابن زیاد مایۂ فساد نے فوج کا دیکھا تو وہ بھی اپنی جان کی خوف سے میدان معرکہ سے بھاگ نکلا
اور لشکر عراق نے اپنی کل جمعیت کے ساتھ اسکا تعاقب کرنا چاہا اور جہاں جس شامی کو پایا تہ تیغ بے
دریغ کر ڈالا ایک کو زندہ نچھوڑا یہانتک کہ اس تعاقب میں عبید اللہ ابن زیاد کی فوج کے ستر
ہزار آدمی لشکریان ابراہیم کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور بیس ہزار آدمیونکو اسکی فوج کے جب کہیں کا
راستہ نہ ملا تو دریا میں ڈوبکر مر گئے باوجود اس قدر فتح عظیم کے رفقائے ابراہیم کو کچھ خوشی نہ ہوئی

انکو گمان تھا کہ عبید اللہ ابن زیاد اب کی دفعہ بھی ہمارے پنجہ سے نکلگیا جب ابراہیم نے اپنے یاران باوفا کا
یہ خیال معلوم کیا تو اُسنے کہا اے میرے بہادرو تم ہرگز ہرگز رنج و ملال نکرو کیونکہ اخیر وقت لڑائی کے
میدان مصاف میں ایک شخص میرے سامنے آیا اور میرے پاس سے بہت تیزی کے ساتھ نکل گیا ایک زرد
گھوڑے پر سوار تھا اور کافور کی بُو آتی تھی میں نے بھی اسوقت اپنا گھوڑا اُسکے تعاقب میں ڈالا اور
اسکے قریب پہنچ گیا تو اس نے مجھے دیکھکر اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا میں نے بھی اپنے گھوڑے کو تیز ہانکا اور بہت جلد
اسکے قریب پہنچکر ایک تلوار اسکے سر پر لگائی کہ جو سینہ تک صاف اُتر آئی اور اس سوار کے بدن پر
اس قدر عطر لگا ہوا تھا کہ میری تلوار میں خوشبو رچ گئی تھی اور جب میں نے اسکو حلیہ کر دیکھا تو اسکا
مزا تلخ تھا مجھے کامل یقین ہو گیا کہ یہ شخص عبید اللہ ابن زیاد تھا اور یہ شخص ایک لمبے قد کا آدمی تھا
جو لوگ میرے ہاتھ سے اس لڑائی میں قتل ہوئے ان سب کے آخر میں یہ شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور اسکے
خون وغیرہ میں جو تلخی تھی تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی تھی کہ یہ ملعون ہمیشہ مشک اور
طرح طرح کے عطریات سے اپنے بدن کو معطر رکھتا تھا اور اسکے سوا دوسری علامت اس بات کی کہ عبید اللہ
ابن زیاد تھا یہ ہے کہ اس ملعون کی دہنی ران میں ایک زخم تھا جسپر مشک ہمیشہ بندھا رکھتا تھا لوگوں نے
پوچھا کہ یا امیر تجکو یہ علامتیں کیونکر معلوم ہوئیں تو ابراہیم نے جواب دیا کہ اے یارو تم نے سنا ہوگا کہ جسوقت
کفاران شامی حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس ملعون کے پاس لیگئے تھے تو اس ملعون نے
آنحضرت کا سر مبارک اپنی ران پر رکھ لیا تھا اسوقت آپکے سر مبارک سے ایک خون کا قطرہ ٹپک کر اس
ملعون کی ران پر گرا تھا اور ران میں سے نفوذ کر کے قبا تک پہنچگیا تھا اور اُسیوقت اس ملعون کی ران میں ایک
زخم بطور ناسور کے پیدا ہو گیا تھا مشہور یہ ہے کہ اس زخم کی شدت اور تکلیف اور بدبو کے باعث یہ ملعون
کہیں بغیر خوشبو کے بیٹھ نہیں سکتا تھا اور ابراہیم رض نے یہ خبر اور واقعہ جناب سیدنا و سید الساجدین حضرت امام
زین العابدین ع سے سنا تھا بہرحال جب لوگوں نے ابراہیم نامدار کی زبانی یہ واقعہ سنا تو اکثر لوگ اس خارجی
ملعون کی لاش کی تلاش میں روانہ ہوئے اور کشتگان شام میں ایک جگہ پر اسی نشان کے موافق جو ابراہیم نے ذکر
کیا تھا پہچانکر اسکی لاش ایک رسی میں باندھکر کشاں کشاں شہر موصل تک لیگئے اور عین وسط بازار میں

اُس ملعون کی لاش کو ڈالدیا تھا کہتے ہیں کہ اس جنگ میں لشکر عراق کی ہاتھ اسقدر غنیمت آئی تھی کہ اُٹھانا اور لیے
چلنا دشوار تھا اور ابراہیم جس جگہ پہلے سے خیمہ زن تھا وہیں پر مقیم ہوا اور اسوقت اپنے کل سرداران لشکر اور افسران
فوج کو بلا کر انکو انعام و خلعت تقسیم کرنا شروع کیا ہر شخص کو اسقدر زر و انعام بخشا کہ نالا مال کر دیا اور جب
دوسرا روز ہوا تو مع کسی قدر فوج اور اکثر افسران جلیل القدر کے شہر موصل میں داخل ہوا باشندگان
موصل انکو کمال احترام و اعزاز سے استقبال کر کے لیگئے اور سب لوگ دعا دینے لگے اور انکی اس
محبت پر جو اہلبیت اور آل رسولؐ پر جان نثاری کی تھی مرحبا کہنے لگے آخر ابراہیم نے موصل کے ایک
شخص کو جو وہاں کے معززین میں سے تھا اس مقام کی حکمرانی اسکی تفویض کی اس شخص نے ابراہیم سے
عرض کیا کہ چونکہ یہاں دشمنان خاندان نبوت اور معاندان آل اطہار جناب رسولؐ کردگار بکثرت
سکونت رکھتے ہیں انکے ساتھ کیا کرنا چاہیئے ابراہیم نے یہ جوابدیا کہ اگر واقعی دشمنان خاندان رسالت
ہیں تو واجب القتل اور گردن زدنی اور کشتنی ہیں اور ان کا زندہ رکھنا کسی حال میں مناسب نہیں
جو شخص ایسا ہووے اسکو قتل کر دینا چاہیئے چنانچہ اس سردار موصل نے ابراہیم کے حکم کی خاطر خواہ
تعمیل کی اور جہاں کہیں کوئی خاندان دشمنان آل محمدؐ میں سے اسکو معلوم ہوا اُسکو فوراً تباہ و
برباد کر دیا سردار موصل نے ایک ہزار دشمن آل محمدؐ کو قتل کیا ایک سردار لشکر عراق جس کا نام عمر ابن
المعظم تھا بیان کرتا ہے کہ میں اس معرکہ جانفرسا میں ابراہیم دلاور کے ہمراہ تھا جس روز ابراہیم
شہر موصل میں داخل ہوا تو عجب خوشی اور شادمانی ان لوگوں پر پائی جاتی تھی اور وہ لوگ بآواز
بلند کہتے جاتے تھے کہ اے راہگیر و راستہ چھوڑ دو اور نہایت ادب سے کھڑے ہو کیونکہ امیر مبارک خصلت
نیک طینت اس شہر میں تشریف لا رہے ہیں ابراہیم کی سواری بڑی طمطراق سے شہر موصل میں داخل
ہوئی کہ آگے آگے نقارہ بجتا تھا اور بہت سے گھوڑے بیش بہا کوتل چلے جاتے تھے اور شہر کے لوگوں کی
بھیڑ لگی ہوئی تھی اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اے زینت شیعیان علیؑ و اے پشت و پناہ دین و دیانت
خدا تجھکو سلامت رکھے ابراہیم اس حال کو دیکھتا ہوا چلا جاتا تھا آخر اس موقع پر پہنچا کہ جس جگہ بازار کے
اندر عبید اللہ ابن زیاد ملعون کی لاش پڑی ہوئی تھی جب ابراہیم رحمہ نے اس ملعون کی لاش

نجس کو دیکھا تو گھوڑے کی باگ اس طرف کو پھیری اور یہ کہا کہ ای ملعون تجھپر خدا کی لعنت ہو یہ کہکر اسی وقت گھوڑے سے اُترکر سجدۂ شکر درگاہ جناب پروردگار میں ادا کیا اور بآواز بلند کہا کہ الحمد للّٰہ الذی نصر احباءہٗ اذل اعداءہٗ یعنی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آل محمدؐ کے دوستونکو ظفریاب کیا اور اُن کے دشمنوں کو ذلیل اور خوار کیا اور پھر یہ کہنے لگا کہ اے ابن زیاد لعنت خدا تجھپر کہ تو نے فرزند رسولخدا کو صرف حصول دُنیا کے واسطے شہید کیا اب دیکھ نہ تو وہ دُنیا ہی کہ جسکی تجھکو اُمید اور طمع پر تو ایسے گناہ عظیم کا مرتکب ہوا اور نہ عقبیٰ ہی میں تجھکو پروردگار عالم سے نجات حاصل ہوگی درحقیقت تو خسر الدنیا والاخرہ ذالک ہو الخسران المبین کا مصداق ٹھہرا اور پھر وہاں سے سوار ہوکر روانہ ہوا اور اپنے قیامگاہ پر پہنچکر قیام کیا اور اُسوقت اسنے اپنے بدن سے زرہ اُتاری اور بخوشی دل و رغبت خاطر کھانا کھایا کیونکہ وہ اس سے پہلے روزے رکھا کرتا تھا اور ابن زیاد کے سر ناپاک کو اپنے روبرو منگواکر رکھ لیا اسپر تھوکتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ ای ملعون تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ یہ دُنیا ہمیشہ تیرا ساتھ دیگی اور کبھی زمانہ تجھسے برخلاف نہوگا ای ملعون اس گناہ اور شقاوت کا تو کیوں مرتکب ہوا تھا اور پھر اس نے حکم دیا کہ اس ملعون کی آنکھیں نکال لیجائیں اور اسکے سر کا بھیجا نکلواکر کاٹ سر کو گھاس سے بھرواکر مع ایک فتحنامہ مختار کی خدمتمیں روانہ کیا مضمون فتحنامہ کا یہ تھا:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یہ خط ابراہیم ابن مالک اشترؒ کی طرف سے امیر جلیل مختار کی خدمتمیں ہے ای امیر آگاہ ہو کہ ہم نے ابن زیاد بدنہاد سے سترہ روز تک معرکۂ جنگ و پیکار گرم رکھا اور اس عرصہ میں کبھی ہمکو اسپر فتح حاصل ہو جاتی تھی اور کبھی وہ ہم پر غالب آجاتا تھا لیکن آخرکار بفضل خدائے ذوالجلال اور بعون پروردگار بڑی سخت لڑائی کے بعد بطفیل حرمت و عزت شہیدان کربلا و اہلبیت اطہار ہمکو ملعون پر کامل فتح حاصل ہوئی اور اس معرکہ میں ستر ہزار شامی ہماری فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور خود ابن زیاد بدنہاد بھی مارا گیا چنانچہ اس کا سر مع اس مراسلہ کی آپ کی خدمتمیں ارسال ہے اور اب آگے جو آپکی رائے ہو اسپر عمل کیا جائے والسلام جب یہ فتحنامہ ختم ہوا تو ابراہیم نامدار غلام حیدر کرار نے اپنی مہر اسپر لگائی اور ایک معتبر قاصد کے حوالہ کرکے کوفہ کو روانہ کیا کہتے ہیں کہ جبوقت قاصد کوفہ کو قریب

پہنچا تو کوفیوں نے مختار نامدار کو قاصد کے آنے سے اطلاع دی پس یہ خبر مسرت اثر مختار غلام حضرت حیدر کرار سن کر بدرجہ کمال شادان و فرحاں ہوا اور اسیوقت سوار ہو کر اس قاصد کے لانے کو روانہ ہوا اور اسکے ساتھ تمام کوفہ کی خلقت بڑے اژدہام اور کثرت کے ساتھ چلی پس جب مختار کی نظر اس مایہ فساد و بدنہاد مردود درگاہ رب العباد یعنی عبیداللہ ابن زیاد ملعون کے سر نجس ناپاک پر پڑی تو اسیوقت گھوڑے سے اتر کر اسنے سجدۂ شکر الٰہی ادا کیا پھر حکم دیا کہ اس ملعون کا سر نیزہ پر رکھکر شہر میں پھرایا جائے اور خود بھی سوار ہو کر شہر کو واپس ہوا اور یہ سر مختار نامدار کی سواری کے آگے آگے تھا اور ہر چہار طرف سے اس ملعون پر لعنت کی بوچھاڑ پڑ رہی تھی اور حضرت رسول خدا اور انکی آل اطہار پر نعرہ درود و صلواۃ بلند تھا جب مختار نامدار دار الامارہ میں پہنچے تو حکم نافذ کیا کہ سر ابن زیاد سولی پر لٹکا دیا جائے اور ابراہیم کو اسکے نامہ کا یہ جواب اسیوقت روانہ کیا کہ احسنت و مرحبا اے مومن بزرگوار جو کچھ کہ تجھ سے خدمت اور نیکی آل رسول کی خدمت میں ظاہر ہوئی ابتک کسی کی ایسی نیکی خاندان نبوت کے ساتھ نہیں کی خدا تعالیٰ تجھے آخرت میں درجات بلند عطا فرمائے اسکے علاوہ مختار نے اس نامہ میں ابراہیم کو یہ بھی لکھا کہ اے برادر اسوقت ہمارے دو دشمن باقی ہیں یعنی ایک عبد الملک ابن مروان اور دوسرا مصعب زبیر پس یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تو اسطرف عبد الملک کی سرکوبی میں مصروف ہو اور میں اسطرف سے مصعب پر پر جنگکشی کرتا ہوں اور جب نامہ ختم ہو گیا تو مختار نے اسپر اپنی مہر لگا کر ابراہیم کے پاس بھیجدیا اور اس نامہ بھیجنے کے بعد ابراہیم کچھ دنوں اطمینان اور آرام کے ساتھ موصل میں مقیم رہا ٭ ٭ ٭ ٭

مختار کا مصعب بن زبیر سے لڑنا اور شہادت پانا

مورخین نے لکھا ہے کہ جب مختار نے مصعب ابن زبیر سے آہنگ جنگ کیا تو وہ بھاگ کر بصرہ چلا گیا منجملہ قاتلان جناب سید الشہدا کے محمد اشعث و عمر بن الحجاج معروفین کوفہ بھی اس سے جا ملے بہر حال جب مصعب بصرہ میں مستقل طور پر مقیم ہوا تو وہ مختار کی حالات ترقی و دولت و اقبال ہر روز عبداللہ کو لکھ لکھکر بھیجا تھا اور امداد کی درخواست کرتا رہتا تھا لیکن عبداللہ ابن زبیر لعین امداد کرنے سے

مجبور تھا کہ مختار نے تمام راستوں اور جنگلوں کی راہیں بند کر رکھی تھیں کیونکہ ان دنوں مختارؒ کی دولت و حشمت اور عظمت کو بہت کچھ ترقی تھی مختار کو جب یہ امر بخوبی معلوم ہو گیا کہ مصعب سے بڑھکر اب ان اطراف میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے تو اسنے ایک بہت بڑا دربار کیا اور اسمیں سب سردار اور ہمنشین اور کل سپاہ کو طلب کیا اور انکے سامنے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ جسمیں خدا کی حمد و ثنا تھی پڑھا بعد خطبہ کے سب کی طرف مخاطب ہوکر یہ تقریر کی کہ اے مومنین میری شب و روز خدا سے یہ دعا تھی کہ وہ منتقم حقیقی قاتلان جناب مولانا و سیدنا حضرت سید الشہدا ابی عبد اللہ الحسین علیہ التحیۃ والثنا کے دشمنوں پر مجکو مظفر و منصور فرمائے اور ایسی قدرت و طاقت عطا فرمائے کہ میں کافی طور سے ان ملاعنہ سے خون شہدائے کربلا کا انتقام لے سکوں چنانچہ شکر ہے کہ اس خدائے برتر و قیوم قادر نے بکمال بندہ نوازی میری اس دعائے شبانہ روز کو مستجاب و قبول فرمایا اور بفضل الٰہی جو میرا مدعا تھا وہ بخوبی حاصل ہو گیا مگر ان ملاعنہ میں سے دو شخص یعنی محمد اشعث ملعون اور عمر ابن حجاج شقی میرے ہاتھ سے بچکر نکلگئے ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں پس خداوند کریم سے میں اپنی زندگی اسئے لئے اور چاہتا ہوں کہ یہ دونو بھی میرے ہاتھ سے قتل ہو جائیں آپ لوگونکو اس موقع پر جو میں نے فراہم کیا ہے تو صرف اسلئے کہ آپ سب لوگ ملکر کوئی ایسی تدبیر بتائیں کہ جس تدبیر سے دونو یہ اشقیائے بیدین بھی میرے ہاتھ آجائیں اور انکو قتل کیا جائے جب مختار نامدار نے حاضرین دربار اور اپنے رفقاء عالیمقدار سے یہ گفتگو کی تو ان لوگوں نے جو بڑے عابد اور زاہد اور خاندان نبوت کے سچے دوست و محب تھے مختار سے یہ عرض کیا کہ یا امیر آپکو معلوم ہے کہ یہ دو ملعون آجکل بصرہ میں مصعب ابن زبیر کے پاس فروکش ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وہانتک کے راستہ کا طے کرنا سخت مشکل و دشوار ہے اور ندی نالے اور دریا کثرت سے اس راستہ میں پڑتے ہیں کہ جنپر پل ہے اور نہ کشتی مختار نے حاضرین کا یہ جواب سنکر ان سے کہا کہ مجکو مصعب سے کوئی مطلب و سروکار نہیں ہے میری غرض تو صرف ان دونو ملاعنہ یعنی محمد ابن اشعث اور عمر ابن حجاج سے ہے پس یہ چاہتا ہوں اور میری دلی استدعا اور خواہش یہ ہے کہ یہ ملعون

بھی میرے ہاتھ سے قتل ہوں اور آخر ان سب حاضرین کی یہ رائے ہوئی کہ مصعب کو یہ نامہ بھیجا جائے
اور اسکے ذریعہ سے ان دونو ملاعنہ کو اس سے طلب کیا جائے دیکھیں تو کہ وہ اس تحریر کا کیا جواب
دیتا ہے اور نیز اس مراسلہ میں یہ لکھا جائے کہ اگر تو ان دونو قاتلان امام حسینؑ کو ہمارے پاس نہ
بھیجے گا تو ہم سے معرکہ آرائی اور لڑائی پر آمادہ ہو چنانچہ مختار نے مصعب کے نام اسیوقت یہ مراسلہ
روانہ کیا جسکا یہ مضمون ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد اے مصعب تم کو خوب معلوم ہے کہ اشقیائے
بیدین اور دشمنان عترت حضرت خیر المرسلینؐ نے حضرت امام حسینؑ جگر گوشہ حضرت خیر الانامؐ کے
ساتھ کیسی کیسی بدسلوکیاں کی ہیں اور آخر انکو نہایت اذیت و تکلیف پہنچا کر شہید کیا اور یہ بھی
تو نے اے مصعب ضرور ہی سنا ہوگا کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت یہ ارشاد
فرمایا تھا کہ خدایا تو اس گروہ پر ایک ایسی قوم کی جماعت کو مسلط فرمانا جو کسیطرح اس گروہ و جماعت پر
رحم نکھائے چنانچہ اے مصعب حضرت امام حسینؑ کی وہ دعا مستجاب ہوئی اور اس گروہ شقاوت پژوہ
پر گویا ہم لوگ خدا کی طرف سے مسلط کئے گئے ہیں کہ ہم نے جہانتک ممکن ہوا قاتلان امام حسینؑ کو قتل و
غارت کیا اور چن چنکر انکو صفحۂ روزگار سے نیست و نابود کر دیا مگر انمیں سے دو شخص زندہ ہیں جو یہاں
سے بھاگ کر تیرے پاس پناہ گزین ہوئے ہیں انمیں سے ایک محمد اشعث ہے اور دوسرا خبیث عمر بن
حجاج ہے پس جسوقت یہ خط تیرے پاس پہنچے تو تجکو مناسب ہے کہ ان دونو ملعونوں کو دست و پا
بستہ میرے پاس بھیجدے اور یہ خوب یاد رکھنا کہ اگر تو نے ان ملعونوں کو میرے پاس نہ بھیجا تو میرے اور تیرے
مابین سوائے شمشیر زنی اور خونریزی کے اور کوئی امر باقی نرہیگا ناچار میں تجپر فوج کشی کرونگا اور بجز
خونریزی کے اور کچھ انجام نہوگا میں نے یہ خط تیرے پاس صرف بتقاضائے محبت بھیجا ہے والسلام
پس جب یہ نامہ ختم ہوا تو مختار نے اُسپر اپنی مُہر لگائی اور اُسکو ایک شخص جُلیب نام کو حوالہ کیا
اور یہ حکمدیا کہ اس خط کو مصعب بن زبیر کے پاس لیجا اور اس سے جلد جواب لیکر واپس آ بہر حال
جُلیب مختار کا نامہ لیکر بصرہ کو روانہ ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہاں پہنچکر خط مذکور مصعب کو دیا مصعب نے
اول اس قاصد سے مختار کی خیر و عافیت پوچھی اور اسکے بعد اس خط کو کھولکر اول سے آخر تک

پڑھا تو اسکے دل میں عجیب توہمات و خیالات فاسدہ پیدا ہوئے اور اسیوقت اُسنے اپنے حضار مجلس سے اس نامہ کا کل مضمون بیان کرکے اُنسے مشورہ پوچھا اُن سب نے جوابدیا کہ آپکو اختیار ہے جو مناسب وقت ہو کریں لیکن اسوقت مصعب کے وزیر نے کہا کہ ان دونوں کو کہ جنکو مختار نے طلب کیا ہے بھیجنا چاہئے ہو یا نہیں مصعب نے کہا کہ قسم بخدا میں انکو ہرگز مختار کے پاس نہ بھیجونگا اور پھر دوات و قلم و کاغذ منگا کر مختار کو اسکی تحریر کا یہ جواب لکھا کہ اے مختار تیرا خط میرے پاس پہنچا مضمون سے اُسکے آگاہی ہوئی پس آگاہ ہو کہ جو تو نے لکھا ہے کہ محمد اشعث اور عمر بن حجاج کو میرے پاس بھیجدو تو میں اُن لوگوں سے نہیں ہوں کہ تیرے حکم کی تعمیل کروں اور مجھے بالکل تیری فوج و لشکر سے یا تجھسے ذرا بھی اندیشہ اور خوف نہیں ہے والسلام صرف اسقدر لکھکر اور مُہر لگا کر یہ خط تو مختار کے قاصد کو دیا اور دوسرا خط عبد اللہ اپنے بھائی کے نام بحال مفصل لکھکر مع مختار کے خط کے مکہ کو روانہ کردیا جب عبد اللہ ابن زبیر کو اس حال سے اطلاع ہوئی تو وہ سخت متعجب ہوا اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا کہ مختار کی اب یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے اور مصعب کو یہ جواب لکھا کہ تو ہر طرح جنگ و پیکار پر مستعد اور آمادہ رہ کیونکہ میں اپنے انتظام اور مختار کی سرکوبی کی فکر میں مصروف ہوں اور میں نے فارس و کرمان کے لوگوں کو اسی غرض سے اسوقت خطوط روانہ کئے ہیں کہ وہ بڑی فوج اور ساز و سامان سے آکر مدد کریں مصعب اس خط کو دیکھکر بہت خوش و خورم ہوا اور اسکے مضمون سے اپنی ساری فوج کو مطلع کردیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ اے یارو یہ وقت مدد اور نصرت کا ہے مناسب ہے کہ تم لوگ میری اعانت اور مدد کرو اور میرے بھائی عبد اللہ نے بھی اہل فارس کو اس مضمون کا خط بھیجا ہے کہ وہ میری مدد کیواسطے یہاں آئیں اور ایک خط مہلب کے نام کہ مقامات کرمان وغیرہ کا حکمران ہے اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جسوقت یہ خط تیرے پاس پہنچے تو تجکو مناسب ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام کرکے تمام فوج فارس اور کرمان کو اپنے ہمراہ لیکر بصرہ کیطرف میرے بھائی کی مدد کیواسطے روانہ ہو اور مختار کے مقابلہ کیواسطے آمادہ اور قاصد و عازم ہو چنانچہ جب یہ نامہ مہلب کے پاس پہنچا تو اسکو پڑھکر اپنے فرزند کو اختیارات حکومت تفویض کئے اور تمام سرداران فارس و کرمان کو ساتھ لیکر ہزار

فوج کو ہمراہ لیکر بصرہ کو روانہ ہوا اور جب وہ شہر مذکور کے قریب پہنچا تو مصعب نے حکم دیا کہ تمام معززین وعمائد بصرہ مہلب کا استقبال کریں چنانچہ بڑے احترام و اعزاز سے اسکا استقبال کرکے لوگ بصرہ میں لائے اور ایک عمدہ موقع و مقام پر اسکو فروکش کرایا گیا دوسرے روز مصعب ملنے مہلب کی جب ملاقات ہوئی تو مصعب نے مہلب سے یہ کہا کہ میرے بھائی عبداللہ زبیر نے مجکو حکم دیا ہے کہ میں مختار سے جنگ میں مصروف ہوں اور نیز یہ بھی اسنے مجکو ہدایت کی ہے کہ کوئی کام بغیر مہلب کے مشورہ کے نکرنا پس اب تم اس باب میں مجکو کیا صلاح و مشورہ دیتے ہو مصعب کی اس تقریر کا مہلب نے یہ جواب دیا کہ میری رائے میں مختار سے جنگ کرنا قرین عقل وصواب اندیشہ نہیں ہے کیونکہ مختار ایک نہایت ہی ذی ہوش اور مدبر آدمی ہے اسکے علاوہ اسوقت اسکی مقدرت اور قوت مالی بھی بہت بڑھی ہوئی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کسی سے اسنے مقابلہ کیا ابراہیم کی اعانت سے فتحیاب ہوتا رہا ہے اور ابراہیم بھی بطور خود ایک متقی اور پرہیزگار آدمی ہے اور وہ صرف تقویت مذہب کے واسطے جنگ کرتا ہے پس اے مصعب تجکو میری یہ بات بغور سننی چاہیئے کہ جبتک عبدالملک مروان اور ابراہیم میں جنگ وجدال برپا ہو تو اطمینان سے بصرہ میں مقیم رہ اور جب عبدالملک کے مقابلہ میں ابراہیم کو شکست ہو یا وہ مارا جائے تو اسوقت تجکو مختار سے ہنگامہ کارزار گرم کرنا چاہیئے مصعب مہلب کی یہ تقریر سنکر بہت ہنسا اور یہ کہنے لگا کہ یہ تدبیر تو نے خوب سوچی عبدالملک تو اسوقت شام میں ہے اور ابراہیم موصل میں ہے اور مختار کوفہ میں مقیم ہے میں اسوقت ابراہیم کے پاس ایک خط بھیجتا ہوں اور اسکو مال و دولت کی طمع دیکر مختار سے توڑ لونگا یقین ہے کہ وہ میرے اس فریب میں آکر فوراً یہاں چلا آئیگا اسوقت ہمارے معاملات سب سہل اور آسان ہوجائیں گے مہلب نے مصعب کی اس بات کا یہ جواب دیا کہ ہیہات ابراہیم کو کوئی فریب نہیں دے سکتا ہے نہ اسکو مال کی طمع ہے اور نہ دنیا کی کسی چیز کی اسکو خواہش ہے بلیغ مارت سے اسکو کیا علاقہ ہے ابراہیم ایک بڑا پارسا اور زاہد عابد شخص ہے اور اسکا مذہب و مشرب یہ ہے کہ علی ابن ابیطالب کو منصب امامت حاصل ہے اور انکے بعد انکے بیٹے امام ہیں اور انکے سوا کسی اور شخص کو استحقاق امامت حاصل نہیں ہے اور جو شخص انکے سوا امامت کا دعوی کرے وہ ابراہیم کے نزدیک کاذب ہے اور اسوقت ابراہیم کی اعتقاد میں

اسکے امام حضرت امام زین العابدینؑ ہیں اور تیرا امام تیرا بھائی ہے اور یہ ظاہر ہی کہ ابراہیم تیری بھائی اور عبدالملک مروان کی امامت اور نیز ان لوگوں پر جو ان کی متابعت اور پیروی کرتے ہیں لعنت بھیجتا ہے اور ان کو کافر سمجھتا ہی یہ سنکر مصعب نے کہا کہ ای مہلب تم غلطی پر ہو کیونکہ دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے کہ دولتمندی اور زر و مال کا خواہاں نہو اگرچہ وہ شخص کیسا ہی زاہد و پارسا کیوں نہو یہ ممکن نہیں کہ کسیکو مال کثیر مفت میں ملتا ہو آئے اور وہ فریفتہ نہو جائے میں اسوقت پانچ لاکھ دینار نقد اور ولایت کوفہ کی حکومت اسکو دینا منظور کرتا ہوں اور یہ بھی اسکو خط میں ضرور تحریر کردونگا کہ وہ فوراً ہمارے شریک ہوکر مختار کے ساتھ مرنے مارنیکو تیار ہوجائے مہلب نے مصعب سے کہا کہ میں نے جو کچھ اپنے نزدیک مناسب سمجھا اسسے آپکو آگاہ کیا اب آئندہ آپکو اختیار ہی جو مناسب وقت ہو وہ کیجئے اسپر مصعب نے جواب دیا کہ میں بطور امتحان ضرور ہی اس مضمون کا خط ابراہیم کے نام بھیجونگا چنانچہ اسنے اسیوقت دوات قلم اور کاغذ طلب کیا اور اپنے ہاتھ سے اس مضمون کا خط ابراہیم کے نام لکھا امّا بعد یہ خط مصعب زبیر کی طرف سے ابراہیم ابن مالک اشتر کے نام ہی کہ جو ہمارا برادر بزرگ ہی خدا آپکی عمر کی درازی کرے اے ابراہیم آگاہ ہو کہ آدمی کو ہمیشہ اپنے انجام پر نظر رکھنی چاہیئے یہ ظاہر ہی کہ تو وہ پسر مالک اشتر ہی کہ جس نے اسقدر معرکہ آرائی کی ہی کہ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام صفحۂ روزگار سے نیست و نابود کر دیا ہی اور بے شک اس بارہ میں جو کچھ کارنمایاں تیرے ہاتھ سے ہوا ہی وہ کسی شخص سے بھی نہو سکا نیز واضح رہے کہ مختار کا چال چلن اور اعتقاد ایسا نہیں کہ جیسا تمہارا خیال ہی اس نے جو کچھ کارروائی اب تک کی ہی وہ صرف حکومت اور مال و دولت کیواسطے کی ہی اور وہ تیرا دشمن بھی ہی اب میرا یہ قصد ہے کہ مختار سے ہنگامۂ جنگ دسپکار کروں منظور رہی کہ ہم تم باہم مل جائیں اسکے بعد جو کچھ میں کارروائی کرونگا تیری صلاح اور مشورہ سے کرونگا لہذا یہ مناسب اور بہتر معلوم ہوا ہی کہ تم یہاں چلے آؤ یقین ہے کہ تمہاری بدولت ملک عراق پر مجھے قبضہ حاصل ہوجائیگا اور میں کوئی کام تیری مشورہ کے بغیر انجام نہ دونگا اور اگر تم میری اس رائے کو قبول کروگے تو پانچ لاکھ دینار نقد اور کوفہ کی حکومت تمہارے نام نامزد کردونگا اور سب کام تمہاری مرضی کے موافق ہوں گے اور جب تم یہاں آجاؤ گے

تو محمد ابن اشعث اور عمر ابن حجاج کو بھی پکڑ کے تمہارے حوالہ کر دونگا کہ جنکو مختارؓ نے مجھ سے طلب کیا تھا میں نے نہیں دیا والسلام جب یہ نامہ ختم ہوا تو اسکے آخر پر مہر کر کے موصل روانہ کیا آخرالامر یہ خط ابراہیمؓ کے پاس پہنچا تو اُس نے اوّل سے آخر تک پڑھکر مصعب کو یہ جواب لکھا کہ تیرا خط میرے پاس پہنچا اور جو کچھ تو نے اس میں تحریر کیا ہی اُس سے مجکو اطلاع ہوئی خدا اسبات پر اچھی طرح واقف اور آگاہ ہی کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کی آل اطہار کے غلاموں کی غلامی اپنا فخر سمجھتا ہوں اور انکے دشمنوں سے قطعی بیزار ہوں اور میں مختارؓ کو ایک مرد متقی اور پرہیزگار جانتا ہوں اور بے شک وہ دوستدار خاندان نبوت ہی اور میں اسوقت تجھ سے اور تیرے بھائی اور نیز عبدالملک ابن مروان سے مقابلہ اور مقاتلہ پر کمر بستہ ہوں کہ یہ سب دشمنان آل محمدؐ ہیں اور ابن زیاد سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں اور خدا نے اس ملعون پر مجکو فتح اور غلبہ عنایت فرمایا یہاں تک کہ وہ ملعون میرے ہاتھ سے قتل کیا گیا اور میں نے صفحۂ عالم کو اس کے کفر سے پاک کر دیا پس اسیطرح خداوند کریم کی ذات مقدس سے اُمید ہی کہ مجکو تیرے اور تیرے بھائی اور مروان ملعون کے فرزندوں کے ہاتھ سے نجات حاصل ہو جائے گی اور جس بات کا کہ تم نے ارادہ کر لیا ہی ہم اسیر بدل و جان مستحکم و قائم ہیں کہ بفضل الٰہی جس کا حق ہے اُسکو پہنچا دیں اور یہ جو تم نے اپنے خط میں لکھا ہی کہ تمکو پانچ لاکھ نقد دینار اور حکمرانی کوفہ وغیرہ دی جائیگی اسکا جواب یہ ہی کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں مال و دولت دنیا پر فریفتہ نہیں ہوں کیونکہ دنیا سرائے فانی ہے اور آخرت ایک ابدی زندگانی ہی پس واضح رہی کہ میں تمام دنیا کو صرف تمہاری ایک قطرۂ خون کی عوض میں دیدینے کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی اگر تمام جہان کی حکومت مجکو مل جائے تو اسکو صرف تمہاری ایک قطرۂ خون پر قربان کرنے کو آمادہ ہوں لیکن یہ تم خوب جان لو کہ جبتک میرے دم میں دم ہی تم لوگوں سے جنگ و پیکار کرنے میں ہمیشہ سعی کرونگا اسی میں خدا کی رضامندی ہی اور اسی ارادہ کے طفیل میں حضرت خاتم النبیین و جناب امیرالمومنین علی مرتضیٰ اور جناب سیدۃ فاطمہ زہرا اور حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام سے مجکو شفاعت کی امید کامل ہے تیرے خط کا جواب ... اسوقت مصعب نے ابراہیم کا نامہ اوّل سے آخر تک پڑھا تو وہ اسکے

مضمون سے مطلع ہوکر نہایت غضبناک ہوا اُسوقت مہلب نے مصعب سے کہا کہ یا امیر جو کچھ میں نے گذارش
کیا تھا آخر وہی بات صحیح نکلی کیونکہ میں اسکے مزاج سے بہت اچھی طرح واقف ہوں بہرحال مصعب نے
ابراہیم کا جواب موصول ہوتے پر حکم دیا کہ فوج لڑائی کے واسطے تیار ہے ادہر ابراہیم نے بھی مختار
کو ایک مراسلہ اس مضمون کا بھیجا کہ مصعب نے مجھکو طمع دیکر بلا بھیجا تھا اور اسکے سوا جو کچھ حال تھا اسکو
مفصل لکھا ابراہیم کے خط کو دیکھکر مختار نہایت خوش ہوا اور اسی ملنے ابراہیم کی ثابت قدمی
پر بہت آفرین اور مرحبا کہی اور یہ کہا کہ میں نے کسی شخص کو دُنیا میں ابراہیم سے زیادہ جوانمرد
نہیں دیکھا اور ہر ایک شخص کے سامنے ابراہیم کی وفاداری اور محبت کا شکریہ ادا کرتا تھا اور
تیاری جنگ میں مصروف ہوا اور ہر طرف سرداران اطراف کو خطوط روانہ کئے ادھر مصعب نے
بصرہ سے روانگی کا قصد کیا اور اپنے خیمہ و خرگاہ شہر کے باہر نصب کئے اور عبداللہ ابن عبداللہ
کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا جاسوسوں نے مختار کو بھی یہ خبر پہنچادی کہ مصعب تمہاری مقابلہ کے
واسطے روانہ ہونے والا ہے اور اسنے بصرہ کی باہر اپنے خیمے نصب کئے ہیں اور مختار کی پاس بھی
وہ سب سردار جو اطراف عراق میں منتشر ہوگئے تھے آکر جمع ہوگئی اُن لوگوں میں ایک بڑا مشہور شخص عمر نامی
امیر بابل تھا وہ مختار کے پاس حاضر ہوا اور اسکے علاوہ اسحٰق ابن سعد اور قدامہ بن حارث اور
[illegible] طروہ اور حذیمہ بن الیمانی اور محمد ابن سعد اور مثل انکے اور سرداران عراق بھی آگئے تھے
جب یہ لوگ کوفہ میں پہنچ گئے تو مختار بھی مع فوج و لشکر کوفہ سے نکلکر ایک مقام پر بیرون شہر خیمہ
زن ہوا اور اسنے ایک مراسلہ ابراہیم کو اس مضمون کا بھیجا کہ اے امیر رشید اور میرے دوست ابراہیم بن
مالک اشتر واضح ہو کہ میں نے مصعب و ابن زبیر سے لڑائی کی مصمم نیت کرلی ہے مگر یہ مطلب بغیر
امداد خداوند کریم اور تمہاری نصرت و اعانت کے حاصل ہونا ناممکن ہے اب میں یہاں سے بصرہ کو روانہ ہوتا
ہوں تم بھی دوسری طرف سے شہر مذکور پر حملہ آور ہو اور یہ کارروائی اسطرح پر ہونی چاہئے کہ ہم
دونوں متفق ہوکر بصرہ میں داخل ہوں والسلام جب یہ خط ابراہیم کے پاس مختار کا پہنچا تو ابراہیم نے اسکو
پڑھکر حسب ذیل جواب لکھا کہ یا امیر جو کچھ تم نے اپنے خط میں لکھا ہے اس مضمون سے مجھکو اطلاع ہوئی لیکن واضح

ہو کہ میں اسوقت کیا کر سکتا ہوں کیونکہ اسطرف ابن مروان چالیس ہزار فوج کی جمعیت سے میری مقابلہ
کے واسطے چلا آتا ہے اور سب طرف سے راستے بند کر دیئے ہیں اور میں بھی اسکا منتظر ہوں تم سے جبتک
ہوسکے کوفہ سے قدم باہر نہ رکھنا اور کوفہ کو فوج کی حراست اور نگرانی میں رکھو اور وہاں سے ایک فوج
مصعب کے مقابلہ کیواسطے کسی سردار کے ماتحت کر کے بھیجدو میں اسطرف ابن مروان سے جنگ و پیکار میں
مصروف ہوتا ہوں اور تم اسطرف ابن زبیر سے صف آرا ہو پس خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ یہ دونوں
ملعون ہمارے ہاتھ سے مارے جائینگے والسلام جب مختار نے ابراہیم کا یہ نامہ پڑھا تو اپنی فوج کے
تمام سرداروں کو اپنے پاس جمع کیا اور اُس کے بعد ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور اس
خطبہ کے آخر میں لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اے دوستان وفا شعار جنگ و پیکار کیلئے مستعد و
تیار ہو جاؤ کیونکہ ہم لوگ بفضلہ تن پروری کے خوگر نہیں اور نہ تن پروری کو دوست رکھتے ہیں
دین پروری و ایمانداری ہمارا شعار ہے اور اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک بڑی فوج مصعب کے مقابلہ
کے واسطے بھیجوں اس بارہ میں تم سب کی کیا رائے ہے یہ سُنکر سب سرداروں نے مختار کو جواب دیا
کہ یا امیر ہم ہر طرح سے آپکے تابع فرمان ہیں اور جہاں بھیجوگے ضرور چلے جائینگے اسوقت مختار نے
احمر شمیط کی طرف رُخ کیا کہ جو افسر افواج و سپاہ تھا پھر فرمایا کہ اے امیر فارس آج کے روز
تم میرے پشت پناہ ہو اور میرا کلی اعتماد تمہاری ذات پر ہے اس معاملہ میں کیا رائے دیتے ہو اسوقت
احمر نے جواب دیا کہ میری رائے میں اسوقت یہ تدبیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تم اسوقت کوفہ میں
ہی مقیم رہو اور مجکو جہاں تم روانہ کرو گے میں جانے پر آمادہ اور تیار ہوں یہ سُنکر مختار نے اس سے
کہا کہ تم کو مصعب کے مقابلہ اور جنگ کرنے کیواسطے جانا ہوگا شمیط احمر نے کہا میں جاتا ہوں اور درگاہ
جناب احدیت سے اُمید ہے کہ فتح و نصرت ہمکو حاصل ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر اتفاقات تقدیر سے
میرے لئے کوئی امر خلاف تدبیر پیش آئیگا تو کچھ مضائقہ نہیں خداوند کریم آپکو زندہ و سلامت
رکھے مختار احمر شمیط کی اس تقریر سے نہایت خوش ہوا اور اُسکو بہت تحسین و آفرین کی اور یہ کہا
کہ میں نے اس لشکر کی سپہ سالاری تجکو عطا کی اور عبداللہ کامل کو تیرا خلیفہ کیا احمر شمیط نے

کہا بسر و چشم مجکو منظور ہے اسکے بعد مختارؓ نے اسکو ایک خلعت گرانبہا عطا فرمایا اور دس ہزار سپاہ آزمودہ کار اس کے ماتحت کی اور تمام سامان جنگ بڑے اہتمام سے ترتیب دیا گیا بماہ جمادی الاول دو شنبہ کے روز ۶۶ھ میں اس فوج نے نقارہ کوچ کا بجایا اور بیرون کوفہ آکر ٹھہری اور مختار بھی شہر سے نکلکر سر راہ ایک مقام پر مع اپنے کسی قدر رفقا کے استادہ ہو گیا تاکہ احمر شمیط اور اسکی فوج کا ملاحظہ کریں اسحق ابن عمر روایت کرتا ہے کہ میں اُس روز مختار کے پس پشت کھڑا تھا اور اس بات کو دیکھ رہا تھا کہ اسوقت مختار سرداران لشکر سے کیا کہتا ہے میں نے دیکھا کہ اس فوج کے مقدمۃ لشکر پر عبداللہ کامل تھا اور چار کوتل گھوڑے اُسکے آگے آگے جا رہے تھے اور اسکی فوج کا نشان سُرخ رنگ کا تھا جب وہ مختار کے قریب ہو کر گزرا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور مختار نے اسکو گلے سے لگایا اور اس سے بغلگیر ہو کر ملا یہ کہنے لگا کہ اے دوست مخلص من خداوند کریم خیریت سے پھر ملائے یہ کہکر اسکو رخصت کر دیا اس کے بعد عبدالرحمن ابن صرہ کہ یہ بھی ایک نامی سردار عراق تھا مختار کے قریب سے گزرا اسکا نشان لشکر سبز رنگ کا تھا مختار نے اسپر بہت تحسین و آفرین کی اور جب وہ بھی رخصت ہو گیا تو اسحق ابن سعد نہایت شان و شوکت کے ساتھ مختار کے قریب پہنچا مختار اس سے بڑے تپاک کے ساتھ بغلگیر ہوا مختار نے اس سردار نامی سے بہت سی ہدایت آمیز باتیں کیں اور اسکے عقب میں نعمان بن رولیس کا گروہ تھا اور اسکے پیچھے عبداللہ بن مشکور کی فوج تھی اسکی سب سوار عمدہ ہتھیاروں سے مسلح تھے اسکے بعد سوید بن عمر چار سو پہلوانوں کے ساتھ نکلا ان سب کے پاس گرز تھی جو گرد نو نپر رکھے ہوئے تھے اور ان سب کے پیچھے احمر ابن شمیط تھا اسکے ساتھ دو حافظ قرآن بھی دہنے بائیں چلے آتے تھے جنکی زبان پر سورہ ہل اتی کا ورد تھا اور انکی نشان کا پھریرہ سفید تھا جب احمر شمیط اسکی قریب پہنچا تو مختار نے اسکے ساتھ نہایت گرمجوشی سے معانقہ کیا اور پھر یہ دونوں سرداران دیندار پہلو بپہلو روانہ ہوئے اور دو فرسخ تک مختار انکی ہمراہ گیا اور پھر وہ احمر شمیط اور دیگر افسران لشکر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں تم کو یہ ہدایت اور وصیت کرتا ہوں کہ جب معرکہ کارزار قرار پا جائے تم لڑائی میں اپنی طرف سے ابتدا نکرنا اور جب لڑائی شروع ہو جائے تو تم اُنپر رحم نہ کھانا

اور اسکے بعد انکو رخصت کر کے کوفہ کو واپس چلا آیا احمر شمیط اپنی فوج کے ہمراہ بصرہ کو جا رہا تھا کہ لوگوں نے مصعب کو یہ خبر پہنچائی کہ احمر شمیط مع ایک فوج جرار کے تیرے مقابلہ کو آرہا ہے یہ سنکر مصعب بھی اسیوقت تیس ہزار فوج کی جمعیت سے کوفہ کو چلدیا خلاصہ یہ کہ احمر شمیط اس طرف سے جا رہا تھا اور مصعب اسطرف سے آرہا تھا یہانتک کہ ہر دو لشکر دو فرسخ کے فاصلہ پر جس مقام کو مدار کہتے ہیں فروکش ہوئے اور دونو نے اسی مقام پر اپنے اپنے خیمہ و خرگاہ نصب کردیئے لیکن احمر شمیط کو مصعب کے آنے کی اطلاع نہوئی لہذا اس نے قصد کیا کہ اس مقام سے کوچ کر کے آگے کو روانہ ہو اتنے میں ایک جاسوس نے آکر یہ خبر دی کہ اے امیر اب تم آگے کہاں جاتے ہو کیونکہ یہاں سے قریب مقام مدار مصعب مع تیس ہزار لشکر کے آپہنچا ہے کوفہ کے آدمیوں نے جب یہ سنا کہ تیس ہزار فوج کی جمعیت سے مصعب ہمارے مقابلہ کو آتا ہے تو وہ سب اسی جگہ اتر پڑے اور یہ کہنے لگے کہ مخالف کے لشکر کی تعداد بہت ہے اب ہم کہاں جائیں اور کیا کریں احمر شمیط نے جب سرداران فوج سے اس قسم کے کلمات سنے تو اس نے کل افسران لشکر کو جمع کر کے یہ تقریر کی کہ اے بھائیو آگاہ ہو کہ مصعب زبیر تم سے پیشدستی کر کے تیس ہزار فوج کے ہمراہ مقام مدار تک پہنچگیا ہے تو اسوقت ان سب نے احمر کو یہ جوابدیا کہ اگر یہ معاملہ ہے تو ہم یہاں سے واپس جاتے ہیں احمر ابن شمیط نے ان لوگوں سے کہا کہ اے لوگو یہ کیسی تمہاری حالت ہے اور یہ کس قسم کا ڈر اور خوف تم پر غالب ہے تم تو راہ حق پر ہو اور وہ باطل پر ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جہاں کہیں جاؤ گے موت سے کسیکو چارہ و مفر نہیں اور اگر تم شہید ہو جاؤ گے تو یہ بات تمہارے واسطے ہر حال میں بہتر اور مناسب ہوگی لیکن اگر تم سب واپس چلے جاؤ گے تو یہ خوب سمجھ لو کہ میں تنہا ان سے مقابلہ کرونگا یہانتک کہ مارا جاؤں یا آنکہ خدائے قدیر مجھکو انپر ظفریاب کرے تم کو نہیں معلوم ہے کہ ابراہیم ابن مالک اشتر کے ہمراہ صرف دس ہزار آدمی تھے چونکہ وہ سب کے سب مومن دیندار یکدل اور متفق الرائے تھے دیکھو انہوں نے کیسے کیسے کار نمایاں کر کے بعد فتح حاصل کی اور کس دلیری سے اس جمعیت کثیر ابن زیاد کو جس میں ستر ہزار آدمی تھے چن چنکر قتل کیا اور اس معرکہ میں کامیابی حاصل کرنے سے انکو کیسی نیکنامی حاصل ہوئی تم اپنے دلونکو مستقل رکھو اور ہمت باندھ کر

خدا پر توکل اور بھروسہ رکھو کیونکہ خدا ہی تمہارا مددگار ہے یہ ایسا کیا خوف کا مقام ہے کہ جس سے تم نے اپنے دلونکو خطرناک کر لیا ہے مردوں کیلئے بڑی شرم کی بات ہے جب یہ تقریر مردانہ سرداروں اور تمام لشکر کے سامنے احمر شمیط نے کی تو ان میں بھی ایک جوش پیدا ہوا اور مصعب کے مقابلہ پر جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے احمر شمیط نے خوش ہو کر اسیوقت عبداللہ کو طلب کیا اور پانسو سوار کے ساتھ اسکو طلایہ لشکر پر مقرر کیا اور اسکو ہدایت کر دی کہ اگر لشکر مصعب کا تمہارے مقابل ہو جائے تو تم مقابلہ میں سبقت نکرنا جبتک کہ انکی طرف سے حملہ نہو اور دشمنونکو لیت و لعل میں رکھکر مجھے کسی آدمی کے ذریعہ انکے حملہ سے فوراً اطلاع دینا اتفاقاً اس رات کی طلایہ کیلئے مصعب نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ اس عرصہ میں عبداللہ کے طلایہ میں سے ایک شخص جسکا نام عبدالرحمن تھا پانی لانے کی غرض سے باہر نکلا کہ اسکو سامنے سے مصعب کا طلایہ نظر پڑا کہ سو سواروں کے ہمراہ مسلح کھڑا ہے عبدالرحمن نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مصعب کا طلایہ ہم سے پہلے آموجود ہوا اگر وہ تم پر حملہ کریں تو تم کو بھی بلا خوف و خطر انکا مقابلہ کرنا چاہیے اگر اس گروہ پر تمکو فتح حاصل ہو جائے تو ضرور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ہماری فتحمندی کے آثار ہیں انہیں باتوں میں ایک گھنٹہ گذر گیا کہ اور لوگ مصعب کے طلایہ کے قریب پہنچگئے اور تلوار کھینچکر ان پر حملہ کر دیا اسوقت مصعب کے طلایہ میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑا کر مصعب کے پاس گیا اور اسکو یہ اطلاع دی کہ یا امیر ہمارے طلایہ کو دشمن نے گھیر لیا مصعب نے یہ سنکر سواری طلب کی اور اپنی تیس ہزار فوج لیکر موقع پر پہنچگیا اور اسطرف احمر شمیط کو بھی اطلاع ہوئی کہ وہ بھی اپنے لشکر کو تیار کر کے معرکہ میں جا پہنچا اور دونو فوجوں میں لڑائی شروع ہو گئی اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے تمام زمین پر گرد و غبار چھا گیا اور اسیطرح تیسرے پہر تک لڑائی ہوتی رہی اور آخرکار فوج مختار نے لشکر مخالف کو معرضۂ ہزیمت میں ڈالدیا مصعب نے جو اپنے لشکر کا یہ حال دیکھا تو چیخ اٹھا اور اپنی تیس ہزار فوج کو بیکدفعہ حملہ کرنیکا حکم دیا وہ مکرر مرد میدان بنکر لڑائی میں مصروف ہوئے اسوقت احمر شمیط نے جو یہ ماجرا دیکھا تو وہ بنفس نفیس مثل شیر غضبناک تلوار کھینچکر دشمن کے لشکر پر جا پڑا اور اس زور شور سے شمشیر زنی کی کہ دونو فوجوں کے جوان سکتہ کے عالم میں رہگئے اور فوج مخالف میں تزلزل پیدا ہو گیا اور فوج درہم و برہم ہونے لگی اسیطرح غروب آفتاب تک نہایت سخت

سخت لڑائی ہوا کی آخر احمر شمیط نے اپنے لشکر سے یہ تقریر کر کے ان کی جرأت اور ہمت بڑھائی کہ اے جوانمردان عراق رات کے شروع ہونے سے پہلے تمکو اپنے دشمنوں پر ایک اور حملہ کرنا چاہیے اور یہ وقت تھا کہ مصعب میدان کارزار سے لوٹ کر چلا گیا تھا آخر مصعب کی فوج کو سخت شکست ہوئی اور اسکے لشکر کے نشان سرنگوں کر دئیے اور لشکر عراق نے ایک فرسخ تک انکا تعاقب کیا اور ایک گروہ کثیر کو تلوار کے گھاٹ آن کے آن میں اتار دیا اور بہتوں کو زخمی اور مجروح کیا یہ حال دیکھکر مصعب کے ہوا س بجا نہ ہی نہایت پریشان خائف و خاسر اپنے قیامگاہ کو واپس چلا گیا اور اس طرف احمر شمیط مظفر و منصور اپنی خیمہ گاہ میں داخل ہوا اور خدا کا شکرانہ ادا کیا احمر شمیط کی اس فتحیابی سے لشکر عراق کا بڑا رعب اُن منافقوں یعنی سپاہ مصعب کے دل پر بیٹھگیا تھا بلکہ خود مصعب کے بدن میں ایک لرزہ اُس شکست سے پڑگیا تھا اور تمام دُنیا گویا اس کی نگاہ میں سیاہ ہو گئی تھی خلاصہ یہ کہ اس نے اپنے نقیبان لشکر کو بلا کر حکم دیا کہ اس بات کا صحیح اندازہ کرو کہ اس لڑائی میں ہمارے لشکر کے کس قدر آدمی قتل ہوئے چنانچہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار میں سے چھ ہزار سپاہی تو اس معرکہ میں کام آچکے ہیں اسکے بعد اپنی قصبہ مدار کے ایک باشندے کو بلایا اور اس سے یہ پوچھا گیا تجھ سے یہ ممکن ہے کہ یہاں سے لشکر عراق میں جا کر اس بات کو دریافت کرے کہ عراق کے لشکر میں کس قدر لوگ ہیں اور مختار بھی انکے ہمراہ ہے یا نہیں ہے اور ان کی فوج کا سپہ سالار کون ہے اور کل حال کی مفصّل اطلاع دے میں اس خدمت کی عوض میں تجکو ایکہزار درہم عنایت کرونگا اس شخص نے جانے کا اقرار کیا اور مصعب سے یہ کہا کہ میں وہاں کا مفصل حال معلوم کر کے تجکو اطلاع دوں گا چنانچہ اس نے اپنی شکل بادر چیوں کی سی بنائی ویسے ہی کپڑے پہن لئے ایک ہاتھ میں خُرما اور شکر کا ایک طباق لیئے ہوئے لشکر عراق میں گشت لگانے لگا خلاصہ یہ کہ اس نے خوب اچھی طرح گشت کر کے اس بات کو معلوم کر لیا کہ مختار خود اس لشکر میں نہیں ہے اور اسکے علاوہ اور بھی حال دریافت کیا اور مصعب کے لشکر کو لوٹگیا اور مصعب کے پاس جا کر مفصّل اطلاع دی چنانچہ ان حالات کو سُنکر کہ مختار خود اس لشکر میں نہیں ہے نہایت خوش ہوا اور اپنے لشکر کے ایک سردار کو جس کا نام زیاد بن عمر تھا بلایا اور

ایک ہزار سپاہی اس کے حوالے کئے اور یہ حکم دیا کہ کل کو روز جب ہمارے اور اہل عراق کے باہم معرکہ رزم و
پیکار گرم ہو تو اُسوقت تو کمینگاہ سے نکلکر عقب سے اُسپر حملہ کرنا اس صورت میں گویا دشمن کی فوج کو
پیچ میں گھیر لیں گے اور سب کو قتل کر ڈالیں گے زیاد نے مصعب کو جوابدیا کہ میں آپکا ہر طرح تابع فرمان ہوں
اور جو کچھ حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرونگا وہ سردار تو یہ حکم سنکر چلا گیا اسطرف مصعب نے قصبہ مدار کے
اس شخص کو کہ جسکو لشکر عراق میں حال دریافت کرنے کیواسطے بھیجا تھا بُلایا اور بجائے ہزار دینار کے
جن کے دینے کا وعدہ کیا تھا صرف دو دینار دیئے جب اس شخص نے مصعب کی بخیلی اور وعدہ خلافی دیکھی
تو وہ طیش میں آکر احمر شمیط کے پاس گیا اور اس سے جو کچھ واقعہ گذرا تھا وہ بیان کر دیا احمر نے کہا کہ خدا
تجکو تیری خدمت کا عوض عنایت فرمائے اگر تیری یہ بات صحیح ہوئی تو میں انشاء اللہ تیرا حق ادا کرونگا اسوقت
احمر شمیط نے یہ جانا کہ یہ ازراہ تعصب کے کہتا ہے یہ نہ سمجھا کہ محض خواہش نفسانی و طمع کی کہتا ہے آخر احمر
نے یہ سب قصہ اپنے سرداران لشکر سے بیان کیا اسپر سب کی یہ صلاح ہوئی کہ مصعب کے لشکر پر شبخون مارنا
چاہیئے اور عبداللہ کامل نے احمر سے یہ کہا کہ یا امیر اس کام کی انجام دہی کے واسطے مسمی وزیر کو بھیجنا چاہیئے
کیونکہ یہ بھی اس لشکر میں ایک بڑا سردار تھا چنانچہ اس سردار نے اس بات کو قبول کر لیا جب اچھی
طرح رات ہو گئی تو احمر نے پانسو سپاہی وزیر کی حوالہ کئے اور حکم دیا کہ یہاں سے جلد کوچ کر جاؤ اور
نہایت احتیاط کے ساتھ اس امر کو دیکھتے جاؤ کہ دشمن کہاں کہاں کمینگاہ میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں اور وہاں
پہنچکر حسب ضرورت وقت و مناسب موقع کارروائی کیجیو چنانچہ وزیر نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور مع
پانچسو سپاہیوں کے اُن ملعونوں کی تادیب و تنبیہ کیواسطے روانہ ہوا خلاصہ یہ کہ عراقی فوج نے تھوڑا سا راستہ
قطع کیا تھا کہ دو آدمی مسلح ایک مقام پر سوتے ہوئے نظر آئے چنانچہ ان دونوں آدمیوں کو فوراً گرفتار کر لیا اور ان سے
یہ پوچھا گیا کہ تم لوگ کون ہو اور کس قبیلہ کے ہو لیکن اُنہوں نے کچھ بھی نہ بتلایا تب تلوار کھینچکر عراق کے
لوگوں نے ارادہ کیا کہ ان کو قتل کر ڈالیں اُسوقت اُنہوں نے اقبال کیا کہ ہم زیاد ابن عمران کے سپاہی ہیں اسوقت
وزیر کے حکم کے موافق ان کی مشکیں باندھ لیگئیں اور انکو اپنے ساتھ لیکر آگے بڑھے تھوڑی دور چلے تھے کہ پانچ آدمی
اور اسیطرح دکھلائی دیئے منجملہ انکے تین شخص سوتے تھے اور دو آدمی بیدار تھے پس وزیر کے ہمراہیوں نے دریافت

کیا کہ تم لوگ کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ زیاد بن عمران کی فوج کے سپاہی ہیں وزیر نے پوچھا
کہ زیاد کی فوج کس کام میں مشغول ہے اور اسکا کیا ارادہ ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ سب لوگ لڑائی کے
لئے مستعد اور آمادہ ہیں اور اسوقت سب سو رہے ہیں اور مالک ابن مطیع انکی مدد کو آیا ہے اور یہ شخص یزید
ابن معاویہ مردود کا ایک بڑا نامی شاعر تھا اور اس ملعون نے تیرہ ہزار بائیس اشعار اہلبیت اور خاندان نبوت کی
ہجو میں تصنیف کئے تھے پس وزیر دلاور نے اپنے رفقا کو حکم دیا کہ بھائیو یہ وقت ہمت مردانہ کے ساتھ کوشش کرنیکا
ہے پس جہاں تک ممکن ہو انکے قتل و غارت میں تم کو کوشش و سعی کرنا چاہیئے کیونکہ خداوند کریم ہمارا حامی و
ناصر ہے یہ دیکھکر وہ آگے بڑھا اور ایک ٹیلے کی آڑ میں ٹھہر گیا اور اسکے بعد اس نے ایک رفیق کو جس کا
نام عمر بن احداف تھا اپنے سامنے بلایا اور ایک سو جوان اس کی ماتحت کئے عمر ابن احداف ایک بڑا مرد جنگی
اور نامور آدمی تھا اس سے وزیر نے کہا کہ اے شخص یہ سو جوان اپنی ہمراہ لیکر تو یہاں سے دست راست کی
طرف روانہ ہو اور ایسے مقام پر قیام کرنا کہ تکبیر کی آواز تیری کان تک بخوبی پہنچ جائے اور راستوں کی
حفاظت میں مصروف رہنا اور کسی شخص کو دشمنوں سے بھاگ کر نکلنے نہ دینا اس کی بعد ایک سردار مستعد
بن حارث کو اپنے سامنے بلایا اور دو سو سوار اسکے ہمراہ روانہ کئے اور اس سے یہ کہدیا کہ تو یہاں سے
جانب چپ چلا جا اور وہاں پر راہ کی نگرانی کرنا اور کسی کو جانے نہ دینا اور جو دشمن سامنے آجائے اسے
فوراً قتل کر ڈالنا اور وزیر خود مع دو سو سپاہیوں کے زیاد بن عمر اور مالک بن مطیع کے سر پر جبکہ وہ سو
رہے تھے جا پہنچا لشکر مخالف کو ان کے آنے کی بالکل خبر نہ تھی کہ دفعتہً جا لیا اور طبل جنگی بجا دیا اور تکبیر کی
صدا بلند کی زیاد کے لوگ اسوقت کچھ تو شراب میں مست تھے اور اکثر بیخبر سو رہے تھے جب اس طبل کی
آواز ان کے کان میں گئی تو چونک کر ہوشیار ہوئے دیکھتے کیا ہیں کہ چاروں طرف سے غنیم کی فوج نے انکو
گھیر لیا ہے زیاد ابن عمر اور مالک کو یہ بالکل خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے وزیر چونکہ زیاد کے پاس پہنچ چکا
تھا زیاد پوچھنے لگا کہ اے لوگو یہ ہماری لشکر میں کیا غل غپاڑہ ہو رہا ہے وزیر نے اس ملعون کے منہ پر
تھوک دیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے ملعون خدا تجکو قتل کرے تو نے یہاں پر خیمے نصب کئے ہیں کیا تیری
عقل زائل ہو گئی ہے خدا نے تعالٰے نے یہ امر تجھپر حرام کیا ہے اور یہ کیا مسلمانی ہے کہ دنیا اور دین

کے قتل کرنیکے لئے کمینگاہ میں بیٹھے ہوئے تھی ہی اپنے سپاہی کو حکم دیا کہ اس مردود کا سر تن سی قلم کرڈالو۔ چنانچہ اُسیوقت اسکا سر تن سے علٰحدہ کردیا گیا اور مالک مطلع کی مشکیں باندھ لیگئیں اور اسکی علاوہ بہت سے اسکے ہمراہی بھی مارڈالے وزیر مظفر و منصور اپنے لشکر کو لوٹ آیا جسوقت یہ خبر احمر شمیط کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور اُسپر تحسین و آفرین کی پھر مالک سر مطلع کا ایک ایک بند جدا کرکے اُسکا گوشت کتوں کو کھلادیا گیا اور جسقدر لوگ زیاد کی فوج کی گرفتار کرکے لائے تھے اُنکو قتل کیا گیا چنانچہ ان دو ہزار آدمیوں میں سے جو مصعب ملعون نے زیاد کو ہمراہ لشکر عراق پر کمینگاہ کے واسطے بھیجے تھے ایک بھی زندہ اور باقی نرہا جب یہ خبر مصعب کو پہنچی تو وہ بہت ڈرا اور پریشان ہوا گویا تمام دنیا اسکی آنکھوں میں اندھیر ہوگئی اُسوقت اُس نے مہلب سے یہ کہا کہ ای مہلب کیا مصیبت آئی اور کس وجہ سی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا تو مہلب نے جواب دیا کہ یہ صرف تیرے بُخل کا نتیجہ ہے کہ جس شخص ساکن قصبہ مذکور کو تو نے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا تھا اور نہ دیا اس نے اس بلا کو تیرے اوپر مسلط کیا ہے اب تم اپنی حفاظت کرلو دیکھئے انجام کار اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے

مصعب اور مختار کے لشکروں کی باہم لڑائی اور احمر شمیط کا مارا جانا

اہل تواریخ نے لکھا ہی کہ جب مصعب ابن زبیر نے احمر شمیط کی فوج سے شکست کھائی تو اُسوقت اس نے ایک آدمی کو بھیجکر اپنے کل سرداران فوج کو طلب کیا اور احمر شمیط کے معاملہ میں سب سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہی ہم لوگ جو اس گروہ سے جنگ و پیکار میں مصروف ہیں تو صرف امامت کیواسطے لڑتے ہیں ہم کہتی ہیں کہ عبد اللہ ابن زبیر امام ہی اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اہلبیت پیغمبر میں سے امام ہو تم اس معاملہ میں کیا رائے دیتی ہو آیا ہم سب بصرہ کو لوٹ چلیں اور اسوقت تک انتظار کریں کہ جبتک ابراہیم ابن مالک اشتر اور عبد الملک بن مروان کے جنگ کا نتیجہ معلوم ہو ان دونوں میں سی جو ظفریاب ہو اسکے شریک ہوجائیں مصعب کی اس تقریر کا کسی شخص نے جواب نہ دیا مگر ایک شخص قرعہ ابن مسعود ملعون خارجی جو پہلے بصرہ کا قاضی تھا بولا کہ اے امیر یہ تو ظاہر ہے کہ احمر شمیط ایک رافضی محبان ابو تراب سے ہے پس تجکو ضرور اُس سی مقابلہ اور جنگ کرنا چاہئے کیونکہ اس میں تجکو ثواب حاصل ہوگا جب مصعب نے اس سے یہ سُنا تو کہنے لگا کہ تو ایک عالم

اور ہمارا قاضی ہے جو کچھ تو تجویز کریگا میں اسی پر کاربند رہونگا اسیوقت مصعب نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ مستعد جنگ وپیکار رہیں اور لڑائی کی تیاری کریں اور دوسرے روز طبل جنگ بجاتا ہوا میدان کارزار میں آیا اور حرب وضرب میں مشغول ہوا اور اپنی فوج کی طرف خطاب کرکے کہنے لگا کہ اے یاران فوج صبر کرو اور ذرا مردانگی کو کام فرماؤ ادہر سے سپاہ مختار میں بھی ہر طرف یہ صدا بلند تھی کہ اے طالبان خون حسینؑ آج کا دن جوہر مردانگی دکھانے کا ہے لہذا کوشش کرو اور آل محمدؐ پر اپنی جان نثار کردو اور اسکے بعد اسروز سخت لڑائی ہوئی جب مصعب نے معرکہ کارزار کو سخت گرم دیکھا تو اس نے محمد ابن اشعث کو ڈانٹ کر کہا کہ اے نامرد میں تو یہ جنگ تیری وجہ سے کرتا ہوں اور تو گروہ میں چھپا ہوا کھڑا ہی تو میدان میں کس لئے نہیں جاتا ہے مصعب کے اس غیرت دلانے پر محمد اشعث اور عمر ابن حجاج یہ دونو ملعون بھی میدان میں پہنچے اور انہوں نے بھی لڑنا شروع کردیا اسوقت ان دونونکے ہمراہ پانسو آدمی تھے اور یہ سب خاندان نبوت کے قطعی دشمن تھے احمر شمیط کی نظر بھی محمد ابن اشعث کے علم پر پڑی تو اسنے یہ ارادہ کیا کہ اسکے محاربہ کے واسطے خود روانہ ہو لیکن عبداللہ کامل نے کہا اے امیر مجکو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے چنانچہ عبداللہ کامل نے گھوڑا بڑھاکر محمد ابن اشعث کے برابر پہنچا اور اس سے کہا کہ اے ملعون تمام دنیا کے عیب تیری ذات میں موجود ہیں کوئی بھی فعل بد ایسا نہیں جو تجھ میں نہو۔ شراب کا پینا زنا کا کرنا مسلمانوں کی خونریزی پر آمادہ رہنا تیرا خاصہ ہی حتّٰی کہ فرزند رسول جگر گوشہ بتولؑ کو تو نے ذبح کرادیا کیا اب بھی توبہ نہیں کرتا خدا سے ڈر اور اس دنیائے چند روزہ پر غرہ نکر عنقریب موت تیرے سر پر آنیوالی ہی ابن اشعث حرامزادے نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں فرزند پیغمبرؐ اور ابوتراب کے قتل کو ثواب جانتا ہوں اور اجر کا امیدوار ہوں جسوقت عبداللہ کامل نے اس ملعونکی زبان سے یہ کلمہ سنا تو نہایت ہی سخت غصہ میں آیا اور تمام بدن میں رعشہ پڑگیا اور اس ملعون سے یہ کہکر کہ ہشیار ہو ایک ایسی ضرب شمشیر آبدار اسکے سر پر لگائی کہ اس کا نصف خسارہ کٹکر لٹکنے لگا اسوقت محمد ابن اشعث نے اس کے جواب میں چاہا کہ خود عبداللہ کامل پر تلوار کا وار کرے لیکن ہمت جواب دے چکی تھی آخر ابن اشعث عبداللہ کامل کے سامنے سے بھاگ

گیا پھر عبداللہ کامل نے اس ملعون کے ہمراہیوں پر حملہ کیا چنانچہ ابن اشعث کے رفقا میں سے بیس آدمی اس کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور پچاس آدمی اس نے زندہ گرفتار کر لیے اور ابن اشعث اندھا اور زخمی ہو کر چلا گیا مختار کی فوج میں اس فتح پر تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں مہلب نے جب یہ دیکھا کہ محمد ابن اشعث کو شکست فاش ہوئی تو وہ خود اپنے گروہ اور عمر ابن عبداللہ اور احنف کو ساتھ لیکر وارد میدان کارزار ہوا عرصۂ نبرد میں پہنچکر اس نے طبل جنگ بجانے کا حکم دیا احمر شمیط نے یہ حال دیکھکر اپنی سواری طلب کی اسوقت عبداللہ کامل نے احمر شمیط سے یہ کہکر عرض کیا کہ تم اس جگہ نہایت استقلال کے ساتھ مقیم رہو اور میں جا کر اس فوج سے مقابلہ کرتا ہوں احمر شمیط نے کہا کہ اس موقع پر میدان جنگ میں میرا جانا ضروری ہے اگر اس جنگ میں مجھ سے کوئی کام بن آیا تو سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہے اور اگر میں شہید ہو گیا تو ہو المراد میری دلی یہی تمنا ہے سعادت ابدی حاصل کرونگا تم سب کے سب سیدھے مختار کے پاس چلے جانا اور جو کچھ تمہاری نظر سے گذرا ہے اسکو مفصل بیان کر دینا یہ کہکر احمر شمیط نے بے خوف و خطر مہلب کے مقابلہ کے لئے اپنا گھوڑا بڑھایا اور اس پر بڑے زور شور سے حملہ کیا اور ایک لمحہ میں مہلب کی فوج کو درہم و برہم کر دیا آخر اسکی فوج کو شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ نکلی احمر شمیط نے انکا تعاقب کیا کفورین میں سے جو ملگیا اسکو قتل کیا یہاں تک کہ مہلب نے احمر شمیط کے حملہ کی جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنی کل فوج سے احمر شمیط پر حملہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہونے لگی اسوقت سپاہ عراق نے ایسی بہادری اور مردانگی دکھائی کہ قریب تھا لشکر شام کو شکست فاش ہو جائے ناگاہ اس عرصہ میں ایک تیر سہ پہلو کسی شامی نے احمر ابن شمیط کی پیشانی پر مارا احمر شمیط نے اُف تک بھی نہ کی اور کمال استقلال کے ساتھ تیر کو اپنی پیشانی سے کھینچ لیا لیکن اسکا پھل کسیطرح سے نہ نکلا اور پیشانی میں ٹوٹ کر رہگیا احمر شمیط میدان جنگ سے واپس آیا اور اپنی فوج میں پہنچکر اس نے عبداللہ کامل کو بلایا اور اس سے یہ کہنے لگا کہ اے برادر میں اس زخم تیر سے ہرگز جانبر نہ ہونگا اور کوئی گھڑی کا مہمان ہوں لہذا تجھ سے رخصت ہوتا ہوں اگر تجھ سے ممکن ہو تو غنیم سے جنگ کرنا ورنہ مختار

کے پاس لوٹ جانا اور اس سے میرا سلام عرض کر دینا اور پھر کربلا میں جاکر میرا سلام روضۂ اقدس جناب
امام حسین علیہ السلام میں عرض کرنا اور یہ گواہی دے دینا کہ احمر ابن شمیط نے مرتے وقت یہ اقرار ہمارے
سامنے کیا تھا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ واشہد ان علیاً
ولی اللہ یہ کہتے ہی احمر شمیط کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا یہ دیکھتے ہی عبداللہ کامل
کمال غیظ و غضب میں آیا علم احمر شمیط اپنے ہاتھ میں لیکر وارد عرصۂ قتال ہوا مہلب نے جب عبداللہ
کامل کو اسطرح میدان میں آتے ہوئے دیکھا تو اسنے پکار کر یہ آواز دی کہ اے اہل عراق تمہارا افسر
و سردار تو مارا گیا اب کس لئے لڑتے ہو میدان جنگ کو خالی کرو عبداللہ کامل نے اپنے ہمراہیوں سے
کہا کہ اے مومنین پاک نہاد آج کے روز اپنے نام اور ننگ و ناموس کے قائم رکھنے میں زیادہ سعی
کرو اگر خدا نے آبرو رکھ لی تو پھر کچھ پروا نہیں موت ایک روز سب کو کھا جائیگی اس سے کسیکو مفر
نہیں مرنا برحق ہے لہذا اس سے بہتر اور کیا ہے کہ ابدی زندگانی پائیں آج کے روز ہم سب اپنی
جانیں آل رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کردیں مصعب نے جب یہ حال دیکھا کہ
فوج عراق میدان سے کسی طرح نہیں ٹلتی تو اس نے عباد بن حصین کو حکم دیا کہ تو کل فوج شام
کو لیکر ان پر حملہ کر اور میں اپنے لوگوں کے ساتھ ایک طرف سے ان پر حملہ آور ہونگا چنانچہ اس مشورہ
کے بموجب ایک دفعہ ہی دونو طرف سے مصعب کی فوج نے حملہ کیا اور احمر شمیط کی فوج کو بیچ میں
گھیر لیا لشکر عراق نے جب لشکر غنیم کی اسقدر سخت حملہ آوری دیکھی تو اسکے پاؤں بے اختیار میدان
معرکہ سے اکھڑ گئے اور ان کو شکست فاش ہوئی لیکن مصعب نے ان کا تعاقب نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ مجکو
ان لوگوں سے کچھ سروکار نہیں خیر بہر حال عبداللہ کامل مع اپنی فوج شکست خوردہ کے کوفہ
میں پہنچا اور جو کچھ واقعہ گذرا تھا وہ مفصل مختار سے بیان کیا اور اسطرف مصعب بن زبیر کوفہ
کی طرف روانہ ہوا جس وقت مختار رح کو مصعب کے کوفہ کی طرف آنے کی خبر ملی تو وہ اسکے مقابلہ کے
واسطے کوفہ سے باہر نکلکر مقیم ہوا لیکن جب اہل کوفہ کو یہ معلوم ہوا کہ احمر شمیط نے شہادت پائی
اور اسکے ساتھ جو فوج مختار نے مصعب کے مقابلہ میں بھیجی تھی اسکو مصعب نے شکست فاش دی

تو یہ لوگ نہایت بددل ہو گئے اور تیاریٔ جنگ میں غفلت اور سستی کرنے لگے آخر مختار نے اکثر اپنے سرداران لشکر عراق کی طرف متوجہ ہو کر یہ خطاب کیا کہ اے دیندارو تم کو میدان جنگ میں کاہلی اور سستی نکرنی چاہیئے اور خوب سمجھ لو کہ ہم تم جیسے ہزارہا بندگان خدا جو بڑے بڑے بہادر اور نامور تھے راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کر گئے ان کے نشان باقی نہیں رہے مگر تا قیام قیامت ان کے نام باقی رہیں گے ایک روز ہم سب کے لئے موت آنے والی ہے اب مصعب کوفہ کے قریب پہنچ چکا ہے پس تم کو بالاتفاق یہ مناسب ہے کہ اس کا علاج کرو اور مردانگی اور دلاوری کے جوہر دکھانے کا یہی موقع ہے مختار کی اس تقریر پر وہ سب لوگ کہنے لگے کہ اے امیر خدا وہ دن نہ کرے کہ ہم تیری تدابیر کے انصرام میں کوئی غفلت یا سستی کریں ہم سب طرح سے جنگ کے واسطے تیار ہیں اس جواب پر مختار نے ان کو بہت تحسین و آفرین کی اور یہ کہا کہ بس تم سب لوگ لڑائی کے واسطے مستعد ہو جاؤ اس عرصہ میں مصعب نے ایک مراسلہ مختار کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ تو یہ خوب جانتا ہے کہ تو نے جو کچھ ابتک کیا وہ اچھا نہیں کیا اور امام وقت پر خروج کرنا کفر ہے پس تیرے واسطے یہ بہتر اور مناسب ہے کہ اس کفر سے توبہ کر اور ایسی باتوں سے اب بھی باز آ اور اگر تیری یہ خواہش ہو کہ میں تجھکو کوفہ کی امارت عطا کر دوں اور میں یہ خوب جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ تو نے کیا ہے صرف حکومت اور فرماں روائی کے واسطے کیا ہے پس اگر تو نے میری اس تحریر پر عمل کیا تو بے شک جو کچھ میں نے لکھا ہے میں بھی اس کے موافق کاربند ہوں گا ورنہ حرب و پیکار کے لئے مستعد ہو جاؤ اور میں جو یہاں آیا ہوں تو اس لئے نہیں آیا کہ تو میرے ہاتھ سے زندہ نکل جائے کیونکہ میرے ساتھ عزت دار بڑے بڑے سرداران عرب ہیں اور یہ مراسلہ جو میں نے لکھا ہے اس کا یہ سبب ہے کہ مجھکو تجھ سے ایک قسم کی محبت ہے والسلام جب یہ نامہ مختار کے پاس پہنچا تو اس نے اول سے آخر تک اسکو پڑھا اور پھر اپنے سرداروں سے اس بارہ میں مشورہ کیا کہ تم سب کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے سب نے کہا کہ ہم سب مصعب پر لعنت بھیجتے ہیں پس اسیوقت مصعب کے سفیر کو یہ

جواب دیکر واپس روانہ کیا کہ اے ملعون لعنت خدا تجھپر اور تیری امام پر جس کی امامت کا تجکو اعتقاد ہے اور تو
اسی شخص زبیر کا بیٹا ہے کہ جس نے اس بصرہ کے دروازے پر امیرالمومنین علیہ السلام سے جنگ جمل
کی تھی اور اب تو ان کے محبوں اور شیعوں سے مقابلہ کرنے کے واسطے آیا ہے اس لئے امر قبیح کا
ارتکاب تم جیسے شیاطین الانس سے کوئی محل تعجب نہیں ہے کیونکہ تم لوگوں نے دین کو دنیا کی عوض
فروخت کرڈالا ہے اور آخرت کی تم کو کچھ بھی پروا نہیں ہے اور باوصف ان شیطنتوں کے تم لوگ اپنے
کو مسلمان کہتے ہو حشر کا روز نزدیک ہے اس دن تم لوگ خدا اور اس کے رسول کو اپنی اسم مزدگی
کا کیا جواب دوگے کہ دراصل بموجب حکم خدا ورسول امامت حضرت امیرالمومنین علیؑ اور ان کی فرزندوں کا
حق ہے مگر تم نے دشمن خدا کو اپنا امام بنا رکھا ہے اور یہ امر سراسر حکم وہدایت پیغمبرؐ کے خلاف ہے پس
قیامت کے روز اپنی ان شقاوتوں کا کیا جواب دوگے لعنت خدا تجھپر اور تیرے تابعین پر ہو والسلام
چنانچہ سفیر مصعب اُس پیام کو لیکر مصعب کے پاس آیا اور تمام ماجرا گذشتہ اس سے بیان کیا جب
مصعب کو اس جواب سے اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور اس نے جنگ مختار کا مصمم
ارادہ کرلیا اور ادہر سے مختار نامدار بھی بیس ہزار سوار جرار لیکر اپنے مقام سے روانہ ہوا اور ایک مقام
پر کہ اسکو اُسلحہ کہتے تھے خیمہ زن ہوا اور صرف ایک روز وہاں قیام کیا اور دوسرے دن وہاں سے
کوچ کرکے مقام حروری میں اپنے لشکر کو اُتار آمختار اور محمد ابن سعد حذیفہ الیمانی میں باہم عرصہ
سے بہت بڑی دوستی تھی اس سے مختار نے کہا کہ اے برادر مصعب بن زبیر سے ہم کو
مقابلہ کرنے میں یہانتک کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ قتل ہو جائے پھر شام میں سوائے مروان کے
ہمارا کوئی دشمن باقی نہ رہیگا سوائے اہل شام کی تمام ملک اسلام میں سکا کوئی دوست اور ہوا خواہ نہیں
ہے یہ سنکر محمد سعد نے مختار کو جوابدیا کہ یا امیر انشا اللہ اگر خدا کو منظور ہے تو ایسا ہی ہوگا پس
جب مصعب کو یہ امر ثابت ہو گیا کہ مختار ضرور مجھ سے مقابلہ کریگا تو اس نے اپنے ایک سردار
عباد حصلین کو بلایا اور اس سے یہ کہا کہ تو یہ قرآن لشکر مختار میں لے جا اور اہل کوفہ جو اس کے
شریک ہیں انکو اس قرآن اور رسول کا واسطہ دیکر خوف دلاکر اپنی طرف دعوت کر شاید

لوگ توبہ کرکے مختار سے برگشتہ ہوجائیں اور راہ راست پر آجائیں چنانچہ عباد اسیوقت قرآن کو لیکر قلب لشکر مختار میں جاکر کھڑا ہوا اور اس نے سب کوفیوں کو مخاطب کرکے یہ آواز دی کہ اے اہل کوفہ میں تم لوگوں کو اس کتاب خدا کی طرف بلاتا ہوں اور یہ ہدایت کرتا ہوں کہ خاندان زبیر کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو اور اگر زبیر کے علم کی اطاعت نکرو گے تو دونو جہان میں تباہ ہوگے یہ سنکر مختار نے آواز دی کہ اے ملعون اس زبیر زادہ پر ہمیشہ خدا کی لعنت ہو تجکو مطلق شرم نہ آئی جو یہ کلام تیرے منہ سے نکلا کہ فرزند پیغمبر خدا کو چھوڑ دو اور شیطان کی متابعت اختیار کرو اور جبکہ زبیر منافق کا ناخلف خدا اور رسول کو ہی نہیں جانتا تو وہ پھر بندگان خدا کو کتاب خدا و سنت رسول کی طرف کیا دعوت کرسکتا ہے خدا کی قسم میں نے تجھپر بہت رحم کیا کہ تجکو قتل نکیا ورنہ میں تجکو اسیوقت قتل کرڈالتا جب اس ملعون نے مختار کا یہ جواب سنا تو ڈر کر اپنے لشکر میں واپس چلا گیا اور مصعب سے یہ کہا کہ میں نے ہر چند ان کو کتاب خدا اور سنت رسول کی طرف بلایا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ سخت جوابات دیئے خلاصہ یہ کہ مصعب نے اس جواب سے آگاہ ہوکر حرب پر آمادگی ظاہر کی اور لڑائی کی تیاری میں مصروف ہوا اور اپنے لوگوں کو بہت کچھ تشفی اور تسلی دی مختار کو بھی مصعب کی اس تیاری کی اطلاع ہوئی اور اُسنے اسیوقت محمد ابن سعد کو بلا کر یہ کہا کہ اے برادر میرا ارادہ ہے کہ مہلب کو حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کی طرف دعوت کروں پس اگر اس نے میری اس درخواست کو قبول کیا اور ہمارے شریک ہوگیا تو ہمارے سب کام درست ہوجائینگے محمد ابن سعد نے کہا کہ اس میں شک نہیں اگر مہلب نے تمہاری اس درخواست کو قبول کرلیا تو ہمارے واسطے نہایت ہی مفید ہوگا مختار نے محمد ابن سعد سے کہا کہ بھلا آزمانا تو چاہیئے پس اسیوقت دوات قلم اور کاغذ طلب کرکے اس مضمون کا ایک خط مہلب کے نام بھیجا کہ مہلب تم کو معلوم ہے کہ جو لوگ عقیل اور اہل خرد ہوتے ہیں وہ سب کو عزیز ہوتے ہیں اور صاحبان فہم و فراست نصائح اور مواعظ سے جلد منتفع ہوتے ہیں اور میں یہ جانتا ہوں کہ تو خاندان نبوت اور آل رسول کا محب اور دوست ہی اور یہ بھی تجکو بخوبی معلوم ہی کہ میں نے جو کچھ اسوقت تک کیا ہی وہ صرف

بپاس خاطر اہلبیتؑ رسولؐ کیا ہے اور اسوقت امام برحق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں اگر تو میری نصیحت کو پذیرا کرنا چاہتا ہی تو فوراً وہاں سے اُٹھکر میری لشکر میں چلا آ کہ ہم دونو متفق ہوکر اس دین مبین کو تقویت دیں اور چونکہ میں تیرے حال سے خوب واقف تھا اسلئے یہ مراسلہ تیرے پاس بھیجتا ہوں میں تجکو یقین اور اُمید دلاتا ہوں کہ اگر تو ہمارے پاس لشکر مصعب سے اُٹھکر چلا آئیگا اور ہماری شرکت اختیار کریگا تو میں بصرہ اور کرمان اور خراسان کی حکومت تیرے حوالہ کر دونگا اور اس سی علاوہ اور کوئی ذریعہ بہبودی دین و دنیا کے لئے نہیں والسلام مختار نے یہ خط ایک نابینا کی ہاتھ میں دیکر اسکو حکم دیا کہ تو یہ خط مہلب کو پہنچا دے اور جو کچھ وہ جواب دے وہ میرے پاس لے آ میں اسکے صلہ میں ہزار دینار تجکو عطا کرونگا چنانچہ مراسلہ مذکور کو وہ نابینا لیکر مہلب کے لشکر کو روانہ ہوا اور جب اسکی فوج میں وہ پہنچا تو تمام لشکر میں روتا پھرتا تھا غرضکہ وہ اسیصورت سے مہلب کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچا۔

مہلب کے نوکر اور ملازم جو دروازہ پر موجود تھے انسے کہنے لگا میری ایک سرگذشت ہے جسکو میں امیر سے عرض کرنا چاہتا ہوں مہلب نے جب اسکی آواز سُنی تو پہچانکر خود خیمہ سی باہر نکل آیا اور اس نابینا کو اپنے سامنے بلایا اور مختار کا خط اس سی لیکر اسکو اول سی آخر تک پڑھا اور پھر اس اندھے سے یہ کہنے لگا کہ اے اندھے تو نے اپنی نفس پر بڑا ظلم کیا پھر مختار کو یہ جواب لکھا کہ تیرا خط موصول ہوا اور جو کچھ اسمیں لکھا تھا میں نے اطلاع پائی تو نے جو یہ لکھا ہے کہ تو ہمارے پاس چلا آ یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ بدون موجودگی امام کے تمہارے پاس چلا آؤں تاکہ وہ احکام جنگ نافذ کرے اور لڑائی کے واسطے آمادہ ہو اگر کوئی امام وقت موجود ہوتا تو میں ضرور مصعب کی رفاقت ترک کرکے تمہارے پاس چلا آتا اسکے علاوہ جس شخص کا کہ میں نے نمک کھایا ہی اس سے مخالفت اور اسکے معاملات میں خیانت کسی طرح پر نہیں کرسکتا۔

والسلام جب مختار اس جواب مہلب سی مطلع ہوا تو محمد ابن سعد نے اس سے کہا کہ یا امیر میں نے نہیں کہا تھا کہ مہلب ہرگز اطاعت نکریگا اسوقت مختار نے اسکو جواب دیا کہ خیر سب سے بڑی آسان بات تو یہ ہی کہ تم کو میری یاری اور مدد کرنی چاہئیے اور اسصورت میں یقین ہی کہ مہلب ہمارے ہاتھ سے ضرور قتل ہوگا محمد ابن سعد نے پھر مختار سے دریافت کیا کہ وہ کیا تدبیر ہے جس سے مہلب یا مصعب

ہلاک ہو اسوقت مختار نے محمد ابن اسعد سے کہا کہ تم ایک تھوڑی دیر کیواسطے میرے پاس بیٹھ جاؤ میں اسوقت بظاہر تم سے سخت کلامی سے پیش آؤنگا اور یہ کہونگا کہ تمکو اسیوقت مصعب سے جنگ لیو جانا فرض ہے تم اس گفتگو کو سنکر غضبناک ہوکر میرے پاس سے اٹھ جانا اور کوفہ میں فوراً چلے جانا پس جاسوس مصعب کو بھی یہ خبر ضرور ہی پہنچا دینگے اور وہ یقیناً مہلب کو تیرے پاس بھیجیگا مگر تو اسوقت تک اسکو لیت و لعل میں رکھنا کہ ادھر سے میں بھی تیرے پاس پہنچ جاؤں اور اسکو آگھیروں چنانچہ مختار کے اس حکم کی تعمیل محمد ابن اسعد نے فوراً اسیطرح پر کی کہ جو اسکی فوج مختار کے لشکر میں شامل تھی علیحدہ کرکے نقارہ کوچ کا بجاتا ہوا کوفہ کو چل دیا لڑائی موقوف رہی مختار غضبناک ہوکر بیٹھ رہا جاسوسوں نے مصعب کو بھی اس امر کی اطلاع دی کہ محمد ابن اسعد اسطرح ناراض ہوکر مختار کے پاس سے علیحدہ ہو گیا اور کوفہ کو چلا گیا مصعب نے اسیوقت مہلب کو بلاکر اس واقعہ کی خبر دی اور یہ بھی کہا کہ آجکل مختار کا اقبال برگشتہ ہو رہا ہے سنا ہے کہ انہوں نے محمد ابن اسعد کو ناراض کردیا اور وہ نہایت غصہ اور طیش میں آکر مختار کے لشکر سے علیحدہ ہوکر کوفہ کو چلا گیا اب تجکو یہ مناسب ہے اور مصلحت وقت بھی یہی ہے کہ اپنی فوج کو لیکر اسکے تعاقب میں جا اور اسکو قتل کر مہلب نے مصعب کی اس گفتگو کو سنکر سر جھکا لیا اور دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے مصعب کو یہ جواب دیا کہ اے امیر میری رائے میں تو دشمنوں کی یہ ایک چالبازی معلوم ہوتی ہے اور شاید اس کارروائی میں کوئی فریب انہوں نے کیا ہو بہتر یہ ہے کہ اس کام کیواسطے کسی دوسرے شخص کو روانہ کیا جائے چنانچہ مصعب نے ربیعہ بن خذیمہ کو بلایا اور یہ ملعون قاطبتاً آل رسولِ خدا کا دشمن تھا بہرحال مصعب اس ملعون سے کہنے لگا کہ اے برادر میں تجھ سے ایک کار اہم لینا چاہتا ہوں اسکا سرانجام تمہارے ہاتھ میں ہے ربیعہ ملعون نے مصعب کو جواب دیا کہ میں ہر طرح آپکا تابع فرمان ہوں جو حکم ہوگا فوراً بجا لاؤں گا۔

یہ جواب سنکر مصعب نے ربیعہ سے کہا کہ تو نے بھی سنا ہوگا کہ محمد ابن اسعد اور مختار کے مابین دشمنی اور فساد ہو گیا ہے اور اسوقت محمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کو واپس جاتا ہے پس تیرا یہ کام ہے کہ تو ابھی محمد ابن سعد کے تعاقب میں یہاں سے روانہ ہو جا اور راہ میں کسی موقع پر

جس طرح ممکن ہو اسکا سر کاٹ کر لے آ ربیعہ نے مصعب کا یہ حکم سُنکر کہا کہ میں اسی وقت یہاں سے روانہ ہوتا ہوں اور اس کا سر تمہارے پاس لاتا ہوں یہ ملعون اتنا کہکر اپنے پانچہزار سوار کی جمعیت سے محمد ابن اسعد کے تعاقب میں روانہ ہوا ادہر مختار نامدار کے جاسوس جو خاص اس کام کے واسطے مقرر تھے اُنھوں نے مختار کو یہ اطلاع دی کہ یا امیر لشکر مصعب سے ربیعہ بن خذیمہ پانچہزار فوج اپنے ہمراہ لیکر محمد ابن سعد کے تعاقب میں روانہ ہوا ہے یہ خبر سُنکر مختار اپنے رُفقا کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اے مومنان پاک نہاد اب تم کو ایسی تدبیر اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ان ملعونوں میں سے ایک شخص بھی زندہ بچکر نجانے پائے مالک ابن عمر کو حکم دیا کہ جب تک میں واپس آؤں تو میری جگہ اس مقام پر قیام کر اور خود مختار ایکہزار سوار چیدہ و جرّار کو اپنے ساتھ لیکر ربیعہ ملعون کے تعاقب میں روانہ ہوا اور محمد ابن اسعد کوفہ کے دروازہ تک پہنچ گیا تھا اس نے اپنے رفقا اور سرداران فوج سے ربیعہ کی آمد پر یہ کہدیا تھا کہ تم لوگ خاطر جمع رکھو مختار نامدار ضرور عنقریب ہماری مدد کو آتا ہے خلاصہ یہ کہ ربیعہ جب محمد ابن اسعد کے قریب پہنچا تو اسوقت محمد ابن اسعد نے ایک سوار اسکے پاس بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ اے ربیعہ تو یہاں کس ضرورت اور غرض سے آیا ہے اور تیرے یہاں اسطرح آنے کا کیا مطلب ہے ربیعہ نے کہا کہ میں سوقت یہاں صرف اسلیئے آیا ہوں کہ تم سب کو قتل کروں اور تمہارے سر کاٹ ڈالوں محمد ابن اسعد ابھی اسی گفتگو میں تھا کہ دور سے مختار کے لشکر کے نشان دکھائی دئیے بس وہ سمجھ گیا کہ مختار ربیعہ کو مقابلہ کیواسطے آپہنچا یہ حال دیکھکر وہ خود بھی لوٹ پڑا اور ان ملعونوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ ہاں اے ملاعنہ تمہاری کیا مجال ہے کہ ہمارے سر و پر نظر ڈال سکو اور اسکے بعد نعرہ مارکر اپنے رفقا سے کہا کہ ان نامردوں کو ذرا اپنی تک آنے دو رفقائے محمد ابن اسعد مختار کی آمد سے نہایت خوش و خورم ہوئے اور ربیعہ کے لشکر میں بڑی گھبراہٹ اور پریشانی پھیلگئی پر ربیعہ اور اسکے ہمراہیوں کو یہ گمان تھا کہ مصعب نے ہماری مدد کیواسطے یہ فوج بھیجی ہے اسکی خبر نہ تھی کہ یہ خود مختار آیا ہے اس عرصہ میں لڑائی شروع ہوگئی تھی اور جب ربیعہ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ مختار اپنے لشکر کے ساتھ آیا ہے تو اسکے ہوش جاتے رہے اسطرف سے محمد ابن اسعد

ساتھیوں نے نیزے اٹھا اٹھا کر ربیعہ اور اُسکے لشکر کو بیچ میں گھیر لیا اور آخر یہ کہ اسکے ساتھ جسقدر
آدمی تھے وہ سب قتل ہو گئے اور ربیعہ کا سر بھی کاٹ لیا گیا جب مصعب کو یہ خبر پہنچی کہ اُس
چالاکی سے ربیعہ اور اس کی تمام و کمال فوج قتل کر دیگئی تو زمانہ اسکی آنکھوں میں سیاہ ہو گیا اور اُسکے
حواس جاتے رہے ادہر مختار اس رات کو مع اپنی فوج و لشکر کے مظفر و منصور غنیمت بشمار لیکے
ساتھ اپنے قیامگاہ کو واپس آیا مہلب مصعب کے پاس آیا اور اُسنے یہ کہنے لگا کہ یا امیر بجز صبر کے
اور کیا ہو سکتا ہے مجکو یہی خیال تھا میں اسلوجہ سے نہیں گیا تھا یہ سُنکر مصعب نے کہا کہ میں اسوقت
سے کوئی کام بغیر تیرے مشورہ اور صلاح کے نکرونگا بہرحال اس رنج و ملال اور ربیعہ کے قتل ہوجانے
کے باعث مصعب نے صف آرائی نہ کی مگر دونوں لشکروں کی طرف سے طلایہ کے واسطے لوگ مقرر
کر دیے گئے اتفاق سے ان دونوں طلایوں کا مقابلہ ہو گیا اور آخر مصعب کے طلایہ کو شکست ہوئی اور
افسر کو گرفتار کرکے مختار کے پاس لے آئے مختار نے اُسسے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اُسنے کہا مجکو شہریار کہتے
ہیں مختار نے پوچھا کہ انکے لشکر میں تو کیونکر آیا تھا جوابدیا کہ مہلب کی محبت اور ملاقات کے باعث
ملک فارس سے اسکے ہمراہ یہاں چلا آیا تھا پھر مختار نے دریافت کیا کہ تیرا امام کون ہے اُسنے جوابدیا
کہ عبداللہ ابن زبیر میرا امام ہے مختار نے یہ جواب اس شخص کا سُنکر اُس سے کہا کہ تجھپر اور ابن زبیر
پر خدا کی لعنت ہو پھر اپنے دل میں سوچا کہ اسکا اس جگہ قتل کرنا مناسب نہیں اسکی طرف مخاطب
ہو کر کہا کہ اے شخص تجکو آزاد کیا جاتا ہے اور یہ تجھکو اختیار ہے کہ خواہ تو ہم لوگونکی ہمراہی میں قیام کر اور
یہاں سے کسی طرف چلا جا تو اس شخص نے جوابدیا کہ میں نہ تمہارے پاس رہونگا اور نہ لشکر مہلب میں
جاؤنگا اب مجھے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے سیدھا کوفہ کو چلا جاؤں کیونکہ میں نے
ان لوگوں کا نمک کھایا ہے اگر یہاں رہونگا تو ضرور ان سے ہنگامہ اور مقابلہ کرنا پڑیگا اور یہ بات
مناسب نہیں اب میں کوفہ کو جاتا ہوں تاکہ دونوں کی شکایت سے بری رہوں مختار نے یہ سُنکر اُسسے
کہا کہ تجھکو اختیار ہے جہاں جی چاہے چلا جا پس شہریار بہت خوش ہوا اور فوراً امیر کو سلام کرکے
دروازہ کے باہر آیا تھوڑی ہی دور باہر نکلا ہوگا کہ امیر مختار نے حکمدیا کہ اسکو قتل کر دیا جائے کہتے ہیں

جس شب شہریار گرفتار ہوا تھا تو مہلب نہایت غمگین اور آزردہ تھا آخر اُسنے اپنے بھائی ابو جعفر کو بانفسہ
سپاہیوں کے ہمراہ طلایہ کو روانہ کیا کیونکہ اسکو مختار سے نہایت خوف تھا اور اسنے ابو جعفر کو یہ ہدایت
کردی تھی کہ اے برادر اپنی فوج کی جسقدر رستہ ہیں ان سب کی کامل طور سے نگرانی کرنا الغرض اس رات میں مختار
اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اُسکے گرد و پیش محمد ابن سعد اور قدامہ وغیرہ سردار موجود تھے اور معاملات
جنگ کی بابت ان سب میں باہم مشورہ ہو رہا تھا بہرحال دوسرے روز مصعب چوبیس ہزار فوج کی
جمعیت سے طبل جنگ بجاتا ہوا میدان کارزار میں صف آرا ہوا اور عرصۂ نبرد میں اُسنے اپنا نشان کھڑا
کردیا اسطرف سے مختار بھی اپنی فوج کے ساتھ اسکے مقابلہ میں ستادہ ہوا اور مہلب بھی اپنی جمعیت کے ہمراہ
فوج مصعب سے علیحدہ فاصلہ پر صف آرا کھڑا ہوا تھا اور وہ لڑائی میں نہیں آتا تھا کہ اتنے میں محمد اشعث
پلید ستمگر کے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دونوں فوجوں کے درمیان آکھڑا ہوا اور باواز بلند کہنے لگا کہ اے اہل عراق
جس کا جی چاہے اسوقت میرے مقابلہ کیواسطے آئے کہ میں لڑنے کیلئے آیا ہوں یہ آواز سُنکر ایک سردار
عراق سعد بن قیس ہمدانی مقابلہ کیواسطے اپنی صف سے آگے بڑھا اور محمد اشعث کے ایکسو دس آدمی قتل ہوئے
کہتے ہیں کہ محمد ابن اشعث کا ایک غلام جو نہایت خوبصورت تھا اور اسکے علاوہ بڑا دلیر اور مرد جنگ آزما تھا
اسکو محمد اشعث نے اپنے ہتھیار اور لباس دیکر اور یہ کہکر لڑنے کیواسطے بھیجا کہ اپنا نام لیکر اہل عراق سے
مقابلہ کر اسوقت مختار کی فوج نے یقین کیا کہ یہ شخص محمد اشعث ہے اور اُسپر لعنت کی پکار ہونے لگی بہرحال
غلام نے اسوقت مبارز طلبی کی اور یہ پکار کر کہا کہ کون بہادر ہے جو میرے مقابلہ کو آئے یہ آواز سُنکر
ایک فرد شیعہ اس ناپاک کے مقابلہ کیواسطے نکلا اسکا نام جعفر بن قیس تھا اور یہ شخص محمد اشعث کا بہت
سخت دشمن تھا چنانچہ اسیوقت اس غلام کے قریب پہنچکر یہ کہا کہ اے قاتل امام حسینؑ اس وار کو تو روک
اور ہشیار رہ جا اسکے بعد ان دونوں میں تلوار چلنے لگی آخر بڑی سخت لڑائی کے بعد اس غلام ملعون نے جعفر
بن قیس کو شہید کردیا سعد ابن قیس اس شہید کے بھائی نے جب دیکھا کہ جعفر بن قیس شہید ہوگیا تو
میدان میں پہنچکر ایک تلوار ایسی اس ملعون کے لگائی کہ فوراً واصل جہنم ہوگیا پہلے تو لشکر عراق
نے یہ سمجھا تھا کہ یہ خود ابن اشعث ملعون ہے لیکن جب سعد بن قیس میدان معرکہ سے

اسکو قتل کر کے واپس آیا تو اس نے اہل لشکر کو مطلع کیا کہ یہ مقتول محمد اشعث کا غلام تھا آخر مختار کے رفقا نے ابن اشعث کو گھیر لیا اور اُسپر حملہ کرنا شروع کیا ادہر مصعب نے اپنی فوج کو حملہ کرنیکا حکم دیا اور دونو فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی یہانتک کہ باہم ملگئیں اور بڑے زور شور سے تلوار چلی خلاصہ یہ شام تک اسیطرح لڑائی ہوتی رہی لیکن کسیکو فتح نصیب نہوئی آخر طبل باز گشت بجایا گیا اور دونو فوجیں علیحدہ ہوکر اپنے اپنے قیامگاہ کو چلی گئیں اور حسب معمول طلایہ کیلئے دونو لشکروں سے لوگ مقرر کئے گئے اُسوقت مختار نے اپنے رفقا کی جانب متوجہ ہوکر یہ کہا کہ اے یارو ابن اشعث اور عمر ابن الحجاج اگر میرے ہاتھ سے قتل ہو جائیں تو پھر میرے دل میں کوئی آرزو اور تمنا نرہیگی اب مجکو اتنی ہی زندگی اور درکار ہے کہ یہ دونو ملعون مارے جائیں دوسرے روز پھر طبل جنگ دونو لشکروں مین بجا اور دونو فوجیں بصد طمطراق میدان میں صف آرا ہوئیں بعد آراستگی صفوف کے مصعب کے لشکر سے ایک سوار نکلا اور اُس نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا چنانچہ عامر بن حسام اسطرف سے مقابلہ کیلئے گیا اور آپس میں خوب ردوبدل ہوئی آخر اس سوار نے عامر کو ایک ایسی تلوار لگائی کہ وہ مومن پاک اُسیوقت داخل بہشت ہوا اس شخص کے قتل ہونے سے فوج مختار کچھ بددل ہوگئی محمد بن اسعد نے یہ حال دیکھکر خود میدان کارزار کا ارادہ کیا اور گھوڑا بڑھا کر اس سوار کو ڈانٹا تو اس وقت اس سوار نے یہ جواب دیا کہ اس قدر تیزی اور تُندی نکرنی چاہیئے جب محمد ابن اسعد نے یہ کلمہ اس سوار سے سُنا تو یقین کر لیا اور معلوم ہوا کہ شمر ابن حجاج ہے اُسوقت محمد اسعد نے کہا کہ اہا معلوم ہوا تو ہی ہے کہ بیہودہ بکواس کرتا ہے پس یہ کہکر اس پر حملہ کیا اور باہم تلوار چلنے لگی بڑی دیر تک اسیطرح شمشیر زنی ہوتی رہی آخر محمد ابن اسعد نے موقع پاکر اپنی شمشیر عدو سوز اُٹھائی اور یہ نعرہ مار کر کہ یا محمدؐ ویا علیؑ مدد ایک ایسا ہاتھ اسکے سر پر لگایا کہ اس کے سینہ تک اُتر آیا فوراً گھوڑے سے گر کر جہنم واصل ہوا محمد ابن اسعد نے اسی وقت اس کا سر گھوڑے سے اُتر کر کاٹ لیا اور خدا کا شکر ادا کرنے کے بعد اسکے سر ناپاک کو مختار کے پاس لیگیا اور یہ کہنے لگا کہ اے امیر مبارک ہو کہ آج میں نے عمر بن الحجاج کو قتل کیا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسا شقی میرے ہاتھ سے قتل ہوا جو امام حسین علیہ السلام

کے قاتلوں میں سے تھا اسپر مختار نے بھی شکر خدا ادا کیا اور کہا کہ ابھی ایک ملعون جو قاتل جناب
امام حسین علیہ السلام کا ہے اور باقی رہگیا ہے وہ بھی اسیطرح مارا جائے تو میرے دل کو چین ہو لیکن
اُسروز لڑائی موقوف ہوگئی اور دوسرے روز پھر صف جنگ آراستہ ہوئی دونو فوجیں لڑائی کے
واسطے برابر کھڑی ہوگئیں اور نہایت زور شور سے تلوار چلنے لگی حتی کہ مصعب نے خود میدان میں آکر حملہ کیا
ادھر سے مختار بھی شمشیر زنی میں مصروف ہوا کہتے ہیں کہ مختار ایک نہایت بہادر آزمودہ کار جنگ آور
تھا یہانتک کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اسکو فارس الحجاز کا خطاب دیا تھا مختار نے
جو بامعان نظر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مہلب ایک سمت علیحدہ کھڑا ہی مگر جنگ سے کچھ غرض نہیں اسوقت
مختار سمجھ گیا کہ مہلب کسی خاص مطلب کے لئے علیحدہ کھڑا ہے اُسنے اُسیوقت محمد ابن سعد کو اپنے پاس
بلاکر یہ کہا کہ اے برادر دیکھ مہلب سامنے اپنی فوج لئے کھڑا ہی تو بھی اسکے مقابلہ میں اسکے برابر جا کھڑا
ہو جس وقت وہ کسی طرف حملہ کرنے کا ارادہ کرے تو فوراً اسیوقت تو بھی اسکا مقابلہ کرنا محمد ابن اسعد
نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور مہلب کے برابر مع اپنی فوج کے جاکر ایستادہ ہوگیا مہلب نے جب یہ
صورت دیکھی تو جان گیا کہ مختار میرے مافی الضمیر سے واقف ہوگیا ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام
نے اسکی نسبت یہ بہت ہی درست ارشاد فرمایا ہے کہ مختار فارس الحجاز ہی یہاں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ
مختار کی طرف سے ایک سوار مسلح باسلحہ کہ جسکا نام علقمہ تھا اپنے پرے سے نکلا اور پکارا کہ ای سعید ابن
عامر الطباعی صف لشکر سے باہر آ سعید اسکی آواز سُنکر فوراً اسکے مقابلہ کو آیا لیکن علقمہ نے اس ملعون کو
بات کرنے کی مہلت بھی نہ دی اور ایک ایسی تلوار اس شقی کے سر پر لگائی کہ اُسیدم فی النار ہوگیا اسکے
بعد ایک اور شخص لشکر مصعب سے مقابلہ کو نکلا اس کا نام مُبیرہ بن مارہ تھا اسکو بھی علقمہ نے قتل کرڈالا پھر
تیسرا سوار علقمہ سے لڑنے کو آیا اور وہ بھی اسکے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا علقمہ ان تینوں کو قتل کرکے اپنی
صف لشکر میں جا کھڑا ہوا اور مہلب بدستور اپنی فوج کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور مختار جنگ و حرب میں
مصروف تھا قریب تھا کہ مصعب کو شکست ہو مصعب نے اپنے غلام کو مہلب کے پاس بھیجا اور اسکو پیام دیا
کہ اگر تو جنگ کی سیر کیواسطے آیا تو کیا مضائقہ ہی تماشا دیکھتا رہ مہلب نے کہلا بھیجا ابھی ذرا صبر کر

کہ میرے مقابلہ کا وقت بھی آیا جاتا ہے میں آج دو کاموں میں سے ایک کام کرونگا مصعب نے یہ سُنکر
جواب دیا کہ تجکو اختیار ہے جو چاہے وہ کر اور مختار اسیطرح تا نماز ظہر جدال و قتال میں مصروف تھا اس
کے لشکر میں ایک سردار مالک ابن عمر تھا جو شیعوں میں معزز سمجھا جاتا تھا اُسنے محمد اشعث کی فوج پر حملہ
کیا اور اُسکے نشان وعلم کے سرنگوں کردینے کا ارادہ کیا اور نہایت تیزی کے ساتھ اسکے قریب پہنچکر یہ
کہا کہ النّبی محمدؐ والوصی علیؑ اور ایک ایسی شمشیر جانستاں اسکے سر پر لگائی کہ سینہ تک اُتر آئی اور جان
مالک دوزخ کے سپرد کی مالک ابن عمر نے کہا الحمد للہ کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے
قاتل کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اب حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے کوئی شخص باقی
نہیں رہا مختار کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے شکر خدا ادا کیا اور یہ کلمہ اسکی زبان سے
نکلا کہ اب جو مجھپر گذرے کچھ مجھکو اندیشہ وخوف نہیں ہے اور کوئی ہمراہیان محمد اشعث سے میدان
میں نہیں ہے سب بھاگ گئے اسوقت مختار کی فوج نے لشکر شام پر سخت حملہ کیا اور انکے قدم معرکہ
سے اُٹھ گئے اُسوقت ہر چند لوگوں کو واپس ہونیکی ترغیب دیتا تھا لیکن کوئی نہیں سُنتا تھا جب
مہلب نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنی فوج سے کہا کہ اب ہمارے حملہ کا موقع ہے چنانچہ اسنے مختار کی فوج
پر حملہ کیا جسوقت بصرہ کی فوج مغرور نے مہلب کو حملہ آور دیکھا وہ بھی لوٹ آئی اور اسنے بھی مہلب
کی فوج کے ساتھ ہوکر فوج مختار پر سخت یورش کی اور دونو فوجوں میں نہایت سخت خونریزی اور
لڑائی ہونے لگی اس لڑائی میں مختار کی طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے اُسوقت مختار نے اپنے رُفقا
اور فوج سے یہ تقریر کی کہ صرف آج کی رات تمکو استقلال اور صبر کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں جما
رہنا چاہیئے یقیناً انشاءاللہ ہماری فتح ہوگی چنانچہ مختار کی اس ترغیب وتحریص پر اسکی فوج نے ملکر
پھر ایک سخت حملہ مصعب کی فوج پر کیا چنانچہ اس حملہ میں اسکی بہت سے سپاہی مارے گئے یہ
حال دیکھکر مصعب نے کہا کہ افسوس کہ یہ سب جنگ وجدال ہم نے محمد اشعث کی خاطر سے کیا تھا
وہ مارا گیا اس عرصہ میں مختار نے دوبارہ مصعب کے میمنہ پر سخت حملہ کیا اور ایسی شمشیر زنی کی کہ ان
لوگوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور میدان سے بھاگ گئے اس معرکہ میں عمر ابن علیؑ ابن ابی طالب

علیہ السلام بھی موجود تھے وہ بھی جاں بحق تسلیم ہوئے یہ عمر بن علیؑ کچھ دنوں قبل اس لڑائی کے حجاز سے نکلکر کوفہ میں آئے تھے اور چونکہ حضرت محمد حنفیہؓ کی کوئی تحریر انکے پاس نہ تھی لہذا مختار نے انکے حال پر کچھ التفات نکی بلکہ انکی نسبت یہ حکم دیدیا کہ یہاں سے جہاں مناسب سمجھو تم چلے جاؤ کیونکہ میری ذات سے تمکو کوئی نفع نہ پہنچیگا آخر عمر مایوس ہوکر بصرہ گئے اور وہاں مصعب سے ملاقات ہوئی اس نے ایک لاکھ درہم انکو عطا کئے آخرکار انہوں نے مصعب کی ملازمت اختیار کرلی مگر لڑائی رات کو اسیطرح جاری رہی اور اسوقت مصعب کی فوج نے بہت کوشش اور سعی کی اور مقابلہ کو دلیرانہ طور پر قائم رکھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مصعب نے اس معرکہ میں فتح پائی اور مختار میدان معرکہ سے شکست کھاکر چھ ہزار آدمیوں کی جمعیت سے واپس کوفہ میں داخل ہوکر ایوان دار الامارت میں محصور ہوگیا اور محاصرہ ایک عرصہ تک رہا محصورین آب و غذا سے تنگ ہوگئے ناچار شور و فریاد بلند کی اور ان سب نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اب سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ مصعب سے امان لیکر اسکے پاس چلے جائیں جب مختار کو اس ارادہ سے اطلاع ہوئی تو اسنے ان لوگوں سے کہا یہ تو ظاہر ہے کہ تم نے مصعب کے ملازمین کے اکثر عزیزوں اور اہل خاندان کو قتل و غارت کیا ہے اور انکے مکانات تباہ و برباد کردیئے ہیں پس اگر تم کو مصعب نے امان بھی دیدی تو تم کو وہ لوگ اپنے عزیزوں وغیرہ کے انتقام کی عوض میں ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے اور نہایت ذلت کے ساتھ تمکو قتل کر ڈالیں گے پس میری رائے میں تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب متفق ہوکر ایسی کوشش کریں کہ کسیطرح اس مکان محصور سے باہر نکلجائیں اور میدان میں ان دشمنوں سے مقابلہ کریں کیونکہ آبرو کے ساتھ قتل ہوجانا ذلت کے ساتھ مارے جانے سے میرے نزدیک ہزار درجہ بہتر ہے ان لوگوں نے مختار کو اس بات کا یہ جواب دیا کہ ہم لوگوں کو مصعب کے مقابلہ اور مقاتلہ کی بالکل قوت نہیں رہی پس ہم اس مکان سے ہرگز باہر نجائینگے کیونکہ اول تو ہم سب زخمی اور خستہ ہیں اسکے سوا ہماری جماعت بھی ان کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے اور وہ بہت ہیں مختار نے ہرچند انکو فہمائش کی اور ہر طرح ترغیب و تحریص دلائی اور کہا کہ اے بھائیو بیوفائی نکرو مگر انہوں نے ایک بھی نہ سُنی جسطرح حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ان کوفیوں نے بیوفائی کی تھی اسیطرح

مختار کو بھی تنہا چھوڑ دیا مختار تنہا تاب مقاومت نہ لا سکا اور دار الامارۃ میں بیٹھ رہا اور دار الامارۃ کے دروازے مضبوط اور مستحکم طور سے بند کرا دیئے جسوقت اس حال کی خبر مصعب کو پہنچی تو وہ کوفہ میں مع اپنی فوج کے داخل ہوا اس سے پہلے محمد اشعث کی بھاگی ہوئی فوج بھی یہاں آ گئی تھی اسکے علاوہ سنان ابن انس اور عمر سعد لعین کے اعزا اور رشتہ دار اور اکثر اہل خاندان سب مصعب کے پاس حاضر ہوئے اور اس سے مختار کی شکایت کی اتفاق سے اسوقت کوفہ میں ایک شخص جو سرداران و رؤساء عراق سے بہت بڑا نامی تھا موجود تھا اسکو عبد اللہ ابن حاتم کہتے تھے اور ابراہیم بن مالک ابن اشتر کا چچا زاد بھائی تھا یہ شخص بڑا جنگجو اور دلیر تھا اور اسکے چار سو مردان جنگی نہایت جوانمرد رفیق تھے ان سب نے عبد اللہ حاتم سے اس بات کی قسم کھائی تھی اور عہد کر لیا تھا کہ اگر تو مصعب سے میدان کارزار گرم کریگا تو ہم ہر طرح تمہارے شریک رہنگے مصعب جب کوفہ کے دروازے پر پہنچا تو اسوقت مختار مع اپنے ہمراہیوں کے دار الامارۃ میں محصور تھا لیکن عبد اللہ حاتم نے مختار کو اپنی اس رائے کی بالکل اطلاع ندی اور نہ کسیکو اپنی مدد کیواسطے بلایا اور انہیں چار سو جوانان شیر دل کے ہمراہ جنہوں نے اس سے یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک ہم لوگ زندہ ہیں میدان سے نہ بھاگینگے محلہ کناسہ میں پہنچا اگر مختار کو اس جوانمرد کے حال کی ذرا بھی اطلاع ہوتی تو وہ اسکی مدد کو ضرور باہر نکل آتا خلاصہ یہ کہ جب مصعب کو عبد اللہ کا یہ ارادہ معلوم ہوا کہ وہ حملہ کیواسطے آتا ہے تو اس نے اپنی فوج کے کچھ پیدل سپاہیونکو مقابلہ کا حکم دیا چنانچہ عبد اللہ حاتم اور سپاہیان پیدل کی مصعب سے سخت لڑائی ہوئی مصعب کی سب پیدل سپاہ بھاگ نکلی اس خبر سے مصعب کی فوج میں یہ غلغلہ پڑ گیا کہ خود مختار محل سے نکلکر محلہ کناسہ میں آ گیا ہے اور نہایت دلیری کے ساتھ جنگ کر رہا ہے پس اسوقت مصعب کی فوج کے آٹھ ہزار آدمیوں نے عبد اللہ حاتم کو بیچ میں گھیر لیا اور نہایت سخت خونریزی ہوئی ہر چند مصعب کے لوگوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن بڑھ نہ سکے کہتے ہیں کہ اس معرکہ میں اٹھہزار آدمی مصعب کی فوج کے مارے گئے جب مصعب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی کل فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور عبد اللہ دلاور اور اسکے رفقا پر ہر چہار طرف سے پتھروں اور تیروں کا مینہ برس رہا تھا ناگاہ اس جنگ سخت اور گیر و دار میں ایک تیر سہ پہلو عبد اللہ کی پیشانی پر لگا اور اسکے

صدمۂ جانگسل سے وہ اسیوقت گھوڑے سے گر گیا اور اسکے گرنے پر تمام فوج اس پر جھک پڑی اور صدہا حربے اور پتھر اُسپر پڑنے لگے آخر یہ کہ اس شقاوت اثر فوج مصعب نے عبداللہ ولا اور اس کے رُفقا کو قتل کر ڈالا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور جب یہ مومنان پاکباز شہید ہو چکے تو مصعب کی فوج یہاں سے بڑھکر آگے چلی اُسوقت مختار اپنے محل امارت میں اپنے رُفقا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس کو کئی روز سے آب و دانہ میسر نہوا تھا کہ مصعب نے اپنی فوج کے ساتھ اسکے مکان کو گھیر لیا مختار نے اس حال سے مطلع ہو کر اپنے رفقا اور حاضرین سے یہ کہا کہ یارو دیکھو اب بھی میرا کہنا مانو اور ایک دفعہ باہر نکلکر اپنے نام و ننگ کی حفاظت کیلئے دشمنوں سے مقابلہ کرو لیکن کسی نے اسکا کہنا نہ سنا اس انکار سے وہ سخت پیچ و تاب میں تھا اسکے علاوہ بھوک و پیاس کی صدموں نے زندگی سے بیزار کر دیا تھا آخر اس نے آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر یہ کہا کہ پروردگار تو اس بات کا گواہ رہنا کہ آل اطہار کی نصرت کے واسطے جبتک مجھ میں طاقت باقی تھی حتی الامکان کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور پھر اُسنے اپنے رُفقا سے خطاب کیا کہ اے یارو میں عزت سے مرنے کو ذلت و خواری کے ساتھ جینے پر فوق دیتا ہوں تم سب اب بھی میرا کہنا مانو اور متفق ہو کر دفعتہً ان کافروں پر حملہ کرو مگر افسوس مختار کے کہنے کو کسی نے نہ مانا سب نے ایسی بے مروّتی اور بیوفائی ظاہر کی گویا کبھی کچھ علاقہ ہی نہ تھا آخر جب مختار کو خوب یہ امر معلوم ہو گیا کہ انمیں سے کوئی شخص بھی جنگ اور حرب کے واسطے آمادہ نہیں ہوتا ہے تو مجبوراً اسنے حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دیا جائے اُسوقت سترہ ہزار آدمی مختار کے ساتھ تھے لیکن انمیں سے ایک نے بھی اسکا ساتھ نہ دیا صرف ستائیس آدمی جنمیں عبداللہ بن حاتم اور محمد ابن اسعد وغیرہ تھے کہ جو سردار اور امیر تھے مختار کے ساتھ مکان کے دروازے سے نکلے ان سب کے ہاتھ میں ننگی تلواریں اور زرہ اور جوشنوں کے نیچے کفنی پہنے ہوئے تھے چنانچہ ان لوگوں نے بلا خوف و خطر مصعب کی فوج پر حملہ کیا اور اس قدر دلیرانہ اور مردانہ شمشیر زنی کی کہ ہمیشہ صفحۂ تاریخ روزگار پر درج ہوتی رہیگی اور وہ چھ ہزار کوفی جو مختار کے ملازم تھے اور جنھوں نے بیوفائی کا تمغہ پہنکر مصعب سے پناہ مانگی تھی اور مصعب نے بظاہر انکی استدعا کو قبول کر لیا تھا جب وہ دارالامارہ سے

باہر نکلے تو مصعب کی فوج کے لوگوں نے ان پر بعض اپنے عزیزوں کے خون کا دعوی کیا اور کہا کہ اگر تم رحم کرنا چاہتے ہو تو ہم سے دست بردار ہو جاؤ ہم ہرگز تیری ملازمت اور رفاقت میں نہ رہیں گے ان لوگوں کی یہ گفتگو سنکر مصعب نے جواب دیا کہ تم کو اختیار ہے ان کے حق میں جیسا مناسب جانو عمل میں لاؤ چنانچہ اسیوقت ان چھ ہزار آدمیوں کو گھیر کر قتل کر دیا گیا ادھر مختار اسیطرح مع اپنے قلیل رفقا کے بڑی دلیری اور مردانگی سے شمشیر زنی کر رہا تھا اور دشمنوں سے حرب و ضرب میں مصروف تھا یہانتک کہ اسکے جس قدر ہمراہی تھے وہ سب کے سب شہید ہو گئے اور مختار خود ازبسکہ زخمی ہو چکا تھا مصعب کے دو سپاہیوں نے کہ وہ دونو بھائی بھائی تھے مختار پر حملہ کیا اور زخم ہائے شدید جسم مختار پر لگا کر زمین پر گرادیا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین واحشرہ مع الائمۃ الطاہرین اور اس کا سر کاٹ کر مصعب کے سامنے حاضر کیا اس نے ایک ہزار درہم قاتلان مختار کو دیئے اور اسیوقت ایک فتحنامہ لکھ کر عبد اللہ بن عبد الرحمن کو مع سر مختار کے مکہ میں اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کے پاس روانہ کیا عبد اللہ ابن عبد الرحمن کہتا ہے کہ میں نماز عشا کے بعد مکہ معظمہ میں پہنچا پہلے میں مسجد الحرام مکہ معظمہ کے اندر گیا کیونکہ اسوقت عبد اللہ ابن زبیر وہاں نماز میں مصروف تھا میں صبح تک وہاں ٹھہرا رہا اور علی الصباح جب عبد اللہ ابن زبیر نے نماز سے فرصت پائی تو میں نے اسکے حضور میں جا کر اسکو وہ فتحنامہ دیا جسکو اسنے اول سے آخر تک پڑھا اسکے بعد میں نے اس سے کہا کہ یا امیر مختار کا سر میرے پاس ہے عبد اللہ زبیر نے مجھ سے پوچھا کہ تیری غرض اس کہنے سے کیا ہے میں نے عرض کیا کہ میں انعام کا طالب ہوں تو عبد اللہ نے جواب دیا کہ اس سر ہی کو انعام میں لے جا بہر حال میں اس سر کو اسی جگہ چھوڑ کر مسجد سے باہر نکل آیا اور یہ اشعار پڑھے ؎

دل ز دنیا برکن و اسباب آں ۔۔۔ زانکہ او باکس وفاداری نہ کرد

کس رطب بے خار ازیں بستاں نچید ۔۔۔ کس عسل بے نیش ازیں دکاں نخورد

ہر کہ بر بامے چراغے برفروخت ۔۔۔ چوں تمام افروخت بادش در نوردد

کہتے ہیں کہ جان نکلنے کے وقت مختار کی زبان سے نہایت فصاحت کے ساتھ یہ کلمے نکلے تھے

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ واشہد
ان علیاً ولیہ ووصی رسولہ ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مختار راہی دارالبقا ہوا تو مصعب نے
اُسکے محلسرا کا محاصرہ کرلیا اور جو لوگ اس مکان میں مخفی تھے اُنپر کھانا پانی بند کردیا اور انکو بہت
تنگ رکھا آخر وہ لوگ اس محل کی چھت پر چڑھکر امان طلب کرنے لگے مصعب نے کہا کہ جبتک تم اس
محل سے باہر نہ نکلو گے میں تم کو ہرگز امان ندونگا اور اپنے لشکر کو حکم دیدیا کہ تلوار کھینچکر جسقدر
یہ لوگ ہیں ان سب کو قتل کرڈالو اور خود اس مکان کے اندر داخل ہوا اکثر اُنمیں سے قتل کیئے گئے
اور کچھ لوگ بھاگ گئے اُسوقت اس محل میں مختار رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیبیاں موجود تھیں انکو گرفتار
کرکے مصعب کے سامنے لائے اُنمیں سے ایک کا نام اُمّ ثابت تھا اور دوسری عبداللہ بشیر انصاری
کی بیٹی تھی مصعب نے اوّل اُمّ ثابت سے پوچھا کہ تو مختار کے حق میں کیا کہتی ہے اُس نے کہا کہ جو کچھ
تیرا قول اس کی نسبت ہے وہی میں کہتی ہوں مصعب نے اس جواب پر اُسکو رہا کردیا اور پھر دوسری
بی بی سے بھی یہی سوال کیا تو اُس نے کہا کہ اے ابن زبیر مختار سب لوگوں سے زیادہ پارسا اور
زاہد تھا اور بہت بڑا مومن دیندار خداشناس تھا اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ ضرور اہل بہشت
سے ہے اور ان کا حشر جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگا یہ سُنکر مصعب نے اس عورت کو
قتل کرادیا انا للہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ علیہا مختار نے چودھویں ربیع الاول ۶۶ھ ہجری میں خروج کیا
پندرھویں رمضان ۶۷ھ کو سٹرسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوا ڈیڑھ برس حکومت کی اس عرصہ میں اٹھارہ ہزار قاتل و
شرکاء معرکہ و مقاتلہ جناب سیدالشہدا علیہ السلام کو قتل کیا اور انکے خانماں کو برباد و تباہ کیا ۰

تحقیق انیق سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ مجتہد العصر لکھنوی در بارہ مختار متضمن انجام کار

واضح ہو کہ مختار کی مدح و ذم کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے علامہ کشی علیہ الرحمہ نے کتاب رجال ایں
باسناد حضرت امام محق ناطق جناب جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے یعنی آنحضرت نے
فرمایا کہ مختار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے غلط باتیں منسوب کرتا تھا نیز حضرت امام محمد باقر

علیہ السلام سے روایت ہے کہ مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور میں عراق
سے ایک عریضہ کے ساتھ تحایف و ہدایا بھیجے تھے مگر جس وقت کہ اسکے قاصد حضرت کے دولتسرا
پر حاضر ہوئے تو ان لوگوں نے اجازت حضوری طلب کی اُسوقت اندر سے ایک خادم نے نکل کر
حضرت کی زبانی یہ کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ میں دروغ گو آدمیوں کا ہدیہ نہیں لیتا ہوں اور
نہ ان کا خط پڑھونگا اور نیز اس کتاب میں عمر بن علی سے روایت ہے کہ مختار نے بیس ہزار دینار
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے تھے چنانچہ انحضرت نے اس رقم کو قبول فرما
لیا اور اس روپیہ سے عقیل بن ابیطالب کا اور جو اور عزیزوں کے مکانات گر پڑے تھے انہیں تعمیر
کرایا اور جب غلط باتیں اور کلمات باطلہ مختار نے کہنے شروع کئے اور اسکے بعد چالیس ہزار دینار
اور بھیجے تو آنحضرت نے انکو قبول نہ فرمایا بلکہ واپس فرما دیئے اور کتاب کافی میں حضرت امام بحق ناطق
حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس قدر اسرار مخفی و مکنون تھے جب سے اولاد کیسان میں
پہنچے اُنہوں نے انکو جا بجا ظاہر کر دیا اور شیخ حسن ابن سلیمان نے کتاب مختصر میں لکھا ہے کہ مختار ابن
ابو عبیدہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حضور میں ایک دفعہ ایک لاکھ درہم ارسال کئے
لیکن حضرت نے انکے لینے کو مکروہ جانا اور واپس کرنے میں ایک قسم کا خوف متصور ہوا لہذا اس کل
رقم کو آپ نے کسی مکان میں امانت رکھوا دیا اور جس زمانہ میں مختار مارا گیا اور عبدالملک کو تمام حجاز و عراق
پر تسلط حاصل ہوگیا تو آنحضرت نے اس امر سے اسکو مطلع کیا اس نے جواب میں لکھ بھیجا کہ آپ رقم مذکورہ
کو اپنے صرف میں لائیں آپکو گوارا و مبارک ہو اور آدمی کہتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار پر لعنت
بھی کی ہے اور آپ فرماتے تھے کہ اسنے ہم پر اور خدا پر افترا اور بہتان باندھا اور وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھپر
وحی نازل ہوتی ہے اور ابن ادریس نے کتاب سرائر میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے فرمایا ان
حضرت نے کہ جناب سید الثقلین اور حضرت امیر المومنین اور حسنین علیہم السلام قیامت کے روز دوزخ کی کنارے
تشریف لیجائینگے تو اسوقت اس دوزخ میں سے ایک شخص تین مرتبہ فریاد کریگا کہ یا رسول اللہ میری فریاد کو
پہنچو حضرت کچھ جواب نہ دینگے اور پھر تین مرتبہ ندا کریگا کہ یا امیر المومنین میری فریاد کو پہنچو تو حضرت

امیر المومنینؑ بھی کچھ جواب نہ دینگے پھر وہ تین مرتبہ یہ کہیگا کہ یا حسینؑ میری داد دیجئے کیونکہ میں نے آپ کے
دشمنوں کو قتل کیا ہے اُسوقت جناب رسولخدا صلعم جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمائیں گے بتحقیق کہ اس
نے تجھپر ایک حجت قائم کی ہے اسکی فریاد کو پہنچنا چاہیئے پس حضرت امام حسین علیہ السلام وفقاً مثل عقاب
کے کہ زمین کی طرف آتے وقت اپنے پروں کو سمیٹ لیتا ہے مختار کی طرف متوجہ ہونگے اور دوزخ سے
نکالکر لے جائیں گے اسوقت راوی نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں یہ کون شخص ہے آپ نے ارشاد
فرمایا کہ مختار ہے پس نے عرض کیا کہ یا حضرت باوجود اس قدر جدو جہاد کرنے کے پھر بھی مختار داخل جہنم کیوں
کیا گیا تھا آپ نے فرمایا کہ اسکے دل میں دونوں کی محبت کا کسی قدر شائبہ تھا میں اس جلیل وعلا کی قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے محمدؐ کو مبعوث برسالت کیا ہے کہ اگر جبرئیلؑ کے دل میں بھی انکی محبت کا
شائبہ ہو تو وہ بھی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور کتاب تہذیب میں بایں عبارت مرقوم ہے کہ
مختار کو دوزخ سے جلا ہوا نکالیں گے اگر اسکے دل میں چیر کر دیکھا جائے تو اس میں ان دونوں کی
محبت ضرور ہوگی مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب بحار الانوار میں لکھا ہے کہ حُب سے حبِّ حسنین
علیہم السلام مُراد ہے اور صورت اول کو اگر سمجھا جائے تو گویا جہنم میں اسکے داخل ہونے کی یہی وجہ تھی
اور دوسری صورت میں اگر خیال کیا جائے تو گویا جہنم سے اسکا نکلنا اسی وجہ سے ہوا تھا
اور حدیث سابق سے دوسرا احتمال یعنی حُب حسینؑ کا موجود ہونا باقی نہیں رہسکتا ہے بعضوں کے
نزدیک حُب سے حُب ریاست ومال مقصود ہے مگر احتمال اوّل زیادہ صحیح ہے اور اقرب بصواب
ہے اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ مختار کی مدح وذم کے بارہ میں مختلف
احادیث وارد ہوئی ہیں اور گویا اس خبر سے جمع بین الروایات یا محاکمہ اس طور پہ ہوسکتا ہے کہ
اگرچہ مختار اپنے مذہب اور دین میں کامل نہ تھا اور حضرت امام انام کی سرکار سے خون جناب امام
حسین علیہ السلام کیواسطے کوئی اجازت صریح خاص نہ تھی تو چونکہ اس کے ہاتھ سے بہت سے نیک
کام ظہور پذیر ہوئے ہیں جو مومنین کی مسرت اور فرحت دلی کا باعث ہیں اس باعث سے اسکی عاقبت
بخیر ہوگئی اور وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہوگیا واخرون اعترفوا بذنوبہم

خلطوا عملاً صالحًا و اٰخر سئیًا عسی اللہ ان یتوب علیہم ترجمہ اور دوسرے اشخاص کہ جو اپنی
خطاؤں پر معترف اور مقر ہیں لیکن انہوں نے اپنے اعمال نیک کو افعال بد سے خلط و ممزوج کر دیا ہے تو
قریب ہے کہ حقتعالیٰ انکی توبہ کو قبول فرمائے میں مختار کے بارے میں سکوت اختیار کرتا ہوں اگرچہ
اہل الرائے اصحاب کے نزدیک وہ بندگان مقبولین میں سے ہے انتہی کلامہ رفع الحجبہ مقامہ مولف
کہتا ہے کہ انمیں سے بعض ایسی روایتیں ہیں کہ ان کی راویوں پر پورا پورا اعتماد و وثوق نہیں لہذا بھروسہ
نہیں کیا جا سکتا اگرچہ تاویل کی گنجائش ہے لیکن وثوق ایک پر بھی انمیں سے نہیں ہو سکتا رہا انمیں
سے بعض روایتوں کا ضعیف الاسناد ہونا سو وہ بخوبی ثابت ہے کیونکہ کلام ابن طاؤس رضی و علامہ رضی
و نجاشی و کشی وغیرہم علیہم الرحمہ جیسے نہایت ہی موثق اور معتمد علیہ اصحاب کتب رجال ہیں اُن سے
صاف ظاہر ہے اور صاحب منتہی المقال فی احوال الرجال میں احمد ابن طاؤس سے نقل کی ہے کہ
انہوں نے فرمایا ہے کہ اسمیں تو شک نہیں ہے کہ مختار کی بابت زیادہ تر رجحان مدح کی طرف پایا جاتا ہے
اگرچہ اس کے راوی متہم ہوں اور اس موقع پر باوصف رواۃ غیر معتمد اور اُن کے متہم ہونے کے
ان پر کس طرح عمل ہو سکتا ہے رہا تاویل کا بیان اسکی تفصیل کئی وجہ پر ہے اوّل یہ کہ مختار نے محمد ابن
حنفیہ رضی کی طرف سے لوگوں کی دعوت دین کی بھی تو ممکن ہے کہ یہ امر کسی خاص مصلحت کے باعث ہوا ہو اور
باطن میں وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا معتقد ہو لیکن اس وجہ سے کہ وہ جناب اس کے
انجام کار سے واقف تھے کہ وہ مارا جائیگا اور آخر کار بنی اُمیہ کو اُمت پر غلبہ اور تسلط حاصل ہو جائیگا
پس ان مصالح سے اُس جناب نے مختار کے عرائض و مراسلات و ہدایا کو واپس کر دیا تھا اور اس
باعث مختار نے حضرت محمد حنفیہ رضی سے رجوع کی اور انتقام خون حضرت امام حسین علیہ السلام کیواسطے
اُس لئے درخواست کی اور بظاہر خود کو انکا مطیع و منقاد قرار دیا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ بغیر خاندان رسالت
کے کسی بزرگ کی شرکت کے اسکا یہ ارادہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہیے
دشوار تھا لیکن حضرت امام یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کا باطناً بھی مطیع و فرمانبردار تھا اور قصد
انتقام میں بھی حضرت کی محض خوشی اور رضامندی مقصود تھی دوسری بات یہ ہو کہ جبکہ خود حضرت

محمد حنفیہؓ آنحضرت کی امامت کے قائل تھے اور مختار حضرت محمد حنفیہؓ کا معتقد و مقلّد تھا پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا منکر ہو اور بعض روایتوں سے جو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختار حضرت محمد حنفیہؓ کی امامت کا قایل تھا انکو ہی امام برحق اور حجت اللہ علی الارض سمجھتا تھا یا اور کوئی اس قسم کا عقیدہ باطل رکھتا تھا یہ امر صرف محتمل اور باطل معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کہ ابتدا میں وہ محمد حنفیہؓ کو اپنا امام جانتا تھا اور پھر اس عقیدے سے توبہ کرلی ہو اور مذہب حقہ اختیار کرلیا ہو چنانچہ تمثیلاً ہشامین کا معاملہ مختار کی تصدیق کیلئے کافی ہے ابتدا میں تو وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قایل نہ تھے بلکہ جہم ابن صفوان کے عقیدہ پر تھے مگر آخر انہوں نے مذہب حقہ اختیار کرلیا تھا اور درجات عالیہ پر فائز ہوئے تیسری دلیل یہ ہے کہ جب مخالفین نے ہشامین اور زرارہ وغیرہ کی نسبت کہ یہ اکابر محدثین شیعہ سے ہیں نہایت ہی مکروہ اور قابل نفرت اقوال منسوب کئے حالانکہ ان لوگوں نے صرف مخالفوں کی زبانی فہمائش اور ترغیب مذہب حقہ کی طرف کی تھی تو مختار کی نسبت یہ قرینہ نہایت قوی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اسکی نسبت اتہام لگانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا ہو کیونکہ مختار نے طلب خون حضرت امام حسین علیہ السلام کی انتقام کے لئے کتنا بڑا زبردست اہم امورات کا ذمہ لیا تھا اور ان کے قاتلوں میں سے ہزارہا آدمی جو میدان کربلا میں شریک تھے اسکی شمشیر عدو سوز سے راہی دار البوار ہوئے اور ان کے گھر اور تمام خاندانوں کو مختار نے نیست و نابود کردیا اس صورت میں مختار کی نسبت اگر اس قسم کے سخت اتہام ان مخالفوں نے لگا دیئے ہوں تو کوئی امر استبعاد نہیں اور نہ محل استعجاب ہے چوتھے یہ کہ بعض روایات سے جو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام نے اسکی عرائض اور خطوط واپس کردیئے تھے پس اسکی بابت یہ احتمال ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں بنی امیہ کو کامل غلبہ اور تسلط ممالک محروسہ اسلامیہ پر حاصل تھا اور انکو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد فیض بنیاد سے بخوبی اطلاع اور آگاہی تھی کہ مختار میرے فرزند کے ظالموں اور قاتلوں سے ایک روز انتقام لیگا پس اگر امام زین العابدین اسکی جانب التفات فرماتے اور اسکے تحائف و ہدایا کو قبول فرمالیتے تو اسمیں شک نہیں کہ مخالفین کو

آنحضرت سے بدگمانی پیدا ہو جاتی اور اُن کو یہ کامل یقین ہو جاتا کہ بسبب خاص ارتباط اور محبت کے جو امام
زین العابدین علیہ السلام کو مختار سے ہے اُنہوں نے ہی مختار کو قاتلان امام حسین علیہ السلام سے انتقام لینے پر
آمادہ فرمایا ہوگا یا انکہ وہ خود حضرت مختار کی اس کارروائی کے محرک ہوئے ہونگے لہذا مخالفوں کے اس
توہم اور گمان کے دفع کرنیکے واسطے آنحضرت نے حالت تقیہ میں مختار کے تحائف اور ہدیوں کو قبول نہ
فرمایا بلکہ سخت کلامی اور الفاظ سب و شتم سے یاد فرمایا ہو اور انکے قبول کر لینے میں جائے تعجب و حیرت
نہیں کیونکہ سیرت آئمہ پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات بحالت شدت خوف اپنے
مخصوصین سے بھی بیزاری ظاہر فرماتے تھے جیسا کہ ہشام علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا
تھا کہ وہ حضرت اپنے تابعین کو حکم دیتے تھے کہ بظاہر تو تم مخالفین کے مذہب کی تقلید اور پیروی
کرو بلکہ بحکم تقیہ اگر مخالفین کی اقتدا کرو گے تو مضائقہ نہیں اندریں باب حضرت امام موسیٰ کاظم اور
علی بن یقطین علیہ الرحمۃ کا واقعہ قابل غور ہے کیونکہ آنحضرت نے علی ابن یقطینؒ کو مخالفوں کے طریقہ پر
وضو کرنے کا حکم دیا تھا چنانچہ اُس نے عرصہ تک اسی طرح وضو کیا اور جبوقت ہارون رشید نے اکثر
شیاطین کے بہکانے سے علی ابن یقطینؒ کے عقیدۂ مذہبی کی خفیہ طور پر تحقیقات اور تفتیش کی تو اسکو
اپنے گھر میں بھی ہارون رشید نے موافق مذہب مخالفین کے پایا اُسوقت اُسکو یہ یقین ہوگیا کہ علی ابن
یقطینؒ ہمارے مذہب میں داخل ہے اور اسطرح اُسکو جب علی ابن یقطینؒ کی حالت و اعتقادات
کی جانب سے اطمینان ہوگیا تو اُسوقت حضرت امام ہمام جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسکو یہ حکم دیا کہ آئندہ
سے بطریق شیعہ وضو کیا کرے اور اسی باعث احادیث میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا کہ جسکو دیکھکر
ہمارے مخالفین ہمارے مذہب کے متعلق طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے ہیں اور ایک دفعہ جب زرارہؓ
بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس اختلاف کا سبب دریافت کیا تو آنحضرت نے
ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ ہمارے اور تمہارے واسطے بہتر ہے اور ہمارے اور تمہارے بقا و قیام زندگی کا
باعث ہے اور اگر تم سب حسب شریعت علانیہ پابندی کرنا چاہو گے تو تمہارا اور ہمارا زندہ رہنا
نہایت مشکل اور دشوار ہوگا پس ان صورتوں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جو مختار

کے ہدایا و تحائف باوجودیکہ وہ آنحضرت کی خوشنودی اور رضامندی کا پابند تھا واپس کردیے
تو ان پر کوئی تعجب نہیں ہوسکتا اور جبکہ صرف ہدایا کے قبول فرمانے میں ایک قسم کا خوف آنحضرت کو
ملحوظ خاطر تھا تو ہم کو ان علما کی نسبت جنکے اس قسم کے خیالات ہیں ازبس تعجب ہوتا ہے جو مختار
کو آنحضرت کی طرف سے قاتلان امام حسین علیہ السلام سے انتقام لینے کی بابت اذن صریح کے
حاصل نہونے کو اسکی عدم مقبولیت یا مردودیت کا باعث ٹھہراتے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ
وہ حضرت اس زمانہ میں کیسی نازک حالت میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے اور اسوقت اُنسے کسقدر
زمانہ پھرا ہوا تھا اس صورت میں مختار کو وہ حضرت خون حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام لینے
کیلئے کس طرح علانیہ و صراحتاً اجازت دے سکتے تھے البتہ یہ احتمال قوی ہوسکتا ہے کہ اسکو آنحضرت
نے خفیہ طور پر اجازت دیدی ہو جیسا کہ اکثر معتبر مورخوں کی تحقیق سے ظاہر ہے بلکہ بعض روایات
سے بھی ثابت ہوتا ہے پانچویں دلیل عدم قبولیت مختار کی یہ ہے جسکی تفصیل تاریخ روضۃ الصفا میں
موجود ہے یعنی جس زمانہ میں کہ حوالئ مداین میں ملاعنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زخمی کیا
تو آپنے قصر ابیض میں قیام فرمایا اسوقت مختار کہ اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد اکثر اپنے چچا سعد
ابن مسعود کی خدمت میں رہا کرتا تھا اُس سے تحریک کی کہ میرے نزدیک قرین مصلحت ہے کہ تم حضرت
امام حسن علیہ السلام کو گرفتار کرکے معاویہ کے حوالے کردو مگر مختار کی اس صلاح پر اُسکے چچا کو نہایت طیش
آیا اور اس نے مختار کو یہ جواب دیا کہ لعنت ہے تجھپر کہ تو مجھکو یہ ترغیب دیتا ہے کہ میں فرزند رسول کو دشمنوں
کے حوالے کردوں اور اسکے علاوہ جناب امیر علیہ السلام کو جو ابن ملجم نے ضربت لگائی تھی تو لوگ اسکی
نسبت بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ مختار کے اشارے اور تحریک سے اسنے یہ کام کیا تھا اور اس خوف کے
باعث وہ کوفہ سے بھاگ گیا تھا اور شیعہ ہر نماز کے بعد اُسپر لعنت بھیجتے تھے مگر جب مسلم ابن عقیل
حضرت امیر المومنین حسین علیہ السلام کی طرف سے بیعت لینے کیواسطے کوفہ میں وارد ہوئے تو مختار نے انکو اپنے ہی
مکان میں فروکش کیا اور بخلوص دل انکی خدمت اور خاطرداری اور مہمانداری میں مصروف رہا تاکہ وہ بدنامی
اسکے سر سے ٹل جائے اور جب شیعوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے اس سب و شتم کی بابت

جو بخیال شرکت ابن ملجم کرتے تھے بہت ہی عذر و معذرت کی اور یہ بھی اُس سے کہا کہ جو کچھ ہم کو تیری
نسبت بدگمانی تھی محض غلطی تھی یہ صاحب روضۃ الصفا کی تحقیق ہے اور اس امر کی بابت عالم نبیل شیخ
عبد الجلیل رازی قزوینی نے اپنی کتاب نقض الفضائح میں کیا اچھا محاکمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جو کچھ
صاحب روضۃ الصفا نے مختار کی بابت اپنی تحقیق لکھی ہے اُسکو مورخین آثار نے اچھی طرح نہیں سمجھا
معلوم نہیں کہ اُسنے کیونکر ایسے سخت اندوہناک اور مکروہ اُمور کو مختار جیسے شخص کی نسبت یقین کر لیا
حالانکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسکی نسبت عالم صغر سنی میں دُعا فرمائی اور اسکی تعریف بھی کی
ہوا اور اس سے نصرت اور فتحمندی کا وعدہ بھی کیا ہوا اور جس نے اس معصوم بزرگوار کی ارشاد کی پوری
پوری تصدیق کر دکھلائی کہ ایک لاکھ سے زیادہ خارجی اور باغی اور قاتلان حضرت امام حسینؑ اور دشمنان آل محمدؐ
کو نہایت دلیری اور کوشش اور ہمت مردانہ سے تہ تیغ بیدریغ کر دیا اور اپنا گھر ہمیشہ کیواسطے جنت میں بنا لیا
بلکہ مختار اور اُسکے چچا کا قصہ جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی بابت گذرا اسکی صحیح تفصیل اس طرح پر ہی کہ جب
وہ امام معصوم یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام سعدؒ کے پاس جو مختار کا چچا تھا اور اس سے پہلے معاویہ کی
طرف سے موصل کا حاکم تھا تشریف لا کر مہمان ہوئے تو چونکہ مختار نہایت صاف عقیدہ آدمی تھا لہذا
بتقاضائے نور محبت اہلبیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارہ میں خائف و ہراساں ہوا کہ خدانخواستہ
میرا چچا معاویہ کی خاطر سے آنحضرت کو کوئی ایذا پہنچائے پس وہ کمال غمگین بلکہ گریاں و نالاں شریک
اعور حارثیؒ کے پاس جو شیعہ تھا آیا اور اس سے اسطرح اپنا دلی خوف ظاہر کرنے لگا کہ مجھے خوف ہے اور
میں اس بات سے نہایت ڈرتا ہوں کہ میرا چچا سعدؒ امام بزرگوار کو جو درحقیقت قبلہ متقیان اور امام مومنان
اور وارث علم انبیا و اوصیا ہیں کوئی ایذا پہنچائے اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہی شریک اعور رحمۃ اللہ
علیہ چونکہ اس زمانہ میں دانشمندانہ اوصاف سے متجلّی اور فرزانگی اور معاملہ فہمی اور کارشناسی میں
مستثنیات روزگار سے تھا اُس نے مختار کو یہ جواب دیا کہ اے فرزند میری رائے اس معاملہ میں یہ ہے کہ تو
کسی وقت تنہا خلوت میں اپنے چچا کے پاس جا کر اُس سے بنظر امتحان یہ بات کہہ کہ اگر اسوقت امام حسنؑ کو
میں قتل و ہلاک کر ڈالوں تو معاویہ کے نزدیک ہم لوگوں کی بڑی قدر و منزلت ہو جائیگی اور اس صورت میں

وہ ہمارے ملک میں توسیع کر دیگا اگر تیرے چچا کے دل میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف سے اسلئے عداوت ہے کہ وہ تجکو طرفدار علیؑ کا جانتا ہے تو وہ اپنا مافی الضمیر ظاہر کریگا اور ہم پر اصلیت کھل جائیگی اور جب ہم پر اصل حقیقت اسکی نیت کی منکشف ہو جائیگی تو اسکا کچھ علاج کیا جائیگا اور آنحضرت کو کسی اور طرف لے جائینگے چنانچہ مختار اُسیوقت اپنے چچا کی خدمت میں آیا اور اپنے چچا سے تنہائی میں اپنے خیال کو ظاہر کیا چونکہ مختار کا چچا نہایت ہی خلوص دلی سے محب و معتقد خاندان نبوت تھا اور اُسنے مختار کو وہ جوابدیا جیسا کہ صاحب روضۃ الصفا وغیرہ نے اپنی تاریخوں میں نقل کیا ہے اور اسکے جواب سے مختار کو آنحضرت کی جانب سے پورا اطمینان ہو گیا بنائً علیہ مختار سے کوئی بُرائی سرزد نہیں ہوئی اور نہ اُسپر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے انہی چھٹی دلیل مختار کے عدم مقبول ہونے کی یہ قرار دیجاتی ہے کہ اس ہنگامہ آرائی سے اُسکا اصل مطلب اور خاص مقصد انتقام خون حضرت امام حسینؑ نہ تھا بلکہ اس پیرایہ میں اُسکو اپنے واسطے ایک جداگانہ سلطنت قایم کرنی منظور تھی اوّل تو یہ امر بہت سے دلایل سے قابل قبول نہیں ہے اور بفرض محال اگر اس امر کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو مختار کی اس نیت سے اسکی خوش بختی وغیرہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے اور یہ امر اسکے مردود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ مختار نے جو یہ اصول حکومت کا قائم کرنا چاہا تھا یا سطرح جو اُسنے حکومت اور مال اور دولت کا حاصل کرنا چاہا تھا ممکن ہے کہ غیر شروع طور پر نہو کیونکہ طلب دنیا اور خواہش مال و دولت اُسوقت از روئے اسلام ممنوع ہے کہ جو خلاف شریعت حاصل کرنیکی کوشش کی جائے اور حقوق واجبہ ادا نہ کیے جائیں جیسا کہ کتاب عین الحیات میں جناب اخوند علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ہے اور اس بات کا ثبوت نہایت دشوار ہے اس کے علاوہ ظالموں کا نیست و نابود کرنا اور ان کی ریاستوں پر قابض ہو جانا اُن کے جتھوں کا توڑ دینا اور ان کے مال و اسباب کا غارت کرنا یہ سب کچھ تو یقینی ہے اور یہ امر بھی تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ مختار کے بارہ میں جس قدر ذم کے پہلو وارد ہوئے ہیں اُن کا اعتماد اور وثوق نہیں پھر اس صورت میں اُسکو بُرا کہنا یا بُرائی کے ساتھ اُسکو یاد کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور ہمارے علماء عالیمقام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی اسکا قایل نہیں مگر

ہے البتہ بعض نے اس کے معاملہ میں سکوت فرمایا ہے اور اکثر علما نے اسکی تعریف میں مبالغہ کیا ہے
چنانچہ مولانا احمد اردبیلی نے بھی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں یہ لکھا ہے کہ اکثر قصہ خوانوں نے عجیب عجیب
باتیں مختار اور مصعب کی نسبت بیان کی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا قول ہرگز قابل اعتبار
نہیں پس اس صورت میں اگر کوئی شخص مختار کے اصل حالات دریافت کرنا چاہے تو وہ کتب مبسوطہ
کو ملاحظہ کرے کہ جو ہمارے ثقات اور عدول علما نے اس باب میں تصنیف کی ہیں غرضیکہ مختار کے
حسن عقیدت میں کوئی کلام نہیں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اسکو مقبولین میں شمار کیا ہے اور
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک جماعت کو جو مختار کو برا کہتی تھی منع فرمایا اور حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام اسپر رحمت بھیجتے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اسکے حق میں
دعائے خیر فرمائی اسکے علاوہ جبکہ لاکھوں اور کروڑوں آدمی صرف اس باعث سے کہ ایام محرم الحرام
میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی تکالیف و مصائب پر گریہ وزاری کرتے ہیں یا آنکہ صرف انکو دل میں
یہ آرزو و تمنا باقی ہے کہ اگر ہم اسوقت موجود ہوتے تو آنحضرت پر اپنی جان فدا کردیتے صرف اسقدر تمنی
ہونے پر مستحق جزنت کے ہوجائیں اور مژدہ یاب دخول بہشت ہوں اور وہ مختار کہ جس نے مثل عمر سعد
اور شمر ذی الجوشن اور خولی اصبحی اور قیس ابن اشعث وغیرہ اشقیائے بیدین اور ناملان حضرت
امام حسین کو تہ تیغ بیدریغ کیا داخل فردوس نہو تواریخ معتبرہ میں لکھا ہے کہ ایک روز ایک بادشاہ عراق
لیث نام اپنے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا اور اس نے اسروز یہ ایک قاعدہ مقرر کردیا تھا کہ ہر
ایک ہزار سوار اور پیادہ جس افسر کی فوج میں ہونگے اسکو ایک سونے کا گرز عنایت کرونگا جب جائزہ فوج سے
فارغ ہوا تو حساب کرنیسے اسکو معلوم ہوا کہ اسنے اس جائزہ میں ایکسو بیس طلائی گرز سرداروں کو عطا کئے ہیں
پس جسوقت کہ اسنے ایک سو بیس گرز کا لفظ کہ جس سے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی کا اندازہ اسکی فوج میں تھا سنا تھا
تو وہ گھوڑے سے کود پڑا اور اسیوقت سجدہ میں جاکر اپنے منہ پر خاک ملنے لگا اور زار زار روتا تھا الغرض بڑی
دیر تک وہ اسیطرح گریہ وزاری میں مصروف رہا آخر بیہوش ہوگیا اور جب تھوڑی دیر کے بعد اسکو ہوش
آیا تو حاضرین میں سے کسیکو اسقدر قوت اور مجال نہ تھی کہ اس سے اس گریہ وزاری و نالہ و بیقراری

کا سبب دریافت کرے مگر ان لوگوں میں ان کا ایک مصاحب تھا جو بہت منہ چڑھا اور گستاخ
تھا اسکے سامنے گیا اور عرض کرنے لگا کہ اے جاں پناہ جس شخص کے پاس ایسا عظیم الشان لشکر
اور ایسا جاہ وحشم موجود ہو تو وہ دنیا کے بڑے بڑے معاملات اور جہات سرانجام کرسکتا ہو اور
اسکو لازم ہے کہ ہر وقت اپنی خندان پیشانی رکھے نیز اور وں کو بھی ہنساتا رہے نہ یہ کہ خود روتا رہے اور اوروں کو
رولائے یہ موقع زاری اور بیقراری کا نہ تھا بلکہ خوشی اور مبارکبادی کا دن ہے اس رونے پیٹنے کا
کیا سبب ہے عمر نے کہا جب میں نے یہ سُنا کہ میرے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے تو میری آنکھوں
میں کربلا کا معرکہ پھر گیا اور یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی اُس روز اس لشکر عظیم کے ساتھ صحرائے
میں ہوتا تو اس لشکر کی بدولت ان کفار کا بھیجا ناک کے راہ نکال ڈالتا یا اپنی جان آن پر قربان
کردیتا کہتے ہیں کہ جب عمر لیث نے انتقال کیا تو لوگوں نے اسکو خواب میں اس حیثیت سے دیکھا
کہ اسکے سر پر تاج ہے اور نہایت فاخرہ لباس پہنے اور پٹکا مرصع بجواہر کمر پر باندھے ہوئے
اور حور العین اسکے آگے پیچھے اور غلام اور اطفال مرد اسکے دائیں بائیں خدمت کے لئے موجود
ہیں کسی نے سوال کیا کہ یا امیر آپ کو مرنے کے بعد کیا معاملہ پیش آیا جواب دیا کہ میری پروردگار
نے میرے دشمنوں کو مجھ سے رضامند فرمایا اور میرے تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ کو بخش دیا اور
اسکا سبب یہ ہوا کہ میں نے جو ایک روز اپنے لشکر کا جائزہ لیکر یہ حسرت اور تمنا ظاہر کی تھی کہ
اگر میں جناب سید الشہداؑ کے ہمراہ ہوتا تو ان کے دشمنوں سے لڑکر اپنی جان کو ان پر قربان کردیتا جبکہ
صرف نیت خالص کرنیکی وجہ سے عمر لیث کی مغفرت ہوگئی تو غالباً مختار اور اسکے ہمراہیوں کی نجات
بالاولیٰ ہوگی اور انکو درجات عالیات ملیں گے اور جعفر ابن نمار رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ
جسوقت میں اپنی کتاب مقتل مثیر الاحزان ومنیر سبل الاشجان کی تصنیف سے فارغ ہوا جسمیں اخبار و
آثار کی تنقیح و تشریح جواہر گراں بہا سے بھی زیادہ خوشنما معلوم ہوتی ہے تو اسوقت میرے احباب نے یہہ
استدعا کی کہ اس کتاب اخبار میں عمل تاریخ واقعات معرکہ آرائی مختار نامدار اضافہ کردو مگر میں اس معاملہ
میں کبھی تو اپنا قدم آگے بڑھاتا تھا اور کبھی اس خیال سے پیچھے ہٹا کر خاموش رہنا مناسب سمجھتا تھا اور اپنے جواب سے

یہ کہتا تھا کہ ان حالات کے اندراج سے مجھکو معاف رکھیں اور اسکے حالات کے انکشاف و اظہار اسپر
سے مجھکو معذور سمجھیں مگر انہوں نے جب بہت اصرار کیا تو میں نے بھی اپنے اس انکار سے کنارہ کیا
اور ان کے حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوگیا اور جو کچھ میرے دل میں تھا اسکو میں نے اظہار کرنا شروع کیا اور
مختار کے حالات اور اس کے اوضاع و اطوار و اذکار و تفصیل کو میں نے اپنا مونس غمگسار بنایا کیونکہ
یہ ظاہر ہے کہ مختار ہی ایک ایسا شخص تھا کہ جسکی ہمت مردانہ اور خدمات فدویانہ کے باعث حضرت
رسولخدا کی آتش غیظ و غضب اور رنج و غم جو شہادت حضرت امام حسینؑ سے ازحد برافروختہ ہوگئی تھی
سرد ہوگئی اور حضرت امام زین العابدینؑ کی آنکھوں کو اس وفادار جاں نثار خادم آل اطہار کے
ہاتھ سے خنکی اور ٹھنڈک پہنچی اس زمانہ کے لوگ اسکی زیارت سے محروم رہتے تھے اور اس کے
مدائح اور فضائل بیان کرنے میں ہمیشہ تامل کرتے تھے اور اسکی نسبت یہ کہتے تھے کہ یہ امامت حضرت
محمد حنفیہؓ کا معتقد ہے اور اس وجہ سے اس کے مزار کی زیارت انہوں نے ترک کر دی تھی بلکہ اس سے
دور رہنا قرب الٰہی کا باعث جانتے ہیں باوصفیکہ اسکی قبر کوفہ میں جامع مسجد کے قریب واقع ہے اور
جو شخص دروازہ مسلم بن عقیلؓ سے باہر نکلتا ہے اسکے روضہ کا قبہ ستارہ کی طرح صاف چمکتا ہوا
نظر آتا ہے لیکن لوگ علم و یقین سے تجاوز کر کے تقلید میں پھنس گئے اور جو کچھ اس نے عمدہ خدمات کی
تھیں ان کو بھلا دیا کیونکہ راہ خدا میں جو کچھ کوشش اور جہاد و مردانگی کا حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا تھا
اور حضرت امام زمام جناب سجادؑ کی مرضی کے موافق اس نے سب کاروبار انجام دیئے تاہم لوگوں نے
اسکے مناقب اور فضائل کو بیان کرنا ترک کر دیا جس سے سراسر بہتری و دارین کی بھلائی مقصود تھی حالانکہ
یہ کہ مختارؒ طلب انتقام خون حضرت امام حسین علیہ السلام میں اس قدر متوجہ اور مصروف تھا کہ اس نے
ان ملاعنہ اور ظالموں کو بڑی تلاش اور کوشش سے نیست و نابود کر دیا تھا اور ان فاسقوں کا شیشہ
زندگانی جو شراب غفلت سے سرشار تھا سنگ انتقام سے ٹکرا کر چور چور کر دیا تھا اور وہ آخر اس
درجہ اور مرتبہ پر فائز ہوا کہ نہ کوئی اہل عرب و عجم سے اس مرتبہ کو پہنچا اور ابراہیم ابن مالک اشترؒ اسکے
افعال کا شریک و شاہد حال رہا اور ابراہیمؒ وہ شخص تھا کہ جسکے مذہب و ملت اور اعتقاد و یقین میں

کسی قسم کا فتور و نقص نہ تھا اور حال مختار اور ابراہیم کا یکساں ہی اور اسی رسالہ کے اخیر میں علامہ عبد الجلیل قزوینی
ہیں کہ اکثر علما نے حالات مختار متعلقہ مختار کو امعان نظر سے غور فرما کر ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ اخذ اصل واقعات
کیطرف توجہ کی بلکہ ایسے خواب غفلت میں ہیں کہ کسی نے چشم بصیرت کھولکر بالکل نہ دیکھا اگر احادیث و اخبار متعلقہ
مدح مختار کو تامل و تفکر سے دیکھا جائے تو یقین کامل اور اطمینان واثق ہوجاتا ہے کہ مختار مجاہدین سابقین
سے تھا جنکی تعریف و توصیف خداوند کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہے اسکے علاوہ حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام کی دعاء مبارک اسکو حق میں اس بات کی دلیل واضح اور حجت قاطع ہی کہ مختار نامدار
اصحاب مقبول اور نیکوکار لوگوں سے تھا یقیناً اگر وہ راہ راست اور طریقہ مرضیہ پر نہوتا تو امام ہمام اسکو
فاسد الاعتقاد جانتے اور ایسی دعا کرتے جو اس کے حق میں مستجاب نہوتی اور نہ کوئی ایسی بات اپنی
زبان مبارک سے فرماتے جو اس کی شان و منصب کے لائق ہو ورنہ انجناب کی دعا عبث اور لغو ٹھہرتی
ہے حالانکہ امام کی شان ایسے امور سے مبرا و ارفع ہے اور ہم نے اس رسالہ میں مختار کے حق میں جو ائمہ
ابرار نے تعریف و توصیف فرمائی ہے اور مذمت سے ممانعت کی ہی تفصیل وار لکھدیا ہے درحقیقت سوائے
اسکے اور کچھ بات نہیں ہے کہ مختار کے دشمنوں نے انواع غلط اور طعن ہائے معاندانہ عام میں شائع
کردیئے ہیں تاکہ وہ مومنین کی نظر سے گرجائے جیسا کہ امیر المومنینؑ کی نسبت انکو دشمنوں نے صدہا قسم کی برائیاں
مشہور کی ہیں کہ جنکے مشہور ہونے سے ایک بہت بڑا حصہ امت رسول اللہ کا آنحضرت کی محبت اور اطاعت میں
ثابت اور راسخ العقیدہ ہے ان کے سطح قلوب پر ایسے توہمات اور شکوک نے مطلق اثر نہیں کیا بلکہ آنحضرت
کے جس قدر فضایل و مناقب مخفی اور پوشیدہ تھے اپنے بخوبی ظاہر ہوگئے اور اسیطرح انکی دل پر مختار
کے اصل حالات بھی منکشف ہوگئے انتہی کلامہ اور جب یہ بات واضح ہوچکی تو اب مختار کے مذہب کا
ذکر کیا جاتا ہے جسکی نسبت علماء اخیار نے چند روایتیں لکھی ہیں ازاں جملہ وہ روایت ہے جو تفسیر حضرت
امام حسن عسکریؑ میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہی کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے قوم بنی
اسرائیل میں سے احکام شریعت کی پیروی کی تو انہوں نے نجات دارین پائی اور جنہوں نے ان لوگوں
میں سے احکام الہی سے سرتابی کی تو انپر عذاب خدا نازل ہوا یہی تمہارا حال ہو لوگوں نے کہا یا امیر المومنین

ہم لوگوں میں کون کون گنہگار رہے فرمایا کہ جو لوگ ہم اہلبیت کی تعظیم اور ہماری حقوق کی رعایت کیواسطے مامور ہوئے ہیں اور وہ ہمارے مخالفت اور استخفاف اور ہتک کرتے ہیں اور اولاد رسولؐ کو قتل کرینگے وہ ہیں پھر ان میں سے بعض نے التماس کیا کہ یا حضرت ایسا ضرور ہوگا آپ نے فرمایا بے شک یہ خبر صحیح اور سچی اور شدنی ہے عنقریب یہ میرے دونو نور دیدہ اور نور العین حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام شہید کئے جائیں گے اور حق تعالیٰ ظالموں سے بسبب انکے ظلم و جور و فسق و فجور کے جو ان سے سرزد ہوئے ہیں تلوار سے انتقام لیگا پس وہ اپنے اعمال کی سزا پائینگے جیسا کہ بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا تھا پھر لوگوں نے انحضرتؐ سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہوگا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ایک لڑکا قوم ثقیف سے ہوگا اور اس کا نام مختار بن ابو عبیدہ ہوگا حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کے اس ارشاد کو تھوڑے دنوں کے بعد مختار پیدا ہوا کہتے ہیں کہ اس حدیث کو علیؑ بن الحسینؑ کی زبانی لوگوں نے حجاج تک پہنچایا یہ سُنکر اُسنے کہا کہ یہ قول حضرت رسولخداؐ کا نہیں ہے بلکہ حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کا ہے اور اس بات میں مجھکو شبہ ہے کہ آیا انہوں نے حضرت رسولخداؐ سے یہ روایت بیان کی ہے یا نہیں اور علیؑ ابن الحسینؑ تو ابھی بچے ہیں اور بے معنی باتیں کرتے ہیں اور اُنکے تابعین انکی باتوں پر فریب کھاتے ہیں مختار کو فوراً میرے پاس لاؤ چنانچہ مختار کو پیش کیا گیا تو اسنے حکم دیا کہ نطع بچھایا جائے اور اسیر مختار کو بٹھا کر اس کی گردن ماردیجائے چنانچہ نطع لایا گیا اور مختار کو اسپر بٹھایا گیا اور غلام آتے جاتے ہیں مگر کوئی شخص تلوار نہیں لاتا تھا آخر حجاج نے پوچھا کہ شمشیر کے لانے میں اسقدر دیر کیوں لگا رکھی ہے تو غلاموں نے اس سے عرض کیا کہ اس مکان کی کنجی نہیں ملتی ہے جہاں تلواریں رکھی ہوئی ہیں یہ سُنکر مختار نے کہا کہ تو مجھکو ہرگز قتل نہیں کرسکتا ہے اور حضرت رسولخداؐ نے کبھی غلط نہیں ارشاد فرمایا ہے اگر تو مجھکو قتل کریگا تو حق تعالیٰ مجھکو زندہ کردیگا جبتک تین لاکھ تراسی ہزار آدمی تمہارے گروہ کے میرے ہاتھ سے قتل نہو جائینگے میں کبھی قتل نہونگا اسوقت حجاج نے اپنے کسی دربان کو حکم دیا کہ تو اپنی تلوار غلام کو دیدے چنانچہ جلاد شمشیر لیکر مختار کے قتل کرنیکو چلا اور حجاج اسکو قتل کی بابت تعجیل کررہا تھا اور عجیب تماشا یہ ہوا کہ اس عرصہ میں جلاد کا پاؤں پھسل گیا اور اسکی تلوار اسکے شکم میں گھسگئی اور جس سے اسکا شکم پارہ پارہ ہوگیا

آخر دو سرا حلاؔد بلایا گیا اور اُسکو مختار کے قتل کیواسطے تلوار دیگئی کہ ایک بچھو نے اُس کے ڈنک مارا
اور وہ زمین پر گر کر مرگیا جب لوگوں نے اسباب کی تحقیق کی تو اُسکے پاس سے ایک بچھو کو جاتے ہوئے
دیکھا جسکو اُنہوں نے اسیوقت مار ڈالا تب مختار نے پھر حجاؔج کو یہ کہا کہ اے حجاج کیا میں یہ نہیں کہہ
چکا ہوں تو مجکو ہرگز نہیں قتل کرسکتا وائے ہو تجھپر جو کچھ تجھ سے ہوسکے وہ کرلے کیا تجھکو یہ بھی
معلوم نہیں کہ نزار بن غدمان نے شاپور ذوالاکتاف سے اسوقت کیا بات کہی تھی جبکہ وہ عربوں کو
قتل کر رہا تھا یعنی ایک دفعہ شاپور نے حکم دیا تھا کہ تمام عربوں کو قتل کردیا جائے چنانچہ یک لخت
عرب کے لوگ قتل ہونے لگے اُسوقت نزار نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو مجکو ایک تھیلی میں رکھ کر
یہاں سے لے چل اور راہ میں کسی موقع پر چھوڑ دے چنانچہ نزار کے بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی
یعنی ایک راستہ پر اُسکو لے جاکر چھوڑ دیا کہ اتنے میں اُسطرف سے شاپور کا گذر ہوا تو اُسنے نزار سے
پوچھا کہ تو کون ہے اس نے جوابدیا کہ میں ایک عرب ہوں اور یہ تجھسے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان اعراب
بیگناہوں کو تو کیونکر قتل کرسکتا ہے کیونکہ اُنمیں سے جس قدر گنہگار تھے تو انکو تو پہلے ہی قتل کرچکا
ہے شاپور نے اسوقت کہا کہ میں نے ایک کتاب میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ عربوں میں ایک شخص محمد نام
پیدا ہوگا اور وہ پیغمبری کا دعوے کریگا اور اسکے ہاتھ سے سلطنت عجم تباہ ہوگی پس اس
واسطے میں انکو قتل کرتا ہوں کہ اسکا ظہور نہو اسپر نزار نے شاپور کو یہ جوابدیا کہ اگر یہ خبر کاذبوں کی
کتاب میں مندرج ہے تو ناحق ان بیگناہوں کو قتل کرتا ہے اور اگر صدیقوں کی کتاب میں اس امر کا
ذکر ہے تو اللہ تعالے اس ظہور کنندہ کا خود محافظ ہے تو اُسکو ہرگز قتل نہیں کرسکتا خداوند کریم کا
حکم ضرور نافذ اور جاری ہوگا اگرچہ ایک شخص بھی نسل عرب میں باقی اور زندہ موجود نہو نزار کی
یہ تقریر سُنکر شاپور نے کہا کہ اے نزار تو سچ کہتا ہے اور اسیوقت سے عربوں کے قتل کرنیسے باز رہا اور نزار
کے معنی لاغر کے ہیں اور یہی وجہ تسمیہ نزار کی ہے پس مختار نے کہا کہ اے حجاج تقدیر الہی اب اسکی مقتضی
ہے کہ میں تین لاکھ تراسی ہزار آدمی تم میں سے قتل کردوں پس تو مجکو قتل کر یا نکر کیونکہ حق تعالے
یا تو تجھکو میرے قتل سے باز رکھیگا یا مجکو پھر زندہ کریگا کسواسطے کہ جو کچھ حضرت رسولخدا

نے فرمایا وہ بیشک صحیح ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ سُنکر حجاج نے پھر جلاد کو
اسکے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ اسکو ابھی قتل کر ڈالو مختار نے حجاج سے پھر کہا کہ یہ جلاد مجکو قتل نہیں
کرسکتا میں یہ کہتا ہوں کہ تو خود آکر میرے سر پر تلوار لگا خداوند کریم اُسوقت تجھپر ایک سانپ کو مسلط
کر دیگا جیسا کہ جلاد پر عقرب کو مسلط کیا تھا خلاصہ یہ کہ بموجب حکم حجاج کے جلاد مختار کے قتل کرنیکو
آگے بڑھنے نہ پایا تھا کہ اتنے میں عبدالملک ابن مروان کا ایک خاص مصاحب آیا اور اُسنے چلاکر یہ کہا کہ اے
جلاد اپنا ہاتھ ابھی نہ چلانا مختار کو ابھی قتل نکرنا اور فوراً عبدالملک کا ایک حکمنامہ حجاج کو دیا جسکا
یہ مضمون تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد اے حجاج ابن یوسف اسوقت ایک کبوتر نامہ بر ہمارے
پاس پہنچا اُسسے معلوم ہوا کہ تیرا مختار کے قتل کرنیکا ارادہ ہے صرف اس خیال پر کہ وہ جناب رسالتمآب
سے یہ روایت کرتا ہے کہ مختار ہزار بنی اُمیہ کو قتل کریگا اور اُنکے گھروں کو برباد کریگا جسوقت کہ یہ نامہ
تیرے پاس پہنچے فوراً اسکو رہا کر دو اور اسکے حال پر معترض نہونا بلکہ اسکے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ
وہ ولید کی دائی کا شوہر ہے اور ابن ولید نے اسکی بابت مجھسے سفارش کی ہے اور جو کچھ وہ
بیان کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے اگر خبر غلط ہے تو ایک جھوٹی خبر بیان کرنے پر کسی
مسلمان کی خونریزی ہرگز روا نہیں اور اگر حق ہے تو اس صورت میں حضرت رسولخدا صلعم کی تکذیب
نہیں کر سکتا ناچار اس ملعون نے اس حکم کے پہنچنے پر مختار کو رہا کر دیا مگر جب وہ رہا ہو گیا تو اسنے پھر
لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ میں فلاں زمانہ میں خروج کرونگا ایسی ایسی باتیں مجھسے ہونگی اور
بنی اُمیہ کے اس قدر آدمیوں کو قتل کروں گا پھر کسی نے یہ خبر حجاج کو پہنچائی تو اسنے دوبارہ
مختار کے قتل کا حکم دے دیا مختار نے اُسوقت حجاج سے کہا کہ تو میرے قتل پر قادر نہیں ہے اور
تو کسی طرح تقدیر الٰہی کو نہیں مٹا سکتا یہاں ابھی مختار اور حجاج میں یہ تقریر ہو رہی تھی کہ پھر
عبدالملک کا ایک حکمنامہ کبوتر نامہ بر کی معرفت آیا اسمیں پھر یہی لکھا تھا کہ اے حجاج بن
یوسف مختار سے تجکو کوئی تعرض نکرنا چاہیے کیونکہ پسر ولید کی دائی کا شوہر ہے اور جو روایت کہ وہ
بیان کرتا ہے اگر صحیح ہے تو اسکو تو کسطرح قتل کر سکتا ہے جسطرح کہ حضرت دانیال بخت نصر کو

قتل نکرسکے حالانکہ خدائے کریم کی مشیت کاملہ اس امر کی مقتضی ہوئی تھی کہ وہ یعنی بخت نصر
بنی اسرائیل کو تباہ و برباد اور قتل و غارت کرے حجاج نے اس حکنامہ عبدالملک کو دیکھکر پھر
مختار کو رہا کردیا لیکن اسے منع کیا کہ اس قسم کے کلمات اپنی زبان سے نہ نکالے مگر مختار نے پھر وہی
کلمات اور باتیں کرنی شروع کیں آخر تیسری دفعہ مختار کو پھر حجاج کے پاس لیگئے اسنے تیسری دفعہ
بھی مختار کے قتل کا حکم دیدیا مگر جسوقت اسکے قتل کا ارادہ کیا تو اسیوقت مثل سابق کے ایک اور
مراسلہ عبدالملک حجاج کے نام اس مضمون کا جس کا ماحصل یہ تھا کہ مختار کو ہرگز قتل نکرنا آخر حجاج
نے مختار کو محبوس کردیا اور عبدالملک کو یہ جواب لکھا کہ جو شخص ہماری دشمنی کا علانیہ اظہار کرتا ہے
اور یہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ میں اتنے ہزار مددگار بنی اُمیہ کو قتل کرونگا تو اس شخص کو میں کس لئے
قتل نکروں اسکا جواب عبدالملک نے حجاج کو یہ بھیجا کہ تو بھی ایک عجیب احمق اور جاہل آدمی ہے
جو کچھ وہ کہتا ہے اگر غلط ہے تو ہم اس صورتمیں کیا ایسے شخص کے حقوق پر کس لئے خیال و لحاظ نہ
کریں جس نے ہماری خدمت کی ہے اور صرف ایک جاہل خبر کہنے پر اسکو کیونکر قتل کرڈالیں اور اگر اسکی
یہ باتیں سب صحیح ہیں تو ہم کو یہ ضرور ہے کہ اسکی پرورش کریں تاکہ وہ ہم پر اس طرح آخر میں مسلط ہو جسطرح
فرعون پر حضرت موسیٰ مسلط ہوئے تھے خلاصہ یہ کہ حجاج نے مختار کو مطلق العنان کردیا اور آخر مختار کا
معاملہ جو کچھ گذرنے والا تھا وہ گذر گیا اور اُنسے جو قتل ہونے والا تھا اسکو قتل کردیا ایک دفعہ حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے مختار کے حال سے مطلع فرمایا تھا
مگر آپ نے کوئی وقت تعیین نہیں فرمایا تھا تو یہ سنکر آنحضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ آیا تم کو اس سے مفصل مطلع
کردوں لوگوں نے کہا ارشاد ہو فرمایا آج سے تین برس کے بعد فلاں روز عبید اللہ ابن زیاد کا سر اور
شمر ذی الجوشن کا سر فلاں فلاں روز آئیگا اور ہم اُس روز چاشت کا کھانا کھاتے ہونگے اور اسوقت وہ
سر ہمارے سامنے رکھے جائینگے اور ہم انکو دیکھینگے جب مختار کے خروج کا دن جو امام نے بتادیا تھا
آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم اسوقت کھانا نکھاؤ بلکہ خوش ہو کہ تمہارے دشمن بنی اُمیہ
اسوقت قتل ہو رہے ہیں اصحاب نے اسوقت دریافت کیا کہ یا حضرت کہاں پر قتل ہو رہے ہیں تو آپ نے

فرمایا کہ فلاں مقام پر مختار انہیں قتل کر رہا ہے اور عنقریب دو سر فلاں روز ہمارے پاس پہنچینگے چنانچہ روز موعود پر جبکہ وہ حضرت تعقیبات صلواۃ سے فارغ ہو کر کھانا نوش فرمانے کے واسطے مع اپنے اصحاب کے تشریف فرما ہوئے تو دو سر حضرت کے سامنے لائے گئے حضرت امام انام علیہ السلام اُسیوقت سجدہ میں گئے اور یہ فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے مجکو موت ندی جبتک کہ میں نے ان سروں کو نہ دیکھ لیا اور دیر تک آپ ان سروں کو ملاحظہ فرماتے رہے اور چونکہ یہ آنحضرات کا معمول تھا کہ بعد کھانے کے خدام حلوا حاضر کیا کرتے تھے تو اسروز اس وجہ سے کہ ان سروں کو دیکھنے میں مصروف تھے حلوا نہ لا سکے اسوقت حاضرین نے یہ عرض کیا کہ یا حضرت آج حلوا دستر خوان پر نہیں آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سروں کے دیکھنے سے زیادہ اور کونسا حلوا شیریں ہوگا اور اُسکے بعد حضرت امیرؑ کا قول بیان کیا اور فرمایا کہ کفّار و فسّاق کے واسطے جو عذاب موجود ہے وہ اس سے زیادہ ہے اور کتاب رجال کشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مختار کو دشنام نہ دو کیونکہ اُسنے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور اُسنے ہمارا انتقام اور بدلہ لیا ہے اور بیوہ عورتوں کا اس نے نکاح کرا دیا ہے اور حالت عسرت اور تنگدستی میں ہم لوگوں میں اسنے مال و دولت تقسیم کی ہے اور اسی کتاب میں عبداللہ ابن شریک سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ عید الضحیٰ کے روز حضرت امام محمد باقرؑ کے حضور میں حاضر ہوا تھا اس وقت آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور حجام کو آپ نے طلب فرمایا تھا میں آنحضرت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اسی اثنا میں کوفہ سے ایک مرد پیر حاضر ہوا اور اُسنے چاہا کہ آنحضرت کے ہاتھ کو بوسہ دے حضرت نے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تو کون ہے تو اُسنے عرض کیا کہ میں ابو محمد حکم مختار کا بیٹا ہوں اور اس وقت وہ آنحضرت سے کسی قدر فاصلہ پر کھڑا ہوا تھا حضرت نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ اُسکو اپنی بغل میں بٹھا لیں انجام کار جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے جناب امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ اصلحک اللہ تعالے لوگ میرے باپ کے حق میں مختلف قسم کی کلمات کہتے ہیں مگر خدا کی قسم جو کچھ آپ ارشاد فرمائینگے وہ بجا ہے حضرت نے استفسار فرمایا کہ لوگ اسکے حق میں کیا کیا کہتے ہیں اس نے التماس کیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ

کہ مختار دروغ گو تھا اب جو کچھ حضرت ارشاد فرمائینگے میں اسی کو تسلیم کرونگا حضرت نے فرمایا سبحان
اللہ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجکو یہ خبر دی ہے کہ وہ اکثر شب کو حضرت فاطمہؑ دختر حضرت
علیؑ کی حضور میں حاضر ہوتا تھا اور اُن سے باتیں کرتا تھا اور اُن کے واسطے بچھونا بچھاتا تھا اور
ان سے حدیث اخذ کرتا تھا اور پھر مکرر آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ خدا تیرے باپ پر رحم کرے کہ جس کسی
پر ہمارا حق تھا اس سے اُس نے طلب کیا اور ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا
عوض لیا اور کتاب مذکور میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ کسی زن ہاشمیہ
نے اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی اور نہ خضاب کیا جبتک کہ مختار نے قاتلان حضرت امام حسینؑ کے سر ہمارے
پاس نہ بھیجدیئے اور نیز اسی کتاب میں عمر بن علی بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ جسوقت عبید اللہ ابن زیاد اور
عمر ابن سعد کے سرہائے ناپاک حضرت علی ابن الحسینؑ کی خدمت میں لائے تو حضرت نے اسوقت سجدہ کیا اور
کہا کہ خدا کا ہزار شکر ہے کہ ہمارا انتقام ہمارے دشمنوں سے لیا گیا اور خدا مختار کو جزائے خیر عنایت فرمائے
اور اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دفعہ مختار کو حضرت امیرؑ کے زانو پر بیٹھا ہوا دیکھا تھا
اور نیز میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ آپ اپنا دست مبارک اسکے سر پر پھراتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ یا کیس یا کیس اور
اس باعث سے اُسکو کیسان کہتے تھے کہ کیسانیہ فرقہ کے لوگ انہیں سے منسوب تھا جسطرح کہ واقفیہ
فرقہ کے لوگ موسیٰ بن جعفر اور اسماعیلیہ فرقہ کے لوگ انکے بھائی اسمٰعیل سے منسوب کیئے جاتے ہیں ابو حمزہ ثمالی
سے روایت ہے کہ میں ہر سال زمانہ حج میں زیارت حریم کعبہ دین یعنی جناب امام زین العابدین سے
مشرف ہوا کرتا تھا چنانچہ ایک سال جو میرا اتفاق اُنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا ہوا تو میں نے دیکھا کہ
آپکے زانوئے مبارک پر ایک بچہ بیٹھا ہے اس عرصہ میں وہ لڑکا وہاں سے اُٹھکر کچھ تھوڑی دور چلا اور
مکان کی دہلیز میں سر کے بل زمین پر گر پڑا اور ضرب شدید آئی حضرت امام یہ حال دیکھکر نہایت مضطربانہ اسطرف
دوڑے اور اس لڑکے کے سر سے خون پاک کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ میں اسروز سے پناہ مانگتا ہوں
کہ جسروز کناسہ میں تجھکو سولی پر چڑھائینگے اسوقت میں نے عرض کیا کہ کیا یہ امر ضرور ہوگا تو آپنے ارشاد فرمایا
کہ مجھکو اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے محمدؐ کو سچی ہدایت پر مبعوث برسالت کیا ہے کہ اگر تو میرے بعد زندہ رہیگا تو

اس طفل کو کوفہ کے نواح میں ظالموں کے ہاتھ سے مقتول دیکھیگا پہلے تو دفن کر دینگے پھر اسکی نعش کو قبر سے
نکالکر سولی پر چڑھا دینگے اور پھر اُسکو جلا دیں گے اور پھر اسکی خاکستر کو سید المیں پھیلکدینگے میں نے یہ عرض
کیا کہ یہ طفل کون ہی فرمایا یہ زید میرا بیٹا ہی اور آپ بہت روئے اور یہ فرمایا کہ میں اب اسکا مفصل حال بیان کرتا
ہوں وہ یہ ہے کہ ایک شب جبکہ میں قیام و قعود اور رکوع و سجود میں مصروف و مشغول تھا تو اُسوقت مجھے
نیند آگئی اور میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا بہشت میں حضرت رسولخدا اور باقی آل عبا کے حضور میں موجود
ہوں اور آنحضرت نے مجکو ایک حور کے ساتھ تزویج کیا ہی اور میں نے اُسسے مقاربت کی ہے اور سدرۃ المنتہی
کے قریب غسل کیا ہے اور اُسکے بعد جب میں واپس ہوا تو ایک ہاتف نے اُسوقت یہ آواز دی ہی کہ تجکو مبارک
ہو اس حور سے ایک فرزند جسکا نام زید رکھا جائیگا تولد ہوگا پھر میں بیدار ہوگیا اور میں نے طہارت کی
اور نماز صبح سے فراغ حاصل کیا ایک شخص نے اتنے میں میرا دروازہ کھٹکھٹایا جب میں نے دروازہ کھولا
تو دیکھا کہ ایک شخص کے ہمراہ ایک کنیز ہے اور اُسنے مجھ سے یہ کہا کہ مجھے علیؑ ابن الحسینؑ کی تلاش ہی کہ وہ
کہاں تشریف رکھتے ہیں اُسوقت میں نے کہا کہ تو کون ہی تو اس شخص نے مجھسے کہا کہ مجکو مختار نے بھیجا ہی اور
بعد سلام یہ عرض کیا ہے کہ یہ کنیز اتفاق سے اس جوار میں آگئی تھی میں نے تین سو دینار کی عوض میں
اسکو خرید کیا ہے اور اسکی قیمت بھی ارسال حضور ہے حضرت اسکو اپنے صرف میں لائیں اسکے بعد اسنے
مختار کا عریضہ مجھے دیا چنانچہ میں نے اُسکا جواب لکھا اور اُس کنیز سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہی تو اُسنے
اپنا نام حور بتایا اور یہ فرزند اس سے پیدا ہوا اور میں نے اسکا نام زید رکھا ہے اور جو کچھ میں نے اسکے
حالات آیندہ کا ذکر تم سے کر چکا ہوں وہ بالضرور ہوگا اور یہ تمام واقعہ تیری نظر سے گذریگا راوی
کہتا ہے کہ قسم بخدا جو کچھ امامؑ نے زید علیہ الرحمۃ کی نسبت ارشاد فرمایا تھا کہ یہ قتل ہونگے اور سولی پر چڑھائے
جائینگے وہ بعینہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسکے علاوہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی
کتاب مزار میں ایک زیارت لکھی ہے جسکی نقل کی جاتی ہی السّلام علیك ایھا العبد الصّالح
یعنی سلام ہو تجھپر اے بندۂ نیکوکار السّلام علیك ایھا الولی النّاصح سلام ہو تجھپر اے دوست نصیحت
کرنے والے اور پند دینے والے السّلام علیك یا ابا اسحاق المختار سلام ہو تجھپر اے ابا اسحاق

مختار السلام علیک ایتہا الاخذ بالثار المحارب الکفرۃ الفجار سلام ہو تجھ پر جس نے خون امام حسین علیہ السلام کا انتقام لیا اور کافران فجار سے محاربہ کیا السلام علیک ایہا المخلص للہ فی طاعتہ ولزین العابدین فی محبتہ سلام ہو تجھ پر کہ جو محض خلوص قلب سے خدا کی اطاعت کرتا تھا اور علےٰ ہذا حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جان و دل سے عاشق تھا السلام علیک یامن رضی عنہ النبی المختار قسیم الجنۃ والنار کاشف الکرب الغمۃ وقائماً مقاماً لم یصل الیہ احد من الامۃ سلام ہو تجھ پر اے وہ شخص کہ جس سے نبی کریم راضی ہوئے اور نیز حسب تقدیر جنت و دوزخ بندگان الہی کو تقسیم کرنے والے اور سختی و شدائد کو دور کرنیوالے اس سے رضامند ہیں اور اے وہ نفس قدس کہ جو اس مرتبہ جلیل پر فائز ہوا کہ اُمت میں اسکے برابر کوئی اس درجہ پر نہیں پہنچا ہے السلام علیک یامن بذل نفسہ فی رضی الامۃ فی نصرۃ العترۃ الطاہرۃ والاخذ بثارہم من العصابۃ الملعونۃ فجزاک اللہ عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وعن اہلبیتہ علیہم السلام سلام ہو تجھ پر اے وہ شخص کہ جس نے اپنے نفس کو خوشنودی آئمہ کے حاصل کرنے میں بذریعہ مدد پہنچانے عترت طاہرہ اور نیز فرقہ ملعونہ سے انتقام لینے کے باعث وقف کردیا تھا پس حقتعالے تجکو حضرت رسولخدا صلعم اور انکی اہلبیت کی طرف سے جزائے خیر دے ۔

پہلے باب میں مختار کے حسب و نسب سیری اور رہائی کا ذکر ہے

تاریخ روضۃ الصفا سے ظاہر ہے کہ مختار نامدار ابوعبیدہ بن مسعود الثقفی کا بیٹا ہے جو عہد خلافت عمر میں لشکر مسلمانان عراق کا سپہ سالار تھا اور معرکہ جسر علاقہ ایران میں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے دبکر شہید ہوئے ابن نما علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ مختار پسر ابوعبیدہ بن عمیر الثقفی تھا اور ایک اور روایت ہے کہ وہ عمیر بن عقدہ بن عنزہ کے بیٹے تھے اور انکی کنیت ابو اسحاق ہے اور کتاب بحار میں کشی علیہ الرحمۃ سے نقل ہے کہ کیسان مختار کا لقب تھا لیکن بعض مورخین کی رائے میں اسکے لقب سے ملقب ہونیکی یہ وجہ ہے کہ کیسان انکے لشکر کا سپہ سالار تھا جسکی کنیت ابوعمرہ تھی اسکا لقب کیسان تھا اور مختار بھی اسی لقب سے مشہور تھا اور بعض کا قول ہے کہ انکو اپنا لقب کیسان حضرت علی ابن ابیطالب کے

ایک غلام کیسان کے نام پر رکھا تھا ایک گروہ کہتا ہے کہ چونکہ حضرت امیر المومنین نے اسکو کیّس کا
لقب عطا فرمایا تھا اس باعث اسکو لوگ کیسان کہنے لگے تھے اور ابو عمرہ وہ شخص ہے جسنے مختار کو
طلب خون امام حسینؑ پر آمادہ اور مائل کیا تھا اور اُسی نے مختار کو ترغیب دیکر قاتلان جناب امام
حسینؑ کا نشان بتایا تھا اور یہ مختار نامدار کا بڑا رازداں اور کل معاملات کا محرم راز تھا ہر امر کا دارمدار
اسی کی ذات پر منحصر تھا اور جہاں کہیں حضرت امام حسین علیہ الصلواۃ والسلام کے قاتلوں کا
نشان پاتا تھا وہاں جاکر ان لوگوں کو قتل کر ڈالتا تھا اور اس گھر کو خراب و مسمار کر دیتا تھا کہتے ہیں کہ
کوفہ میں جس قدر مکانات خراب و برباد شدہ ہیں وہ سب اسی کے خراب کئے ہوئے ہیں بلکہ تمام کوفہ
کے رہنے والوں میں یہ بات ضرب المثل ہوگئی تھی کہ جب کوئی شخص وہاں محتاج اور فقیر ہوجاتا
تھا تو لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا اس شخص کے گھر میں ابو عمرہ آیا تھا چنانچہ کسی شاعر نے ایک
شعر بھی بکمال فصاحت تصنیف کیاہے ؎ ابلیس بما فیہ خیر من ابی عمرۃ یغویک
ویطغیک ولا یعطیک کسرۃ یعنی شیطان لعین جو مردود درگاہ رب العالمین ہے باوجود
بد طینت اور خبیث طبیعت اور مردم آزار ہونے کے ابو عمرہ سے بہتر ہے کہ جو مجھکو بہکاتا ہے اور گمراہ
کرتا ہے تسپر بھی ایک ٹکڑا روٹی کا مجھکو نہیں دیتا ہے ابن نما علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کا باپ
ابو عبیدہ عورتوں کی طرف بہت میل رکھتا تھا اور ان کی تلاش اسکو اکثر رہتی تھی چنانچہ ایک دفعہ
تمام قوم کی عورتوں کے نام اُسکے سامنے بیان کئے گئے تاکہ وہ انمیں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے لیکن اسنے
انمیں سے کسی کو منظور اور پسند نکیا آخر اسنے ایک روز یہ واقعہ عجیب خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اسکے
پاس آیا ہے اور اُسکو یہ صلاح دیتا ہے کہ تو اس عورت صاحب جمال کے ساتھ نکاح کرے جسکا نام دومہ ہے
چنانچہ ابو عبیدہ اس خواب کو دیکھکر بیدار ہوا اور اُسنے دوستوں سے خواب مذکورہ بیان کرکے اسکی
تعبیر طلب کی تو اُن لوگوں نے جواب دیا کہ تجھکو عالم خواب میں مسماۃ دومہ کیساتھ نکاح کرنیکا حکم ملا
ہے پس تجھکو مناسب ہے کہ اس عورت کے ساتھ جو وہب کی بیٹی اور عمیر ابن منبب کی پوتی ہے نکاح
کرلے ابو عبیدہ نے دومہ کے ساتھ نکاح کرلیا کچھ دنوں کی بعد اسکے بطن سے مختار پیدا ہوا کہتے ہیں کہ جس

زمانہ میں مختار دومہ کے بطن میں تھا تو دومہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص عربی زبان میں
بکلام فصیح اس سے مخاطب ہو کر یہ کہہ رہا ہے ابشری بالولد اشبہ شیء بالاسد اذا الرجال
فی کبد تقاتلوا علی بلد کان لہ الحظ الاشد یعنی تجھکو ایسے فرزند کی ولادت کی مبارکباد
اور روح افزا مژدہ ہو جو کہ جملہ دنیا کی کل اشیا میں شیر سے زیادہ مشابہ ہے حالانکہ لوگ حالت سختی
میں ہونگے اور ہر شہر میں معرکہ جدال وقتال گرم ہوگا اور یہ تیرا فرزند مخلوق خدا کو خیر کثیر اور نفع
عظیم پہنچائیگا جب مختار پیدا ہوا تو اسکی ماں نے پھر دوبارہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص جس نے
پہلے بشارت دی تھی نہایت ہی شیریں کلامی سے یہ کہہ رہا ہے کہ انہ قبل ان یترعرع و
قبل ان یتشعشع قلیل الھلع کثیر الطبع یدان بما صنع یعنی اس لڑکے کے آثار شباب اور
بلندی قامت ظاہر ہونے سے اسکی ذات میں ایک قسم کی مردانگی اور نیکوئی اور مستقل مزاجی نمایاں ہوگی
اور انتہا درجہ اپنے دین کا پابند مخلوق خدا کا خیرخواہ اور پشت پناہ ہوگا اور جو کچھ نیک اعمال اس سے
سرزد ہونگے انکی جزا اسکو ملیگی کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ کے سوائے مختار کے چار فرزند اور بھی تھے جنکے نام
جبیر اور ابو جبیر اور ابو الحکم اور ابو امیہ تھے اور ولادت مختار سنہ ہجریہ میں واقع ہوئی اور واقعہ
قیس الناطف یعنی معرکہ جسر ایران میں مختار اپنے باپ کے ہمراہ تھا اور اسوقت میں اسکی عمر تیرہ برس
کی تھی اور یہ مرد دلاور جنگ وجدال میں نہایت سرعت و عجلت کے ساتھ شریک ہوتا تھا حالانکہ
اسکا چچا سعد ابن مسعود اسکو روکتا تھا خلاصہ یہ کہ مختار دلیری اور مردانگی اور عقل و دانش و ہمت و
سخاوت اور حاضر جوابی میں یکتائے روزگار تھا اور اپنے ہمعصروں میں بے مثل شمار کیا جاتا تھا
اور بڑے بڑے کارہائے عظیمہ اور زمانہ کے تجربوں میں ازبس مودب اور مہذب ہوگیا تھا حاصل کلام
یہ کہ مختار فصیح ترین کلام و طلاقت لسانی میں نادر روزگار تھا اور ذہن وذکا اور جرأت و دانائی میں
صائب الرائے عجیب تر نامور تھا اور ایسے خصائل حمیدہ و فضائل جاہلیہ سے متصف تھا کہ اسکے
ہمعصروں میں نہ پائے جاتے تھے بہر حال حضرت مولانا و مقتدانا امیر المومنین و امام المتقین حضرت علی
ابن ابی طالب علیہ التحیۃ والثنا نے مختار کے چچا یعنی مسعود ابن سعد کو اپنے دوران خلافت ظاہری میں

تمام علاقہ مدائن پر حکمران فرما دیا تھا اور مختار اس زمانہ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا لیکن جب زمانہ نے دوسرا پلٹا کھایا اور معاویہ ابن سفیان کے حکم سے مغیرہ ابن شعبہ کوفہ کا حکمراں ہوا تو اس زمانہ میں مختار مدینہ میں حضرت محمد ابن حنفیہ رض کی خدمت میں حاضر تھا اور یہاں اس نے انکی ملازمت اور خدمت اختیار کر لی تھی اور آپ سے اکثر احادیث اخذ کرتا رہتا تھا اور جب یہاں سے وہ کوفہ کو واپس گیا تو ایک روز وہ مغیرہ کے ہمراہ سوار ہو کر کوفہ کے بازار میں پھر رہا تھا کہ اتنے میں مغیرہ نے مختار سے یہ عجیب کلمہ کہا کہ ایک بات ایسی ہے کہ اسکو میں جانتا ہوں اور میں اسکو خوبی سمجھے ہوئے ہوں اگر کوئی شخص اہل کوفہ کے سامنے بیان کرے تو یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ فوراً اسکی متابعت کرینگے اور جو کچھ وہ حکم دیگا اسکی دل وجان سے تعمیل کرنے پر آمادہ ہو جائینگے لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں سے اس بات کا ذکر کرنیوالا اور ترغیب دینے والا کوئی مستعد شخص مجھے نظر نہیں آتا ہے خاصکر اہل عجم کی تو یہ حالت ہے کہ جو کچھ ان کے سامنے بیان کیا جاتا ہے تو وہ لوگ اسپر فوراً یقین اور اعتبار کر لیتے ہیں مغیرہ سے یہ تقریر سنکر مختار نے دریافت کیا کہ وہ کیا بات ہے اگر کوئی حرج نہو تو مجکو بتا دیجئے مغیرہ نے یہ جواب دیا کہ اگر کوئی شخص اسوقت اہلبیت کی محبت کا اظہار ان لوگوں کے سامنے کرے تو یہ سب اسکی طرف رجوع ہو جائینگے اور ہر طرح اسکی اطاعت پسند کرینگے مختار نے اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور مغیرہ کو کچھ جواب نہ دیا لیکن اسروز سے اس نے اپنا یہ معمول کر لیا تھا کہ اہلبیت کی مدح اکثر لوگوں کے سامنے کیا کرتا اور نیز جناب امیر اور حسنین علیہم السلام کے فضائل و مناقب بھی بہ نیت حلوص نہیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا تھا کہ جنکو خاندان رسالت کا دوست جانتا تھا اور انکے دشمنوں سے اس طرز عمل کو وہ پوشیدہ رکھتا تھا اور انکے سامنے اعلان میں کمی کرتا تھا اسکا یہ قول تھا کہ بعد حضرت رسالت پناہ کے سوائے عترت اطہار کے اور کوئی حکومت و خلافت کی لیاقت نہیں رکھتا اور جو تکالیف کہ بنی فاطمہ اور خاندان نبوت پر گزری ہیں انکو سنکر نہایت غمناک درانده رہتا تھا اتفاق سے ایک روز معبد بن خالد جدلی سے جو کوفہ کے ایک نامور عمائدین سے تھا اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے معبد سے یہ کہا کہ اے معبد کتب سابقہ میں لکھا ہے کہ قوم ثقیف سے ایک شخص

ایسا پیدا ہوگا جو ظالموں کو قتل اور نیست و نابود کر دیگا اور مظلوموں اور مصیبت رسیدوں کی داد رسی کریگا اور ضعفا کا انتقام لیگا پس جو علامتیں کہ ایسے شخص میں موجود ہونا بیان کی گئی ہیں وہ سب مجھ میں موجود ہیں البتہ دو علامتیں مجھ میں نہیں ایک تو یہ کہ خروج کنندہ نوجوان ہوا اور میری عمر ساٹھ برس سے بھی متجاوز ہو گئی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ اُس شخص کی بصارت ضعیف ہو اور میری نگاہ کی یہ کیفیت ہے کہ گویا عقاب کی نظر سے بھی تیز تر ہے یہ سُنکر سعید نے مختار کو جواب دیا کہ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کے نزدیک ساٹھ ستر برس کی عمر کے آدمی کو جوان جانتے تھے اور ممکن ہے کہ بینائی کم ہو جائے مختار نے کہا کہ شاید ایسا ہی ہو کچھ دنوں تک تو مختار کا یہی حال رہا لیکن جب معاویہ اس دُنیا کو چھوڑ گیا اور یزید پلید اسکا جانشین ہوا تو اس زمانہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم ابن عقیلؑ کو بطور سفیر کوفہ کو روانہ فرمایا اور جب حضرت مسلمؑ کوفہ میں پہنچے تو مختار نے مسلمؑ کو اپنے مکان میں نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ ٹھیرایا اور انکی بیعت کی جب بیوفائی اہل کوفہ اور شقاوت ابن زیاد بد نہاد کی وجہ سے حضرت مسلمؑ شہید ہوگئے تو لوگوں نے ابن زیاد ملعون سے مختار کی بھی چغلی کھائی اسنے مختار کو فوراً اپنے روبرو طلب کیا اور اُس سے یہ کہا کہ اے فرزند ابو عبیدہ تو وہی شخص ہے جسنے دشمنان یزید حضرت مسلمؑ سے بیعت کی ہے اتفاق سے اُسوقت ایک سردار کوفہ عمر بن حریث عبید اللہ زیاد کے پاس موجود تھے اُنہوں نے فوراً یہ گواہی دی کہ یہ خبر تجھ سے کسی نے غلط بیان کی ہے مختار سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا یہ سُنکر عبید اللہ زیاد ملعون نے مختار سے کہا کہ اگر اسوقت عمر بن حریث تیری نیکنامی کی گواہی ندیتے تو بیشک میں تجکو قتل کر ڈالتا اور مختار کو سخت و ناسزا کہا اور دُشنام دی اور یہانتک وہ ملعون اسوقت غصہ میں بھرا ہوا تھا کہ ایک چھڑی جو اس ملعون کے ہاتھ میں تھی مختار کی پیشانی پر ماری جو اسکی آنکھ پر پڑی جس سے اسکو سخت صدمہ پہنچا اور آنکھ کی پلک اُلٹ گئی اور اسکے بعد اُسنے مختار کو قید کر دیا اور پھر عبد اللہ بن حارث ابن عبد المطلب کو بھی قید خانہ میں بھیجدیا اور میثم تمار بھی اس قید خانہ تنگ و تار میں پہلے سے محبوس تھا ایک روز اسی حالت اسیری و قید میں عبد اللہ نے اپنے سبب

بال مونڈوائے اور وہ کہنے لگا کہ یہ ضرور ہی کہ ابن زیاد مجھکو قتل کرڈالیگا اسلئے بہتر ہی کہ میں اپنے
موترا شی کروں مختار نے جب عبد اللہ کی گفتگو سنی تو اُس سے کہا کہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ
عبید اللہ ابن زیاد مجکو اور تجکو قتل نکرسکیگا بلکہ عنقریب تو والی بصرہ ہوگا میثم تمار نے مختار سے
کہا کہ تو خروج کریگا اور امام حسین کے خون کا بدلہ لیگا اور جو شخص کہ ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے اُسکو
تو قتل اور نیست و نابود و پامال کریگا الغرض مختار ہمیشہ خروج پر مستعد اور عازم رہتا تھا یہاں
تک کہ وہ زمانہ منحوس آگیا کہ امام ہمام علیہ السلام نے ان اشقیاء بدکردار کے ہاتھ سے شہادت
پائی تو مختار نے ایک مراسلہ اپنی بہن صفیہؓ دختر ابو عبیدہ کے پاس جو عبد اللہ ابن عمر کی منکوحہ تھی
اس مضمون کا بھیجا کہ یزید ابن معاویہ کو میری رہائی کے بارہ میں خط لکھ بھیجے چنانچہ اس نامہ مختار کے
پہنچنے پر عبد اللہ ابن عمر نے یزید پلید کے نام سفارش و رہائی کیواسطے ایک مراسلہ بھیجا اور جب
یزید کے پاس عبد اللہ کا خط پہنچا تو اس ملعون نے یہ کہا کہ میں نے مختار کے بارہ میں سفارش ابو عبد الرحمن
یعنی عبد اللہ ابن عمر کو منظور کیا اور ادھر ہند دختر ابو سفیان نے کہ عبد اللہ ابن حارث کی خالہ تھی یزید کو
اپنے بھانجہ کی سفارش میں ایک خط بھیجا چنانچہ یزید نے ان تحریروں کے موصول ہونے پر عبید اللہ زیاد کو
حکمنامہ روانہ کیا کہ ان دونو یعنی مختار اور عبد اللہ ابن حارث کو قید سے رہائی دیدے جب عبید اللہ زیاد
کے پاس یزید کا یہ حکم پہنچا تو اس نے ان دونو کو قید خانہ سے بلوا کر رہا کر دیا لیکن مختار کو یہ حکم سُنا دیا کہ
تین روز سے زیادہ تو کوفہ میں قیام نکرنا ورنہ میں تیری گردن ماردونگا حاصل کلام یہ کہ اس رہائی
کے بعد مختار مکہ کی طرف بھاگ گیا راستہ میں جب ایک منزل پر کہ اسکا نام واقصہ ہی پہنچا تو ایک
شخص نامو صعصعب بن زہیر ازدی سے مختار کی ملاقات ہوئی اس نے مختار سے دریافت کیا کہ اے
ابو اسحٰق یہ تیری آنکھ پر کس طرح صدمہ پہنچا ہی مختار نے جواب دیا عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھ سے خدا اسکو قتل کرے اگر میں اسکو نہ قتل کردوں اور اسکا
بند بند جدا نکروں اور حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون کے عوض میں اسقدر لوگونکو
ضرور قتل کرونگا کہ جتنے آدمی حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے خون کی عوض میں قتل کئے
گئے اور ان لوگوں کی تعداد جو ان کے خون ناحق کے عوض میں قتل ہوئے ستر ہزار تھی میں

اس ذات مقدس کی قسم کھاتا ہوں کہ جس نے ہم لوگوں کے واسطے قرآن مجید اور فرقان حمید نازل
فرمایا ہے اور مذہب اسلام کو ظاہر و آشکار کیا اور جو گنتا ہوں اور نا فرمانی سے بیزار ہے کہ میں
قبیلہ ازد و عمان و مذحج و ہمدان و نہد و خولان و بجر و ہزان و فعل و نبان و عبس ذبیان اور
قیس و غیلان میں سے انتقام خون ناحق حضرت امام انام جناب مولانا ابی عبد اللہ الحسین علیہ
الصلوٰۃ والسلام میں گنہگاروں اور سرکشوں اور متمردوں کو قتل اور عباد و خراب کرونگا
اور میں اے صعصعب یہ قسم کھا کر کہتا ہوں اُس خدائے سمیع و علیم کی کہ قوم بنی کندہ و سلیم
اور اشراف تمیم کو داخل جحیم اور نیست و نابود کرونگا یہ کہکر مکہ معظمہ کو روانہ ہو گیا اور اسی
حال میں اس عرصہ تک وہاں قیام کیا کہ یزید پلید راہی دار البوار ہوا صاحب تاریخ روضۃ الصفا
نے مختار نامدار کے اس واقعہ کی بابت حسب ذیل نہی تحقیق لکھی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مسلم
مختار کے مکان سے نکلکر حضرت ہانی ابن عروہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور پھر اُسکے بعد
فائز بشہادت ہوئے تو مختارؓ اس زمانہ میں کوفہ کے قریب کسی گاؤں میں گیا ہوا تھا مگر عبید اللہ زیاد
حال سُننے کو اسنے حضرت مسلمؑ کے شہید کرنے کے بعد عمر بن حریث مخزومی سے یہ بات مشورۃً کہی کہ مجکو
یزید کے بارے میں عبد اللہ ابن زبیر سے بالکل خوف نہیں بلکہ میں اندریں باب محبان علیؑ سے زیادہ
تر خوفناک ہوں اگر تم کوفہ میں کسی شخص سے جو علیؑ اور ان کے فرزند حسینؑ کا محب ہو واقف ہو
تو مجکو اسکا پتہ بتاؤ عمر نے یہ جواب دیا کہ میں ایسے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں اتفاقاً
اسکے دربار میں عمارہ بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط بھی بیٹھا ہوا تھا اس شقی نے عبید اللہ زیاد
کو مختار کی طرف سے یہ بھڑکایا کہ پہلے تو مختار عثمان ابن عفان کا محب تھا اسکے قتل ہونیکے بعد شیعیان
ابو ترابؑ میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے حضرت مسلمؑ کی رعایت اور نصرت میں بہت بڑی
کوشش اور سعی کی تھی یہ سُنکر عبید اللہ زیاد ملعون نے اُسیوقت مختار کو اپنے سامنے طلب کیا اور جب
وہ اسکے روبرو آیا تو عبید اللہ بد ملعون غدار سے یہ کہنے لگا کہ کیوں مختار کل کا ذکر ہے کہ تو مسلم کا شریک
ہوکر اسکا معین و مددگار بنا تھا اور جنگ و جدل کی تھی اور اُسوقت بھی علیؑ اور انکی اولاد کی محبت کا

دم بھرتا ہے مختار نامدار نے اس شقی کو یہ جواب دیا کہ بیشک میں بواسطہ محبت حضرت محمدؐ رسول اللہ انکی
اہلبیت کو دوست رکھتا ہوں مگر معاملہ مسلم ابن عقیل میں بالکل بیگناہ ہوں اور میرے اس قول کی
تصدیق اسیوقت اس شیخ و بزرگ کوفہ یعنی عمر ابن حریث سے ہو سکتی ہے کہ میں اس زمانہ میں
جب حضرت مسلمؑ کا معرکہ جنگ و پیکار پیش تھا اپنے مکان سے باہر نہیں نکلا جب مختار نے عمر ابن حریث
کو اپنے معاملہ پر گواہ قرار دیا تو عمر کو اسبات سے ایک شرم آئی کہ وہ اُسوقت مختار کے خلاف کوئی
اس قسم کی شہادت عبید اللہ ابن زیاد کی سامنے بیان کرے جسسے مختار کو یہ شقی قتل کرے پس اُسنے عبید اللہ
ابن زیاد سے یہ کہا کہ اعز اللہ الامیر واقعی مختار کے ذمہ جو یہ تہمت لگائی جاتی ہے تو یہ اس سے بالکل
مبرا ہے لہذا اسکے قتل میں عجلت نکرنا چاہیئے کیونکہ یہ اس شخص کا بیٹا ہے کہ جو معرکہ آرائی اور جنگ آوری
عراق و شام میں مدت دراز تک خالد ابن ولید کے ہمرکاب رہا ہے چنانچہ عمر ابن حریث کی اس شہادت
پر عبید اللہ ابن زیاد ناپاک اگرچہ مختار کی خونریزی اور قتل سے باز رہا لیکن مختار کو فوراً قید میں
بھیجدیا اور جب امیر المومنین حسینؑ قتل ہوگئے تو اسوقت مختار نے زایدہ بن قدامہ کو عبد اللہ ابن
عمر کے پاس بھیجا کیونکہ مختار کی ہمشیر اس سے بیاہی ہوئی تھی اور اپنے حال سے مفصل
اطلاع دی اور نیز یہ بھی کہلا بھیجا کہ تم میری مخلصی اور رہائی میں کوشش کرو عبد اللہ ابن عمر نے
یہ خبر سُنکر مختار کی بہن صفیہؓ کو جو بیقرار دیکھا تو اُسنے اسیوقت یزید کو یہ رقعہ روانہ کیا کہ ابن زیاد
نے مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کو کہ میری اسکی باہم قرابت قریبہ ہی بیخطا و قصور قید میں بھیجدیا ہے
پس تجھسے استدعا کی جاتی ہے کہ تو عبید اللہ کے نام فوراً اس مضمون کا حکم روانہ کردے کہ وہ اسی
وقت مختار کو قید سے رہا کردے اور چونکہ یزید اس زمانہ کی مصلحت کے باعث عبد اللہ ابن عمر
کی بات سے تجاوز نہیں کر سکتا تھا لہذا اسنے اسیوقت عبید اللہ ابن زیاد کو اس مضمون کا ایک حکمنامہ
روانہ کیا کہ مختار کو قید خانہ سے رہا کردے چنانچہ جب یزید کا یہ حکم عبید اللہ زیاد شقی کے پاس پہنچا تو اسنے نامۂ
مذکور کے مضمون سے مطلع ہو کر مختار کو جیلخانہ سے اپنے روبرو بلایا اور اس سے اسطرح مخاطب ہو کر کہنے
لگا کہ انی اجلتک ثلاثا فان احبتک بعد ذالک بالکوفۃ ضربت عنقک یعنی میں نے تجکو تین

روز کی مہلت دے دی ہے اگر تین روز کے بعد تونے کوفہ میں قیام کیا تو تیری گردن مار دونگا مگر اس کے بعد اس شقی نے عبداللہ عفیف رضؓ کو شہید کر دیا اور پھر منبر پر چڑھکر ایک خطبہ کے آخر میں اس ملعون و شقی ازلی نے جسوقت یہ فقرات کہے کہ الحمد للّٰہ الذی اعز یزید وجیشہ بالنصر واذل الحسین وجیشہ بالقتل یعنی اس خدائے کریم کا شکر ہے جس نے فتح ونصرت یزید کو دیکر اُسکے لشکر کی آبرو رکھ لی اور ذلیل کیا حسینؑ اور اُسکے معاونوں کو بسبب قتل ہونے کے جب یہ کلمات شقاوت آیات اُس ملعون کی زبان سے نکلے تو مختار نامدار نہایت غیظ وغضب کے ساتھ اُس مجمع میں بے اختیار اُٹھ کھڑا ہوا اس شقی ازلی کی طرف مخاطب ہو کر کمال دلیری اور بیباکی سے یہ کہنے لگا کہ کذبت یا عدواللہ وعدو رسولہ بل الحمد للّٰہ الذی اعز الحسین وجیشہ بالجنۃ والمغفرۃ واذلک واذل یزید وجیشہ بالنار والخزی یعنی اے شقی اے دشمن خدا اور دشمن رسولخدا تو نے بالکل غلط کہا اور سراسر جھک مارا بلکہ شکر وسپاس اس خدائے برتر کو کہ جس نے حسینؑ اور اُسکے لشکر کو جنت عطا فرماکر اور وعدہ مغفرت دیکر معزز اور گرامی فرمایا اور اے ملعون تجھکو اور یزید خبیث وشقی اور اُسکے لشکر نابکار اور گروہ اشرار کو دوزخ میں ڈالکر ذلیل وخوار کریگا مختار نامدار تہور شعار کی اس تقریر دلیرانہ ومردانہ کو سُنکر جسکا ہر ایک حرف نشتر اور ہر ایک لفظ ایک آبدار خنجر سے کم نہ تھا جلکر خاکستر ہو گیا اور نہایت طیش میں آکر اُس نے اپنا گرز مختار کے سر پر دے مارا کہ جو اس پاک نہاد کی پیشانی نورانی پر لگا اور اسکی چوٹ اور صدمہ سے اسکی پیشانی پھٹ گئی اور پھر اس نے اپنے ملازمین کو حکم دیکر مختار کو گرفتار کرالیا اور یہ ارادہ کیا کہ قتل کر ڈالے اُسوقت اُس ملعون کے دربار میں اکثر اشراف اور سرداران کوفہ حاضر تھے اُنھوں نے اس شقی سے یہ کہا کہ اے امیر یہ تو خوب سمجھ لے کہ اس شقی کو مختار کہتے ہیں اور از روئے حسب ونسب یہ شخص نہایت ہی عالیمرتبہ اور جلیل القدر ہے اول تو اس کا بہنوئی عبداللہ بن عمر ہے دوسرے عمر ابن سعد ابن وقاص اُسکا داماد ہے ہمارا کام خیرخواہانہ اطلاع کر دینے کا تھا اب آیندہ تمکو اختیار ہے اہل کوفہ کی اس گفتگو پر وہ ملعون ناپاک بہت اندیشناک ہوا اور مختار

کے قتل سے باز رہا اور بالآخر اسکو قید خانہ میں بھیجدیا مختار نے قید خانہ سے اپنی مفصل کیفیت
عبداللہ ابن عمر کو لکھ بھیجی اور نیز یہ بھی اس میں لکھا کہ تم ایک خط میری رہائی کی بابت یزید کے
پاس جلد روانہ کردو چنانچہ عبداللہ ابن عمر نے اسیوقت ایک خط یزید پلید کے نام اس مضمون کا
روانہ کیا کہ اولاد و اہلبیت رسولؐ کی قتل و غارتگری و ایذا رسانی تیرے لئے کافی نہوئی کہ جو تو
نے عام مسلمانوں پر ایسے شقی القلب و حرام زادہ کو مسلط و حکمران کیا ہے کہ جو عترت طاہرہ کی نسبت
زباندرازی کرتا ہے اور اُن کو برا بھلا کہتا ہے اور نہایت ہی نالائق حرکات اس سے ظہور پذیر
ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ جو اُسنے ایک نامعقول حرکت کی ہے وہ یہ ہی کہ اسنے عبداللہ ابن عفیف کو
قتل کرڈالا مختار کو قید کردیا ہے جسوقت تیرے پاس یہ خط پہنچے تو عبداللہ زیاد کو اسیوقت ایک
حکمنامہ اس مضمون کا روانہ کر کہ وہ مختار کو قید سے رہائی دیدے اور اگر تو نے میری اس تحریر پر اکتفا
نہ کی تو یہ سمجھ لینا کہ اسکی تنبیہ اور سرکوبی کیواسطے یہاں سے میں ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرونگا کہ وہ
اُسکا مقابلہ نکرسکے جب عبداللہ ابن عمر کا یہ خط یزید کی نظر سے گذرا تو فوراً وہ ملعون خط مذکور کے
مضامین سے واقف ہو کر عبداللہ ابن زیاد سے نہایت ناراض ہوا اور اسیوقت اسکے نام
اس مضمون کا ایک حکمنامہ روانہ ہوا کہ جسوقت میرا یہ حکم تجکو موصول ہو فوراً مختار کو بہ اعزاز تمام
قید خانہ سے رہا کردینا اور آئندہ سے بیہودہ گوئی اور زباندرازی کسی کی نسبت نکرنا ورنہ
یہ سمجھ لینا کہ میں تیری آنکھیں نکلوا دونگا جب یہ خط یزید کا ابن زیاد ملعون کے پاس پہنچا تو اسنے فوراً
تمام سرداران و عمائد کوفہ کو طلب کیا اور انکے سامنے مختار کو زندان کوفہ سے نکلوا کر صحیح و سالم انکی
تفویض کردیا کتاب اخذ الثار و انتصار المختار میں ابو مخنف لوط ابن یحیٰی الازدی نے لکھا ہے کہ
جب حضرت مولانا و مولا الکونین جناب ابی عبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان کربلا میں
درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے اور بقیہ آل رسولؐ پر بنی اُمیہ کا کامل غلبہ و تسلط حاصل ہوگیا اور
یہ حضرات بنی اُمیہ کے ظلم و جور کے باعث اطراف عالم میں منتشر ہوگئے تو ابن زیاد بد نہاد نے کوفہ کی گلی کوچوں
میں یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو شخص حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور انکی اولاد کو خیر و نیکی سے یاد

کریگا اُسکو قتل کردیا جائیگا اس زمانہ میں شہر کوفہ میں ایک شخص رہتا تھا جسکا نام مختار ابن ابو عبیدہ
ثقفی تھا یہ شخص ہر روز تین مرتبہ اپنی شمشیر نیام سے نکالکر یہ کہا کرتا تھا کہ اے خداوند کریم مجکو اسقدر
دولت عالی اور مرتبہ حکومت عنایت فرما اور لشکر آراستہ مجھے بخش کہ خون امام حسینؑ کا انتقام
انکے دشمنوں سے لے سکوں پس جسوقت یہ عبید اللہ زیاد کو معلوم ہوا تو نہایت غضبناک ہوا
اور حکمدیا کہ مختار کے مکان پر جاکر اسکے مال پر قبضہ کرلیں اور تلوار اسکی گردن میں ڈالکر کھینچ لائیں
جب مختار کو اسکے پاس حاضر کیا تو اسکی قوم کے تین ہزار سے زیادہ سوار و پیادے اسکے ہمراہ تھے
ابن زیاد نے کہا کہ اے مختار تو بنی اُمیہ کو بُرا کہتا پھرتا ہے اور انکو گالیاں دیتا ہے اور انکی مرگ کی تمنا
رکھتا ہے حالانکہ انھوں نے تیرے ساتھ بڑے بڑے احسان کئے ہیں مختار نے کہا میں نے ان کو
بُرا نہیں کہا اور کیونکر ان کی نسبت کوئی کلمہ بد اپنی زبان سے کہہ سکتا ہوں جبکہ میں خود بھی
بنی اُمیہ سے ہوں ابن زیاد نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اور جسنے مجکو خبر دی ہے وہ تجھسے زیادہ
سچا ہے یہ کہکر مختار کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا اور مختار کے منہ پر ماری دربان جو دار الامارۃ
کے دروازہ پر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تین ہزار سے زیادہ سوار اور پیادہ موجود ہیں انھوں نے
ابن زیاد سے کہا کہ اے امیر مختار کے قتل میں جلدی نکر کہ تین ہزار سے زیادہ آدمی مختار کی رعایا
اور قوم کے دروازہ پر موجود ہیں ابن زیاد نے کہا وائے ہو تجھپر قصر دار الامارۃ پر کیونکر جمع ہو گئے
یہ کہکر داروغہ جیل کو طلب کیا اور حکمدیا کہ مختار کو جیلخانہ میں لے جا اور ایسی تاریک جگہ میں
قید کر کہ جہاں پر دن اور رات میں تمیز نہوسکے اور جیلخانہ میں اسپر بیحد سختی کر اور سوائے قطران
و نفت اعنی وہ روغن جو دل و جگر کو جھوند سے کھانے پینے کو ندینا حتی کہ مختار کی آنکھوں سے
پانی کا دریا نکلے اور دل و جگر جلکر کباب ہوجائے داروغہ زندان مختار کو حسب الحکم ابن زیاد
بد نہاد کے اس جیلخانہ میں جو زیر زمین تھا طوق آہنی و بیڑیاں پہنا کر لیگیا اور جیلخانہ میں
داخل کرکے اُسپر چار عدد قفل لگا کر اسکی تالیاں اپنے ہمراہ لے گیا ؛؛ ؛؛

اعلان

الحمد للہ علی نعمائہ انعمہ علی کہ کتاب مستطاب سوانح عمری امیر مختار بفضل پروردگار بار سوم چھپکر شائع ہوئی چونکہ یہ اصل کتاب فارسی تھی لہذا بندہ نے اُردو میں ترجمہ کیا اور بموجب قانون بستم سنہ ۱۸۶۷ء کے گورنمنٹ میں درج فہرست رجسٹری کرادیا ہے کوئی صاحب قصد طبع نفرماویں ورنہ نقصان عظیم اُٹھاویں گے

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

العبد سید صغیر حسن مالک مطبع یوسفی دہلی

مختصر فہرست کتب موجودہ مطبع یوسفی دہلی

آثار حیدری

یہ بے بہا قابل قدر تفسیر کتاب اللہ جو امامیہ سلسلہ کے گیارہویں امام حجت اللہ راسخ العلم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عربی تفسیر کلام اللہ کا اُردو ترجمہ ہے جسکو جناب مولوی سید شریف حسین صاحب نے کمال محنت و جانفشانی سے فیض عام کے لئے سلیس اُردو میں مرتب فرمایا ہے تاکہ احقاق حق کے سوائے کافۂ انام کو علم قرآن حاصل ہو کر درجۂ استکمال دین ہو سکے اس ترجمہ کی تقریظیں ہندوستان کے بعض دوسرے مشہور علما اور عالیجناب مجتہد العصر حضرت سید نجم الحسن صاحب قبلہ و کعبہ سلمہ اللہ تعالے لکھنو نے تحریر فرمائی ہیں للہ الحمد کہ یہ پُر تنویر تفسیر اب صرف کثیر سے چھپکر تیار ہو گئی ہے امید کہ مومنین اس گنجینۂ حقائق و معارف کی خریداری کو ذخیرۂ سعادت ابدی تصور کر کے جلد ہی خریداری فرمائیں تاکہ طبع ثانی کے انتظار کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے حجم ۶۵۰ صفحہ چھپائی اور لکھائی عربی نستعلیق نہایت عمدہ۔ قیمت عام فائدہ اور تشویق دین کے لحاظ سے بہت ہی کم یعنی علاوہ محصول ڈاک عہ ہے

نیرنگ فصاحت

یہ کتاب مستطاب نہج البلاغہ کے کامل ترجمہ کا نام ہے جو حکیم ربانی خطیب لاثانی امیر المومنین علی علیہ السلام کے خطبات فرامین اور ملفوظات کا تمام و کمال مجموعہ ہے جس کی نسبت حضرات اہلسنت والجماعت کے فاضل جلیل اور مفسر بے عدیل علامہ ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ یہ تصنیف اپنی فصاحت و بلاغت میں سوائے فرقان حمید و کلام مجید کے جملہ تصانیف انسانی

سے بالاتر ہے **ترجمہ کا خاص جوہر** یہ ہے کہ اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ
جائیے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اصل کتاب کا لفظی ترجمہ ہے بلکہ خود اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی
شان نظر آتی ہے اور جن اصحاب نے اسے عربی زبان میں مطالعہ کیا ہے وہ بے ساختہ کہہ
اٹھیں گے کہ اس سے زیادہ بہتر اور علاوہ تحت اللفظ ترجمہ ممکن ہی نہیں یہ صحیفۂ گرامی تقریباً
۶۰۰ صفحہ پر تمام و کمال ختم ہوا ہے ہدیہ صرف تین روپیہ علاوہ محصولڈاک

وظائف الابرار مترجم

یہ اوراد کا مجموعہ تمام اغلاط سے پاک و صاف کر کے الحمد للہ چھپکر تیار ہو گیا ہے سورۂ یسین سورۂ
انا فتحنا سورۂ رحمٰن سورہ مزمل جوشن کبیر جوشن صغیر درود طوسی دعائے مشلول دعائے
کمیل دعائے توسل خمسہ جناب امیر علیہ السلام اسمائے اعظم دعائے صد سبحان دعائے
ہلال وغیرہ مع نقوش و اسناد و ترجمہ درج ہیں قیمت ۱۲؍

حرز المومنین اعنی انوار المعظم

عملیات میں ایسی جامع کتاب اسوقت تک آپ کی نظر سے نہ گذری ہوگی اعلیٰ قسم کے ولائتی
کاغذ پر نہایت حسن اہتمام سے طبع ہوئی ہے اور پانچ باب پر منقسم ہے باب اول خواص سورہائے
قرآنی مع ترتیب خواندگی و ختم عمل باب دوم ادعیہ متعلق دوازدہ ساعت روز و تعویذ منسوب
بہ ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم و انبیائے ذوی الکرام مع دعائے ہفت قاموس دعائے
ہفت ہیکل و دعائے مفید سر قدسیہ دعائے الف جہت کشائش رزق وغیرہ باب سوم نمازہا
قضائے حاجت باب چہارم حرزہائے مجرب برائے ہر امر باب پنجم ترکیب نجات بضیاد
ادعیہ دافع امراض ہر قسم مجرب و آزمودہ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت فی جلد
ایک روپیہ دو آنہ

جامع عباسی بست بابی اُردو

یہ کتاب مشہور و معروف جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے بزبان فارسی تھی چونکہ اکثر مومنین با تمکین
کی درخواستیں بغرض ترجمہ ہو کر چھپ جانے کی یکے بعد دیگرے مطبع میں پہنچیں لہذا ہم نے بتعمیل ارشاد
برادران مومنین کتاب مذکورہ ترجمہ اُردو میں چوتھی بار چھپوا دیا قیمت مجلد عہ ۱۲ ہے

قیمت ہر کتاب کی سنہ ۱۹۱۹ء سے بڑھ جائیگی

تحفۃ القائم

منتظران حضرت حجت علیہ السلام اور محبان حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے لئے یہ بہترین رسالہ ہے
جس میں کچھ معجزات اور کچھ دیگر امور حضرت حجت علیہ السلام کا ذکر نظم میں کیا گیا ہے۔
ہدیہ ۳ علاوہ محصول ڈاک عنقریب ختم ہونیوالا ہے نئے سال سے قیمت میں بھی اضافہ ہوجائیگا

یہ قیمتیں صرف سنہ ۱۹۱۸ء تک ہیں ۱۹۱۹ء سے اضافہ ہوگا

بنیاد اعتقاد

یہ مشہور رسالہ تصنیفات سے عالیجناب مستطاب افقہ الناس جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ
اعلی اللہ مقامہ کا اُردو میں نظم ہے قیمت ۳ ۱۹۱۹ء سے قیمت بڑھ جائے گی

آثار حیدری

یہ بے بہا قابل قدر تفسیر کتاب اللہ جو امامیہ سلسلہ کے گیارہویں امام
حجت اللہ راسخ العلم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عربی
تفسیر کلام اللہ کا اُردو ترجمہ ہے جسکو جناب مولوی سید شریف حسین صاحب نے کمال محنت و
جان فشانی سے فیض عام کے لئے سلیس اُردو میں مرتب فرمایا ہے تاکہ احقاق کے سوائے کافۂ انام کو
علم قرآن حاصل ہو کر درجہ استکمال دین ہو سکے اس ترجمہ کی تقریظیں ہندوستان کے بعض
دوسرے مشہور علما اور عالیجناب مجتہد العصر حضرت سید نجم الحسن صاحب قبلہ و کعبہ سلمہ اللہ تعالی